گلزارِ صوفیاء

مؤلفہ

عالم فقری

جنرل سیکرٹری پاکستان سُنّی رائٹرز گلڈ لاہور

فرید بُک ڈپو (پرائیویٹ) لمیٹڈ

FARID BOOK DEPOT (Pvt.) Ltd.

2158, M.P. Street, Pataudi House, Darya Ganj, New Delhi-2
Phone : 3289786, 3289159 Fax : 3279998 Res. : 3262486
e_mail : farid@ndf.vsnl.net.in • farid_export@hotmail.com
Website: www.faridexport.com • www.faridbook.com

Rs. 126/-

نام کتاب : گلزار صوفیاء

مصنف : عالم فقری

باہتمام : الحاج محمد ناصر خاں

ناشر : فرید بک ڈپو پرائیویٹ لمیٹڈ، نئی دہلی

طابع : فرید انٹرپرائزز، دہلی

سرورق : محبوب احمد / کفیل احمد

صفحات : 544

قیمت : -/136

[illegible], M.P. Street, Pataudi House, Darya Ganj, New Delhi-2
Phone : [illegible] Fax : [illegible] Res. : [illegible]
e_mail : farid@ndf.vsnl.net.in • farid_export@hotmail.com
Website: www.faridexport.com • www.faridbook.com

انتساب

بندہ فقیر طالب مولیٰ
اپنی اس ناچیز کوشش کو بصد عجز و نیاز
اپنے بچپن کے دوست
جناب حاجی محمد عالمگیر صاحب
صدر اسلامی ادارہ ادب و ثقافت رجسٹرڈ چاہ میراں لاہور
کے نام

جن کے تعاون سے کتاب ھذا
منظرِ عام پر آئی
گر قبول افتد زہے عز و شرف

عالم فقری
ناظم مکتبہ قصویہ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

از حاجی انور اختر

تعارفِ کتاب

خالقِ کائنات کا بصدقہ محسنِ کائنات سردارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم احسان مند اور شکر گزار ہوں ۔ کہ جس نے بندہ ناچیز کو یہ سعادت بخشی کہ میں محبوبِ کائنات کے محبوب بندوں کا ذکرِ خیر کروں ۔ اللہ تعالیٰ ان نفوسِ قدسیہ کے صدقے ہماری خطاؤں اور لغزشوں کو معاف فرمائے اور ہمیں عمل صالح کی توفیق عطا فرمائے ۔

زیرِ نظر کتاب گلزار صوفیا اللہ کے ان چند دوستوں کی سوانح عمری ہے جنہوں نے احکامِ خداوندی کی تابعداری کی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرتے ہوئے اپنے اپنے حلقہ اثر میں بنی نوع انسان کی خدمت کی ۔ خود بھی صالح اعمال پر کاربند رہے اور مخلوق خدا کو بھی راست بازی اور سچائی پر زندگی بسر کرنے کا درس دیا اور انہی بزرگانِ دین اور صوفیا کی راست بازی کو اجاگر کرنے کے پیشِ نظر یہ کتاب لکھی گئی ہے ۔ یہ کتاب ہمارے معزز دوست جناب عالم فقری صاحب نے شب و روز کی انتہائی محنت سے لکھی ہے ۔ جس میں اللہ کے مقرب بندوں کی زندگیوں کے حالات قلمبند کئے گئے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ انکی اس کاوش کو قبول فرمائے اور اس خدمت کے صلہ میں اللہ تعالیٰ مصنف کتاب ہذا اور انکے اہل خانہ پر بصدقہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خصوصی رحمت عطا فرمائے ۔

اس کتاب میں تعاون کرنیوالے جناب حاجی محمد عالمگیر صاحب سرپرست دین فقری مینسمری پر اللہ تعالیٰ اپنا خصوصی فضل کر کے انکو دین و دنیا میں مالا مال کرے جنہوں نے اسکی طباعت کا اہتمام کیا اور اللہ تعالیٰ آنیوالی نسلوں کو صوفیا اولیاء کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے ۔ آمین ۔

احقر
حاجی انور اختر

فہرست

ابتدائیہ

سب تعریفیں خداوند قدوس کے لیے ہیں۔ جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے اور اس کے محبوب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر لاکھ لاکھ درود اور آپ کی آل واصحاب پر اللہ کی خاص رحمت ہو۔

اولیائے کرام اور صوفیائے عظام کے تذکروں کو اسلامی تاریخ اور اشاعت اسلام میں ایک مستقل باب کی حیثیت حاصل ہے کیونکہ اولیاء کرام نے راہِ حق میں جو قربانیاں دیں وہ ہمیشہ زندہ و تابندہ ہیں۔ اور پھر انھوں نے جس طرح اپنی بدنی اور مالی ریاضت و عبادت سے اللہ تعالیٰ کو راضی کیا وہ بھی روزِ روشن کی طرح عیاں ہے۔ پھر اس رضا کی بدولت انھیں دین و دنیا میں سرفرازی حاصل ہوئی۔ لہٰذا ان کا نام اور ان کے کارنامے کیسے ختم ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ ہر دور میں جن لوگوں کو اللہ توفیق دیتا ہے تو وہ ان صلحاء، صوفیہ اور اولیاء کے حالات قلم بند کر جاتے ہیں۔ تاکہ آنے والی نسلوں کو معلوم رہے کہ ماضی میں کون کون سے اللہ کے خاص بندے تھے جنھیں قربِ حق حاصل تھا اور اللہ ان پر راضی ہوگا۔ تاکہ ان کی پیروی میں قرآن و سنت کی روشنی میں ان اعمال و اشغال کو اپنایا جائے تاکہ اللہ ہم پر بھی راضی ہو جائے کیونکہ حصولِ رضا ہی مقصدِ حیات ہے پھر یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ ہر آنے والے دور میں زمانے کے تقاضے مختلف نئے روپ اختیار کرتے رہتے ہیں۔ کیونکہ اقتدار زندگی ایک ایسے ارتقائی

مراحل سے بڑی تیزی سے گزر رہی ہے جہاں آئے دن تبدیلی ہوتی رہتی ہے لہذا شیطان جو انسان کا ازلی دشمن ہے وہ بھی آئے دن نئے انداز میں لوگوں کو برائیوں کی طرف مائل کرتا ہے۔ اور طرح طرح کے نئے فتنے برپا کرتا ہے۔ چنانچہ آئے دن کی ذلالت و گمراہی کو مٹانے کے لیے اللہ تعالیٰ انہی لوگوں میں چند لوگوں کو اپنی رحمت خاص سے نواز کر لوگوں کو رشد و ہدایت پر مامور کرتا ہے۔ تاکہ برائی جس صورت میں بھی ہو اسے ختم کیا جا سکے۔ لہذا اس سلسلے میں اللہ کے نیک اور صالح برگزیدہ بندے لوگوں کی رہنمائی کرتے ہیں۔ جابر اور باطل قوتوں کے سامنے سینہ سپر ہو جاتے ہیں۔ اور اندھیروں میں اپنی پاکیزہ سیرت کی شمعیں روشن کرتے ہیں۔ اور یہی وہ صوفی لوگ ہوتے ہیں وہ پہلے اپنے باطن کی صفائی کرتے ہیں اور پھر لوگوں کو راہِ حق کا درس دیتے ہیں۔ لہذا ایسے لوگوں کے کارناموں کو قلم بند کرنا اہل قلم کی اولین ذمہداری ہے۔

ان اولیاء اور صوفیاء کی زندگی کے مختلف پہلو ہوتے ہیں۔ ان کی زندگی کا ایک پہلو تو ان کی ذاتی زندگی کے حقائق ہوتے ہیں یعنی نام و نسب تعلیم ازدواجی زندگی۔ ذریعہ معاش اور معاشرتی رہنے سہنے کا انداز وغیرہ۔ اس کے ساتھ ہی ان کی زندگی کا دوسرا پہلو اطاعت خدا اور رسول سے حصول روحانیت ہے پھر ان کی زندگی کا تیسرا پہلو یہ بھی ہوتا ہے کہ انھوں نے دین و دنیا میں لوگوں کے فکر و کردار کی اصلاح میں کیا خدمات سرانجام دی ہیں۔ پھر صوفیاء کی زندگی کا ایک روشن پہلو ان کی ذاتی سیرت و کردار ہے۔ لہذا ان کی زندگی کے تمام پہلوؤں کو یکجا کر کے دیکھا جائے تو وہ کتاب و سنت کے ارشادات و احکامات میں ڈھلی ہوئی شخصیتیں نظر آتی ہیں اور عمل کرنے والوں کے لیے نمونہ اور حجت ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بزرگانِ سلف کی سیرت ہمارے لیے رہنمائی

کا کام دیتی ہے۔ چنانچہ اس غرض کے پیشِ نظر اس کتاب میں صوفیا کی زندگی کے حالات و واقعات جمع کیے گئے ہیں۔ تاکہ ہر آنے والی نسل اللہ کے ان نیک بندوں کی سیرت و کردار کو مدنظر رکھتے ہوئے نیک اور صالح ہو جائے۔

سرزمین لاہور چونکہ نہایت ہی قدیم ہے اور عرصہ دراز تک اسلام کی روشنی سے محروم رہی ہے۔ آخر چوتھی صدی ہجری میں محبانِ خدا کی نظرِ التفات اس پر پڑی اور رفتہ رفتہ اکثر صوفیاء کرام دور دراز کی مسافتیں طے کرتے ہوئے یہاں تشریف لائے اور آنے کے بعد انھوں نے اس خطہ میں دو اہم خدمات سرانجام دیں۔ پہلی خدمت تو یہ تھی کہ انھوں نے مخلوقِ خدا کی خدمت کے سلسلے جاری کیے۔ اور دوسری خدمت یہ کہ غیر مسلموں کو آہستہ آہستہ مسلمان کیا۔ آخر جب اس خطے میں مسلمانوں کی اکثریت ہو گئی اور مسلمان نسل در نسل آباد ہو گئے تو انہی مسلمانوں سے پھر بے شمار اولیاء اور صوفیاء پیدا ہوئے جنھوں نے اپنے اپنے دَور میں دین کی خدمت کی اور پھر یہیں پیوندِ خاک ہو گئے۔ چنانچہ لاہور کے ان آسودہ خاک اولیاء کے بارے میں اگرچہ سابقہ چند تذکرے لکھے جا چکے ہیں لیکن ان میں متاخر بزرگانِ دین کے حالاتِ زندگی شامل نہیں ہیں۔ لہٰذا اس ضرورت کے پیشِ نظر یہ اس نئی کتاب میں لاہور کے تمام اکابر اولیاء اور صوفیاء کے حالات درج کیے گئے ہیں۔

لاہور کے قدیم تذکروں میں تحقیقاتِ چشتی کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔ اگرچہ اس کتاب میں اولیاء اللہ کے حالات کے علاوہ زیادہ لاہور کی تاریخ ہے۔ لیکن چونکہ یہ کتاب قدیم ہے اس لیے بعد کی تمام لکھی جانے والی کتب کا ماخذ یہی کتاب ہے۔ اس کے بعد

بھی اگرچہ چند کتب اسی موضوع پر لکھی جا چکی ہیں جو اپنے اپنے موضوع اور مواد کے لحاظ سے اپنا اپنا منفرد مقام رکھتی ہیں۔ لیکن ایک کمی جو سابقہ کتب میں عام پائی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ ان کتب میں درج شدہ حالات بالکل مختصر ہیں۔ لہذا اس کتاب میں اس کمی کو ازحد پورا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ یعنی ہر صوفی اور ولی کے جس حد تک حالات دستیاب ہوئے ہیں انھیں درج کر دیا گیا ہے۔

اس کے علاوہ اس کتاب میں صوفیاء کی تعلیمات اور سیرت و کردار پر زیادہ سے زیادہ روشنی ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے تاکہ پڑھنے والوں کے سامنے اولیاء اللہ اور صوفیاء کرام کی زندگی کا ہر پہلو اجاگر ہو جائے۔

اس کے علاوہ زیرِ نظر کتاب کے اسلوب کو نہایت ہی سادہ اور جاذب رکھنے کی کوشش کی گئی ہے تاکہ عام پڑھا لکھا بھی کتاب پڑھ کر استفادہ اٹھا سکے۔ پھر اس کتاب میں اولیاء اللہ کے حالات زندگی کو زمانی ترتیب سے بیان کیا گیا ہے۔ اور قارئین کی سہولت کے لیے زمانے کو تین دوروں میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ یعنی دورِ اوّل کے صوفیاء عظام اس میں ان بزرگانِ دین کے حالات ہیں جو غزنوی دَور سے لے کر لودھی دور تک ہوئے خواہ باہر سے آ کر لاہور میں آباد ہوئے یا لاہور ہی میں پیدا ہو کر پھر اسی سرزمین میں مدفون ہوئے۔ دورِ ثانی میں صرف مغلیہ دور کے زمانے کے بزرگان دین کے حالات ہیں۔ اس کے بعد دورِ ثالث میں درانی، سکھ، انگریز اور پاکستان کا عہد شامل کیا گیا ہے تاکہ قاری کو فوراً پتہ چل جائے کہ زیرِ مطالعہ بزرگ کا زمانہ کونسا تھا۔

آخر میں بندہ ناچیز اللہ تعالیٰ کے حضور دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ میری اس کوشش کو اپنی رضا میں شمار کرے اور اس کتاب کی تحقیق اور تدوین میں مجھ گنہ گار سے جو کوتاہیاں سرزد ہوئی ہوں انھیں درگزر فرمائے اور اس سلسلے میں جناب حاجی انور اختر صاحب اور جناب حاجی محمد عالمگیر صاحب نے جو تعاون فرمایا ہے اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے۔ آمین

مورخہ ۲۲ ، اکتوبر ۱۹۸۳ء

مورخہ ۲۲ ، اکتوبر ۱۹۸۳ء

خاکپائے صوفیاء
عالم فقری
گلی نمبر ۹ مکان نمبر D-52 چاہ میراں
لاہور

مآخذ کتاب

اِس کتاب کی تالیف میں بے شمار کتب سے مدد لی گئی ہے بلکہ بعض مقامات پر حوالہ جات کی حیثیت سے اصل کتاب کے اقتباسات کو ویسے ہی درج کر دیا گیا ہے۔ تاکہ محققین کے لیے آسانی رہے۔ مگر طوالت کی وجہ سے بعض مقامات پر اشارہ لگانے سے گریز کیا۔ لہٰذا جن کتب سے استفادہ کیا گیا ہے ان کی اجمالی فہرست یہ ہے:

کتاب	مصنف	ناشر
۱۔ کشف المحجوب	حضرت داتا گنج بخش	مطبوعہ المعارف لاہور
۲۔ تحقیقات چشتی	مولوی نور احمد چشتی	" پنجابی اکیڈمی "
۳۔ اخبار الاخیار	حضرت عبدالحق محدث دہلوی	" مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی
۴۔ سفینۃ الاولیاء	شہزادہ دارالشکوہ قادری	" نفیس اکیڈمی "
۵۔ ثمرات القدس	لعل بیگ لعلی	قلمی یونیورسٹی لائبریری لاہور
۶۔ خزینۃ الاصفیاء	مفتی غلام سرور لاہوری	مطبوعہ نولکشور دہلی
۷۔ حدیقۃ الاولیاء	" "	اسلامک بک فاؤنڈیشن لاہور
۸۔ تذکرہ صوفیائے پنجاب	اعجاز الحق قدوسی	سلیمان اکیڈمی کراچی
۹۔ تذکرہ اولیائے لاہور	وارث کامل	" "
۱۰۔ اولیائے لاہور	محمد لطیف ملک	سنگ میل پبلیکیشنز لاہور
۱۱۔ بزرگانِ لاہور	پیر غلام دستگیر نامی	نوری بک ڈپو لاہور

۱۲۔ لاہور میں اولیائے نقشبند کی سرگرمیاں — محمد دین کلیم — مکتبہ نبویہ لاہور

۱۳۔ لاہور کے اولیائے چشت — " " — " " "

۱۴۔ لاہور کے اولیائے سہرورد — " " — " " " "

۱۵۔ تذکرہ اکابر اہل سنت — محمد عبدالحکیم شرف قادری — مکتبہ قادریہ لاہور

۱۶۔ تذکرہ علمائے اہلسنت لاہور — علامہ پیرزادہ اقبال احمد فاروقی — مکتبہ نبویہ لاہور

۱۷۔ حضرت داتا گنج بخش — محمد دین فوق — محکمہ اوقاف لاہور

۱۸۔ حیات و تعلیمات گنج بخش — صاحبزادہ محمد سلیم حماد — سابقہ سجادہ نشین درگاہ حضرت داتا گنج بخش

۱۹۔ آفتاب زنجان — عالم فقری — مکتبہ فقریہ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

۲۰۔ تذکرہ حضرت شاہ بلاول قادری — میاں اخلاق احمد — ۲۲۴ شادباغ لاہور

۲۱۔ حضرت ایشاں — " " " — " " "

۲۲۔ حضرت شاہ محمد غوث — پیام شاہجہانپوری — ملک دین محمد لاہور

۲۳۔ انوار مرتضائیہ — خواجہ محمد یعقوب — امور مذہبیہ کمیٹی اوقاف لاہور

۲۴۔ تاریخ لاہور — رائے بہادر کنہیا لعل ہندی — ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور

۲۵۔ لاہور عہد مغلیہ میں — محمد دین فوق — لاہور

۲۶۔ نقوش لاہور نمبر — محمد عبداللہ قریشی — نقوش لاہور

۲۷۔ تاریخ جلیلہ — غلام دستگیر نامی — لاہور

۲۸۔ مآثر لاہور — سید ہاشمی فرید آبادی — ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور

۲۹۔ تذکرہ اولیائے ہندو پاک — اختر دہلوی — ملک سراج دین لاہور

تعارف مصنف

از، خواجہ محمد حفیظ ایم اے

نام: اصل نام عابد حسین چیمہ ہے مگر قلمی نام عابد فقری ہے۔

والد و والدہ: والد ماجد کا اسم گرامی محمد اسماعیل تھا۔ والدہ کا نام عائشہ بی بی ہے اور ہمشیرگان کے نام نسیم اختر اور نسرین اختر ہیں۔

تاریخ ولادت: ۱۳، ستمبر ۱۹۴۳ء بروز جمعرات صبح آٹھ بجے محلہ میراں حسین چاہ میراں لاہور

نصابی تعلیم: میٹرک از اسلامیہ ہائی اسکول مصری شاہ لاہور ۱۹۶۳ء ایف۔ اے پرائیویٹ ۱۹۶۵ء بی اے پرائیویٹ ۱۹۶۷ء۔ ایم اے اسلامیات ۱۹۶۹ء پرائیویٹ۔ ایم اے اردو ۱۹۷۱ء پرائیویٹ ایل ایل بی از حمایت اسلام لاء کالج لاہور ۱۹۷۵ء

اسلامی تعلیم: قرآن پاک ناظرہ از مولوی نظام الدین سابق خطیب دربار میراں حسین زنجانی ۱۹۵۵ء صرف و نحو ترجمہ و تفسیر از مولانا مہرالدین صاحب چاہ میراں لاہور

ذریعہ معاش: ملازمت بحیثیت کلرک محکمہ انہار سکارپ نمبر ا سرکل لاہور، جولائی ۱۹۶۳ء تا ۳۱، مئی ۱۹۸۲ء تک۔

تحقیق و مشاہداتی سفر: پنڈی اسلام آباد۔ مری کوہالہ۔ مظفر آباد۔ بالاکوٹ۔ کاغان۔ ناران جھیل۔ سیف الملوک۔ ایبٹ آباد۔ مانسہرہ۔ گلگت۔ ہنزہ۔ حسن ابدال۔ درگئی۔ منگورہ۔ سوات۔ مدین۔ بحرین۔ دیر۔ چترال۔ پشاور۔ جہلم۔ میرپور۔ کھڑی شریف۔ گجرات۔ سیالکوٹ۔ نارووال ظفروال۔ گوجرانوالہ۔ ڈنگہ شریف۔ سرگودھا۔ جھنگ۔ فیصل آباد۔ سلطان باہو۔ بستی سخی سرور۔ تونسہ شریف۔ ملتان۔ ساہیوال۔ پاکپتن۔ قصور۔ چمن۔ زیارت کوئٹہ۔ کراچی۔ دہلی۔ اجمیر۔ پانی پت۔ کلیر شریف۔ آگرہ۔

صُوفیا کا شہر

لاہور اولیاء اور صُوفیا کا شہر ہے کیونکہ اس شہر میں بے شمار اولیاء اللہ آسودہ خاک ہیں۔ لاہور پاک و ہند کے قدیم اور تاریخی شہروں میں سے ہے۔ آج سے کئی صدیاں پہلے عموماً آبادی اس جگہ قائم ہوتی تھی جہاں پر پانی کی بہتات میسر ہوتی تھی۔ اسی لیے تاریخ سے یہ بات عیاں ہے کہ اس خطۂ پاک و ہند میں بیشتر قدیم آبادیاں دریاؤں کے کناروں پر آباد ہوئیں چنانچہ ایسے ہی آج سے کئی صدیاں پہلے لاہور کی آبادی بھی دریائے راوی کے کنارے آباد ہوئی۔ اس آبادی کے آغاز میں رہنے والوں کو کیا معلوم کہ یہ چند گھر کبھی ایک بہت بڑے شہر کا رُوپ دھار لیں گے۔ لاہور کی آبادی کا آغاز کب ہُوا اور آج سے کتنی صدیاں پہلے کس نے اس کی بُنیاد رکھی، اس کے بارے میں تاریخ بالکل خاموش ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہی کہی جا سکتی ہے کہ اس زمانے میں علم کی روشنی نہ تھی۔ بہرکیف اتنا ضرور کہا جا سکتا ہے کہ یہ قدیم ترین شہروں میں سے ایک ہے۔

لاہور کے نام کی وجہ تسمیہ کے بارے میں مؤرخین میں اختلاف رائے ہے۔ کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ اسے سب سے پہلے رام چندر کے بیٹے لوہ نے آباد کیا اور اس وقت اِس کا نام لوہارو تھا۔ وشوا بھاگا میں اس کا نام لوپور ہے فتوح البلدان کے مصنف نے اسے اہارو کہا ہے۔ البیرونی نے اسے لہارو لکھا ہے۔ امیر خسرو لاہور کو لہانور لکھا کرتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مختلف زبانوں میں اس کا نام قدرے ایک دوسرے نام سے مختلف رہا اور آخرکار

لاہور کے نام سے معروف ہوا۔

تاریخی کتب میں لاہور کا نام سب سے پہلے کتاب حدود العالم میں بیان ہوا۔ یہ کتاب چوتھی صدی ہجری کے زمانے کی کتاب ہے اس کے بعد لاہور کا نام تاریخ الہند میں ہے جو البیرونی نے لکھی تھی۔ بہرکیف یہ آبادی صدیوں پرانی ہے۔ سالہا سال تک اس کی آبادی میں خاطر خواہ اضافہ نہیں ہوا بلکہ قدیم لاہور آغاز میں بالکل چند گھر تھے پھر آہستہ آہستہ آبادی بڑھتی گئی حتیٰ کہ مغلوں کے زمانہ تک آبادی صرف فصیل کے اندر محدود تھی، لیکن جوں جوں عالمی سطح پر شہروں کی آبادی میں اضافہ ہونا شروع ہوا تو اس شہر کی آبادی بھی کئی کلومیٹروں تک پھیل گئی۔

یہ ایک نظامِ فطرت ہے کہ اللہ جس علاقے کے خطے میں ہدایت اور اپنا قانون چاہتا ہے تو وہاں اپنے بندے پیدا کرتا ہے یا کسی اور علاقے سے حکمِ ربی کے تحت اللہ کے بندے آباد ہو جاتے ہیں لہٰذا یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ یہ آبادی اللہ کے بندوں سے خالی رہتی۔ بلکہ جب سے اس خطہ میں اسلام پھیلا اس وقت سے لے کر آج تک یہ خطہ کسی دَور میں خالی نہیں رہا جبکہ اس شہر میں اللہ کا ولی نہ ہو۔ خاتم النبیینؐ کے بعد رشد و ہدایت کے سلسلے کو جاری رکھنے کا کام شمعِ رسالت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پروانوں کے ذمّہ ہے۔ پچھلی صدیوں میں دیگر ممالکِ اسلامیہ میں اللہ کے بڑے بڑے ولی گزرے ہیں، لیکن اب زیادہ حصّہ پاک و ہند کے حصّہ میں ہے۔

لاہور شہر میں بے شمار اولیائے کرام کے مزارات ہیں۔ لہٰذا ان صاحبِ مزار حضرات کی دینی خدمات اور حیات کے پوشیدہ حالات کو سامنے آنا چاہیے تھا۔ لہٰذا اس ضرورتِ کے پیشِ نظر لاہور کے صوفیائے کرام کو ادوار کے لحاظ سے پیش کیا جاتا ہے۔

دَورِ اوّل کے صُوفیا

خاندانِ غزنوی تا خاندانِ لودھی کے عہد کے صُوفیائے لاہور

تیسری صدی ہجری کے آخر اور چوتھی صدی ہجری کے آغاز میں متحدہ پاک و ہند پر مسلمان فاتحین کی فتوحات کا آغاز ہوا تھا۔ آخر ۴۰۵ھ ہجری میں ہندوستان پر خاندانِ غزنوی کی حکومت قائم ہوگئی۔ یہ پہلی مسلمان حکومت تھی جو اس خطۂ پاک و ہند میں قائم ہوئی۔ خاندانِ غزنوی کا دَور ۴۰۵ ہجری تا ۵۸۲ ہجری تک رہا۔ اس دَور کے مشہور فرمانروا محمود یمین الدولہ۔ محمد جلال الدولہ۔ مسعود اوّل ناصر الدین۔ مودود شہاب الدولہ۔ مسعود دوم۔ علی ابوالحسن بہاء الدولہ۔ عبدالرشید۔ عزالدولہ۔ طغرل۔ فرخ زاد جمال الدولہ۔ ابراہیم ظہیر الدولہ۔ مسعود سوم علاء الدولہ۔ شرزاد کمال الدولہ۔ ارسلان سلطان الدولہ۔ بہرام شاہ یمین الدولہ۔ خسرو شاہ ظہیر الدولہ۔ خسرو ملک تاج الدولہ تھے۔

خاندانِ غزنویہ کے بعد خاندانِ غوری کی حکومت قائم ہوئی۔ خاندانِ غوریہ میں خاندانِ غلاماں بھی حکمران رہا۔ یہ دَور ۵۸۲ھ تا ۶۸۹ھ تک رہا۔ اس دَور کے حکمران محمد شہاب الدین غوری۔ قطب الدین ایبک۔ آرام شاہ۔ شمس الدین التمش۔ رُکن الدین فیروز شاہ۔ رضیہ سلطانہ۔ بہرام شاہ۔ مسعود شاہ۔ محمود شاہ ناصر الدین۔ غیاث الدین بلبن۔ کیقباد معز الدین

کیمورث شمس الدین تھے۔

اگلا دَور ۶۸۹ھ تا ۷۲۱ھ خاندانِ خلجی کا دور تھا۔ یہ ۳۲ سال پر مشتمل ہے۔ اس دَور کے فرمانروا فیروز شاہ دوم، ابراہیم شاہ رکن الدین۔ علاؤ الدین خلجی۔ شہاب الدین خلجی۔ قطب الدین خلجی۔ ناصر الدین خلجی تھے۔

خاندانِ تغلق کا دَور بہت مشہور دَور ہے۔ اس خاندان کی حکومت ۷۲۱ھ تا ۸۱۵ھ تک قائم رہی۔ اس دَور کے حکمران غیاث الدین تغلق۔ محمد تغلق۔ فیروز شاہ تغلق تغلق شاہ۔ ابوبکر شاہ۔ محمد شاہ۔ سکندر شاہ۔ محمود شاہ۔ نصرت شاہ۔ دولت خان لودھی تھے۔ تغلق خاندان کے بعد خاندانِ سادات کا دور آیا۔ ۸۱۷ھ تا ۸۵۲ھ تک۔ خضر خان۔ مبارک شاہ۔ محمد شاہ۔ علاؤ الدین کی حکومت رہی۔ اس کے بعد لودھی خاندان کی حکومت قائم ہوگئی۔ یہ حکومت ۸۵۲ھ تا ۹۳۲ھ تک قائم رہی۔ اس دورِ حکومت کے تین بادشاہ تھے جن میں پہلا بہلول لودھی، دوسرا سکندر لودھی اور تیسرا ابراہیم لودھی تھا۔ ابراہیم لودھی کے بعد شاہانِ دہلی کی حکومت ختم ہوگئی اور بابر نے مغلیہ سلطنت کی بنیاد رکھ دی۔

ان بادشاہانِ دہلی کا دَورِ حکومت پانچ سو سالہ تھا۔ اس دَور میں بے شمار بزرگانِ اسلام نے لاہور میں دینی اور تبلیغی خدمات سرانجام دیں۔ اس دَور میں زیادہ تر بزرگ باہر سے آکر لاہور میں جلوہ افروز ہوئے اور یہیں آسودہ خاک ہوئے۔ لاہور کو ان اولیا اور صوفیا کی آخری آرامگاہ ہونے کا شرف حاصل ہے۔ ان صوفیا نے بے پناہ دین کی خدمت کی اور بے شمار غیر مسلم ان کی مساعی جمیلہ اور اخلاقِ حمیدہ سے متاثر ہوکر مسلمان ہوئے۔ وہ صوفیا عظام جو اس دَور میں ہوئے وہ مندرجہ ذیل تھے۔ جو بزرگ جس دَور میں فوت ہوا اس کا شمار اس دَور میں کیا گیا ہے۔

بزرگ کا نام	دورِ حکومت	مزار کا محلِ وقوع
۱۔ حضرت سید میراں حسین زنجانی	غزنوی	چاہ میراں۔ لاہور
۲۔ حضرت سید یعقوب زنجانی	〃	سرائے رتن چند بیرون میو ہسپتال لاہور
۳۔ حضرت موسیٰ زنجانی	〃	لاہور سٹیشن سے شمالی جانب پاک نگر۔ لاہور
۴۔ حضرت اسماعیل بخاری	〃	لب سڑک ہال روڈ۔ لاہور
۵۔ حضرت داتا گنج بخش رح	〃	بیرون بھاٹی دروازہ۔ لاہور
۶۔ شیخ احمد سرہندی	〃	اندرون دربار حضرت داتا گنج بخش۔ لاہور
۷۔ حضرت پیر مکی	غوری	راوی روڈ۔ لاہور
۸۔ سید احمد توختہ لاہوری	〃	محلہ چیل بی بی اندرون اکبری دروازہ۔ لاہور
۹۔ حضرت سید مٹھا	〃	بازار سید مٹھا لاہور
۱۰۔ حضرت پیر بلخی	غلاماں	کشمیری بازار۔ لاہور
۱۱۔ حضرت اسحٰق گازرونی	تغلق	اندرون مسجد وزیر خاں۔ لاہور
۱۲۔ حضرت سید صوف۔ لاہوری	〃	بیرون مسجد وزیر خان۔ لاہور
۱۳۔ حضرت شاہ سروانی چشتی	〃	فین روڈ نزد مزنگ اڈا۔ لاہور
۱۴۔ حضرت پیر ذکی۔	〃	لب سڑک یکی دروازہ۔ لاہور
۱۵۔ حضرت پیر شیرازی	〃	محلہ جوڑی موری اندرون شہر۔ لاہور
۱۶۔ حضرت شاہ کاکو چشتی	لودھی	مسجد شہید گنج۔ لنڈا بازار۔ لاہور
۱۷۔ حضرت عبد الجلیل چوہڑ بندگی	〃	قلعہ گوجر سنگھ۔ لاہور
۱۸۔ حضرت شیخ موسیٰ آہن گر سہروردی	〃	〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃
۱۹۔ سید عثمان جھولہ سہروردی	〃	اندرون شاہی قلعہ لاہور
۲۰۔ حضرت سید بلند	〃	اندرون دہلی دروازہ نزد مسجد وزیر خان لاہور

۱

حضرت سیّد میراں حُسین زنجانی رحمۃ اللہ علیہ

قطب الاولیاء۔ شیخ الاتقیاء۔ سرورِ صوفیاء۔ چشمۂ جود و سخا۔ آفتابِ مہر و وفا۔ جلوہ نورِ ہدیٰ۔ محبت الکاملین۔ قدوۃ السالکین شمس العارفین۔ مصباح العاشقین رفیق الطالبین۔ شہبازِ لامکان۔ رہبرِ سالکاں۔ طریقت کے روحِ رواں۔ اسرارِ ربانی کے رازداں۔ اسلام کے پاسباں۔ منبعِ فیض رساں۔ مخزنِ علم و عرفاں۔ عاشقِ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سیّد میراں حسین زنجانیؒ برِصغیر پاک و ہند میں ان قدیم اکابر اولیاء سے ہیں جو لاہور میں نورِ اسلام پھیلانے، تعلیماتِ اسلام کو گھر گھر پہنچانے، ظلمت میں اسلام کا ڈنکا بجانے، بندگانِ خدا کو خادمِ رسول بنانے، نادانوں کو حسنِ بندگی سکھلانے، کافروں کے کفر و شرک کو مٹانے، بھولے بھٹکوں کو راہ دکھلانے، بُت پرستوں کو مشرف بہ اسلام کرنے، لاہور کے مکینوں کو اسلامی نظریۂ حیات سے روشناس کرانے اور مظلوموں کو ظالموں کے ظلم و ستم سے نجات دلانے کے لیے تمام اولیاء سے سب سے پہلے تشریف لائے۔ جس کا ثبوت حضرت نظام الدین اولیاءؒ کی روایت ہے:

فوائد الفواد میں مذکور ہے کہ حضرت علی ہجویری داتا گنج بخشؒ کو جب ان کے پیر و مرشد حضرت ابوالفضل ختلیؒ نے فرمایا کہ بیٹا تبلیغِ اسلام کی خاطر لاہور جاؤ تو حضرت علی ہجویریؒ نے جواباً عرض کیا کہ وہاں تو میرے بڑے پیر بھائی حضرت شیخ

حسین زنجانیؒ موجود ہیں، تو پھر وہاں میرے جانے کی کیا ضرورت ہے۔ مگر مرشدِ کامل نے فرمایا کہ علی تمہیں عذر کی بجائے تعمیل سے غرض رکھنی چاہیے۔ چنانچہ حضرت علی ہجویریؒ جب اپنے مرشد کے حکم کے مطابق لاہور پہنچے تو رات کا وقت تھا صبح ہوئی تو لاہور کی مشرقی جانب آئے تو شہر سے ایک جنازہ نکل رہا تھا انہوں نے لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ جنازہ کس کا ہے۔ لوگوں نے جواب دیا کہ یہ جنازہ حضرت شیخ حُسین زنجانیؒ کا ہے۔ اس وقت داتا صاحب کو اپنے پیرو مرشد کا حکم یاد آیا کہ یہ سچ تھا کہ مرشد نے رُوحانی سلسلے کو جاری رکھنے کے لیے مجھے یہاں آنے کا حکم تھا۔ یہ واقعہ ۱۴۳۱ھ کا ہے۔

لیکن جدید محقق سنون میں اختلاف کے باعث اسے الحاقی قرار دینے میں پیش پیش ہیں مگر وہ یہ مدِ نظر نہیں رکھتے کہ ایک ولی کا بیان دُوسرے تمام عام مؤرخین کی بجائے زیادہ صحت پر مبنی ہوتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

آبائی وطن

حضرت سید میراں حسین زنجانیؒ ایران کے مشہور تاریخی شہر زنجان کے رہنے والے تھے۔ اسی نسبت سے آپ کو زنجانی کہا جاتا ہے۔ یہ شہر ایران کے شمال میں کوہ البرز کے دامن میں واقع ہے کبھی زمانے میں یہ اندجان اور سنجان کی طرح قصبہ تھا مگر آہستہ آہستہ ایک شہر کی صورت اختیار کر گیا۔ اس وقت شہر کی آبادی کچھ پختہ اور کچی تھی۔ سڑکیں اور گلیاں کشادہ تھیں اور سب سے بڑھ کر یہ شہر انتہائی زرخیز علاقہ میں واقع ہے اور قدرتی دولت سے مالامال ہے۔

اس شہر کو پُرانے وقتوں میں بڑی تاریخی اہمیت حاصل رہی ہے۔

<u>خاندانِ سادات</u>۔ حضرت سید میراں حسین زنجانیؒ کا تعلق خاندانِ سادات

کے جدِ امجد حضرت امام حسینؓ سے ہے جن کے خاندان میں سے چند افراد خلفائے راشدینؓ اور بعد کے دور میں عراق میں آکر بس گئے اور پھر تیسری صدی ہجری میں اسی خاندان سادات کے ایک بزرگ جو امام موسیٰ کاظم کی اولاد میں سے تھے۔ بغداد سے زنجان میں آکر آباد ہوئے۔ ان بزرگوار کا اسم گرامی حضرت سیّد ابو جعفر برقعی تھا۔ اور ان ہی سے ساداتِ زنجانیہ کا سلسلۂ نسب آگے بڑھا۔ حضرت ابو جعفر برقعی حضرت سیّد میراں حسین زنجانیؒ کے دادا تھے۔

والد: آپ کے والد ماجد کا نام سیّد علی محمود تھا۔ سیّد ابو جعفر برقعی کے بیٹے تھے۔ سیّد علی محمود اپنے زمانے کے جید عالمِ دین تھے اور کھیتی باڑی کا پیشہ کرتے تھے۔ آپ اس زمانے کے پیرِ طریقت حضرت موسیٰؒ کے مرید تھے اور انہی سے باطنی فیض حاصل کیا۔ آپ نے جوانی کے عالم میں حضرت مریم صغریٰ سے شادی کی اور انہی سے آپ کی اولاد کا سلسلہ چلا۔

والدہ: حضرت سیّد میراں حسین زنجانیؒ کی والدہ ماجدہ کا نام مریم صغریٰ تھا۔ جن کا تعلق بھی خاندانِ سادات ہی سے تھا۔ آپ بڑی زاہدہ، عابدہ اور صوم وصلوٰۃ کی پابند تھیں۔

حضرت سیّد علی محمود کی اولاد:

آپ کے ہاں پانچ لڑکے اور تین لڑکیاں تولد ہوئیں جن کی تفصیل ذیل میں درج کی جاتی ہے۔ ۱۔ سیّد میراں حسین زنجانیؒ ۲۔ کلثوم ۳۔ زینب ۴۔ اسحٰق ۵۔ یعقوب ۶۔ موسیٰ، ۷۔ علی ۸۔ فاطمہ

شجرہ نسب:

آپ کا شجرہ نسب یوں بیان کیا جاتا ہے میراں حسین زنجانی بن سیّد علی محمود بن حضرت ابو جعفر برقعی بن ابراہیم عسکری حسن بن حضرت موسیٰ ثانی بن حضرت

ابراہیم بن حضرت امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن حضرت امام زین العابدین بن شہیدِ کربلا حضرت امام حسینؓ بن حضرت علیؓ

ولادت :

حضرت سید میراں حسین زنجانیؒ ۲۶ شعبان ۳۴۷ھ میں زنجان میں پیدا ہوئے۔

تعلیم و تربیت :

آپ کی تعلیم و تربیت زنجان ہی میں ایک امام مسجد کے زیرِ سایہ ہوئی۔ قرآنِ مجید پڑھنے کے بعد آپ نے تفسیر، حدیث اور فقہ کی بنیادی تعلیم حاصل کی۔ انہی کی صحبتِ فیض سے آپ کے دل میں روحانیت کے باطنی اسرار جاننے کی تڑپ پیدا ہوئی۔

تلاشِ حق :

جوان ہوتے ہی آپ تلاشِ حق کے جذبے سے سرشار ہو کر مرشدِ کامل کی تلاش میں نکلے۔ ان دنوں حضرت ابوالفضل ختلیؒ کی روحانیت کا بہت چرچا تھا چنانچہ آپ ان کی خدمت میں اپنے والد ماجد کے ساتھ حاضر ہوئے اور انہی کے مرید ہو کر منازلِ سلوک طے کیں۔ آپ کے سلسلۂ طریقت کے سلسلہ جنیدیہ کہا جاتا ہے جس کے بانی حضرت جنید بغدادیؒ تھے۔

شجرۂ طریقت :

آپ کا شجرۂ طریقت یوں بیان کیا جاتا ہے۔ حضرت سید میراں حسین زنجانیؒ مرید خواجہ ابوالفضل محمد بن الحسن ختلیؒ کے وہ مرید حضرت ابوالحسن حصری کے وہ مرید حضرت ابوبکر شبلیؒ وہ مرید ابوالقاسم جنید بغدادیؒ کے وہ مرید حضرت سری سقطیؒ کے وہ مرید معروف کرخیؒ کے وہ مرید حضرت داؤد طائیؒ کے وہ مرید حضرت

حبیب عجمی کے وہ مرید حضرت خواجہ حسن بصریؒ کے وہ مرید حضرت علیؓ کے۔

ریاضت وعبادت

آپ نے کئی سال مرشد کی خدمت میں گزارے اور اسرار باطنی حاصل کرنے کے لیے بہت سے مجاہدے اور عبادت الٰہی کی۔ اس طویل عرصہ میں آپ نے مجاہدے اور ریاضت کے لیے کئی ایک مصائب اور ہر طرح کی سختیوں کو بھی برداشت کیا۔ آپ کے پیر و مرشد نے آپ کو کچھ اشغال و اذکار سکھائے اور خلوت میں بیٹھنے کی تاکید کی۔ آپ نے مُرشد کی نگرانی میں کئی ایک چلے بھی کاٹے ور کافی مدت تک بحکم مرشد ایک مکان میں گوشہ نشین بھی رہے۔ اس عرصہ کے دوران نہایت قلیل غذا پر قناعت کی اور یہ سارا عرصہ آپ نے ذکر الٰہی اور ورد و وظائف پڑھنے میں صرف کیا۔ آپ اللہ ہٗ کا بہت زیادہ ورد کیا کرتے تھے۔ بزرگانِ دین اور صُوفیاء عظام کے قول کے مطابق یہ وِرد دُوسرے تمام وِردوں سے افضل تصوّر کیا جاتا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ شب کو خداوند تعالیٰ کی عبادت میں اسقدر مشغول ہوتے تھے کہ بعض اوقات عشاء کی نماز کے وضو ہی سے صبح کی نماز ادا کرتے تھے۔ خدمتِ مُرشد کے دوران آپ نے طریقت اور تصوّف کی عملی تعلیم بھی حاصل کی۔ آپ نے اپنے مُرشد کی غلاموں کی طرح خدمت کی اور جب کبھی آپ کے پیرو مرشد سیر و سیاحت کے لیے سفر اختیار کرتے تو آپ کو ساتھ لے جاتے اور سفر میں پیرِ طریقت کا سامان اٹھاتے اور مُرشد کے ہر حکم کی تعمیل باعثِ سعادت سمجھتے۔

خرقہ خلافت:

آپ کے مرشد حضرت ابوالفضلؒ نے جب دیکھا کہ عظیم المرتبت مرید نے

ظاہری و باطنی علوم میں کامل دست گاہ حاصل کرلی ہے، تو انہوں نے آپ کو خرقۂ خلافت عطا فرمایا اور میراں کا خطاب دیا جو رموزِ ولایت میں اعلیٰ درجہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج تک آپ کو اصلی نام کی بجائے اسی نام سے پکارا جاتا ہے۔

تبلیغِ اسلام کے لیے مُرشد کا حکم

جب حضرت سیّد میراں حُسین زنجانیؒ نے روحانیت کی منزلوں پر عبور حاصل کرلیا تو آپ کے شیخِ طریقت نے خرقہ ولایت عطا کیا اور فرمایا کہ جاؤ بیٹا بلادِ ہند میں جاکر تبلیغِ اسلام کا کام شروع کرو اور ہندوستان کے لوگوں کو دعوتِ اسلام دو۔

سفرِ تبلیغ

مرشد سے حکم تبلیغ پاکر آپ واپس اپنے شہر زنجان میں آئے اور وہاں سے ایک چھوٹے سے قافلے کی صورت میں آپ نے ہندوستان کی طرف ۳۸۵ھ میں تبلیغی سفر کا آغاز کیا۔ اس قافلہ میں آپ کے حقیقی بھائی حضرت یعقوب زنجانیؒ اور موسیٰ زنجانیؒ بھی تھے۔ ایک طویل سفر کے بعد یہ قافلہ قدیم شہر رے، سبزوار نیشاپور، ہرات، کاکاخیل، ہزارہ، جنجوعہ، مہمند، چنبہ، غزنوی، کابل، جلال آباد، پشاور۔ مارگلہ۔ گکھڑ کے مقامات سے ہوتا ہُوا ۳۸۷ھ بمطابق ۹۹۷ء میں لاہور پہنچا۔ راستے میں بے شمار تکلیفوں سے دوچار ہونا پڑا۔

لاہور میں قیام

لاہور میں آنے کے بعد آپ اور آپ کے ساتھیوں نے چند روز شہر

کے جنوبی علاقے میں جہاں آج کل شاہ عالمی ہے گزارے۔ بعد ازاں آپ نے اپنے مشن کی تکمیل کے لیے اپنے چھوٹے بھائی یعقوب زنجانیؒ کو کہا کہ وہ تبلیغ کے لیے شہر کے جنوبی حصے کو مرکز بنالیں۔ آپ کے بھائی حضرت موسیٰ زنجانیؒ نے مستی دروازہ کی آبادی میں ڈیرہ لگایا۔ آپ نے اپنے لیے لاہور شہر کے مشرقی علاقے میں آبادی سے دُور ساحلِ دریا کی خلوت کو پسند فرمایا جسے آپ کے اسم مبارک کی نسبت سے چاہ میراں کہتے ہیں۔

تبلیغ اسلام آپ جس مقصد کو سرانجام دینے کے لیے اپنا گھر بار چھوڑ کر سفر کی صعوبتیں برداشت کرتے ہُوئے بلادِ ہند میں آئے تھے اس کو پُورا کرنے کے لیے آپ نے تبلیغ اسلام کا آغاز فرمایا۔ اِن دنوں لاہور کے لوگوں کی اکثریت ہندو دھرم کے پیروکاروں پر مشتمل تھی۔ یہ لوگ سُورج دیوتا کے مندر میں اپنی مذہبی رسومات کو ادا کرتے تھے اور وہاں پر اپنے عقیدہ کے مطابق دیوتا کے بُت کی پُوجا کرتے تھے۔ تبلیغ سے پہلے آپ نے ہندوؤں کی زبان سیکھی تاکہ لوگوں کو ان کی زبان میں دینِ اسلام سمجھایا جا سکے۔ پھر آپ نے تبلیغ کا آغاز فرمایا اور ایک عرصہ تک یہ طریقہ اختیار کیا کہ آپ روزانہ شہر کی گلی گلی کوچے کوچے میں جاتے اور اسلام کی دعوت دیتے۔ آپ جہاں موقع پاتے چند لوگوں کو اکٹھا کر کے اسلام کے بُنیادی عقیدے یعنی توحید پر روشنی ڈالتے اور مذہب اسلام کی خوبیاں بیان کرنے کے بعد لوگوں کو دینِ حق قبول کرنے کی تلقین فرماتے۔

بُت پرستوں اور خاص طور پر ان کے اکابرین نے حضرت میراں حسین زنجانیؒ کی تبلیغ کے اس پُرجوش انداز اور مدلل طرزِ بیان کو اپنے مذہب کے لیے زبردست خطرہ محسوس کیا اور آپ کی شدید مخالفت شروع کر دی۔ چنانچہ جب وہ آپ کو دینِ اسلام کی تبلیغ کرتے دیکھتے تو آپ پر آوازے کسنا شروع کر دیتے۔

اور لوگوں سے کہتے کہ اس درویش نے کیا ڈھونگ رچا رکھا ہے۔ یہاں تک کہ بعض اوقات آپ کے پیچھے بازاری لونڈے لگا دیے جاتے جو تالیاں بجا بجا کر آپ کا مذاق اُڑاتے۔

تین سال تک آپ نے اس طرح تکالیف برداشت کرتے ہُوئے دین کی تبلیغ کی، لیکن اس عرصہ میں کوئی بھی غیر مُسلم اسلام میں داخل نہ ہُوا۔ چنانچہ تین سال بعد آپ نے ایک دن بذریعہ کشف اپنے مرشد سے دریافت کیا کہ حضرت! اب دعوتِ اسلام کے لیے کیا طریقہ اختیار کروں۔ آپ کے مُرشد نے فرمایا کہ "اے حسینؒ! جاؤ ہم نے تمہارے صبر کو آزما لیا ہے۔ اب سوائے جُمعہ کے دن کے اپنی قیام گاہ پر ہی رہا کرو۔ مُرشد سے تبلیغ کے متعلق نیا حکم پا کر حضرت میراں حسینؒ نے اس کی تعمیل شروع کر دی۔ آپ نے لاہور میں ۴۴ سال دینِ اسلام کی خدمت سرانجام دی۔ پہلے تین سال کے علاوہ آپ نے باقی ۴۱ سال کی مدت سوائے جمعہ کے روز کے اپنی جائے قیام پر ہی گزاری۔ ایک اور روایت کے مطابق آپ صرف جمعہ کے روز شہر جا کر تبلیغ کرتے اور یہ سلسلہ آپ نے آخری دم تک جاری رکھا۔ اس طرح شروع شروع میں آپ کی کوشش سے چند لوگ اسلام کے بنیادی اصولوں سے واقف ہو کر مشرف بہ اسلام ہُوئے۔

روایت میں آتا ہے کہ ایک دفعہ آپ نے جمعۃ المبارک کو شہر میں تبلیغ کرنے کے بعد چند ہندو بیماروں کو پانی دم کر کے دیا جس سے وہ لوگ شفایاب ہو گئے اس واقعہ نے لوگوں کو بہت متاثر کیا اور شہر میں آپ کی روحانیت کا چرچا ہونے لگا۔ اس کے بعد جب لوگوں کو معلوم ہوا کہ آپ صاحبِ فیض و کمال بزرگ ہیں تو لوگ شہر سے آپ کی قیام گاہ پر آتے اور آپ کے فیض سے مستفید ہوتے۔ سلسلہ آپ کے آخری دم تک جاری رہا۔

معمولات و عبادات آپ بڑی سادگی سے رہتے تھے۔ درویشانہ لباس پہنتے تھے جو اپنے پیرومرشد کے لباس سے بہت مشابہ ہوتا تھا۔ پائے مبارک میں سادہ قسم کا جوتا پہنتے تھے۔

آپ کی خوراک بہت کم اور سادہ ہوتی تھی۔ اکثر اوقات فاقہ سے بھی ہوا کرتے تھے۔ حضرتؒ خوشبو لگا کر عبادت میں مشغول ہو جاتے۔ حضرت میراں حسین زنجانیؒ کی عبادات اور عادات و اطوار بلکہ ہر فعل عین نبی پاک کی سنت کے مطابق ہوتا آپ کا معمول یہ تھا کہ عام طور پر اوّل شب میں کسی قدر سو لیتے پھر اُٹھ کر عبادتِ الٰہی میں مشغول ہو جاتے اور بعض راتیں شب بیداری میں بھی گزارتے تھے۔ غرض آپ کی راتیں ذکر و فکر اور دن تبلیغ حق اور رُشد و ہدایت میں گزرتے تھے۔

فیوض و برکات آپ کا فیض عام جاری تھا جو بھی حضرت کے پاس اپنی مشکل کشائی کے لیے آتا وہ خدا کے فضل و کرم سے کبھی مایوس نہ لوٹتا۔ جب کوئی بیمار شفایابی کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو اس کو پانی دم کر دیتے یا کوئی نہ کوئی ایسا ورد بتا دیتے جس سے وہ شفایاب ہو کر آپ کا معتقد ہوتا۔ کثیر تعداد میں ہندو اسی طرح آپ کے معتقد ہو کر مسلمان ہوئے۔

ارشاداتِ عالیہ

۱۔ ایمان کی بُنیاد دل کی تصدیق، زبان کا اقرار، تن کا عمل اور سُنت کی متابعت ہے۔ ایسا ایمان محکم اور محفوظ ہوتا ہے۔

۲۔ دُنیا ایک دریا ہے اس دریا کا کنارہ آخرت ہے اور تقویٰ کشتی ہے اس کے بغیر دُنیا کے دریا کو پار کرنا مشکل ہے۔

۳۔ قرآن پر عمل کرنا اور دُنیا سے بے رغبت ہونا، تبلیغِ دین کا سب سے بڑا اور پہلا اصول ہے۔

۴۔ ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ کُفر سے اجتناب کرے۔

۵۔ انسان کو ایسی دولت جمع کرنی چاہیے جو مرتے وقت ساتھ جا سکے۔

۶۔ جو شخص جوانی میں فرمانِ خداوندی کو ضائع کرتا ہے خدا اُسے بڑھاپے میں ذلیل و خوار کرتا ہے۔

۷۔ جس انسان کی زبان میں نرمی ہو اس کے دل میں محبت کا مادہ ضرور ہوتا ہے۔

۸۔ عورت جزوِ ایمان ہے۔

۹۔ جہان کی سب خوشیاں ان کو نصیب ہوتی ہیں جو اپنے رب کے حکم پر قائم رہتے ہیں۔

۱۰۔ سکوت سے رہنا اچھا صدق اور ناپسندیدہ باتوں سے کنارہ کرنا ایمان میں داخل ہے۔

۱۱۔ بے ادب تہی دست اور بے مراد ہوتا ہے۔

۱۲۔ بیکار باتوں کے لیے زبان اس وقت آمادہ ہوتی ہے جب قوتِ عمل اور اطاعت کا جذبہ مفقود ہو جائے۔ عشقِ الٰہی بیکار باتیں کرنے کی بالکل اجازت نہیں دیتا۔ عشق کی فطرت تسلیم و رضا ہے۔

۱۳۔ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کو شیطان مَس کرتا ہے۔ اس پر وہ بچہ روتا ہے اور چیختا ہے لیکن نیک صفت، پاکباز اولیاء، صدیق و شہید انبیاء ائمہ معصوم صفت بچگان کو شیطان مس نہیں کرتا۔

۱۴۔ بے علم فقیر یعنی درویش کافر کے برابر ہے۔

۱۵- اصل درویش وہ ہے جو اپنی استطاعت کے مطابق لوگوں کی مدد وامداد کرے۔
۱۶- بھنگی اور شرابی کو حضور سرور کائنات کا دیدار نصیب نہ ہوگا۔
۱۷- کامل ولی کی نشانی یہ ہے کہ اُسے قرب الٰہی حاصل ہو۔ اس کا باطن نُور سے معمور ہو اور وہ شوق میں مسرور ہو۔
۱۸- اہل بدعت اور بے نمازیوں کا ذکر و فکر قبول نہیں ہوتا۔
۱۹- صاحب ہدایت جو کچھ اپنے مشاہدے میں دیکھتا ہے وہ معراج ہے اور صاحب بدعت جو کچھ دیکھتا ہے وہ سراسر گمراہی ہے۔
۲۰- ایک سچے عالمِ دین کی تباہی جہان کی تباہی کا باعث بنتی ہے۔
۲۱- خداوند تعالیٰ کا نام سن کر جلّ جلالہٗ کہنا چاہیے۔
۲۲- حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سن کر درود بھیجنا چاہیے۔
۲۳- وہ شخص جو سخت آفت میں مبتلا ہو جس کا مال ضائع ہو گیا ہو۔ اس کو بقدرِ ضرورت سوال کرنا حلال ہے۔
۲۴- وہ شخص جس کو فاقہ درپیش ہو اور اس کی قوم کے تین عقلمند آدمی اس کے فاقہ کی تصدیق کردیں تو اس کو سوال کرنا جائز ہے۔
۲۵- جس قوم میں بھیک مانگنے والوں کی تعداد زیادہ ہو اس میں بہت خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ قوم کی دولت روز بروز گھٹتی ہے اور دولت کے ساتھ قوت بھی زائل ہو جاتی ہے۔
۲۶- محنت کی عادت روز بروز زوال پذیر ہو رہی ہے۔
۲۷- کاہل اور فاقہ مست لوگوں کی تعداد بڑھ رہی ہے۔
۲۸- بے حیائی اور فحاشی کو ترقی ہو رہی ہے۔
۲۹- مُفت خوری کی وجہ سے معاشرے میں آوارگی اور بداطواری پھیلتی ہے۔

وصال

آپ نے کل ۴۴ سال لاہور میں قیام فرمایا۔ آخری ایام میں آپ بیمار ہو گئے جب بیماری کی وجہ سے آپ کی حالت زیادہ خراب ہو گئی تو آپ کے سب سے زیادہ عقیدتمند رام چندر نے عرض کیا کہ یا حضرت! آپ شہر میں میرے مکان پر تشریف لے چلیں۔ وہاں تیمارداری کی سہولتیں آسانی سے میسر آسکیں گی۔ آپ نے فرمایا: اب میرا آخری وقت آچکا ہے شہر میں جانے کا کیا فائدہ، لیکن رام چندر نے بہت زیادہ اصرار کیا کہ یا حضرت! میری یہ خواہش کہ آپ کے اس دارِ فانی سے کوچ کرنے کا جنازہ میرے مکان سے نکلے چنانچہ رام چندر کے پُر زور اصرار پر آپ اس کے مکان پر شہر تشریف لے گئے۔ رام چندر کا مکان ان دنوں بکی دروازے کے اندرون آبادی میں تھا، لیکن آج اس مکان کا پتہ نہیں چلتا کہ وہ کونسا مکان تھا۔ آخر رام چندر کے مکان پر چند روز بیماری کی حالت میں قیام کرنے کے بعد ۱۹ شعبان بروز جمعرات ۴۳۱ھ عصر کے وقت اپنے مالکِ حقیقی سے جا ملے۔ اِنا لِلّٰہ وانا الیہ راجعون۔

نمازِ جنازہ اور لحد

آپ کے وصال کی خبر شہر میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی اور لوگ رام چندر کے مکان پر جمع ہونا شروع ہو گئے۔ آپ کے بھائی اور خاندانِ زنجانیہ کے وہ افراد جو لاہور میں قیام پذیر تھے یہ خبر سن کر آپ کا آخری دیدار کرنے اور جنازے میں شامل ہونے کے لیے رام چندر کے مکان پر جمع ہو گئے۔

غسل اور کفن دینے کے بعد جب آپ کا جنازہ اگلے روز صبح کے وقت شہر سے باہر لایا جا رہا تھا تو عین اس وقت حضرت داتا گنج بخش علی ہجویریؒ لاہور میں تشریف لا رہے تھے اور جب وہ جنازہ کے پاس آئے اور لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ جنازہ کس کا ہے تو لوگوں نے جواب دیا کہ یہ جنازہ قطب الاقطاب جناب حضرت حسین زنجانیؒ کا ہے۔ اس وقت حضرت علی ہجویریؒ کو اپنے مُرشد کا یہ حکم یاد

آیا: "اے علی تم لاہور جاؤ" جس کے جواب میں اُنہوں نے عرض کیا تھا کہ یا حضرت وہاں تو میرے بڑے پیر بھائی حضرت سید میراں حسین زنجانی موجود ہیں۔ اس پر مرشدِ کامل نے فرمایا کہ "اے علی! تم میرے حکم کی تعمیل کرو۔" حضرت داتا صاحب نے کفن کھول کر آپ کے نورانی چہرۂ مبارک کی زیارت کی اور حضرت داتا گنج بخشؒ نے جنازہ میں شرکت کی اور جنازہ کو باغِ زنجان میں لایا گیا۔ جہاں پر آپ ذکر و اذکار کیا کرتے تھے اس باغ میں آپ کی قبر کھودی گئی۔ حضرت داتا صاحب نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور اپنے ہاتھوں سے لحد میں اُتارا۔ یہ باغِ زنجان اسی جگہ واقع تھا جہاں آج کل آپ کا مزارِ مبارک ہے۔

روضۂ مبارک

علاقہ چاہ میراں سے جانب جنوب آبادی میں گھرا ہُوا اور سطح زمین سے کسی قدر اُونچی جگہ پر ایک خوبصورت سبز گنبد نظر آتا ہے جو آج آبادی کی زینت بنا ہُوا ہے۔ نیلم سینما کے چوک سے چاہ میراں روڈ پر بجانب مشرق جاتے ہُوئے تھوڑے سے فاصلہ پر دائیں جانب ایک چھوٹی سی پختہ سڑک ہے جو سیدھی اس سبز گنبد والے مزار کو جاتی ہے۔ یہ سبز گنبد والا مزار اس پاک ہستی کا ہے جو تاریخ میں حضرت سید میراں حُسین زنجانیؒ کے نام سے مشہور ہے جنہوں نے لاہور میں تبلیغِ اسلام کی بُنیاد رکھی اور وہ دل جو کفر و شرک سے سومنات بن چکے تھے ان کو نُورِ ایمانی سے روشن کیا۔
تاریخی ادوار میں مزار مبارک کی حالت یُوں بیان کی جاتی ہے کہ صدیوں تک آپ کا مزار مبارک ایک چبوترے پر باغِ زنجان کے اندر مرجع خلائق رہا، پھر چار دیواری بنا دی گئی۔ اب یہ معلوم نہیں کہ چار دیواری کب اور کس نے بنائی، لیکن اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ جب باغِ زنجان نولکھا باغ میں مدغم ہُوا تو اس وقت قدِ آدم چھوٹی دیوار تھی۔ بعد ازاں آپ کے مزار پر ایک گنبد بنایا گیا۔ روضہ مبارک کے غرب رویہ ایک مسجد ہے۔

سابقہ سجادہ نشین سابقہ سجادہ نشین سید کرم علی شاہ کی اولاد میں سے ہیں، جو حضرت سید میراں حسین زنجانیؒ کے حقیقی بھائی حضرت یعقوب زنجانیؒ کی اولاد میں سے تھے، سید کرم علی شاہ کے پانچ لڑکے تھے۔

دوسرے لڑکے سید احمد شاہ صاحب کے چار لڑکے تھے۔ سید اکبر شاہ۔ سید برکت علی شاہ، مدد علی شاہ اور شفقت علی شاہ۔ سید مدد علی شاہ کے صاحبزادے سردار علی شاہ تھے جو سابق سجادہ نشین تھے ان کے لڑکے سید علی رضا ہیں اور سید شفقت شاہ کے صاحبزادے پیر ارشاد علی شاہ صاحب ہیں، انہیں اور ان کے بھائیوں کو سابقہ سجادہ نشین ہی کہا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ سید کرم علی شاہ کی تمام اولاد سجادگان میں سے ہے۔

حضرت سید یعقوب زنجانیؒ

آپ حضرت سید میراں حسین زنجانیؒ کے حقیقی بھائی اور عمر میں حضرت سید موسیٰ زنجانی سے بڑے تھے۔ ۳۵۶ھ میں زنجان میں حضرت سید علی محمود کے گھر پیدا ہوئے اور دوسرے بھائیوں کی طرح ابتدائی دینی تعلیم گھر پر ہی حاصل کی۔ پھر زنجان کے امام مسجد سے عربی اور فارسی کی تکمیل کی۔ آپ کے والد بہت بڑے عالم اور زاہد تھے۔

حضرت سید یعقوب زنجانی کی اپنے والد بزرگوار کے دستِ حق پر بیعت کا حوالہ حدیقۃ الاولیاء اور تحفۃ الابرار میں بھی ملتا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ آپ نے اپنے والد گرامی سید علی موسوی کے ہاتھ پر بیعت کی۔ آپ کے والد ماجد کو موسوی اسلیے کہا جاتا ہے کہ وہ ایک روحانی بزرگ حضرت سید موسیٰ کے مرید تھے۔ حضرت سید یعقوب زنجانیؒ نے اپنے والد کے زیرِ سایہ منازل سلوک طے کیں۔ کافی عرصہ ذکر و فکر، ریاضت نفس اور مراقبہ میں معروف رہے اور علومِ باطنی سے بہرہ ور ہونے کے بعد والد بزرگوار سے خلافت عطا ہوئی۔ ۲۹ سال کی عمر تک آپ نے اپنے والدین کی خدمت کی۔ اس خدمت کے دوران ایک جاگیر کے انتظام میں بھی اپنے والد بزرگوار کا ہاتھ بٹاتے رہے۔

بزرگ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی تربیت نہایت پاکیزہ ماحول میں ہوئی۔ آپ کے والد بزرگوار نے آپ کی تعلیم اور تربیتِ اخلاق پر بہ نفسِ نفیس توجہ فرمائی۔ ایک روایت کے مطابق ۲۰ سال کی عمر میں آپ نے فقہ، حدیث اور تفسیر کی تعلیم مکمل کرلی۔

بیعت آپ نے علومِ باطنی سے بہرہ ور ہونے کے لیے اپنے والدِ محترم کے دستِ مبارک پر ہی بیعت کی جو زنجان میں اپنے زمانے کے جید عالم اور علوم ظاہری و باطنی میں کامل پیرِ طریقت تسلیم کیے جاتے تھے۔

سفرِ لاہور آپ نے اپنے بھائی جناب حضرت میراں حسین زنجانیؒ کے ہمراہ لاہور کا سفر اختیار کیا جس کا مفصل ذکر حضرت میراں حسین زنجانیؒ کے سفر میں کیا جا چکا ہے۔ لہٰذا آپ کی آمد کا سن بھی وہی ہے جو حضرت سید میراں حسین زنجانیؒ کی آمد کا ہے۔ یعنی ۳۸۷ھ بمطابق ۹۹۷ء زنجان سے لاہور تک کا سفر ایک طویل تبلیغی سفر تھا۔ اور پھر اس زمانے کا سفر جب کہ سفر کرنے کے خاطر خواہ انتظامات نہ تھے۔ راستے دشوار تھے اور راستے میں آپ کو بے شمار تکالیف کا سامنا کرنا پڑا، لیکن آپ نے تمام تکالیف رضائے الٰہی کی خاطر بڑی خندہ پیشانی سے برداشت کیں۔ اس سفر سے قبل آپ کی شادی ہو چکی تھی۔ چنانچہ آپ اپنے اہل و عیال کو بھی ساتھ لے کر لاہور آئے۔

آپ کی آمد کے بارے میں تاریخی اختلاف تذکرہ نگار آپ کی آمد کے سنہ کے بارے میں متفق نہیں۔

سفینۃ الاولیاء میں دارا شکوہ نے لکھا ہے کہ ۵۵۷ء میں حضرت صدر دیوان زنجانیؒ کہ اصلی نام ان کا سید یعقوب زنجانی تھا۔ شیخ المشائخ حضرت سید حسین زنجانیؒ، سید اسحٰق زنجانی اور امام علی الحق کے ہمراہ لاہور تشریف لائے

تحقیقاتِ چشتی اور تاریخِ لاہور مؤلفہ کنہیا لال میں لکھا ہے کہ ۵۳۸ھ میں بعہد سلطان بہرام شاہ غزنوی شیخ المشائخ حضرت شاہ حسین زنجانیؒ۔ سید اسحٰق زنجانی

کے ہمراہ تشریف لائے۔ عجیب بات یہ ہے کہ دونوں مصنفوں نے شاہ حسین زنجانیؒ کی وفات ۴۳۱ھ لکھی ہے بلکہ ہسٹری آف لاہور کے مصنف سید محمد لطیف اور محمد الدین فوق نے بھی سوانح داتا گنج بخشؒ میں حضرت شاہ حسین زنجانی کا سال وفات ۴۳۱ھ لکھا ہے لیکن تذکرہ حضرت صدر دیوان میں دونوں مصنفوں کا یہ بھی تسلیم کرنا کہ حضرت شاہ حسین زنجانی ۴۳۱ھ میں وفات گئے اور پھر یہ بھی لکھا کہ وہ ۵۳۵ھ بعہد بہرام شاہ لاہور تشریف لائے، کس طرح درست ہو سکتا ہے بلکہ تحقیقاتِ چشتی کے مصنف نے تو یہ بھی لکھا ہے کہ ان ہر سہ زنجانی بزرگوں کے ساتھ حضرت امام علی الحقؒ بھی جن کا مزار سیالکوٹ میں ہے اور جو ان کے قریبی رشتہ دار تھے تشریف لائے، لیکن جب تاریخ کی چھان بین کی جائے تو یہ واقعہ بھی سرتا پا غلط نظر آتا ہے۔ اس لیے کہ سیالکوٹ کی تاریخوں میں امام علی الحق کی آمد کا ذکر سلطان فیروز شاہ تغلق کے زمانہ میں بیان کیا گیا ہے۔ سلطان فیروز ۵۰ سال کی عمر میں ۷۵۲ھ میں دہلی کا بادشاہ ہوا۔ ۷۸۹ھ میں عالم پیری کی وجہ سے اپنی زندگی ہی میں اس نے اپنے فرزند کو سلطنت سونپ دی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بیان سراسر غلط ہے کہ حضرت امام علی الحق ان تینوں زنجانی حضرات کے ساتھ تشریف لائے کیونکہ امام علی الحق اور تذکرہ بزرگانِ زنجان کے زمانوں میں ساڑھے تین سو سال سے زیادہ کا فرق ہے۔

لاہور میں قیام

لاہور میں تشریف لانے کے بعد اپنے بڑے بھائی حضرت سید میراں حسین زنجانیؒ کی رائے کے مطابق آپ نے شہر لاہور کے جنوبی علاقے میں سکونت اختیار کی۔ یہ یہی علاقہ تھا جو بعد ازاں شاہ ولی کے نام سے مشہور ہوا۔ آپ چونکہ عیال دار تھے اور آپ کی بیوی آپ کے ہمراہ آئی تھی، اس لیے آپ کے لیے رہائش کا ٹھکانا بنانا بہت ضروری تھا۔ آپ نے شروع شروع میں محنت مزدوری کو ذریعہ معاش بنایا۔ محنت کا جو کام

حل جاتا کر لیتے۔ لہٰذا کچھ عرصہ کے بعد آپ کا رہنا سہنا درست ہو گیا۔ آپ صاحبِ شرع بزرگ تھے اور ظاہری شریعت کے سختی سے پابند تھے۔ آپ کا ہر فعل سُنت کے مطابق تھا۔ محنت و مزدوری کے ساتھ ساتھ آپ نے ذکر و فکر بھی جاری رکھا۔ اور ساتھ ہی ساتھ آپ اپنے عمل سے لوگوں کے دلوں میں مقام پَیدا کیا۔ آپ لوگوں کے ساتھ بڑی محبت سے پیش آتے تھے، اس لیے بہت سے لوگ آپ کے اخلاقِ صالح کے گرویدہ تھے۔

آپ کی بزرگی کا چرچا

آپ کی بزرگی کا چرچا یُوں ہُوا کہ ایک دفعہ چند مصائب زدہ ہندو آپ کی خدمت میں حاضر ہُوئے۔ اور عرض کی کہ یا حضرت بارگاہِ الٰہی میں ہمارے واسطے دُعا فرمائیں کہ ہماری مشکلات آسان ہو جائیں۔ چنانچہ آپ نے بارگاہِ ربّ العزّت میں ہاتھ اُٹھا کر دُعا مانگی کہ یا الٰہی اپنے محبوب (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے صدقے سائلان کی مُشکلات حل فرما۔ لوگ دُعا کروانے کے بعد واپس چلے گئے۔ دُوسرے روز ہی ان سب کی مرادیں پُوری ہو گئیں۔ چنانچہ وہ نذر و نیاز لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہُوئے اور مُسلمان ہو گئے۔ اس واقعہ سے آپ کی بزرگی کا چرچا ہُوا۔

فیوض و برکات

بعدازاں بہت سی کرامات اور خرقِ عادات کے اظہار سے لاہور کے علماء اور شرفا بھی آپ کی بزرگی اور شرافت کے قائل ہو گئے۔ آپ نہایت وسیع الاخلاق بزرگ تھے۔ آپ کا قاعدہ تھا کہ جو شخص بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا آپ اس سے بڑی خوش خلقی اور خندہ پیشانی سے پیش آتے اور اس کے حال پر اپنی شفقت فرماتے کہ اسے سو فی صد یقین ہو جاتا کہ آپ صرف میرے ہی حال پر کرم فرماتے ہیں۔

بے شمار لوگ روزانہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کے رُوحانی فیض و

برکت کی بدولت اسلام کی روشنی سے اپنے قلوب منوّر کرتے۔ چنانچہ اس شمع معرفت کی کرنوں کی روشنی اور چمک سے لاہور کی ظلمتِ کفر و شرک ختم ہونا شروع ہو گئی۔

آپ کے فیوض و برکات سے نہ صرف کثیر تعداد میں مسلمان ہُوئے بلکہ پنجاب کا فرمانروا بھی آپ سے فیض یاب ہو کر آپ کا معتقد ہوا۔ آپ کے زمانے میں غزنوی حکومت کی طرف سے بالم لاہور کے صُوبے کا گورنر تھا۔ بالم نے ناگور کی ریاست پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تاکہ غزنوی خاندان کا رعب ہندوؤں پر چھا جائے۔ بالم حضرت صدر دیوان زنجانیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور فتح کے لیے دُعا کروائی آپ نے فرمایا کہ جاؤ حملہ کرو۔ خدا تعالیٰ آپ کو فتح دے گا۔ جب بالم نے ناگور کی ریاست پر حملہ کیا تو فتح نصیب ہُوئی۔ قبولیتِ دُعا کا یہ عظیم الشان نشان دیکھ کر آپ کا مرید ہو گیا اور اپنی بہت سی زمین آپ کی نذر کی جس سے آپ کا خزانہ ظاہری دولت سے بھی پُر ہو گیا۔ اس نے آپ کا وظیفہ بھی مقرر کیا تھا جس سے آپ کی بقیہ زندگی معاشی اعتبار سے بہت اچھی گزری۔

شادی اور اولاد آپ کی شادی ۲۰ سال کی عمر میں ابُو محمد کی بیٹی سے ہُوئی۔ جو آپ کے والد کے چچا سیّد عبداللہ اسحاق کے فرزند تھے۔ اس عفیفہ کا اسمِ گرامی زینب تھا جس کے بطنِ اطہر سے ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام سیّد قاسم تھا۔ انہیں سے لاہور میں ساداتِ زنجانیہ کے سلسلے کا آغاز ہُوا۔

وفات آپ نے ۱۰۴۰ھ میں وفات پائی اور آپ کی قیام گاہ ہی میں آپ کو دفن کیا گیا جہاں آجکل آپ کا مزار مبارک موجود ہے۔ تحقیقاتِ چشتی میں آپ کی وفات کا سن بحوالہ سفینۃ الاولیاء ۱۰۴۰ھ درج ہے پھر اسی سن کو حضرت میراں حسینؒ کا سن وفات بھی قرار دیا جاتا ہے جو میری تحقیق کے

---

[۱] ملفوظاتِ قاسمیہ از سید محمد قاسم زنجانیؒ

مطابق غلط ہے جیسا کہ گزشتہ صفحات میں اس سلسلے پر تحقیقاتِ چشتی کے حوالے سے مفصل بحث کی جا چکی ہے۔ پس سنہ ۴۶۰ھ آپ کا سنِ وفات ثابت ہوتا ہے۔

مزارِ مبارک تحقیقاتِ چشتی میں آپ کے مزار کی متعلقہ عمارات و قبور کا مفصل حال درج ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مزار کا احاطہ بہت وسیع تھا غرب رویہ اسکے قصاب خانہ و مشرق رویہ تالاب رتن چند گرد و نواح تمام قبرستان سکھوں کے عہد عملداری میں اس مزار کے قبرستان کی حد بہت دور تک تھی۔ احاطہ مزار کی قبروں کے علاوہ یہاں داروغان مہاراجہ رنجیت سنگھ اور قاضیان لاہور کے قبرستان بھی تھے۔ مزار کے مغرب کی طرف جو قصاب خانہ تھا اس کے ساتھ ہی مزار سے متصلہ پہلوانوں کا اکھاڑہ تھا۔ قبر پر سنگِ مرمر کا تعویذ تھا اور ایک طرف نشست گاہ خواجہ معین الدین اجمیریؒ کی تھی۔ جو آج تک موجود ہے، جہاں انہوں نے اعتکاف کیا تھا، غرب رویہ ایک مسجد پختہ عالیشان جس کے تین در محرابی کلاں ہیں مشرق جانب سبزی منڈی تھی۔

تاریخ لاہور کے مصنف رائے بہادر کنہیا لال نے اپنی کتاب تاریخ لاہور میں حضرت کے مزار کے حالات درج کیے ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ "آپ کا مزار چار دیواری کے اندر واقع ہے۔ آپ کا مزار ایک چبوترے پر ہے۔ چبوترے کے غرب رویہ پختہ عمارت اور ایک عالیشان مسجد بنی ہوئی ہے اس کی تین محرابیں مقطع ہیں۔ اس کے علاوہ وہاں اور بھی کئی عمارتیں ہیں۔ پہلے ہر جمعرات کو یہاں میلہ لگتا تھا۔ اب ہر سال ۱۶ رجب کو آپ کا عرس ہوتا ہے لیکن اب کچھ چرچا نہیں کیونکہ دونوں طرف لالہ رتن چند کے تالاب اور ان کی سرائے نے مزار اور اس کی متعلقہ عمارتوں کو چھپا دیا ہے۔"

محمد دین فوق صاحب اس مزار کا حال بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ مزار کا احاطہ بہت تنگ ہو گیا ہے۔ معلوم نہیں مزار کی متعلقہ زمین متولیوں نے بیچ دی

یا لوگ خود قابض ہو گئے۔ ذبح خانہ اور کشتی گیروں کے اکھاڑے بھی نابود ہو گئے ہیں۔ ذبح خانہ غالباً اس وقت یہاں سے ہٹایا گیا جب ۱۸۸۱ء میں میو ہسپتال اور میڈیکل کالج کی تعمیر شروع ہوئی۔ قبرستان بھی اس زمانے میں بند ہو چکا تھا۔ احاطہ مزار کی جو زمین دیوان رتن چند کی سرائے اور تالاب سے بچ گئی وہ یار لوگوں کے کام آئی۔ چنانچہ اب وہاں کئی مکانات موجود ہیں۔ انہیں میں خانقاہ کے متولی بھی رہتے ہیں۔ کچھ زمین زنانہ ہسپتال والوں نے لے لی۔ سرائے رتن چند میں سبزی منڈی لگتی تھی۔ جب ۱۹۲۷ء میں لاہور میں ہندو مسلم فساد ہوا تو ہندوؤں نے سبزی منڈی بیرون موچی دروازہ کا بائیکاٹ کر کے اس سرائے میں ایک ہندو سبزی منڈی قائم کی، چونکہ وہ ہنگامی جوش تھا، اس لیے وہ زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکی

مزار کی موجودہ حالت

شاہ صدر دیوان زنجانی کا مزار مبارک اب نظروں سے بالکل پوشیدہ ہے۔ لیڈی ایچی سن ہسپتال کے دروازے سے مشرقی جانب تھوڑے سے فاصلے پر ایک پریس ہیں سے ایک چھوٹی سی تنگ گلی گزرتی ہے جو سیدھی خانقاہ صدر دیوانؒ پر جا کر ختم ہوتی ہے۔ اس راستہ کی دائیں جانب سرائے رتن چند کی پشت اور دائیں جانب زنانہ ہسپتال کی طویل دیوار ہے۔

مزار مبارک دو قد آدم بلند چار دیواری کے اندر ہے اور اس چار دیواری کا دروازہ شرق رویہ ہے۔ دربار کی حدود میں داخل ہوتے ہی دائیں جانب وضو کے لیے ٹوٹیاں ہیں اور بائیں جانب ایک چبوترہ ہے۔ اس کے ساتھ ہی خانقاہ میں داخل ہونے کے لیے صدر دروازہ ہے جو محرابی شکل کا ہے جس کے اوپر ایک سنگِ مرمر کی تختی پر یہ شعر کندہ ہے :

اَلسّلام اے لاڈلے شاہِ علیؓ   رہنماؤں کے صدر دیوانِ ولی

محرابی دروازے سے اندر داخل ہوتے ہی بائیں جانب اعتکافیہ حجرہ حضرت

خواجہ معین الدین چشتی ہے۔ اس سے ذرا آگے پُختہ چار دیواری کے عین درمیان ایک بہت بڑے چبوترے پر شاہ دیوان زنجانی کا مزار مبارک ہے۔ یہ چبوترہ زمین سے تین فٹ بلند ہے۔ اس چبوترے پر دو فٹ اُونچا ایک جنگلا لگا ہُوا ہے اس چبوترہ کا جنگلا اور چبوترہ کی قبروں کی مرمّت اور چبوترہ کا فرش خشتی ایک کشمیری نے ۱۹۴۰ء میں تعمیر کروایا تھا۔ اس کا نام تاج الدین ولد فضل دین تھا۔ چبوترے کے جنگلے کا دروازہ جنوب رویہ ہے۔

چبوترہ پر پانچ قبریں ہیں۔ تین قبروں کے بعد حضرت کے مزار مبارک کا تعویذ مبارک ہے اور آپ کے مزار کے بعد اسی چبوترے پر ایک اور قبر ہے آپ کی قبر دوسری قبروں سے ذرا بلند ہے۔ آپ کی قبر کے علاوہ دوسری چار قبروں کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ ایک قبر آپ کے صاحبزادے سیّد محمد قاسم کی، دو قبریں بھتیجوں اور ایک قبر آپ کی بیوی زینب کی ہے۔ آپ کی قبر پر اکثر سبز رنگ کا غلاف چڑھا رہتا ہے۔ چبوترہ کی شمالی جانب ایک چھوٹا سا چراغ دان بھی ہے۔

چبوترہ کے غرب رویہ مسجد ہے۔ اس کے تین محرابی دروازے ہیں۔ مسجد کے ساتھ جنوب کی طرف ایک اور چبوترے پر گیارہ قدیم قبریں ہیں، جہاں پر ایک درخت "ون" اور ایک "نیم" کا ہے۔ ان قبروں میں سیّد کرم علی شاہ سجادہ نشین کی بھی قبر مبارک ہے۔ چار دیواری کے باہر خانقاہ کے صدر دروازے کے ساتھ ہی ایک کنواں اور بڑ کا درخت ہے۔

سیّد حامد علی شاہ موجودہ سجادہ نشین ہیں۔

حضرت سید موسیٰ زنجانیؒ

حضرت موسیٰ زنجانی حضرت میراں حسین زنجانیؒ کے حقیقی بھائی تھے۔ آپ کا اصل نام موسیٰ تھا۔ چونکہ آپ کے والدین کافی امیر تھے اس لیے آپ کو میر موسیٰ زنجانیؒ کے نام سے بھی پکارا جاتا تھا۔ آپ عمر میں حضرت میراں حسین زنجانیؒ اور حضرت یعقوب زنجانیؒ سے چھوٹے تھے۔

پیدائش اور پرورش حضرت موسیٰ زنجانی ۱۵۹ھ میں خاندانِ سادات زنجانیہ کے چشم و چراغ جناب سید علی محمود کے گھر پیدا ہوئے۔ آپ کے والدین نے آپ کو بھی کچھ بنیادی تعلیم گھر پر دی اور کچھ تعلیم آپ نے امام مسجد سے حاصل کی۔ حضرت سید علی محمود بذاتِ خود دینی علوم سے اچھی طرح بہرہ ور تھے بلکہ عالم فاضل تھے۔ اسی وجہ سے ان کا گھریلو ماحول دینی تھا۔ اس دینی ماحول میں پرورش پانے کی وجہ سے بچپن ہی سے آپ کے رجحانات بھی مذہبی تھے اس کے علاوہ لڑکپن میں آپ کے ذہن پر صوفیانہ خیالات کا بھی اثر ہوا، کیوں کہ آپ کے والدِ ماجد ایک باعمل صاحبِ شریعت و طریقت صوفی تھے اور ان کی تربیت کی وجہ سے آپ کا رجحان بھی تصوف کی طرف ہوا۔

جوانی کے عالم میں آپ نے اپنے والدِ ماجد کے کاموں میں ان کا ہاتھ بٹانا شروع کیا اور ساتھ ہی ساتھ نیک کام بھی کرتے اور رات دن عبادت کرتے۔

بیعت : جب حضرت سید میراں حسینؒ زنجانی کو خرقہ خلافت ملا اور آپ واپس اپنے گھر زنجان آئے تو اس وقت آپ نے ان کے دستِ مبارک پر بیعت کی۔ اور آپ کی ہدایت کے مطابق منازلِ سلوک طے کرنا شروع کر دیں۔ آپ کا سلسلہ طریقت بھی جنیدیہ تھا جو حضرت سید میراں حسین زنجانیؒ کا تھا۔

سفرِ لاہور

حضرت سید میراں حُسین زنجانیؒ کے حلقہ ارادت میں داخل ہونے کے بعد آپ نے بھی ان کے ہمراہ ہندوستان کی طرف تبلیغی سفر اختیار کیا اور زنجان سے لاہور تک طویل راستے میں سفر کی تمام صعوبتیں رضائے الٰہی کی خاطر بڑی خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کیں۔

لاہور میں قیام

لاہور میں آپ کی آمد کا سن بھی ۳۸۷ھ ہے جو کہ حضرت سید میراں زنجانیؒ کی آمد کا ہے۔ لاہور میں آنے کے بعد شروع شروع میں کچھ عرصہ آپ نے اپنے بھائی یعقوب زنجانیؒ کے ساتھ ہی قیام کیا۔ پھر آپ نے لاہور شہر کی شمال مشرقی جانب رہنا شروع کر دیا جہاں آج کل مستی دروازہ ہے۔

ریاضت و عبادت

آپ کبھی کبھار حضرت سیّد میراں حُسین زنجانیؒ سے ملتے رہتے تھے اور ان سے باطنی رہنمائی حاصل کرتے تھے پہلے پہل آپ نے عرصہ دراز تک اللہ کا ورد کیا اور پھر اللہ الصمد کا ورد کیا اور ہر وقت یادِ الٰہی میں مشغول رہتے۔ جوں جوں وقت گزرتا گیا، آپ پر مجذوبانہ کیفیات طاری ہوگئیں۔

حالتِ جذب

شروع شروع میں تو آپ پر بہت گہری حالتِ جذب طاری ہوئی لیکن آہستہ آہستہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ جذب کم ہوتا گیا۔ لیکن آپ آخری دم تک مستانہ وار ہی رہے۔ حالتِ جذب میں آپ اکثر شہر میں پھرتے رہتے۔ جہاں دل چاہتا بیٹھ جاتے اور جب دل چاہتا اُٹھ کے چل دیتے۔ لیکن پھر ایک وقت ایسا آیا کہ آپ زیادہ تر بیٹھے ہی رہتے تھے۔ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا کہ ہندو آپ کا مذاق اڑاتے۔ لیکن آپ بے پروا تھے کیونکہ اللہ کے فقیر ہمیشہ ہی دُنیا سے بے نیاز ہوتے ہیں۔

ہندو لڑکی شفایاب ہوگئی ایک مرتبہ ایک ہندو عورت آپ کے پاس آئی جس کی لڑکی بہت زیادہ بیمار تھی۔ اس عورت نے بہت علاج کروایا، لیکن شفایابی حاصل نہ ہوئی۔ مگر جب اس نے آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کی کہ سائیں باباجی دُعا کریں کہ میری لڑکی تندرست ہو جائے تو آپ جہاں پر بیٹھے تھے وہاں سے تھوڑی سی خاک اٹھا کر اسے دی اور فرمایا کہ جاؤ اللہ تعالیٰ فضل کرے گا۔ اس عورت نے وہ خاک اپنی لڑکی کو دی، وہ بالکل تندرست ہو گئی۔ اس عورت نے یہ واقعہ اپنے رشتہ داروں اور اہل محلہ کو بتایا رفتہ رفتہ عام لوگوں میں بھی اس کرامت کا چرچا ہونے لگا۔ چنانچہ جب لوگوں کو معلوم ہوا کہ شہر کے باہر ایک فقیر بیٹھا رہتا ہے جس کی خاکِ پا میں تاثیرِ شفا ہے تو اکثر ہندو جو بیمار ہوتے آپ کے پاس آتے اور جہاں پر آپ بیٹھے ہوتے وہاں سے خاک اُٹھا کر لے جاتے اور شفا پاتے۔

توحید کا پرچار ایک وقت ایسا آیا کہ آپ پر جذب کا غلبہ ختم ہوگیا، لیکن پھر بھی آپ اکثر اوقات حالتِ استغراق میں رہتے، مگر جب یہ حالت ختم ہو جاتی تو آپ شہر میں جاتے، توحید کا پرچار کرتے اور لوگوں کو بتاتے کہ ایک خدا کی عبادت کرو۔ اس پر اکثر ہندو آپ کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔

نئی جگہ پہ قیام آخری چند سالوں میں لوگوں نے آپ کو بہت زیادہ تنگ کرنا شروع کر دیا۔ چنانچہ آپ وہاں سے ہجرت کر کے اس جگہ آگئے جہاں آجکل آپ کا مزار مبارک ہے اور بقیہ زندگی وہیں گزار دی۔ آپ کبھی کبھی اپنے بھائی اور مرشد حضرت میراں حسین زنجانیؒ کی خدمت میں بھی حاضر ہوا کرتے تھے۔

وصال آپ نے شادی نہیں کی اور ساری عمر عبادتِ الٰہی اور تبلیغ دین میں گزار دی۔ آپ نے ۸۱ سال کی عمر پاکر ۷۰۴ھ میں وفات پائی۔ آپ

کی نماز جنازہ اور تجہیز و تکفین کی رسومات آپ کے چھوٹے بھائی حضرت یعقوب زنجانیؒ نے ادا کیں۔

مزارِ مبارک آپ کا مزارِ مبارک لاہور ریلوے اسٹیشن سے شمال مشرقی جانب مرجع خاص و عام ہے جس علاقے میں آپ کا مزار مبارک واقع ہے اس آبادی کا نام پہلے بھارت نگر تھا لیکن اب اس کا پہلا نام تبدیل کر کے پاک نگر رکھ دیا گیا ہے۔

آپ کا روضہ مبارک ایک اُونچی جگہ پر سڑک کے کنارے واقع ہے۔ آپ کا مزار مبارک ایک فٹ اُونچے چبوترے پر ہے۔ مرقد مبارک کے اُوپر ایک سیمنٹ کی چھت ہے جو چار ستونوں پر کھڑی ہے۔ روضہ مبارک کے جنوب رویہ ایک پیپل کا درخت ہے اور غرب رویہ روضہ مبارک کے ساتھ ایک مسجد بنی ہوئی ہے جسکا صحن کھلا ہے

حضرت شیخ اِسماعیل بخاریؒ

حضرت شیخ اسماعیل موصوف بخاری سادات عظام سے تھے لیکن اصل وطن کسی نے نہیں لکھا، البتہ اس پر سب مورخین کا اتفاق ہے کہ آپ غزنوی عہد میں لاہور آئے۔

لاہور میں ان کی آمد کے متعلق مورخین نے اپنی اپنی تاریخوں میں مختلف آراء ظاہر کیں بقول صاحبِ تحقیقاتِ چشتی آپ بعہد ہندو راجہ ہوڈی اور سروان آئے۔ ان کے وعظ سے لوگ مُسلمان ہُوئے۔ اوّل روز جو اُنہوں نے بروز جُمعہ وعظ کیا تو دو سو پچاس اور دوسرے جُمعہ تین سو پچاس اور تیسرے جُمعہ پانچسو ہندو مُسلمان ہُوئے[1]

رائے بہادر کنہیا لال مصنف تاریخ لاہور ۱۸۸۴ء کے قول کے مطابق آپ ۴۱۲ھ میں آئے اور لکھا ہے کہ آپ کے وعظوں میں اتنی تاثیر تھی کہ ھزارہا لوگ مسلمان ہُوئے[2]

---

[1] تحقیقاتِ چشتی صفحہ ۱۷۹، از مولوی نور احمد چشتی۔ [2] تاریخ لاہور صفحہ ۳۰۰ از کنہیا لال

صاحب خزینۃ الاصفیا۔ دعوتِ اسلام اور بزرگانِ لاہور کے بیان کے مطابق آپ ۳۹۵ھ بمطابق ۱۰۰۵ء میں بعہد سلطان محمود غزنوی آئے۔ اکثر مورخین نے قریباً ایک ہی زمانہ بتایا ہے اور قرین قیاس بھی یہی ہے کہ آپ ۳۹۵ھ میں لاہور آئے۔ بعض مورخ یہ ثابت کرتے ہیں کہ آپ سب سے پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے سب سے پہلے بلادِ لاہور میں کفر و شرک کی تاریکیوں کو نورِ ایمانی سے روشن کرنے کے لیے قدم رکھا لیکن اصل میں حضرت سید میراں حسین زنجانیؒ اور ان کے ہمراہی تھے جنہوں نے ۳۸۷ھ میں آکر تبلیغ اسلام کی بنیاد رکھی اور لاہور میں سب ولیوں سے پہلے آنے کا شرف حضرت میراں حسین زنجانیؒ کو ہی حاصل ہے[1]

شیخ حضرت اسماعیل بخاریؒ بہت بڑے محدث اور مفسر تھے اور قرآن مجید کے حافظ تھے۔ جمعہ کے روز وعظ کرتے تھے۔ ان کی مجلسِ وعظ میں سامعین کا ہجوم ہوتا تھا اور ہر روز صدہا لوگ خلعتِ اسلام سے مشرف ہوتے تھے۔ آواز اتنی اچھی تھی کہ جو شخص ایک دفعہ ان کے وعظ میں آ جاتا وہ کلمہ توحید پڑھے بغیر اور اسلام پر ایمان لائے بغیر واپس نہ جاتا تھا[2]

حضرت شیخ اسماعیل بخاریؒ کی آمد سے پیشتر حضرت سید میراں حسین زنجانی اور ساداتِ زنجانیہ کے چند مبلغ اسلام دینِ اسلام کی تبلیغ کے لیے لاہور میں موجود تھے۔ ۴۳۱ھ میں داتا گنج بخش ہجویری بھی تشریف لے آئے۔ چنانچہ یہ عین قرینِ قیاس ہے کہ حضرت شاہ اسماعیل بخاریؒ کی ملاقاتیں ان بزرگوں سے ہوئی ہوں۔ البتہ تاریخ یہ ثابت کرنے سے بالکل قاصر ہے کیونکہ اس بارے میں اس وقت کی کوئی مفصل تاریخ نہیں ملتی۔ کشف المحجوب بھی اس بارے میں بالکل خاموش ہے۔[3]

اس امر کا بھی کچھ پتہ نہیں چل سکا کہ آپ کس مسجد میں جمعہ پڑھاتے اور وعظ فرمایا کرتے تھے۔ لیکن یقین کے ساتھ اتنا ضرور کہا جا سکتا ہے کہ محمود غزنوی کے

---

[1] رسالہ حقیقتِ اسلام ۲۶ مارچ ۱۹۳۲ء [2] پریچنگ آف اسلام از ڈاکٹر آرنلڈ صفحہ ۲۲۶
[3] لاہور نمبر نقوش

دور سے لاہور میں مستقل اسلامی حکومت قائم ہوئی اس لیے لشکرِ اسلام اور مسلمان حکام و عوام کے لیے سرکاری طور پر کوئی نہ کوئی مسجد محمود کے زمانے میں تعمیر ہو چکی ہوگی۔

لاہور میں کامل ۴۳ برس تک اسلام کا یہ مایۂ ناز مبلغ دینِ فطرت کی اشاعت میں سرگرم رہا اور آخر ۴۴۸ھ میں بمطابق ۱۰۵۶ء میں مالکِ حقیقی سے جا ملا۔ مہتاب کا لفظ کہ حاصل اعداد اس کا چارسو اڑتالیس مادہ تاریخ ہے۔

گنج تاریخِ سروری میں تاریخ رحلت یہ درج ہے۔

چوں شہِ دیں فقیہہ اسماعیل — یافت آخر مکان بخلدِ بریں

نیز "پیرِ وجیہہ" اسماعیل — سالِ وصلش "فقیہہ محبوب" است
۴۴۸ھ

اس زمانے میں مغلیہ عہد کے سے گنبد نما عالی شان مقبروں کا رواج نہ تھا، اس لیے ان کا مقبرہ نہایت سادہ بنایا گیا۔ تاریخِ لاہور میں کنہیا لال لکھتے ہیں کہ "اس متبرک مقبرہ پر گنبد نہیں مگر مکان نہایت قدیم ہے مسلمانی سلطنت کے وقت مکان کے ساتھ بہت بڑا باغ بھی تھا اور مزار سے جانبِ غرب جو کنواں ہے اس پر چرخ چوب چلتا تھا۔"

عہدِ مغلیہ اور سکھوں کے زمانے میں اس باغ اور مزار کو بہت سے حادثات پیش آئے۔ رائے بہادر کنہیا لال کے زمانہ ۱۸۸۴ء میں ان کے مزار کی زمین مجاوروں نے انگریزوں کے پاس فروخت کردی اور انھوں نے اپنی کوٹھی میں شامل کرلی۔ قدیمی کنواں بھی اس کوٹھی میں آگیا۔ اس باغ اور مقبرہ کے ساتھ جو زمین بتائی جاتی ہے وہ ایک طرف یورپین کتھیڈرل سکول اور رومن کیتھولک گرجا گھر کے وسیع احاطہ تک پھیلی ہوئی تھی جس کی پُشت کا حصّہ اس سڑک تک جو ای پلومر کے دوا خانہ سے ہو کر سیدھی مزنگ کو جاتی ہے۔ مشرق کی طرف اس مقبرہ کی جو حدود تھیں وہ ان کوٹھیوں تک پھیلی ہوئی تھیں جو پانی والے کنوئیں کے ساتھ ساتھ چلی جاتی ہیں۔ اس باغ کی چار دیواری جنوب کی طرف حیات برادرز فرنیچر

4 میکرز کی دوکان سے بھی پرے تھی۔ فوقؔ صاحب بیان کرتے ہیں کہ راقم ۱۹۲۳ء میں اس مزار اور صاحب مزار کے حالات معلوم کرنے کے لیے وہاں گیا تو معلوم ہُوا کہ اس کے ساتھ زمین بہت تھی جو متولی بیچ کر کھا گئے۔

ہال روڈ کی طرف جاتے ہُوئے اسکول کی عمارت کے ساتھ ساتھ دراصل درحقیقت اسی مزار کی زمین تھی، سڑک کے دائیں طرف چھوٹی چھوٹی سیڑھیاں طے کرنے کے بعد مزار آتا ہے۔ سنگِ مرمر کہیں نہیں البتہ مزار پختہ اینٹوں کا ہے۔ سرہانے چراغدان بنے ہُوئے ہیں۔ مزار معمولی حالت میں ہے کہ سینکڑوں اور ہزارہا مسلمان ہر روز قبر کے پاس سے گزرتے ہیں، لیکن اس بزرگ کی روح کو کوئی دو ہاتھ اُٹھا کر دُعائے خیر کے چند کلمات نہیں کہتا جس کے ہر وعظ میں ہر جمعہ کو غیر مذاہب کے صدہا لوگ مسلمان ہوتے تھے۔

وہ باغ جو خدا جانے کتنی بڑی وسعت رکھتا تھا اور وہ مقبرہ جس کی حدود دور دور تک پھیلی ہُوئی تھیں، آج اس سمندر کی طرح ہے جو انقلابِ زمانہ کے زبردست تھپیڑوں کے حلقہ گرداب میں آنسو بن کر رہ گیا ہو۔ باغ کا اب کسی کو یہاں وہم و گمان بھی نہیں ہو سکتا۔ مقبرہ کے بلند چبوترہ کے سوا ایک چپہ زمین بھی اس مزار کے ساتھ نہیں۔ قریباً سو سال یا کچھ عرصہ سے دو درخت ایک نیم کا اور ایک پیلو کا اس مزار کو ابرِ رحمت بن کر سایہ کیے ہُوئے ہیں۔

ان کی قبر کے پاس غرب رویہ ان کے خادم میاں حاجی کی قبر ہے۔ یہ شخص ان کے ہمراہ غرب سے آئے ہُوئے ہیں جو آج تک موجود ہے۔

حضرت سیّد علی ہجویری داتا گنج بخشؒ

ایک روز میں پیرِ ہجویر کے آستاں پر بیٹھا ہوا تھا کہ میں نے حضرت سے کہا کہ سرکار ولی تو اور بھی ہیں جو اس خطہ پاک میں آسودۂ خاک ہیں۔ لیکن جو شان

رُوحانیت کا منظر آپ کے دَر پر پاتا ہوں وہ کہیں اور نظر نہیں آتا۔ تیرے آستان پر عرش تا مرقد بارشِ نُور ہی نُور ہے۔ جس سے کیفیت میں ایسا سرور ہے کہ آنے والے کو سکون ملتا ہے، تیرا مرقد مرکزِ تجلیات ہے۔ اہلِ دُنیا کو تو صرف تیرا سنگِ آستان دیکھ پاتا ہے۔ تیرے روضے کی جالیوں سے لپٹ کر تسکین پاتا ہے۔ تیرے مرقد کے خوبصورت گنبد اور در و دیوار نظر کو حیرت میں ڈالتے ہیں، لیکن اس کے برعکس اہلِ نظر جو نگاہِ باطن سے تیرے مقام اور تیری شان کو دیکھتا ہے تو اللہ اللہ پکار اُٹھتا ہے۔ تیرے آستان پر مخلوقِ خدا کا دن رات تانتا بندھا ہے۔ کوئی طلبِ سکون کی خاطر آرہا ہے۔ کوئی روحانیت سے مسرور ہو کر جا رہا ہے۔ کوئی کاسۂ گدائی لیے تیرے در پر ڈیرہ جمائے بیٹھا ہے طالبانِ حق و صداقت تیرے آستان پر یادِ الٰہی میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ کوئی گڑگڑا کر دُعا مانگ رہا ہے کوئی عجز و نیاز کا پیکر بنے بیٹھا ہے۔ اہلِ فقر بھی جذب و مستی کے عالم میں عشقِ حقیقی میں کھوئے ہوئے ہیں۔ کہیں گنہگار تیرے توسل سے بارگاہِ رب العزت میں اپنے گناہوں پر شرمسار ہو کر گردن جھکائے ہوئے ہیں۔

بادشاہوں نے تیرے دَر پر عقیدت کے پھول نچھاور کیے اور خدا جانے تا قیامت کرتے رہیں گے۔ بے شمار ولی تیرے آستان پر حقیقت کا جلوہ پانے آئے اور جامِ رُوحانیت بھر کر چل دیے۔ حضرت خواجہ معین الدین تیرے آستان پر معتکف رہے۔ آخر گنج بخشی کے راز کو مظہرِ نورِ خدا کہہ کر چل دیے۔ آخر یہ تو بتا کہ تیرا اتنا بلند مقام کیسے ہوا، ولی تو اور بھی ہوئے لیکن جو مقام تجھے ملا وہ پاک و ہند میں کسی اور کو نہیں ملا۔ جوں جوں وقت گزر رہا ہے تیرا نام اور دوبالا ہو رہا ہے۔ آخر یہ راز کی بات کیا ہے؟ مرقدِ پیرِ ہجویر سے آئی صدا نادان سوچتا ہے کیا یہ تو خالقِ کائنات کا کرم ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے ہوا۔ اللہ کے محبوب کی نگاہِ کرم نے ہمیں بھی محبوب کر دیا۔ یہ تو اس حُبِ الٰہی کا بدلہ ہے جو ہمیں قریہ قریہ

لیے پھری۔ یہ اس اتباعِ شریعت کا نتیجہ ہے جس نے مجھے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا سچا خادم کر دیا۔ یہ تو صحبتِ مُرشد کا فیض ہے جس نے صاحبِ فیض کر دیا۔ یہ تو میرے اللہ نے گلزارِ لاہور میں شمعِ توحید روشن کرنے کا اعزاز دیا ہے کہ آج زبانِ خلق پر علی ہجویری کا نام ہے۔ گر تُو بھی خدا سے کچھ چاہتا ہے تو عشقِ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں ڈوب جا، اتباعِ شریعت میں نام پیدا کر اور یادِ الٰہی میں کھو جا۔

آبا وَ اجداد حضرت علی ہجویری سادات عظام سے تھے۔ جب اسلامی حکومت میں کچھ افراتفری پھیل گئی تو آلِ سادات کے افراد حاکمانِ وقت کے ظلم و تشدد سے بچنے کے لیے غزنی میں آکر آباد ہو گئے۔ غزنی میں آپ کے خاندان کا علم و فضل اور رُوحانیت میں چرچا ہوا۔ آپ کے حقیقی ماموں غزنی کے بلند پایہ عالم اور ولی اللہ تھے بلکہ لوگ انہیں تاج الاولیاء کہہ کر پکارا کرتے تھے۔

نام و نسب آپ کا نام علی ہے لیکن آپ علی ہجویری کے نام سے مشہور ہیں۔ کیونکہ جس محلّے میں آپ رہتے تھے اس کا نام ہجویر تھا۔ اسی وجہ سے آپ علی ہجویری کہلائے۔ آپ کی کنیت ابوالحسن ہے مگر لاہور میں آپ داتا گنج بخش کے لقب سے مشہور ہُوئے۔ آپ کے والدِ ماجد کا نام سیّد عثمان تھا۔

پیدائش آپ کی ولادت کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ آپ افغانستان کے مشہور شہر غزنی کے ایک محلّے ہجویر میں ۴۰۰ھ کے لگ بھگ پیدا ہُوئے۔ آپ کی والدہ اسی محلّے کی رہنے والی تھیں لیکن آپ کے والد غزنی کے ایک اور محلّے کے رہنے والے تھے جس کا نام جلاب تھا انہیں محلّوں کی نسبت سے آپ کو ہجویری اور جلابی بھی کہا جاتا ہے۔

شجرۂ نسب آپ نجیب الطرفین سیّد تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب چند واسطوں سے سیدنا حضرت امام حسن سے ملتا ہے۔ آپ کا شجرۂ نسب یُوں

بیان کیا گیا ہے۔

حضرت علی ہجویری بن سید عثمان بن سید علی بن عبدالرحمن بن شاہ شجاع بن ابوالحسن بن حسن اصغر بن سید زید بن حضرت امام حسنؓ بن حضرت علی رضی اللہ عنہ۔

حصولِ علم

جس دور میں حضرت علی ہجویری غزنی میں پیدا ہوئے وہ دور علم و فضل کے اعتبار سے بہت اچھا دور تھا۔ بے شمار علماء، فضلا اور اہلِ دانش غزنی میں رہتے تھے۔ غزنی کی فضا میں ہر طرف علم و فکر اور معرفت کا چرچا تھا چار سال سے زائد عمر میں آپ نے حروف شناسی کے بعد قرآن پڑھنا شروع کیا تھوڑے عرصے میں آپ نے قرآنی تعلیم مکمل کر لی۔ اس کے بعد آہستہ آہستہ دوسرے علوم پڑھے۔ آخر بڑا ہونے تک آپ نے مختلف اساتذہ سے عربی، فارسی، حدیث، فقہ تفسیر، منطق اور فلسفہ کی تعلیم حاصل کی۔

اساتذہ

جن اساتذہ سے آپ نے ظاہری علوم کی تکمیل کی ان میں شیخ ابوالعباس احمد بن محمد اشقانی، شیخ ابوالقاسم گرگانی، ابوالعباس احمد بن محمد قصاب ابوعبداللہ محمد بن علی المعروف بالداستانی۔ ابوسعید فضل اللہ بن محمد۔ ابواحمد المظفر بن احمد بن حمدان اور شیخ ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن القشیری کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ آپ نے اپنے بعض اساتذہ کا ذکر کشف المحجوب میں کیا ہے۔

بیعت

ظاہری علوم کے حصول کے بعد معرفت حاصل کرنے کی غرض سے آپ مرشد کی تلاش میں نکلے۔ مختلف علاقوں کا سفر کیا۔ دورانِ سفر آپ نے سلسلہ عالیہ جنیدیہ میں حضرت ابوالفضل محمد بن ختلیؒ کے ہاتھ پر بیعت کی جو شام میں رہتے تھے اور اپنے زمانے کے مشہور پیشوائے طریقت تھے۔ سلسلہ جنیدیہ کے بارے میں آپ نے لکھا ہے کہ ہمارے تمام شیوخ و اکابرین سلسلہ جنیدیہ سے منسلک ہیں اور یہ طریقہ بڑا مشہور ہے۔ آپ نے ان کی زیرِ نگرانی سلوک کی منازل طے کیں۔

سلسلہ بیعت آپ کا سلسلہ طریقت یوں ہے:
آپ مرید حضرت ابوالفضل محمد بن حسن ختلی رح کے، وہ مرید حضرت شیخ ابوالحسن علی حصری کے وہ مرید حضرت شیخ ابوبکر شبلی رح کے وہ مرید حضرت جنید بغدادی کے وہ مرید حضرت سری سقطی کے وہ مرید حضرت معروف کرخی کے وہ مرید حضرت داؤد طائی کے، وہ مرید حضرت حبیب عجمی کے وہ مرید حضرت خواجہ حسن بصری کے اور وہ مرید حضرت علی رض کے۔

حصولِ معرفت آپ نے اپنی زندگی کا کچھ حصہ اپنے مرشد حضرت ابوالفضل رح کی صحبت میں گزارا۔ اس صحبت سے آپ کو معرفت حاصل ہوئی۔ آپ کے مرشد باشرع صوفی تھے، پابند صوم وصلوٰۃ تھے۔ ان کی غذا نہایت ہی سادہ اور کم تھی، ایسے ہی وہ بہت کم سوتے تھے اور سارا وقت یادِ الٰہی میں معروف رہے۔ چنانچہ حضرت علی ہجویری رح کو بھی اُنہوں نے کم کھانے، کم سونے، کم گفتگو کرنے کی ہدایت کی اور سارا دن یادِ الٰہی میں محو رہنے کی تلقین کی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ حضرت داتا گنج بخش رح نے پابندِ شرع رہ کر اللہ کی بے پناہ عبادت کی اور سفر وحضر میں پیرو مرشد کا ساتھ دیا۔ اس صحبتِ مرشد اور یادِ الٰہی کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ بہت جلد ولیٔ کامل بن گئے اور آپ کے مرشد نے آپ کو خلافت عطا فرما کر خدمتِ دین کا حکم دیا۔

سیروسیاحت سیروسیاحت حصولِ علم کا ایک بہترین ذریعہ ہے۔ آپ نے عالمِ شباب کا زیادہ حصہ سیر اور سفر میں گزارا۔ اس سیروسیاحت سے آپ کو ازحد علمی فائدہ ہوا۔ آپ کئی علماء اور فضلاء سے ملے۔ اس کے علاوہ کئی مشائخ اکرام سے ملاقاتیں بھی ہوئیں، جن سے روحانیت کو تقویت ملی اور آپ کو زندگی کے بہت سے مشاہدات اور تجربات حاصل ہوئے۔ آپ نے ایران، عراق، شام، ترکی، عرب، ماوراء النہر، آذربائیجان، خراسان، طبرستان

قہستان، کرمان اور خورستان کے علاقوں کی سیر و سیاحت کی۔ ان علاقوں میں جن بزرگوں سے ملاقات ہوئی ان میں شیخ احمد بخاری، خواجہ رشید مظفر، خواجہ شیخ احمد حمادی، خواجہ ابو جعفر محمد بن علی الجودینی، شیخ ابو عبداللہ جُنیدی۔ شیخ ابوالعباس دامغانی۔ شیخ ابوطاہر مکشوف۔ شیخ قاسم سدسی، شیخ ابو اسحاق بن شہریار کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سے کاملینِ طریقت سے آپ کی صحبتیں ہوئیں۔ ان علاقوں میں بے شمار واقعات پیش آئے۔ ان واقعات اور مشاہدات کا ذکر آپ نے اپنی تصنیف کشف المحجوب میں کہیں کہیں کیا ہے۔

اِتباعِ شریعت

حضرت علی ہجویریؒ اللہ کے وہ ولی کامل تھے جن کی ساری زندگی شریعت کی اِتباع میں گزری۔ اگرچہ آپ نے سلوک اور معرفت کی منازل طے کرنے کے لیے بہت سی ریاضت اور مجاہدہ کیا جگہ جگہ کی سیر و سیاحت کی زندگی کا کچھ حصّہ سفر میں گزارا اور مسلسل چار سال تک سفر میں رہنے کے باوجود کبھی نماز با جماعت ترک نہ ہوئی اور جب جُمعہ کا دن آتا تو آپ کسی نہ کسی قصبے میں چلے جاتے اور نمازِ جُمعہ ادا کرتے۔ کشف المحجوب میں آپ نے کئی مقامات پر اس اتباعِ شریعت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ایک بار میں ایک باطنی الجھن میں گرفتار ہو گیا۔ ایک روحانی راز تھا جو مجھ پر منکشف نہیں ہوتا تھا۔ اس کے انکشاف کے لیے میں نے بڑی ریاضت کی مگر پھر بھی کوئی نتیجہ نہ نکلا، اس سے پیشتر بھی ایک بار ایسا ہوا تھا اور میں نے حل کے لیے حضرت ابویزیدؒ کے مزار پر چِلّہ کشی کی تھی، اس چِلّہ کشی کے نتیجے میں میری وہ باطنی مشکل حل ہو گئی تھی۔ چنانچہ اس بار بھی میں آپ کے مزار پر معتکف ہو گیا، لیکن تین ماہ تک اعتکاف میں بیٹھے رہنے کے باوجود مجھے کامیابی نہیں ہوئی۔ اس دوران میں روزانہ تین دفعہ نہاتا اور تین ہی دفعہ طہارت کرتا۔ کامیابی کی کوئی صورت نہ دیکھ کر میں نے خراسان جانے کے لیے رختِ سفر باندھا۔ راہ میں ایک گاؤں میں قیام کیا۔ یہاں صوفیوں

کا ایک گروہ مقیم تھا۔ یہ رسم پرست لوگ تھے۔ اُنہوں نے مجھے سادہ جامہ پہنے دیکھ کر کہا کہ یہ ہماری جماعت سے متعلق نہیں، اور واقعی میں ان کی جماعت سے کوئی تعلق نہیں رکھتا تھا۔ اُنہوں نے مجھے قیام کے لیے جو جگہ دی خود اس سے بلند جگہ پر قیام کیا، خود تو نہایت لذیذ و نفیس غذائیں کھائیں اور مجھے ایک سُوکھی روٹی کھانے کو دی، وہ لوگ میرا مضحکہ اُڑاتے، خربوزے کھا کر چھلکے مجھ پر پھینکتے۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ اے مولا کریم اگر ان کا لباس (گودڑی) وہ نہ ہوتا، جو تیرے دوستوں کا ہوتا ہے تو میں ان کی یہ زیادتی کسی صورت برداشت نہ کرتا۔ باوجودیکہ یہ رسم پرست صوفی مجھے ہدفِ طنز و ملامت بنا رہے تھے، لیکن انبیاء و اولیاء کی ایک بہت بڑی سُنت پر عمل کرنے کی وجہ سے میرے دل کو بڑی مسرّت حاصل ہو رہی تھی اور اُس وقت مجھ پر یہ رازِ سربستہ کُھل گیا کہ بزرگانِ طریقت کم فہموں کی زیادتیاں کیوں برداشت کرتے ہیں اور مجھے معلوم ہو گیا کہ ملامت برداشت کرنا بھی رُوحانی مدارج کی بلندی کا زینہ ہے اور اس میں بھی بڑے مفادات ہیں۔

مقامِ ابُوحنیفہؒ ایک روز کا ذکر ہے کہ میں علاقہ شام میں سفر کرتا ہُوا حضرت بلالؓ کے روضہ پر پہنچا۔ جب میری آنکھ لگ گئی، تو میں نے اپنے آپ کو مکہ معظمہ میں دیکھا۔ اتنے میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بنی شیبہ کے دروازے پر تشریف فرما ہُوئے۔ اس وقت آپ ایک سن رسیدہ شخص کو اس طرح بغل میں لیے ہُوئے تھے جیسے کوئی کسی بچے کو لیے ہوتا ہے۔ مَیں فرطِ محبّت سے بے قرار ہو کر آپ کی طرف دَوڑا اور آپ کے پائے مبارک کو بوسہ دیا، مَیں بڑا حیران تھا کہ یہ ضعیف شخص کون ہے کہ حضورؐ نے قوتِ باطنی سے میرے اس استعجاب کا حال معلوم کر لیا اور مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ "یہ تمہارے امام ہیں، امام ابُوحنیفہؒ۔ اس سے مجھے یہ بات معلوم ہوئی کہ حضرت

امام ابُو حنیفہؒ کا شمار ان لوگوں میں ہے جن کے اوصاف شرع کے قائم رہنے والے احکام کی طرح قائم و دائم ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضورؐ ان سے اس قدر محبت فرماتے ہیں اور حضور کو جو ان سے ربط و محبت ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جس طرح آپؐ سے خطا ممکن نہیں، اسی طرح حضرت امام ابوحنیفہؒ سے بھی خطا کا صدور نہیں ہو سکتا۔ یہ ایک نکتۂ لطیف ہے جسے صرف وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جو اللہ تعالیٰ سے تعلق رکھتے ہیں۔

عراق میں ایک مشاہدہ

عراق کے زمانے میں میں نے بہت کشادہ دستی سے کام لینا شروع کر دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میں قرض کے بوجھ تلے دب گیا۔ ہوتا یہ تھا کہ جب کسی کو کوئی ضرورت پیش آتی، وہ مجھ سے طالبِ امداد ہوتا اور میں کسی نہ کسی طرح اس کی مدد کرتا۔ اِس طرح لوگوں کے مطالبات روز بروز بڑھنے لگے اور قرض خواہوں نے الگ تنگ کرنا شروع کر دیا۔
عراق کے ایک سردار نے جو میرے اس حال سے واقف تھا مجھے لکھا کہ "تُم نے جو طریقِ کار اختیار کیا ہے اس سے پیدا شدہ پریشانیاں عبادت اور ذکرِ الٰہی میں مانع نہ ہو جائیں۔ یُوں اندھا دُھند روپیہ خرچ کرنا اچھا نہیں ہے۔ خداوند تعالیٰ اپنے بندوں کی ضروریات کے لیے بہت کافی ہے اور اس کے سوائے کسی میں یہ قدرت نہیں ہے کہ وہ ہر بندے کی کفالت کر سکے۔" مَیں نے اس نیک دل سردار کی اس پُرحکمت بات کو گرہ میں باندھ لیا اور اس تنگی سے چُھٹکارا حاصل کیا۔

حکم مُرشد

حضرت داتا گنج بخشؒ نے حصولِ معرفت کی خاطر بے حد ریاضت و عبادت کی، صوف کا لباس پہنا، رضائے الٰہی اور علم کے لیے دربدر کی خاک چھانی۔ حُبِ الٰہی میں فقر و فاقہ کیا۔ عِشقِ حقیقی کی خاطر صبر و ضبط سے کام لیا حتیٰ کہ ایک روز ایسا آیا کہ اللہ ان پر مہربان ہُوا اور تکمیلِ معرفت ہُوئی اور وہ وقت آ گیا کہ آپ کے ظاہری اور باطنی علم سے مخلوقِ خدا فائدہ اُٹھائے اور آپ کی صحبت سے فیض

پائے۔ چنانچہ آپ کے مُرشد حضرت ابوالفضل بن حسن ختلیؒ نے آپ کو حکم دیا کہ تم لاہور روانہ ہو جاؤ اور وہاں جا کر رُشد و ہدایت کا فریضہ انجام دو۔ حضرت علی ہجویریؒ کے مرشد بھائی (حضرت ابوالفضل بن حسن ختلیؒ کے ایک اور مرید) حضرت شاہ حسین زنجانیؒ پہلے سے لاہور میں موجود تھے اور اپنے وقت کے ولیٔ کامل تھے، اس لیے حضرت علی ہجویریؒ نے مُرشد کا حکم سُن کر دریافت کیا کہ پیر و مُرشد! وہاں تو حضرت حسین زنجانیؒ موجود ہیں اور وہ قطب الاقطاب ہیں، پھر وہاں میری کیا ضرورت ہے؟ حضرت ابوالفضل بن حسن ختلیؒ نے فرمایا کہ تمہیں اس سے کیا تم لاہور روانہ ہو جاؤ۔

سفرِ لاہور

مُرشد سے لاہور جانے کا حکم ملنے کے بعد آپ مُرشد سے رخصت ہو کر اپنے وطن غزنی آئے۔ اُس زمانے میں غزنی سے لاہور تک کا راستہ کافی دشوار گزار تھا کیونکہ اس راستے میں شمالی سرحدی علاقہ پڑتا ہے جس کا زیادہ حصّہ پہاڑی ہے۔ چنانچہ آپ تین آدمیوں کے قافلے کی صُورت میں لاہور کی طرف چل دیے آپ کے ساتھ شیخ احمد حمادی سرخی اور شیخ ابوسعید ہجویری تھے۔ اللہ کے یہ تینوں درویش انتہائی مُشقت کے بعد پہاڑی علاقے کو عبور کرتے ہُوئے پشاور آئے اور پھر وہاں سے منزل بہ منزل لاہور آئے۔ راستے میں آپ کو پنجاب کے دریاؤں کو عبور کرنا پڑا۔ آپ کی لاہور میں آمد کا سن ۴۳۱ھ بمطابق ۱۰۴۱ء ہے۔

میراں حسین زنجانی کا جنازہ

جب آپ لاہور میں آئے تو شام ہو چکی تھی، اسلیے بیرونِ شہر ہی شب باش ہُوئے۔ دُوسرے روز لاہور کے شہر کی مشرقی جانب سے آپ کا گزر ہوا، تو آپ نے ایک جنازہ دیکھا لوگوں سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ جنازہ قطب لاہور حضرت شاہ حسین زنجانی المعروف میراں حسین زنجانی کا ہے تو اس وقت آپ کو اپنے مُرشد کا حکم یاد آیا کہ جب انہوں نے آپ کو لاہور جانے کا حکم دیا تھا تو آپ نے جواب دیا تھا کہ وہاں تو میرے پیر بھائی حسین زنجانی موجود ہیں، تو پھر میرے جانے کی کیا ضرورت ہے۔ مگر جب آپ

نے حضرت حسین زنجانی کے جنازہ میں شرکت کی تو مُرشد کے حکم کی حکمت واضح ہو گئی۔

قیام لاہور

حضرت علی ہجویریؒ نے تشریف آوری کے بعد لاہور میں قیام کیا جہاں آجکل آپ کا آستانہ ہے۔ یہ علاقہ اس زمانے میں لاہور شہر کی آبادی سے باہر تھا اور بے آباد تھا۔ اللہ کے فقیروں نے ہمیشہ ہی ویرانے اور خلوت کو پسند فرمایا ہے۔ اسی لیے حضرت علی ہجویریؒ نے آبادی سے باہر ویرانے میں ڈیرہ جمایا۔ آپ کی تشریف آوری سے قبل خطۂ لاہور اسلام سے روشناس ہو چکا تھا کیوں کہ آپ سے پہلے یہاں مسلمان سپاہی جو مسلمان فاتحین کے ساتھ آئے تھے آباد ہو چکے تھے مگر ان کے علاوہ اولیاء اللہ بھی اس سرزمین میں شمع اسلام کو منور کر چکے تھے۔ آپ سے قبل جن بزرگوں نے لاہور میں تبلیغی خدمات سرانجام دیں ان میں حضرت سیّد حسین زنجانی المعروف میراں حسین زنجانی۔ حضرت یعقوب زنجانی المعروف شاہ صدر دیوان زنجانی، حضرت موسیٰ زنجانی اور حضرت سیّد اسماعیل بخاری مدفون ہال روڈ لاہور کے اسماء گرامی قابلِ ذکر ہیں اور یہ حضرات آپ سے قبل رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری کر چکے تھے۔ مگر آپ کے آنے سے، آپ سے قبل کے سلسلہ کو مزید تقویت پہنچی اور اسلام کو بہت زیادہ فروغ حاصل ہُوا۔

شیخ حسام الدین سے ملاقات

لاہور میں تشریف آوری پر آپ کی ملاقات ایک بزرگ شیخ حسام الدین سے بھی ہُوئی۔ یہ بزرگ بھی حضرت مخدوم علی ہجویری کی تشریف آوری سے قبل اہلِ لاہور کو اسلام کا پیغام دے چکے تھے۔ خود حضرت علی ہجویریؒ نے دیارِ ہند میں ان سے ملاقات کا حال بیان کیا ہے اور ان کے متعلق تعریفی کلمات استعمال کیے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

"شیخ حسام الدینؒ ایک پاک طینت بزرگ تھے، اُنہوں نے اٹھتّر سال کی عمر میں انتقال کیا، مَیں ان کی بیماری کے آخری دن ملاقات کے لیے گیا، اس وقت ان پر نزع کی کیفیت طاری ہو چکی تھی، مجھے دیکھ کر

کہا کہ اے میری جان! دُعا کر کہ میرا انجام بخیر ہو؛

شیخ ہندی کا قبولِ اسلام

سب سے پہلے جس غیر مسلم کو آپ نے حلقہ بگوشِ اسلام کیا وہ والیٔ کابل و غزنی کی طرف سے پنجاب کا نائب حاکم رائے راجو تھا، جو ہندو تھا۔ گورنر پنجاب رائے راجو ایک مشہور و معروف شخصیت کا حامل تھا۔ رائے راجو نے جس طرح اسلام قبول کیا اس کا واقعہ اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ ایک روز ایک بوڑھی عورت اس طرف سے گزری جس کے سر پر دودھ کا مٹکا رکھا ہوا تھا۔ آپ نے اس عورت کو بلا کر کہا کہ تم اس دودھ کی قیمت لے لو اور یہ دودھ ہمیں دے دو۔ اس عورت نے جواب دیا کہ یہ دودھ میں نہیں دے سکتی چونکہ یہ دودھ ہم کو مجبوراً رائے راجو جوگی کو دینا پڑتا ہے۔ اگر نہ دیں تو اس کا یہ اثر ہوتا ہے کہ جانوروں کے تھنوں سے بجائے دودھ کے خون نکلنے لگتا ہے۔ آپ اس عورت کی بات سن کر مسکرائے اور فرمایا کہ اگر تم یہ دودھ ہمیں دے دوگی تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے تمہاری گائیں بہت سا دودھ دیں گی اور جانوروں پر کوئی اثر نہیں ہوگا۔ چنانچہ اس عورت نے آپ کو دودھ دے دیا۔ آپ نے اس دودھ میں سے تھوڑا سا تو پی لیا اور باقی دودھ دریا میں پھینک دیا۔ جب بوڑھی عورت گھر واپس آئی اور شام کو جانوروں کو دوہا تو جانوروں نے اس قدر زیادہ دودھ دیا کہ سارے برتن بھر گئے اور دودھ ختم نہیں ہوا۔ یہ خبر آناً فاناً قرب و جوار کے دیہات میں پھیل گئی اور لوگ دور دراز دیہات سے اپنے اپنے جانوروں کے دودھ آپ کے پاس لانے لگے۔ آپ کا یہ دستور تھا کہ آپ تھوڑا سا دودھ ان کے مٹکے میں سے پی کر باقی دودھ دریا میں پھینک دیا کرتے تھے اور جب ان لوگوں نے گھر جا کر اپنے اپنے جانوروں کو دوہا تو انہوں نے بھی بے حساب دودھ دیا۔ اس کرامت کا یہ نتیجہ ہوا کہ اب کوئی دودھ والا بھی رائے راجو جوگی کی طرف رُخ نہیں کرتا تھا۔ اور آپ کے پاس جوق در جوق لوگ آنے لگے۔

نشان اس رنگ میں آج بھی موجود ہے۔

آپ نے درس و تدریس کے بارے میں خود رسالہ کشف اسرار میں تحریر کیا ہے
کہ جب میں ہندوستان پہنچا اور نواحِ لاہور کو جنت نظیر پایا تو یہیں بیٹھ گیا اور
لڑکوں کو پڑھانا شروع کیا، لیکن جب مجھے معلوم ہوا کہ اس طریق سے حکومت
کی بُو دماغ میں پیدا ہو رہی ہے تو میں نے لوگوں کو درس دینا بھی چھوڑ دیا۔

ازدواجی زندگی

آپ نے سنتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ازدواجی
زندگی اختیار کی لیکن آپ اپنی زندگی کی طرف زیادہ مشغول
نہ ہوئے جس طرح کہ ایک عام دُنیادار اس زندگی میں مشغول ہو جاتا ہے۔ کشف المحجوب
کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی ہجویریؒ نے دو نکاح کیے۔ پہلی شادی
ابتدائے جوانی میں ہوئی مگر وہ عفیفہ جلد ہی وفات پا گئیں۔ پہلی بیوی کے انتقال
کے بعد تجرد اختیار کر لیا۔ یہ سلسلہ تقریباً گیارہ سال تک قائم رہا حتیٰ کہ دوسرے نکاح کا
موقع خود بخود فراہم ہو گیا جس کے بارے میں آپؒ اس طرح فرماتے ہیں:

"میں کہ علی بن عثمان جلابی ہوں۔ خداوندِ کریم نے مجھے گیارہ برس تک
نکاح کی آفت سے بچایا ہوا تھا مگر تقدیر نے آخر مجھے نکاح میں گرفتار
کر دیا اور ارادہ و خواہش کے بغیر اس فتنے میں پھنس گیا۔ واقعہ یہ ہوا
کہ میں ایک پری صفت کا بن دیکھے عاشق و شیفتہ ہو گیا۔ ایک سال
اسی پریشانی اور اضطراب میں مبتلا رہا۔ چنانچہ نزدیک تھا کہ میرا دین و
ایمان تباہ ہو جائے کہ حق تعالیٰ نے اپنے کمال لطف و کرم سے
عصمت و عفت کو میرے قلب کے استقبال کے لیے بھیجا اور اپنی رحمت و
اعانت سے مجھے اس عظیم فتنہ سے نجات دی۔"

مگر اب معلوم ہوتا ہے کہ آپ متاہل زندگی کو پسند نہیں کرتے تھے اور دونوں
شادیاں آپ نے اپنے والدین کے حکم کی تعمیل میں کی تھیں۔ آپ کی دوسری بیوی بھی

صرف ایک سال زندہ رہیں اور آپ جلد ہی اس بار سے سبکدوش ہوگئے۔ ان دونوں میں سے کسی نہ کسی بیوی کے بطن سے اولاد بھی پیدا ہوئی، کیونکہ آپ کی کنیت "ابوالحسن" سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کے یہاں فرزند تولد ہوا جس کا نام آپ نے حسن رکھا، مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا یہ بیٹا صغر سنی میں فوت ہوگیا تھا۔

تبلیغ اور فیوض و برکات حضرت علی ہجویریؒ کے قدم سے اہلِ پنجاب اور "اہلِ لاہور" کو بالخصوص بہت سے روحانی فیوض نصیب ہوئے۔ اور سینکڑوں، ہزاروں لوگوں کو آپ کے اخلاقِ حسنہ اور کلامِ پُرتاثیر سے اسلام کی لازوال نعمت میسر ہوئی۔

آپ کی زندگی اور آپ کے کلام اور کام نے وہ کام کیا جو تیر و تفنگ، تیغ و تبر اور توپ و بندوق سے بھی ناممکن تھا۔ لوگ جوق در جوق حلقۂ اسلام میں داخل ہوتے تھے، اور اس مظہرِ نورِ خدا، عارفوں کے پیر اور کاملوں کے رہنما کی توجہ سے تاریکی سے روشنی اور جہالت سے شائستگی، بے علمی سے علم، اور کفر سے اسلام میں آتے تھے[1] بلکہ اس خطے کی خوش نصیبی تھی کہ خدائے عزّ و جل نے آپ جیسی ہستی کو یہاں مامور فرمایا، جہاں نہ صرف آپ کی حیات میں لوگ اسلام کی دولت سے مالامال ہوتے رہے بلکہ آپ کے وصال مبارک کے بعد بھی اس مرجع خلائق مزار پر ولی، غوث، قطب، ابدال اور قلندر حاضر ہوتے اور اپنی روحانی منازل کی تکمیل کرتے رہے ہیں۔

آپ کی تبلیغ کے بارے میں مفتی غلام سرور کا بیان ہے کہ:

"انہوں (حضرت مخدوم علی ہجویریؒ) نے لاہور میں آکر ہنگامۂ فضیلت و مشیخت گرم کیا۔ دن کو طالب علموں کی تدریس اور رات کو طالبانِ حق کی تلقین ہوتی۔ ہزاروں جاہل ان کے ذریعہ سے عالم۔

[1] سوانح حضرت داتا گنج بخشؒ

ہزاروں کافر مسلمان، ہزاروں گمراہ رو بہ راہ، ہزاروں دیوانے صاحبِ عقل و ہوش، ہزاروں ناقص کامل اور ہزاروں فاسق نیکوکار بن گئے۔ تمام زمانے نے ان کی غلامی کو اپنا فخر تصور کیا۔ اس وقت لاہور مرجع علماء و فضلا تھا۔ دُور دُور سے شیخ حضرت کی خدمت میں آکر بہرہ یاب ہوتے۔" [1]

حضرت مخدوم علی ہجویریؒ اسلام کے پہلے مبلغ نہ تھے بلکہ آپ سے پہلے یہاں اسلام پہنچ چکا تھا، اور بہت سے غیر مسلم حلقہ بگوش اسلام ہو چکے تھے لیکن پھر بھی آپ کے زمانے میں لاہور میں ہندوؤں کا بہت زیادہ زور تھا۔ اس لیے تبلیغِ دین کے سلسلے کو جاری رکھنے کے لیے آپ کو بے شمار تکالیف اور مصائب کو برداشت کرنا پڑا۔ بلکہ لاہور میں دینِ مصطفےٰ کی شمع کو دوبالا کرنے کا سہرا آپ کے سر پر ہے۔

حضرت علی ہجویریؒ کی دوبارہ لاہور میں تشریف آوری

آپ لاہور میں دو بار تشریف لائے۔ پہلی بار ۱۰۳۴ء میں آئے اور یہاں ۲۱ سال سے کچھ عرصہ زائد گزارنے کے بعد واپس اپنے مُرشد کے پاس گاؤں بیت الجن جو شام میں دمشق کے قریب واقع تھا گئے اور آپ کی موجودگی میں آپ کے مُرشد کا انتقال ۴۵۳ھ [2] میں ہُوا۔ ان کے وصال کے بعد آپ دوبارہ لاہور تشریف لائے اور علم و عرفان کے دریا بہانے میں مصروف ہو گئے۔

حضرت علی ہجویریؒ کی تصنیفات

ذاتِ خداوندی نے آپ کو علوم ظاہری اور باطنی سے بہت نوازا تھا اور خاص کر اللہ تعالیٰ نے دینِ اسلام کے اسرار و رموز عطا فرمائے جو بہت کم اولیاء کو نصیب

---

[1] آفتاب ہجویرؒ ، [2] خزینۃ الاصفیاء

ہُوئے۔ پھر اس کے ساتھ ساتھ آپ نے حصولِ علم کے لیے جو سیر و سیاحت کی، اس سے آپ کو بے حد مشاہدات کا حصول ہُوا۔ چنانچہ آپ نے مخلوقِ خدا کو راہِ راست پر لانے کی خاطر اور طالبانِ معرفت کی راہ نمائی کے لیے چند گراں قدر کُتب تصنیف کیں جن میں سے کشف المحجوب خاص طور پر قابلِ ذکر ہے۔ آپ کی تصانیف میں شریعت اور علم و عرفان کا سمندر موجزن ہے۔ اہلِ نظر کو آپ کی کتب سے تلاشِ حق کی منزل کو پانے میں راہنمائی حاصل ہُوئی۔ اس لیے کہا جاتا ہے کہ جس صوفی کو کوئی ظاہر مُرشد کی راہنمائی نہ مل سکے تو وہ آپ کی کتب کا مطالعہ کرے تو راہِ حق مل جاتا ہے۔ آپ نے سب سے پہلی تصنیف ۱۲ سال کی عمر میں لکھّی۔ آپ نے جو کُتب لکھیں، ان کا خاکہ حسبِ ذیل ہے۔

۱۔ **دیوانِ شعر** : یہ آپ کی سب سے پہلی تصنیف تھی۔ یہ دیوان صُوفیانہ اور عارفانہ کلام پر مبنی تھا۔ اس کی نسبت وہ خود ہی لکھتے ہیں کہ ایک شخص نے پڑھنے کے لیے لیا۔ ایک ہی نُسخہ میرے پاس تھا، وہ دے دیا۔ اس غارت گر نے دیوان میں جہاں میرا نام آتا تھا، اپنا نام لکھ دیا اور میری ساری محنت ضائع کر دی۔

۲۔ **منہاج الدین** : یہ آپ کی دُوسری تصنیف ہے، لیکن اس کا حشر بھی پہلی تصنیف ہی کی طرح ہُوا۔ یہ کتاب طریقِ تصوف کے بیان میں تھی اس میں اصحابِ صُفّہ کے مناقب تفصیل سے بیان کیے گئے تھے۔ اس کے علاوہ کتاب میں حضرت الحسین بن منصُور حلاج کے احوال کی ابتدا اور انتہا کو بیان کیا گیا۔

۳۔ **البیان لاہل العیان** : یہ آپ کی تیسری کتاب تھی اسس میں اہلِ دنیا اور دُنیا داری کی ناپائیداری پر روشنی ڈالی گئی ہے اور جن لوگوں کو معرفت حاصل ہوتی ہے وہ دُنیا کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔

۴۔ **اسرار الخرق والمؤنیات** : یہ کتاب شیخ و مرید کے باب میں لکھی گئی ہے چنانچہ اسس کا ذکر بھی آپ نے کشف المحجوب میں اس موقع پر کیا ہے جہاں شیخ

کے آداب و فضائل کا بیان ہے۔

۵۔ **بحر القلوب** : یہ کتاب بھی ناپید ہے لیکن اس کا ذکر آپ نے کشف المحجوب میں کیا ہے۔ اس کتاب میں باب جمع میں ایک طویل فصل بیان کی ہے۔

۶۔ **کتاب فنا و بقا** : بچپنے اور علمی ناپختگی کے دور میں لکھی گئی۔

۷۔ **بالرعایت بحقوق اللہ** : یہ آپ کی ساتویں کتاب ہے اس میں مسئلہ توحید پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کے ان حقوق کو بھی بیان کیا گیا ہے جو بندوں پر عائد ہوتے ہیں اور جو لوگ کئی خداؤں کو مانتے ہیں ان کا قوی دلائل سے ردّ کیا ہے۔ یہ کتاب بھی نایاب ہے۔

۸۔ **کشف الاسرار** : یہ ایک چھوٹی سی کتاب ہے، لیکن تصوف اور معرفت کے نکات و رموز سے مالا مال ہے۔ اس کتاب کا ایک ایک نکتہ کئی کئی صفحات کی تشریح کا محتاج ہے۔ یہ کتاب لاہور میں لکھی گئی۔

۹۔ **شرح کلام** : یہ کتاب حضرت حسین بن منصور حلاج کے کلام کی شرح پر لکھی گئی تھی جس میں منصور کے کلام کے باطنی نقاط پر روشنی ڈالی گئی، لیکن یہ بھی ناپید ہے۔

۱۰۔ **کشف المحجوب** : یہ تصوف کے موضوع پر آپ کی ایک معرکتہ الآرا کتاب ہے جو ہر دور میں مقبول عام ہے۔ آپ کی تمام تصانیف سے یہی ایک تصنیف ایسی ہے جو ضخیم ہے اور عام ملتی ہے۔ کشف المحجوب میں تصوّف و معرفت کا کوئی ایسا پہلو نہیں جو نظر انداز کیا گیا ہو۔ یہ کتاب گم گشتگانِ راہِ ضلالت کے لیے ایک چراغِ ہدایت ہے۔ اصل کتاب فارسی میں ہے۔ مگر اب اس کے اُردو میں اور دنیا کی مختلف زبانوں میں تراجم چھپ چکے ہیں۔ اس کتاب کو آپ نے اپنے وطن میں لکھنا شروع کیا لیکن جب آپ لاہور آئے تو اسے ساتھ لے آئے اور لاہور میں اس کی تکمیل کی اور زیادہ حصّہ لاہور میں تصنیف شدہ ہے کیونکہ اسی کتاب میں لکھا ہے کہ یہ کتاب حضرت ابوسعید ہجویری جو آپ کے ساتھ آئے تھے، کے کہنے پر لکھی گئی تھی۔ یہ کتاب تصوّف کے موضوع

پر ایک نادر خزانے کی حیثیت رکھتی ہے۔

حضرت علی ہجویریؒ کی شاعری

آپ نے عشقِ الٰہی کے غلبہ میں آکر کئی اشعار کہے جو حقیقت اور معرفت سے لبریز تھے۔ آپ کی شاعری پر مشتمل دو کتب تھیں۔ ایک دیوان شعر اور دوسرا رسالہ کشف اسرار ان میں پہلی کتاب تو ناپید ہے اور دوسری کتاب ملتی ہے۔

کشف الاسرار میں بھی آپ نے اپنے دیوان کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ "میں نے بہت سے شعر کہے ہیں۔ بلکہ ایک دیوان بھی تیار کیا ہے جو دیکھنے والوں کی نظر میں بہت پسند اور مرغوب ہوا ہے۔"

شاعری میں آپ نے کسی سے اصلاح نہیں لی۔ اور نہ تکلف اور غور اور تصنع اور دماغ سوزی کو شاعری میں دخل دیا ہے۔ بلکہ بے ساختہ جو کچھ زبان پر آیا ہے۔ اور یادِ الٰہی نے جس قسم کی تڑپ دل میں پیدا کی ہے۔ ویسے ہی اشعار موزوں ہوتے گئے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

" اے مرید! میں ہر روز یار کے دیدار کو جاتا ہوں۔ اور وہ کبھی کبھی مجھے جلوہ بھی دکھاتا ہے۔ اور میں نے اپنے دیوان کو اسی حالت میں کہا ہے کہ جب یار کا منہ دیکھا۔ جو کچھ بے اختیار منہ سے بغیر کسی فکر کے نکلتا گیا دیوان بن گیا۔"

نمونے کے طور پر آپ کی ایک غزل کے چند اشعار درج کیئے جاتے ہیں:

اشتیاقت روز و شب دارم دلا!	عشق تو دارم نہاں و برملا
جاں بخواہم داد اندر کوئے تو	گر مرا آزار آید یا بلا۔
سوزِ تو دارم میان جان و دل	میدہم از عشق تو ہر سو صدا
یا خداوندا رقیباں را	مست دریافت بگرداں یارمرا

حضرت داتا گنج بخشؒ کے ارشاداتِ عالیہ

اللہ کے محبوب بندوں کی زبان سے نکلے ہُوئے الفاظ عوام الناس اور طالبانِ حق و صداقت کے لیے مشعلِ راہ ہوتے ہیں کیونکہ وہ حکمت اور معرفت سے بھرپور ہوتے ہیں۔ حضرت علی ہجویری اللہ کے نہایت ہی برگزیدہ اور محبوب اولیا سے ہیں۔ ان کی زبانِ مبارک سے نکلا ہوا لفظ ہمارے لیے نہایت ہی قیمتی سرمایہ ہے۔ اگر کوئی مسلمان آپ کے ارشادات پر عمل کرنے لگ جائے تو ایک نہ ایک دن اسے ضرور حق و صداقت کا راستہ مل جائے گا۔ آپ کے چند ارشاداتِ عالیہ پیشِ خدمت ہیں۔

۱۔ آپ فرماتے ہیں: دس چیزیں دس چیزوں کو کھا جاتی ہیں:
۱۔ توبہ گناہ کو۔ ۲۔ جھُوٹ رزق کو، ۳۔ غیبت عمل کو۔ ۴۔ غم عمر کو۔ ۵۔ صدقہ بلا کو ۶۔ غصہ عقل کو۔ ۷۔ پشیمانی سخاوت کو۔ ۸۔ تکبر علم کو۔ ۹۔ نیکی بدی کو۔ ۱۰۔ عدل ظلم کو

۲۔ نفس ایک باغی کتّا ہے۔ کتّے کا چمڑہ جب تک دباغت اور رنگ نہ کیا جائے پاک نہیں ہوتا۔

۳۔ تصوّف اور معرفت کے طریقہ کی بُنیاد اور قاعدہ سب ولایت اور اس کے اثبات پر ہے۔

۴۔ غافل اُمراء، کاہل فقراء اور جاہل درویشوں کی صحبت سے پرہیز کرنا، عبادت میں داخل ہے۔

۵۔ عارف کے لیے عالم ہونا ضروری ہے، لیکن ہر عالم عارف نہیں ہوتا۔

۶۔ جب فقیر کو بادشاہ کا قُرب حاصل ہو جاتا ہے تو اس کا سامانِ سفر اور توشۂ آخرت برباد ہو جاتا ہے۔

۷۔ سب نبی ولی ہوتے ہیں مگر ولیوں میں سے کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔

۸۔ اپنے سے غائب ہونا حق کی حضوری ہے اور حق کی حضوری سے اپنی غیبت۔

۹۔ رُوح ایک لطیف شے ہے جو خدائے بزرگ و بلند کے حکم سے آمدورفت رکھتی ہے۔

۱۰۔ تمہارے ہاتھ پاؤں تمہارے دشمن ہیں جب تم مروگے تو یہی ہاتھ کہیں گے کہ فیوچیز کو کیوں چھوا، پاؤں کہیں گے کہ بُری جگہ کیوں گئے اور آنکھیں سوال کریں گی تم نے کیوں بُری نگاہ سے دیکھا۔

۱۱۔ نفس کی مثال شیطان کی ہے اور اس کی مخالفت عبادت کا کمال ہے۔

۱۲۔ صوفی وہ ہے جس کی گفتار و کردار میں فرق نہ ہو اور جو اخلاق کی تہذیب کا کام کرے۔

۱۳۔ بندہ کے لیے سب چیزوں سے زیادہ مشکل خدا کی پہچان ہے۔

۱۴۔ جس کو خدا گمراہ کردے اُس کو کوئی راستہ پر نہیں لاسکتا۔ اور جس کو خدا سیدھی راہ دکھادے اُسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا۔

۱۵۔ خُدا کے راستے کے سالکوں کا پہلا مقام توبہ ہے۔

۱۶۔ مندرجہ ذیل آٹھ کلمات پر عمل پیرا ہونے سے خدا شناسی حاصل ہوتی ہے۔

۱۔ جب نماز ادا کرو تو دل کو قابو میں رکھو۔ ۲۔ نماز با جماعت ادا کرو۔ ۳۔ کسی کے گھر جاؤ تو آنکھ محفوظ رکھو۔ ۴۔ مخلوق خُدا کے پاس آؤ تو زبان کی نگہداشت لازمی امر ہے۔ ۵۔ ربّ العزّت کو فراموش نہ کرو۔ ۶۔ موت کو فراموش نہیں کرنا چاہیے ۷۔ جو کسی کے لیے کرو اُسے بھول جاؤ۔ ۸۔ جو کوئی بدی کرے اسے فراموش کرو۔

۱۷۔ صُوفی وہ ہے جس کے ایک ہاتھ میں قرآن مجید اور دوسرے ہاتھ میں سنتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہو۔

۱۸۔ فقیر کی معرفت (اور آزمائش اور پہچان) کے لیے سیرِ دُنیا سے بہتر کوئی ذریعہ نہیں۔ "قُل سیروا فی الارض"

۱۹۔ نماز ایک ایسی عبادت ہے کہ طالبانِ حق اللہ کی راہ میں ابتدا سے لے کر انتہا تک اس ذریعے سے راستہ پاتے ہیں اور اس میں ان کے مقامات کھلتے ہیں۔

۲۰۔ اولیاء اللہ خدا کے ملک کے والی اور منتظم ہیں۔ آسمان سے بارش ان کے قدموں

کی برکت سے ہوتی ہے۔ زمین سے پیداواران کے احوالوں کی صفائی سے ہوتی ہے۔

۲۱۔ بوڑھوں کو چاہیئے کہ وہ جوانوں کا پاس خاطر کریں۔ کیونکہ اُن کے گناہ بہت کم ہیں۔ اور جوانوں کو چاہیے کہ بوڑھوں کا احترام کریں کیونکہ وہ اُن سے زیادہ عابد اور تجربہ کار ہیں۔

۲۲۔ جس کام میں نفسانی غرض آجائے اس سے برکت اُٹھ جاتی ہے۔ نفس کو اس کی خواہشوں سے دُور رکھنا جنّت کے دروازے کی چابی ہے۔

۲۳۔ غذا کے بغیر چارہ نہیں کیونکہ طبیعتوں کا برقرار رکھنا کھانے اور پینے کے بغیر نہیں ہے لیکن شرطِ مروّت یہ ہے کہ حد سے زیادہ نہ بڑھ جائے۔

۲۴۔ مشاہدۂ حق اولیاء اللہ کے توسلِ عالی سے حاصل ہو سکتا ہے۔

۲۵۔ اگر کسی مزار یا قبرستان کے قریب سے تمہارا گزر ہو تو اُن کے حق میں دُعائے مغفرت کرنی چاہیے تاکہ وہ تمہارے لیے بھی ربّ العزّت کے حضور دُعا گو ہوں۔

۲۶۔ سچ جانو کہ تم ناپاک مٹی کا صرف ایک قطرہ ہو، پھر اس تکبّر و نخوت سے کیا حاصل۔

۲۷۔ اگر کسی کی کھجور کی گٹھلی بھی تیرے پاس ہو تو اس کے حوالے کر دے اور اسے اپنے پاس نہ رکھ۔

۲۸۔ ربّ العزّت کے سوا کسی دوسری چیز میں مشغول نہیں ہونا چاہیے۔

۲۹۔ جب کسی دوست کا راز تجھ پر آشکارا ہو جائے تو اس کا اظہار نہ کر کیونکہ منصور حلاج نے ایک ذرہ برابر کا اظہار کیا تھا اور اس کے بدلے اسے سر دینا پڑ گیا۔

۳۰۔ جو چیز بندے کو خُدا سے دُور اور غائب کرے وہ عزّت نہیں بدترین قِسم کی ذلّت ہے۔

وصالِ مُبارک

فرمانِ خداوندی ہے کہ ہر نفس نے موت کا مزا چکھنا ہے کیونکہ دستورِ الٰہی نہیں

بدلتا۔ ہر نبی اور ولی کو اس دارِفانی سے کُوچ کرنا پڑا۔ آخر اللہ کے اس ولی کامل پر بھی وہ وقت آ گیا جب کہ رُوح اس جسدِ خاکی سے بے نیاز ہو کر بارگاہِ رب العزت میں نیاز مند ہو گئی۔ جب آپ کا آخری وقت آیا تو آپ بیمار ہوئے اور چند روز بیمار رہنے کے بعد آپ کا اپنے حجرے میں وصال ہو گیا۔ آپ کے وصال کے موقع پر شیخ احمد ہندی اور کچھ دُوسرے عقیدت مند آپ کی خدمت میں حاضر تھے۔ آپکے عقیدتمندوں نے آپ کی تجہیز و تکفین کی اور اس روز اس دھرتی کو آپکے اسودہ خاک ہونے کا شرف حاصل ہُوا۔ فضلِ ربی سے انعام یافتہ اللہ کا ولی در پردہ ہو کر خلقِ خدا کو فیض رسانی پر مامور ہو گیا۔ حضرت علی ہجویریؒ نے ۶۵ سال کی عمر پا کر ۴۶۵ھ میں اس دارِفانی سے کوچ کیا۔ آپ کی تاریخ وصال ۲۰ صفر بیان کی جاتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب لیکن کئی مورخین نے آپ کی اس تاریخ وصال سے اختلاف کیا ہے۔

مزارِ اقدس

آپ کا مزارِ اقدس لاہور میں بھاٹی دروازہ کے بیرون غربی جانب ہے اور آپ کا دربار پاک و ہند میں بہت مشہور ہے۔ آپکا مزار سب سے پہلے سلطان محمود غزنوی کے خاندان میں سے ظہیر الدولہ سلطان ابراہیم بن سلطان مسعود غزنوی نے صرفِ کثیر سے بنوایا تھا۔ اس کے بعد شاہانِ مغلیہ نے بھی مزارِ اقدس کی توسیع میں تھوڑا سا حصّہ لیا۔ مزارِ اقدس کی مسجد کو گلزار شاہ نامی ایک مخیر شخص نے زرِکثیر سے تعمیر کرایا۔

آپ کے مزارِ اقدس پر رات دن بے شمار حضرات حاضری دیتے ہیں۔ آپ نہ صرف عام لوگوں میں محبوب رہے ہیں بلکہ آپ کے دربار پر تقریباً ہر حاکم وقت حاضر ہوا۔ اسکے علاوہ بے شمار اولیاء کرام نے آپ کے مزارِ اقدس پر حاضری دی ہے۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ نے آپ کے قدموں میں اعتکاف کیا اور فیوض و برکات کو پایا۔ انھوں نے آپ کو گنج بخش کے نام سے یاد کیا جو بعد میں ہر خاص و عام میں مقبول ہُوا۔

علامہ اقبال کا نذرانۂ عقیدت

سید ہجویر مخدوم امم   مرقدِ او پیرِ سنجر را حرم

بند ہائے کوہسار آساں گسیخت — در زمینِ ہند تخم سجدہ ریخت
عہدِ فاروق از جمالش تازہ شد — حق ز حرف او بلند آوازہ شد
پاسبانِ عزتِ اُمّ الکتاب — از نگاہش خانۂ باطل خراب
خاکِ پنجاب از دمِ او زندہ گشت — صبحِ ما از مہرِ او تابندہ گشت
عاشق و ہم قاصدِ طیارِ عشق — از جبینش آشکار اسرارِ عشق

حضرت شیخ ابوسعید لاہوریؒ

آپ حضرت داتا گنج بخشؒ کے زمانے کے بزرگ تھے اور کشف المحجوب میں کئی مقامات پر حضرت داتا گنج بخشؒ نے آپ کو مخاطب کیا ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ہے کہ کشف المحجوب جیسی عظیم کتاب حضرت ابوسعیدؒ کے سوالات کی وجہ سے لکھی گئی۔ آپ کے بارے میں حضرت داتا صاحب تحریر کرتے ہیں کہ میں تمھاری درخواست کے مطابق مستعد ہو گیا اور اس کتاب سے تمھارا مقصود پورا کرنے کے لیے پختہ ارادہ کر لیا اس کا مقصد یہ ہے کہ تم نے مجھے سوال کے قابل سمجھا اور اپنے واقعہ کے متعلق مجھ سے پوچھا اور اس کتاب کی تالیف کی درخواست کی کیونکہ تمھارا مطلب اس سے فائدہ حاصل کرنا تھا لہٰذا تمھارے سوال کا حق ادا کرنا مجھ پر واجب ہو گیا اس لیے میں نے کتاب لکھ کر تمھاری مراد پوری کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا اور اس کا نام کشف المحجوب رکھا آگے چل کر پھر فرماتے ہیں۔ " سائل ابوسعید ہجویریؒ نے سوال کیا کہ از راہِ کرم مطلع فرمائیں۔ کہ راہِ تصوف کیا ہے اس راہ پر چلنے والوں کو کون کون سی منازل اور مقامات سے گزرنا پڑتا ہے اور ہر مقام کی کیفیت کیا ہے؟ اہل تصوف کے مختلف مذاہب کی تفصیل کیا ہے؟ تصوف کے رموز و اشارات کیا ہیں؟ خداوند قدوس سے محبت کا مقام کیونکر حاصل ہوتا ہے اور لوگوں میں محبت کا جذبہ کیسے پیدا ہوتا ہے؟ خدائے وحدہٗ لاشریک کی حقیقت و ماہیت تک عقل انسان کی رسائی کیوں نہیں؟ نفس امارہ کی اصلاح کے کیا طریقے ہیں

اور لوگ حقیقت سے آگاہی کے بعد اس طرف کیوں نہیں آتے ؟ جو لوگ حقیقت پا لیتے ہیں ان کی روح کو تسکین کیسے نصیب ہوتی ہے اور دوسرے متعلقہ امور میں ان سب کا بیان کیجیے۔ ایک اور مقام پر حضرت داتا گنج بخش فرماتے ہیں۔ کہ " میں تم پر قربان جاؤں۔ علم اور عمل کو جب تک یکجا نہ کریں تو علم پاکیزہ و صاف نہیں ہوتا اور نہ اس کے حاصل کرنے والے کی زندگی میں خلوص پیدا ہو سکتا ہے "

حضرت ابو سعید ہجویریؒ جن کی رہنمائی کے لیے حضرت داتا صاحبؒ نے کشف المحجوب لکھی ہے ان کا نام کتاب مذکور میں ہر جگہ انتہائی محبت اور پیار سے کیا گیا ہے۔ کتاب کے آخر میں فرماتے ہیں۔

" اور ابو سعید ہجویریؒ تجھے اور اس کتاب کا مطالعہ کرنے والے دوسرے لوگوں کو وصیت کرتا ہوں۔ کہ اس کتاب میں جن احکام خداوندی پر زور دیا گیا ہے ان کی ہمیشہ تکمیل کرتے رہو اور ہمت و توفیق عطا کرنا تو پروردگارِ عالم کے اختیار میں ہے۔

آپ کی قبر بھی حضرت داتا گنج بخش کے مزار اقدس کے دوسری طرف ہے۔ حضرت داتا گنج بخش۔ حضرت شیخ احمد حمادی سرخسی اور حضرت شیخ ابو سعید ہجویری کی قبور ایک تہہ خانہ میں ہیں۔ موجودہ گنبد کے نیچے ان کے نشانات ہیں۔

حضرت شیخ احمد حمادی سرخسیؒ

حضرت سید علی ہجویری المعروف بہ حضرت داتا گنج بخشؒ لاہوری کے مزار پُر انوار کے ساتھ سبز گنبد کے نیچے آپ کی چھوٹی سی قبر ہے۔ آپ سرخس کے رہنے والے اور حضرت داتا گنج بخشؒ کے رفیقِ خاص تھے بلادِ اسلامیہ کی سیر و سیاحت اور قیام لاہور کے دوران آپ کے ساتھ رہے۔ سرخس خراسان کا قدیم شہر ہے جو نیشاپور اور مرو کے درمیان واقع ہے۔ یہ شہر شیخ صالح لقمان سرخسی کی طرف منسوب ہے۔ ابنِ بطوطہ نے اس کا ذکر اپنی کتاب میں کیا ہے جب کہ وہ وہاں گیا تھا۔

شیخ احمد حمادی ماوراالنہر کے سفر میں حضرت داتا گنج بخش کے ہمراہ تھے آپ نے اس سے پوچھا کہ تم نکاح کیوں نہیں کرتے۔ انھوں نے عرض کی کہ اس کی چنداں ضرورت نہیں ہوتی۔ جب ان سے دریافت کیا گیا کہ اس کی کیا وجہ ہے تو اس کا جواب شیخ احمد نے یہ دیا کہ "میں اپنے زمانے میں یا تو اپنے آپ سے غائب ہوتا ہوں یا حاضر۔ جب غائب ہوتا ہوں تو دونوں جہانوں کی مجھے خبر نہیں ہوتی اور جب حاضر ہوتا ہوں تو اپنے نفس کو اس حالت میں رکھتا ہوں کہ ایک روٹی کو ہزار حوروں سے بہتر سمجھتا ہوں۔" ایک دوسرا واقعہ صاحب کشف المحجوب یوں تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے ایک واقعہ دریافت کیا کہ تیری توبہ کس طرح ہوئی تو آپ نے جواب دیا کہ ایک دفعہ میں سرخس سے باہر جنگلوں میں چلا گیا اور ایک عرصہ تک وہاں اپنے اونٹوں کے ساتھ رہا۔ میری عادت تھی کہ جس دن میں کسی مسافر کو اپنے حصّہ کا کھانا کھلا دیا کرتا تھا وہ دن میرے لیے خوشی کا باعث ہوتا تھا۔ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ ایک شیر آیا اور میرے اونٹ کو مار کر بلندی پر جا بیٹھا اور چیخ ماری اس گرج سے اِرد گرد کے درندے از قسم بھیڑیے۔ لومڑ اور گیدڑ وغیرہ آگئے۔ ان کے آنے پر شیر نے اونٹ کو پھاڑ ڈالا اور پھر دوبارہ بلندی پر جا بیٹھا اب تمام جانور اونٹ کا گوشت مزے لے لے کر کھانے لگے جب وہ سب سیر ہو کر چلے گئے تو شیر نیچے اُترا کہ وہ بھی کچھ کھالے کہ اتنے میں ایک لنگڑی لومڑی نظر آئی جو اس طرف کو آرہی تھی۔ شیر واپس چلا گیا جب وہ بھی کھا کر چلی گئی تو شیر آگیا اور اس نے بھی تھوڑا سا گوشت کھایا۔ مَیں دُور سے یہ سب کچھ دیکھتا رہا۔ شیر میرے پاس آیا اور ایما ئے ربّانی سے یوں گویا ہوا۔ اے احمد۔ لقموں کا ایثار کرنا بھی کوئی ایثار ہے۔ اگر مرد ہے تو اپنی جان کی بھی پرواہ نہ کر۔ لقموں کا ایثار تو حیوان بھی کر سکتے ہیں۔ تو انسان ہے تجھے لائق ہے کہ اپنے ایثار میں انسانیت کا ثبوت دے۔ احمد حماد سرخسیؒ فرماتے ہیں کہ جب مَیں نے شیر کی باتیں سنیں تو مجھ پر ایثار کے اسرار کھلے اور مَیں نے دُنیا کے تمام معاملات سے توبہ کر لی اور یہی میری زندگی کا ابتدائی دن تھا۔

حضرت شیخ حسام الدین لاہوریؒ

حضرت داتا گنج بخش لاہوری کے رسالہ کشف الاسرار میں ایک قدیم لاہوری بزرگ شیخ حسام الدین کا ذکر ملتا ہے جو حضرت سید علی ہجویریؒ کے لاہور آنے سے قبل ہی لاہور میں رشد و ہدایت اور تلقین و ارشاد میں مشغول تھے حضرت داتا گنج بخش بیان کرتے ہیں کہ شیخ حسام الدین ایک پاک طینت بزرگ تھے۔ انھوں نے بعمر ۸۰ سال لاہور میں وصال فرمایا ان کی بیماری کے آخری دن ان کی عیادت کے لیے گیا تو ان پر نزع کا عالم طاری تھا۔ مجھے دیکھ کر کہا کہ اے میری جان دعا کرو کہ میرا انجام بخیر ہو۔ جس وقت وہ آخری سانس لے رہے تھے تو میں ان کے منہ کے قریب اپنے کان لے گیا۔ اس وقت ان کی زبان پر یہ الفاظ جاری تھے۔ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ وَ اَنَا عَبْدُكَ (اے میرے رب تو میرا رب ہے اور میں تیرا بندہ ہوں۔

میں نے ان سے عرض کی کہ اے شیخ میرے حق میں دعائے خیر فرمائیں تو انھوں نے فرمایا کہ اے علی۔ کسی کا دل نہ دکھانا اور کوشش کرنا کہ تجھ سے ناراض نہ ہو جس قدر ممکن ہو۔ لوگوں کے ساتھ احسان سے پیش آنا۔ مگر باوجود اس بات کے بھی کسی کو اپنا دوست نہ سمجھنا نیز اپنے علم کو ضائع نہ کرنا بلکہ اس سے کام لینا۔ مال اور اولاد کو اپنے لیے فتنہ سمجھنا کیونکہ اللہ کریم قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ اِنَّمَا اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ (تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہارے لیے فتنہ ہیں) میری حالت سے عبرت حاصل کر۔ اس وقت میری جان نکل رہی ہے مگر نہ میرا بیٹا میری مدد کر سکتا ہے اور نہ بیوی اور رشتہ دار کام آ سکتے ہیں جو کچھ میں نے اپنی زندگی میں کیا ہے وہی میرا توشہ ہے اور وہی میرے آگے میرے کام آئے گا۔ دوسری جگہ تحریر ہے۔

ایک بار مجھ سے شیخ صاحب مذکور نے کہا کہ ماں باپ کا مرتبہ نہایت بلند ہے۔ اگر کوئی مصیبت میں گرفتار ہو تو وہ اپنے ماں باپ کی قبر پر جا کر دعا مانگے تو اللہ ان کی مشکل آسان کر دیتا ہے۔ نیز میں نے ان سے سنا ہے کہ نفس کافر ہے اور حسب ذیل باتوں کے سوا نہیں مرتا۔ (۱) حق کی مدد۔ (۲) خاموشی (۳) بھوک۔ (۴) تنہائی۔ (۵) خلق کے میل جول کو ترک کرنا۔ (۶) ہر وقت خلوت میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا۔ (کشف الاسرار)

ان تصریحات سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت شیخ حسام الدین نہایت ہی زاہد اور عابد بزرگ تھے جنھوں نے حضرت مخدوم علی ہجویریؒ سے قبل لاہور میں تبلیغ اسلام کا کام کیا۔ وصال کے بعد آپ کو لاہور ہی میں دفن کیا گیا مگر آج ان کی قبر کا نشان نہیں ملتا۔

حضرت شیخ ہندی لاہوریؒ

حضرت سید علی ہجویریؒ کے قیام لاہور کے دوران وہ شخص جو سب سے پہلے آپ کے دست حق پرست پر مسلمان ہوا اس کا نام رائے راجو تھا راجو غزنوی خاندان کے عہد حکومت میں پنجاب کا ایک نامور جوگی تھا جب رائے راجو مشرف بہ اسلام ہوا تو حضرت سید علی ہجویری نے اُن کا نام رائے راجو کی جگہ عبداللہ رکھا اور بعدازاں حضرت عبداللہ شیخ ہندی کے لقب سے مشہور ہوئے۔

خاندان حضرت شیخ ہندی کا قبول اسلام سے قبل ہندو راجپوت سورج بنسی خاندان سے تعلق تھا ان دنوں سورج بنسی خاندان کا لاہور میں بہت عروج تھا۔ اس خاندان کے بیشتر لوگ علم و فن میں یکتا تھے رائے راجو لاہور میں پروان چڑھا اور اس نے اپنے دور کے مذہبی ہندو علوم میں ایک ممتاز مقام پیدا کیا۔ اگرچہ خاندانی خصائل کی بنا پر اس میں بہادرانہ اور شجاعت کی خوبی بدرجہ اتم موجود

تھی لیکن وہ اپنی اس موروثی خصلت کو چھوڑ کر جوگیانہ زندگی میں آگیا۔

قبول اسلام

حضرت شیخ ہندی کے بارے میں روایت ہے کہ جب حضرت داتا گنج بخش تبلیغ اسلام کے لیے لاہور تشریف لائے اور آپ نے قدیم لاہور کی شہری آبادی سے باہر غربی جانب اس جگہ پر قیام کیا جہاں آجکل آپ کا مزار اقدس ہے۔ آپ کی قیام گاہ کے زمانہ میں یہ علاقہ غیر آباد تھا بلکہ ویرانے اور جنگل کی مانند تھا۔ آپ کی قیام گاہ سے تھوڑے سے فاصلے پر ایک جوگی کا ڈیرہ تھا جس کا نام رائے راجو تھا۔ ایک روز کا واقعہ ہے کہ ایک ہندو عورت دودھ کا ایک مٹکا اٹھائے ہوئے آپ کے پاس سے گزری آپ نے اس سے تھوڑا سا دودھ طلب کیا اس ہندو عورت نے دودھ دینے سے انکار کر دیا۔ اور انکار کی وجہ دلیل یہ بیان کی یہ دودھ میں رائے راجو کے لیے لے جا رہی ہوں اگر ہم نے اسے دودھ نہ دیا تو ہماری بھینسوں کے تھنوں سے دودھ کی بجائے خون آنا شروع ہو جائے گا کیوں کہ رائے راجو بہت بڑا جوگی ہے اور بڑی طاقت والا ہے اس پر حضرت داتا گنج بخش مسکرائے اور فرمایا کہ بڑی طاقت والا تو اللہ ہے جاؤ آج دودھ اللہ کی راہ میں مجھے دے دو اللہ تعالیٰ تمہاری بھینسوں کے دودھ کو لہو بننے سے ضرور بچائے گا۔ ہندو عورت آپ کی بات پر مائل ہوگئی اور دودھ آپ کی خدمت میں پیش کر کے واپس چلی گئی اگلے روز جب انھوں نے دودھ دوہا تو اس میں بہت زیادہ اضافہ ہوا بلکہ دودھ کی مقدار اس قدر زیادہ ہوگئی کہ ان کے گھر کے سارے برتن دودھ سے بھر گئے لیکن پھر بھی پتانوں میں ابھی دودھ باقی تھا۔ اس واقعہ کے پیش نظر وہ ہندو عورت پھر آپ کی خدمت میں دودھ لے کر حاضر ہوئی اور دودھ میں اضافے کا ذکر کیا اس واقعہ کو سن کر گرد و نواح کے وہ گوالے جو جوگی کو دودھ دیا کرتے تھے انھوں نے بھی جوگی کو دودھ دینا بند کر دیا اور اپنے مویشوں کے دودھ کا کچھ حصہ حضرت داتا گنج بخش کی خدمت میں

پیش کرنا شروع کر دیا۔ آپ کی اس کرامت کی شہرت دور و نزدیک پھیل گئی جس سے آپ کے عقیدت مندوں میں اضافہ ہونے لگا اور جوگی کی شہرت اور عزت ماند پڑ گئی اس پر جوگی کے دل میں حاسدانہ جذبات بھڑک اٹھے اور بڑا آگ بگولا ہوا کہ اس فقیر نے کیا کر دیا ہے۔ غصے کی حالت میں اپنے ایک قریبی چیلے کو معلومات حاصل کرنے کے لیے آپ کی خدمت میں بھیجا مگر کافی دیر تک وہ واپس نہ آیا پھر آگے پیچھے کئی چیلوں کو بھیجا جو حضرت کے پاس آتا وہ حضرت کا ہو کر وہیں بیٹھ جاتا آخر رائے راجو خود آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اگر واقعی آپ اللہ تعالیٰ کے فقیر ہیں تو کوئی کرامت دکھاؤ تو آپ نے جواب دیا کہ میں کوئی شعبدہ گر نہیں بلکہ اللہ کا ایک عاجز بندہ ہوں البتہ تمہیں اپنے کمالات پر ناز ہے تو تمہارے پاس جو کچھ ہے دکھلا دو۔ رائے راجو کا اپنے کمالات دکھلانے کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں پر اس کی فوق الفطرت طاقت رکھنے کا سکہ جم جائے اور لوگ حضرت داتا گنج بخش ؒ کی طرف مائل نہ ہوں بلکہ اسی کے عقیدت مند رہیں۔ آخر وہ بڑے گھمنڈ میں آکر کہنے لگا کہ لو میرا کمال دیکھو اور ہوا میں اڑنے لگا جب وہ اڑتا ہوا کافی بلند ہو گیا تو حضرت داتا گنج بخش ؒ نے اپنے جوتوں کو حکم دیا کہ جاؤ جوگی کو مالش کرتے ہوئے واپس لے آؤ جوتے اوپر جا کر جوگی کے سر پر پڑنے لگے جس کی وجہ سے وہ زمین پر آگیا جب جوگی کا تمام علم اور جادو بے اثر ہو گیا تو حضرت داتا کی توجہ سے اللہ تعالیٰ نے جوگی کو وہ بصیرت عطا فرمائی جس سے وہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ کا مقام و مرتبہ دیکھ سکے تو جب حجاب اٹھ گیا تو جوگی فوراً آپ کی بزرگی کا اعتراف کرتے ہوئے آپ کے قدموں میں گر پڑا۔ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ کے لطف و کرم سے حق تعالیٰ نے جوگی کو توفیق توبہ عطا فرمائی اور حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ نے یک ہی نگاہ التفات سے اس کے ظاہر و باطن میں انقلاب برپا کر دیا۔ نورِ اسلام کی ضیاء پاشی سے اس کا قلب منور ہو گیا اور وہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ کا صدقِ دل سے گرویدہ و معتقد ہو گیا اور برضا و رغبت حضرت کے دستِ حق پرست پر مشرف بہ اسلام ہوا۔ چنانچہ

حضرت نے اسے اپنی بیعت میں لے لیا اور اُسے صراطِ مستقیم پر گامزن کر دیا۔

رائے راجو سے شیخ ہندی مشرف باسلام اور حضرت داتا گنج بخش کی مریدی اختیار کرنے کے بعد شیخ ہندیؒ نے آپ کی صحبت اور خدمت کا راستہ اختیار کر لیا۔ پھر تھوڑے ہی عرصہ میں شیخ ہندی نے حضرت داتا گنج بخشؒ سے دین اسلام کی تعلیم حاصل کی اور ساتھ ہی ساتھ حضرت کی توجہ سے باطنی منازل طے کیں بڑھاپے کے باوجود از حد عبادت و ریاضت کی جس سے حضرت داتا گنج بخش صاحب رحمہ اللہ نے حضرت شیخ ہندی رحمہ اللہ کو اپنے قرب میں ایک خاص مقام عطا فرمایا اور ان کی بقیہ زندگی اپنے ہادی و راہنما کی خدمت اور اللہ تعالیٰ کی یاد میں گزری۔ وہ اپنے پیر و مرشد کے چشمۂ علم و عرفان سے سیراب ہوتے رہے اور حضرت کے فیوض و برکات اپنے دامن میں سمیٹتے رہے جب آپ ہر طرح سے شریعت اور طریقت میں کامل ہو گئے تو حضرت داتا گنج بخشؒ نے آپ کو اپنا جانشین بنا دیا اور نیابت کے اعزاز سے سرفراز کیا۔

فریضہ تبلیغ حضرت شیخ ہندی رحمہ اللہ نے اپنے مرشدِ کامل کے واصل بحق ہو جانے کے بعد بھی ان کے مشن کو جاری رکھا۔ بے شمار غیر مسلموں کو راہِ ہدایت دکھائی اور قسم قسم کے خداؤں کی بجائے ایک ہی معبودِ حقیقی کے آگے سر بسجود ہونے کی تلقین فرماتے رہے۔ آپ نے کثیر تعداد میں غیر مسلموں کو دائرۂ اسلام میں داخل کیا اور اس ظلمت کدہ کفر میں شمع توحید و رسالت فروزاں رکھی۔

حضرت داتا گنج بخش رحمہ اللہ نے جب مسجد تعمیر کی تو حضرت شیخ ہندی رحمہ اللہ نے بھی اس تعمیر میں حصّہ لیا اور بعد میں مسجد سے ملحق دو حجرے بھی تعمیر کیے۔ حضرت داتا صاحب رحمہ اللہ کے وصال کے بعد اس مسجد کی امامت کے فرائض ادا کرتے رہے اور مسندِ گنج بخش پر جلوہ افروز ہو کر طالبانِ حق کو رشد و ہدایت کی تعلیم فرماتے رہے۔

شادی اور اولاد آپ نے ضعیف العمری میں حضرت داتا گنج بخش کے ارشاد کے مطابق شادی کی اور پھر انہی کی دعا سے اولاد نرینہ عطا ہوئی جن سے حضرت شیخ ہندیؒ کی نسل کا سلسلہ آگے چلا اور موجودہ سجادہ نشین حضرات انہی کی اولاد سے ہیں۔ جن میں صاحبزادہ ابوالعاصم محمد سلیم حماد صاحب کا نام قابل ذکر ہے کہا جاتا ہے کہ بارہ پشت تک ایک ہی اولادِ نرینہ اس خانوادہ کا مقدر بنی رہی۔ آخر کار بعہد جلال الدین اکبر حضرت شیخ لطیف اللہ رحمہ اللہ اور خاندان کے دیگر افراد نے حضرت داتا گنج بخش رحمہ اللہ کے مزار پر اولاد کے سلسلہ میں خیر کثیر کے لیے خصوصی استدعا کی تو حضرت داتا صاحب رحمہ اللہ کے طفیل اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی اور خانوادہ حضرت شیخ ہندی رحمہ اللہ میں بتدریج اضافہ شروع ہوا۔

ارشادات عالیہ حضرت شیخ ہندیؒ کے چند ارشادات عالیہ حسب ذیل ہیں۔

۱ ● حصول توحید کا زینہ محبتِ رسول ہے۔

۲ ● موت اُن کو آتی ہے جو عشقِ حق سے بے بہرہ ہوں۔

۳ ● صرف وہی لوگ آپس میں بھائی بھائی ہو سکتے ہیں جو ایک ہی محبوب حقیقی کی محبت سے سرشار ہوں۔

۴ ● نفرت فقراء کے قریب نہیں جاتی اور محبت کبھی اُن سے جُدا نہیں ہوتی۔

۵ ● ہر وہ عمل جس سے توحید کا پرچار ہو جہاد ہے۔

۶ ● زندگی کے جسم میں خدمتِ خلق خون کی مانند اور خدمتِ مرشد بمنزلہ روح ہے۔

۷ ● بے شک مرشدِ کامل ہی مرید کے لیے ہر درد کا درمان ہے۔

۸ ● دشمن خدا کے سامنے سر اُٹھا کے چلو مگر بندگانِ خدا کے حضور عقیدت کے نذرانے پیش کرو۔

۹ ● مزارات اولیاء حق کے گلستان ہیں جن سے گلہائے توحید کی خوشبوئیں

اُٹھتی رہتی ہیں۔

۱۰ ● انبیاء کی معصومیت ہی توحیدِ حق کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

۱۱ ● عورت کو عزت دو کہ وہ تمہاری نسلوں کی امین ہے۔

۱۲ ● قرآنِ کریم اور اقوالِ رسولؐ ہی اعمالِ مومن کی بنیاد ہیں۔

وصال حضرت شیخ ہندی حضرت داتا گنج بخشؒ کے وصال کے کافی عرصہ بعد تک زندہ رہے آخر ۱۲۰ سال کی عمر میں ان کا انتقال ہوا اور انھیں داتا گنج بخش کے مزار اقدس کے قریب شرق رویہ دفن کیا گیا۔

مزار اقدس موجودہ حالت میں حضرت شیخ ہندیؒ کی قبر داتا گنج بخشؒ کے گنبد کے باہر خواتین کے حصہ میں واقع ہے۔ تعویز مبارک زمین سے تھوڑا سا بلند ہے۔ جس پر عرس کے موقعہ پر سبز رنگ کا غلاف ڈال دیا جاتا ہے۔

حضرت عزیز الدین پیر مکیؒ جنیدیؒ

حضرت عزیز الدین پیر مکیؒ لاہور کے قدیم اکابر اولیاء سے ہیں، اللہ کے اس ولی کو جو کچھ ملا وہ خانۂ خدا سے مِلا۔ اللہ کے اس محبوب بندے نے بارہ سال خانۂ خدا میں سجدہ ریزیوں میں گزارے۔ صبر و شکر سے کام لیا۔ شب سحری میں اللہ کے حضور گریہ زاریاں کیں۔ دن رات یادِ الٰہی میں بسر کر دیے۔ آخر ایک روز ندائے غیبی سے اشارہ ہُوا کہ جا تُو میرا دوست ہے اور میں تیرا دوست ہُوں۔ تُو میرے دَر پر جھکا رہا جا اب دُنیا تیرے دَر پر جھکے گی۔ تُو میرے محبوب کا شیدائی جا دُنیا تیری شیدائی بنے گی، تُو نے میرا نام وِردِ زبان کیا جا میں نے تیرا نام دُنیا میں بلند کیا۔ آخر یہ اللہ کا ولی فضلِ باری سے اکمل ہوا۔ یہ وہی فضل خداوندی ہے آج بھی پیر مکیؒ کے دَر پر چشمۂ فیض جاری ہے۔

نام و نسب آپ کا اصل نام عزیز الدین تھا۔ لیکن آپ مکہ میں بارہ سال گزارنے کی وجہ سے پیر مکی مشہور ہوئے۔ آپ کے والد کا نام سید عبداللہ تھا۔ سید عبداللہ واقعی اللہ کا نیک بندہ تھا اور زاہد و عابد تھا۔ آپ کے والد بغداد کے ایک نواحی گاؤں کے رہنے والے تھے۔ حضرت بھی اسی گاؤں میں پیدا ہوئے آپ کے والد ایک ایماندار تاجر تھے۔ سامانِ خورد و نوش کی خرید و فروخت پر گزر اوقات تھی۔ مالی حالت اچھی نہ تھی۔ اسی ماحول میں حضرت عزیز الدین کی پرورش ابتدا میں معمولی دینی تعلیم حاصل کی۔ جب ذرا ہوش سنبھالا تو کاروبار میں والدِ ماجد کی مدد کرنے لگے۔

تلاشِ حق آپ کا بغداد میں تو آنا جانا رہتا تھا۔ ایک روز اللہ کے ایک بندے سے ملاقات ہوئی کہ اس نے آپ کی زندگی کی سوچ کا دھارا بدل دیا۔ اُنہوں نے بتایا کہ بیٹا اگر تجھے خدا مل گیا تو سمجھ دُنیا کی ہر چیز مل سکتی ہے۔ لیکن اگر انسان حصولِ دُنیا کی خاطر اپنی زندگی ضائع کر دے تو پھر رضائے الٰہی کا حصول ممکن نہیں بہتر یہی ہے کہ خدا کو تلاش کر۔ چنانچہ اللہ کے اس بندے کی نصیحت آپ کا کام تمام کر گئی۔ آپ اسی روز سے آخرت کے طالب، حبِ الٰہی کی راہ پر گامزن ہو گئے کیوں کہ یہ فرمانِ خداوندی ہے کہ جو ایمان لائے اسے چاہیے کہ اللہ کی محبت میں سب سے زیادہ مگن ہو جائے۔ چنانچہ ایسے ہی ہوا۔ آپ اللہ کے اس بندے کے مرید بن گئے اور اس کی رہنمائی میں راہِ حق پر چل دیے۔ یہ اللہ کا بزرگ سلسلہ جنیدیہ سے تعلق رکھتا تھا۔ اسی لیے آپ کے پیر کی نسبت سے آپ کو جنیدی کہا جاتا ہے۔ یاد رہے اللہ اس پر ضرور اپنا فضل فرماتا ہے جو اس کا متلاشی بنتا ہے۔ ایسے ہی حضرت پیر مکی رضائے الٰہی کے طلبگار ہوتے اور اپنی زندگی کو عشقِ الٰہی کے تابع کر دیا۔ رات دن اس کی یاد میں مصروف رہتے۔ آخر اک روز راہِ حق کی مشقت رنگ لے آئی اور آپ ولیٔ کامل بن گئے۔

مکہ معظمہ میں قیام۔ آپ پر جوانی کا عالم تھا کہ بغداد میں ایک روز آپ کو پتہ چلا کہ چند افراد کا قافلہ حج کے لیے جانے والا ہے چنانچہ آپ اس قافلہ کے ساتھ حج کے لیے ۵۶۲ھ بمطابق ۱۱۶۶ء میں مکہ معظمہ کی طرف چل دیے۔ منزل بہ منزل آپ مکہ معظمہ پہنچے۔ وہاں اسی سال حج ادا کیا اور اس کے بعد وہیں قیام کرلیا اور بارہ سال کا عرصہ وہیں گزارا۔ آپ نے کچھ عرصہ خانہ کعبہ میں اعتکاف کی حالت میں بھی گزارا اس بارہ سال کے عرصہ میں آپ نے خوب ریاضت وعبادت کی اور یادِ الٰہی سے اپنے اللہ کو راضی کیا۔ آخر ایک روز ایسا آیا کہ آپ رحمتِ خداوندی سے روحانیت میں اکمل ہو کر ولی کامل بن گئے اور پیر کی مشہور ہوئے۔

مکہ معظمہ کے قیام کے دوران آپ نے مکہ کے اکابر صالحین سے ملاقاتیں کیں اور ان سے کسبِ فیض کیا اور خاص کر اللہ کے وہ نیک اور صالحین جو خانہ کعبہ میں اس زمانے میں محوِ عبادت تھے اور خلقِ خدا کی خدمت میں مصروف تھے کی صحبتوں سے بھی آپ فیض یاب ہوئے۔

روضۂ اقدس پر حاضری

جب آپ عرصہ ۱۲ سال میں روحانی منازل طے کر چکے تھے۔ تو ایک روز آپ کو اشارہ غیبی بایمائے ربانی ہوا کہ ہندوستان میں جا کر تبلیغ کریں۔ چنانچہ آپ اشارہ ربانی پانے پر مکہ معظمہ سے جدا ہوئے۔ مکہ سے روانہ ہو کر آپ مدینہ منورہ آئے اور وہاں کچھ عرصہ قیام کیا اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی باطنی محبت سے خوب مالا مال ہوئے۔ وہاں آپنے خوب روحانی مشاہدہ کیا اور رسولِ اکرم کی حضوری سے فیض یاب ہوئے۔ روضہ رسول پر حاضری دینے کے بعد آپ منزل بہ منزل سیر و سیاحت کرتے ہوئے اپنے وطن واپس بغداد آئے۔ شہر سے اپنے گاؤں میں گئے۔ وہاں چند روز قیام کرنے کے بعد آپ نے ہندوستان کی طرف سفر اختیار کیا۔

ورودِ لاہور

آج کل اور قدیم زمانے کے سفر میں بہت فرق ہے۔ آپ کے زمانہ کا سفر از حد مشکل تھا، راستے میں بے شمار مصائب سے دوچار ہونا پڑتا تھا۔ بغداد سے لاہور تک کا سفر دو تین ماہ میں طے ہوتا تھا۔ چنانچہ آپ نے ۵۷۴ھ کے آخری ماہ میں سفر اختیار کیا اور منزل بہ منزل ہوتے ہُوئے اگلے سال ۵۷۵ھ کے شروع میں لاہور پہنچ گئے۔ راستے میں آپ نے کئی مقامات کی سیر و سیاحت کی اور کئی نیک انسانوں سے ملاقاتیں بھی کیں اور خاص کر سرحدی پہاڑی علاقے کو عبور کرنے کے لیے خاصی دقت کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن رحمتِ خداوندی سے اللہ کا یہ ولی خیر و عافیت سے لاہور پہنچ گیا۔

آپ کی آمد کے بارے میں تذکرہ پیرکی میں لکھا ہے کہ آپ مکّہ معظمہ سے تمام ممالک اسلامیہ کی سیر و سیاحت کرتے حسب القائے ربّانی مدینۃ الاولیا لاہور تشریف لائے۔ یہ اندازاً ۵۷۵ھ بمطابق ۱۱۷۹ء کا زمانہ تھا جب کہ لاہور کا حاکم خسرو ملک تاج الدولہ غزنوی تھا۔ جو خاندانِ غزنویہ کا آخری حکمران تھا۔

صاحب خزینۃ الاصفیاء نے آپ کی آمد کے بارے میں لکھا ہے کہ آپ پہلے بغداد سے مکّہ معظمہ میں تشریف لائے۔ بارہ سال تک وہاں قیام فرمایا اور مجاورت بیت اللہ میں معتکف رہے۔ اور پیر مکّی کے خطاب سے مخاطب ہُوئے۔ بعد ازاں بایمائے ربانی مکہ معظمہ سے عازمِ ہندوستان ہوئے اور سال ۵۷۴ھ میں کہ جب سلطان شہاب الدین غوری نے لاہور کا محاصرہ کیا ہوا تھا، لاہور میں فائز ہُوئے۔ خسرو بن ظہیر الدولہ خسرو شاہ جو اولاد غزنویہ سے لاہور کا فرماں روا تھا اس کے محاصرہ سے تنگ آ گیا اور حضرت عزیز مکی کی خدمت میں باستدعائے دُعا حاضر ہوا۔ حضرت نے دُعا کی اور فرمایا کہ حق تعالیٰ کی طرف سے تجھ کو چھ سال تک اور امان ہے۔ بعد ازاں اس اقلیم کا قبضہ مملکت شاہانِ غوری کو دیا گیا ہے۔ پس اس سال سلطان شہاب الدین لاہور سے ناکام واپس گیا اور پھر ۵۸۰ھ میں براہ سیالکوٹ عازم لاہور ہوا اور پہلے قلعہ سیالکوٹ تعمیر کر کے لاہور کا محاصرہ کیا اور فتح حاصل کی

قیام لاہور لاہور میں حضرت علی ہجویریؒ کا مزار اقدس اولیاء اور صلحاء کے لیے ہر دور میں توجہ کا مرکز رہا ہے۔ چنانچہ جو بزرگانِ دین حضرت علی ہجویریؒ کے بعد لاہور میں تشریف لائے انہوں نے آپ کے مزار پر ضرور حاضری دی اس لیے جب حضرت پیر مکی لاہور میں تشریف لائے تو سب سے پہلے داتا گنج بخش کے مزار پر کچھ عرصہ مکین رہے اور ذکر و فکر میں مشغول رہے۔ اس کے بعد آپ نے اس جگہ پر قیام کیا جہاں آجکل آپ کا مزار ہے۔ یہ علاقہ اس زمانے میں آبادی سے بالکل باہر تھا۔ تاریخ لاہور اس بارے میں شاہد ہے کہ جو اولیاء کرام لاہور میں آکر قیام پذیر ہوئے، انہوں نے ہمیشہ آبادی سے باہر ڈیرہ لگایا کیوں کہ اللہ کے ولیوں کو خلوت سے خاصی لگن ہوتی ہے کیونکہ خلوت میں جو یادِ الٰہی کا مزا آتا ہے وہ دُنیاداروں میں رہ کر کم ہو جاتا ہے۔

فیوض و برکات شروع میں آپ نے اپنی رہائش کے لیے کچی مٹی کا ایک حجرہ بنایا اور اس میں دن رات گزارتے جو بارگاہِ رب العزت کی طرف سے مل جاتا اس پر قناعت کرتے۔ اس کے بعد آہستہ آہستہ لوگ آپ کی طرف مائل ہونے اور آپ کی قیام گاہ پر آنے لگے کیونکہ آپ ولی کامل تھے اس لیے جو سائل بھی آپ کے در پر آتا اپنی مراد پاتا۔ بے شمار بیماروں کو آپ کی دُعا سے صحت حاصل ہوئی۔ غم زدہ اور مصیبت زدوں کے دُکھ کا مداوا ہوا۔ آپ اپنے پاس آنے والوں کو نیکی کی ہدایت کرتے اس طرح بے شمار مخلوقِ خدا نے آپ سے فائدہ اٹھایا۔ طالبانِ سلوک کو راہِ حق ملا۔ آخری عمر میں آپ کی بزرگی کی بے پناہ شہرت ہوئی۔ آپ گاہے بگاہے حضرت داتا گنج بخشؒ کے آستانہ پر حاضری دیتے رہتے تھے اور جب دل چاہتا اردگرد کے علاقے میں گھوم پھر لیتے۔

آپ کا مشرب صوفیانہ تھا۔ پابندِ صوم و صلوٰۃ تھے۔ آپ نے اپنے حجرے کے پاس سایہ دار درخت لگائے۔ گرمیوں میں اکثر ان کے نیچے دن کا بیشتر حصہ گزارتے۔ آپ کی راتوں کا زیادہ حصہ یادِ الٰہی میں گزرتا اور دن مخلوقِ خدا کی خدمت میں گزارتے۔

جس زمانے میں آپ لاہور میں قیام پذیر تھے۔ اس دور میں لاہور میں علماء اور

فضلاء کی کثرت تھی۔ اس کے بارے میں تاج الدین حسن بن نظامی صاحب تاج المآثر لکھتا ہے کہ: اس زمانے میں یہ شہر مرکز اہلِ بر و تقوٰی و منشاء اصحاب فضل و فتوٰی و مامن زہاد و عباد اور مسکن اقطاب و اوتاد بن چکا تھا۔ اور اس شہر کی نوّے فیصد آبادی علم کے زیور سے مالا مال تھی۔ اس جگہ فخر مدبر مبارک شاہ اور تاج الدین حسن نظامی جیسے محققین اور مورخین۔ سید احمد توختہ ترمذی جیسے اولیاء اصفیا مقیم تھے۔ ان کے علاوہ بے شمار شاعر، ادیب اور فاضل موجود تھے۔ جن کے کارناموں سے تاریخ کے اوراق بھرے پڑے ہیں۔ مزید برآں اس لاہور میں اس زمانے میں اس قدر کتب خانے تھے کہ فخر مدبر نے صرف ایک کتاب ترتیب دینے کے لیے اس شہر کے کتب خانوں کی ایک ہزار کتابوں سے مواد حاصل کیا تھا۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ لاہور میں علم و فضل کا دَور دورہ ہونے کے باوجود بےشمار اہلِ علم حضرات آپکی ذاتِ بابرکات سے مستفید ہوئے۔

وصال آپ نے لاہور میں ۳۶ سال سے چند ماہ زائد قیام کے بعد آخری عمر میں بیماری کے باعث ۶۱۲ھ بمطابق ۱۲۱۵ء میں اس جہانِ رنگ و بُو سے آخرت کو کوچ کیا اور آپ کو آپکے حجرے میں دفن کیا گیا۔ جہاں آجکل آپ کا مزارِ اقدس ہے۔ آپ کا وصال شمس الدین التمش کے زمانہ میں ہوا۔

قطعۂ تاریخِ وفات تاریخ وفات مُفتی غلام سرور مرحوم نے یُوں تحریر کی ہے:

زدنیا چو شد در بہشتِ مُعلّٰے — وصالش بگو "آفتابِ حسین" ۶۱۲

شہ دین و شیخ زمن پیر مکّی — بخواں نیز "پیرِ حسن پیر مکّی" ۶۱۲

مزار مُبارک آپ کا مزار مبارک بھاٹی دروازہ سے آگے راوی روڈ پر ایک گلی کے آخر میں واقع ہے۔ مزار مبارک پر ایک گنبد بنا ہوا ہے۔ آپ کے مزار کے قریب ایک مسجد بھی ہے۔

حضرت سیّد احمد توختہ لاہوریؒ

حضرت سید احمد توختہ قدیم مشائخ عظام میں سے ہیں۔ آپ کا اصل وطن ترمذ تھا اس لیے آپ کو ترمذی بھی کہا جاتا ہے۔ آپ نے اپنی زندگی کا ابتدائی زمانہ اور جوانی کے شب و روز ترمذ ہی میں گزارے بلکہ زندگی کا زیادہ حصہ اپنے آبائی وطن ہی میں گزارا۔ لیکن رضائے الٰہی کی خاطر اور اللہ کے دین کو دوسروں تک پہنچانے کی غرض سے اپنے وطن کو ترک کر کے ہندوستان آئے آپ سلسلۂ جنیدیہ میں بیعت تھے۔ اور اسی نسبت طریقت میں آپ کو خرقۂ خلافت ملا۔

نسبی تعلق آپ کا اصل نام سید احمد توختہ لقب تھا، آپ کا سلسلۂ نسب چند واسطوں سے حضرت علیؓ سے جا ملتا ہے۔ اور آپ حسینی سید تھے آپ کا شجرۂ نسب یوں بیان کیا جاتا ہے۔

حضرت سید احمد توختہ ترمذی بن سید علی ترمذی بن سید حسین مدنی بن سید شاہ ناصر مدنی بن سید موسیٰ بن سید علی بن علی اصغر بن امام زین العابدینؓ بن حضرت امام حسینؓ بن اسد اللہ الغالب حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

لقب توختہ کی وجہ توختہ ترکی زبان کا لفظ ہے جس کا مطلب کھڑا ہونے کا ہے۔ آپ کو توختہ کہنے کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ ایک رات آپ کے پیر نے آپ کو اپنے حجرے میں سے آواز دی، جب آپ پہنچے تو حجرے کا دروازہ بند تھا آپ نے ادب کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے دروازہ نہ کھٹکھٹایا، تاکہ مرشد کے آرام میں خلل واقع نہ ہو بلکہ تمام رات دروازے کے سامنے کھڑے رہے، جب صبح کو آپ کے شیخ نے دروازہ کھولا تو آپ کو دروازے کے پاس کھڑا پایا اور آپ کو توختہ کا لقب دیا اور کیونکہ توختہ ترکی میں کھڑا ہونے والے

کر سکتے ہیں۔

حالاتِ سفر

سید احمد توختہ لاہوری ہندو پاکستان کے عظیم المرتبت اور قدیم شیوخ میں سے ہیں یہ بزرگ اوّل شہر ترمذ کے رہنے والے تھے۔ پھر اشاعۂ مغلی کی بنا پر ترکِ وطن کر کے ہندوستان کی طرف روانہ ہوئے، آپ کے ساتھ آپ کی دو صاحبزادیاں بھی تھیں، ان میں سے ایک کا نام بی بی حاج اور دوسری کا نام بی بی تاج تھا، جب آپ شہر کیچ و مکران پہنچے تو آپ نے اپنی بڑی صاحبزادی بی بی حاج کا عقد شاہزادہ بہاء الدین محمد بن قطب الدین قریشی بادشاہ کیچ و مکران سے کر دیا جو شیخ ابو الحسن ہنکاری قریشی کی اولاد میں سے تھے۔

لاہور میں قیام

آخر کار ایک طویل سفر طے کرنے کے بعد آپ لاہور وارد ہوئے اور پھر یہیں کے ہو رہے اور محلہ چہل بی بی میں رہنے لگے اور آخری دم تک وہیں رہے۔ اس زمانے میں سفر کرنا آسان نہ تھا اس لیے آپ کو اس طویل سفر میں بے شمار مشکلات کا سامنا کرنا پڑا! لیکن آپ نے رضائے الٰہی کی خاطر بڑی خندہ پیشانی سے انھیں برداشت کیا۔

تبلیغِ دین

آپ کے آنے کا اصل مقصد دینِ اسلام کی تبلیغ تھی چنانچہ آپ نے قیامِ لاہور کے دوران اس فریضہ کو ہر دم مقدم سمجھا اور بے شمار لوگوں کو آپ سے فیض پہنچا۔

سید احمد توختہ کی اولاد

سید احمد توختہ کی نسل سے کئی ہندوستان کے سادات کا تعلق ہے۔ لیکن آپ کی نرینہ اولاد کا کسی تاریخ میں ذکر نہیں ملتا البتہ آپ کی جتنی بھی آل چلی وہ سب دختری تھی۔ کیوں کہ تاریخ جلیلہ کی تحقیقات کے مطابق آپ کی دختری اولاد ہی سے نسل آگے بڑھی۔ کیوں کہ لاہور میں آ کر سید احمد توختہ نے اپنی صاحبزادی کا نکاح کر دیا تھا جس کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت سید احمد توختہ کی تشریف آوری کے کچھ دن بعد آپ کے بھتیجے سید شاہ زید بھی لاہور پہنچے،

آپ نے اپنی دوسری صاحبزادی بی بی تاج کا عقد اُن سے کر دیا، اور اُنھیں ارشاد و تبلیغ کے لیے ہندوستان روانہ کیا، اسی سفر میں سید شاہ زید نے بمقام سوانہ برہمن کافروں کے ہاتھ سے شہادت پائی۔

دار فانی سے رخصت حضرت سید احمد توختہ نے ۶۰۲ھ میں وفات پائی، آپ کی یہ تاریخ وفات حدیقۃ الاولیاء میں ہے۔

تاریخ وفات :

مفتی غلام سرور لاہوری نے حسب ذیل قطعۂ تاریخ وفات کہا۔

رفت در جنت چو زیں دار فنا | سید احمد شہ برنا و پیر
پیر ہادی میر عالی جاہ گفت | عقل سال انتقال آں امیر
"ماہتاب اہل دیں احمد" بخواں | ہم بگو "سید ولی میر کبیر"

مزار مبارک آپ کا مزار لاہور کی قدیم آبادی اکبری دروازہ کے اندر محلہ چہل بی بیاں میں ہے کسی زمانے میں آپ کی قبر کے اردگرد قبرستان تھا لیکن اب اس قبرستان کا کوئی نام و نشان نہیں ملتا۔

حضرت سید مٹھا لاہوریؒ

آباؤ اجداد آپ کے آباؤ اجداد خوارزم کے رہنے والے تھے۔ آپ کے باپ کا نام سید جمال الدین تھا جب چنگیز خان کے تاتاری مغلوں نے خوارزم میں قتل و غارت کی لاکھوں مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتار ا شہروں کے شہر تباہ و برباد ہو گئے تو سید جمال الدین وہاں سے نکل کر شہزادہ جلال الدین خوارزمی کے پاس غزنی آیا اور وہاں چند دن قیام کیا جب چنگیز خان نے غزنی کو بھی فتح کر لیا اور شہزادہ جلال الدین وہاں سے بھاگ کر ہندوستان کی طرف آیا تو سید جمال الدین بھی ہندوستان کی طرف آ گئے اور لاہور میں سکونت اختیار کر لی اس وقت جمال الدین کا بیٹا سید مٹھا بھی

ساتھ آیا۔

نام

آپ کا اصل نام سید ابی غفار حسینی تھا لیکن سید مٹھا کے نام سے مشہور ہوئے لیکن تاریخ لاہور میں کنہیا لعل نے آپ کا نام معین الدین لکھا ہے۔ آپ کی پیدائش خوارزم میں ہوئی اور اپنے والد کے ہمراہ لاہور آ کر آباد ہوئے۔

تعلیم و تربیت

آپ کے والد ماجد ایک نیک اور صالح انسان تھے چونکہ وہ بہت پرہیزگار اور متقی تھے۔ اس لیے انھوں نے ابتدا ہی سے اپنے لڑکے کی تربیت نہایت ہی صالح خطوط پر کی۔ آپ کی زیادہ تر تربیت لاہور میں ہوئی۔ آپ نے ابتدائی تعلیم خوارزم میں حاصل کی۔ لیکن بعد ازاں لاہور میں دینی علوم کی تکمیل کی۔ اور علم و فضل میں کمال حاصل کیا۔

جانشینی

آپ کے والد سید جمال الدین نہایت ہی زاہد اور خدا پرست مسلمان تھے لہذا لاہور شہر کے بے شمار لوگ آپ کی شرافت اور پرہیزگاری سے متاثر ہو کر آپ کے معتقد ہو گئے تو جب وہ فوت ہو گئے تو ان کی وفات کے بعد سید ابی غفار ان کے جانشین ہوئے۔ چونکہ نہایت خوش خلق اور شیریں زبان تھے اس لیے سید مٹھا کے نام سے مشہور ہو گئے "مٹھا" شیریں کو کہتے ہیں، بلکہ ان کے محلہ کا بھی یہی نام مشہور ہو گیا

شجرہ نسب

ان کا شجرہ نسب باقوالِ صحیح یہ دریافت ہوا کہ سید ابی غفار سید مٹھا بن سید جمال الدین بن سید محمد بن سید کریم الدین بن سید نور الدین بن سید آدم بن سید علی جعفر بن سید محمد بن سید یوسف بن سید محمود بن سید احمد بن سید عبداللہ اشقری بن جعفر بن سید محمد الجواد بن امام علی رضا بن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن امام حسین بن علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

خدمت خلق

آپ جب علم و فضل اور زہد و ریاضت میں اپنے والدِ گرامی سے بڑھ گئے تو لاہور کی بے شمار خلقت آپ کے پاس دعا کے لیے آتی آپ اللہ کے برگزیدہ انسان تھے آپ کی دعا سے لوگوں کی مشکلات

حل ہو جائیں لہٰذا آپ نے اپنے بلند پایہ اخلاق سے ہر خاص و عام کی خدمت کی اور اپنے پاس آنے والوں کو نیکی کا درس دیا لوگ آپ کے اخلاق حسنہ سے بہت متاثر ہوتے اور آپ کے گرویدہ ہو جاتے۔ آپ اخلاق حسنہ میں سنّت نبوی کا ایک نمونہ تھے۔ لہٰذا آپ کے وصال تک بے شمار لوگ آپ کے حلقہ ارادت میں آ گئے۔

وصال | آپ کا وصال ۶۶۱ھ بمطابق ۱۲۶۲ء میں خاندان غلاماں کے دور میں سلطان ناصر الدین محمود شاہ اول کے عہد میں ہوا مزار لاہور شہر میں لوہاری دروازہ کے اندر سید مٹھا بازار میں سرِ راہ واقع ہے آپ کا مزار اندرون لاہور قدیم آبادی میں بہت مشہور ہے۔

تاریخ وفات از صاحب خزینۃ الاصفیاء۔

سید مٹھا ولی باصفا — آنکہ شیریں بود نزد خاص و عام
ہست سالِ ارتحالِ آنجناب — صاحب نعمت دگر شیریں کلام
۶۶۱ھ

حضرت پیر بلخیؒ

حضرت پیر بلخی کا اصل نام حسن تھا اور کنیت ابوالحامد تھی آپ کا اصل وطن بھی بلخ تھا اسی لیے پیر بلخی کے نام سے مشہور ہوئے۔ آپ کی پیدائش بھی بلخ میں ہوئی اور تعلیم بھی وہاں حاصل کی۔ آپ کے والد کا نام محمد الحسنین ابوبکر الذکری تھا۔

آپ ایک زاہد اور عابد انسان تھے بے پناہ ریاضت اور عبادت سے اللہ کا قرب حاصل کیا۔ زندگی کا کچھ عرصہ بلخ میں گزارا اور پھر لاہور میں تشریف لائے اور بقیہ زندگی لاہور ہی میں گزاری۔ آپ نے جتنا عرصہ لاہور میں گزارا لوگوں کو نیکی کا درس دیا۔ آپ نے قول کی بجائے اپنے عمل کے ذریعے لوگوں کو قائل کیا آپ کی عبادت اور ریاضت کی وجہ سے بے شمار لوگ آپ کے ارادت مند ہوئے۔ اور

لوگ آپ کو پیر صاحب کہہ کر پکارتے تھے۔ اس لیے آپ بلخی کے نام سے مشہور ہو گئے۔ آخر کار آپ نے ایک معرکہ میں شہادت پائی اور لاہور ہی میں دفن ہوئے۔

آپ کی شہادت کے بارے میں تاریخ لاہور کے مصنف نے یوں لکھا ہے کہ جب چنگیز خاں کے پوتے قلی خاں نے لاہور پر حملہ کیا تو بادشاہ دہلی کی فوج میں شامل ہو کر جن مقامی لوگوں نے داد شجاعت دی ان میں پیر بلخی تھے جو اسی لڑائی میں درجہ شہادت کو پہنچے۔ التمش کی وفات کے بعد سلطان معز الدین بہرام شاہ ۶۳۹ھ میں بادشاہ ہوا۔ تاریخ ہندوستان میں اس بادشاہ کے عہد کا جو سب سے عظیم واقعہ درج ہے وہ ترکوں کا حملۂ لاہور ہے۔ انھوں نے کئی مہینے تک لاہور کا محاصرہ کیے رکھا۔ لکھا ہے کہ صوبہ پنجاب کا گورنر قراقش اپنی فوج کو لے کر دہلی کی طرف نکل گیا۔ اس لیے ۱۶ جمادی الآخر ۶۳۹ھ کو مغلوں نے جو سب کے سب غیر مسلم تھے مسلمانوں اور عام باشندوں کو تہ تیغ کرنا شروع کیا۔ چونکہ پیر بلخی ۶۱۸ھ کے زمانہ ہی سے لاہور میں مقیم تھے اس لیے اس عرصہ میں ان کی عبادت و ریاضت کی وجہ سے اکثر لوگ ان کے ارادت مند ہو چکے ہوں گے انھوں نے بھی اس جنگ میں جو مغل کفار اور مسلمانوں کے درمیان تھی مرد غازی کی طرح شرکت کی اور درجۂ شہادت کو پہنچے۔

جس جگہ آج ان کا مقبرہ ہے اسی جگہ ان کا حجرہ تھا، یہیں ان کو دفن کیا گیا آپ کا مزار کشمیری بازار میں سرراہ واقع ہے اور دہلی دروازہ سے شہر میں جاتے ہوئے بائیں ہاتھ آتا ہے۔

حضرت سیّد اسحاق گازرونی لاہوریؒ

آپ کا اسم گرامی سیّد اسحاق ہے مگر فیوض و برکات، کشف و کرامات کے سبب

عوام میں حضرت " میراں بادشاہ " کے لقب سے آپ معروف ہیں۔ آپ ساداتِ عظام صحیح النسب گازرون سے ہیں اور حسینی سیّد ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب چند واسطوں سے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملتا ہے۔ آپ اپنے زمانہ کے قطب الاقطاب اور شیخ الشیوخ تسلیم کیے جاتے تھے۔

آبائی وطن

آپ ایران کے مشہور شہر گازرون کے رہنے والے تھے اسی نسبت سے آپ کو گازرونی کہا جاتا ہے گازرون ایران کے صوبہ فارس میں واقع ہے اور صوبہ فارس کے دارالخلافہ شہر شیراز سے مغرب کی جانب تین دن کے فاصلہ پر واقع ہے اور یہ فاصلہ ۱۸ فرسخ ہے۔ بشاری کا قول ہے کہ گازرون کثیر آبادی والا شہر ہے اور ریشم کے کپڑوں، کوٹھیوں، باغات اور نخلستان سے عبارت ہے جو اس کے دائیں سے بائیں تک پھیلے ہوئے ہیں۔ ایک بہترین تجارتی مرکز ہے اور ایک بلند ٹیلے پر بہت بڑی جامع مسجد ہے جبکہ بازار اور تاجروں کی کوٹھیاں و مکانات نیچے ہیں۔

تعلیم و تربیت

آپ کی ابتدائی تعلیم و تربیت آپ کے آبائی شہر گازرون میں آپ کے والدین کے زیرسایہ ہوئی۔ آپ کی علمیت اور درس و تدریس کی خدمات سے پتہ چلتا ہے کہ آپ قرآن حدیث اور اسلامی علوم پر خاص دسترس رکھتے تھے۔

بیعت و خرقہ خلافت

آپ نے حضرت شیخ اوحد الدین اصفہانی کی مریدی اختیار کی آپ کا سلسلہ طریقت، وحدیہ سہروردیہ اور جنیدیہ ہے۔ آپ کے پیرومرشد اپنے دور کے بلند پایہ صوفی زبردست عالم دین اور صاحب کمال تھے۔ انھیں علوم ظاہر و باطن پر کامل عبور تھا۔ آپ نے کافی عرصہ اپنے مرشد کی خدمت کی اور ان کی زیرہدایت زبردست ریاضت اور مجاہدے کیے آخر جب آپ کے پیرومرشد نے دیکھا کہ آپ کی باطنی تربیت مکمل ہوگئی تو انھوں نے آپ کو خرقۂ خلافت عطا فرمایا اور دُنیا کو رشد و ہدایت پر لگادیا،

کرنے کی تلقین کی۔

لاہور میں آمد پیرو مرشد سے عطائے خرقہ خلافت کے بعد آپ کو آپ کے مرشد نے لاہور روانہ ہونے کا حکم دیا چنانچہ آپ تعمیل حکم کی غرض سے لاہور تشریف لائے اور لاہور میں آکر وسطی لاہور کے مشہور علاقہ رڑہ میں رہائش اختیار کی۔ تبلیغ دین صوفیا کی زندگی کا بنیادی مقصد ہے اور آپ کے مرشد نے یہی ہدایت کی تھی کہ لاہور میں جاکر تبلیغ اور احیائے دین کے کام کو اپنی حیات کا مقصد بنائیں چنانچہ آپ اسی غرض سے لاہور آئے اور یہاں آکر آپ اسی کام میں مصروف ہو گئے۔

شجرہ بیعت آپ کا شجرہ لاہور کے دو قدیم صوفی از میاں اخلاق احمد کے مطابق حسب ذیل ہے۔ حضرت سید اسحاق گازرونی مرید تھے حضرت شیخ اوحد الدین اصفہانی کے وہ مرید تھے حضرت شیخ اوحد الدین کرمانی کے وہ مرید تھے حضرت شیخ رکن الدین سجاسی کے وہ مرید حضرت شیخ قطب الدین ابو رشید ابہری کے وہ مرید حضرت شیخ ضیاء الدین ابو نجیب کے وہ مرید حضرت احمد غزالی کے وہ مرید حضرت شیخ ابوبکر نساج کے وہ مرید حضرت شیخ ابو القاسم الجرجانی کے وہ مرید حضرت شیخ ابو عثمان کے وہ مرید حضرت شیخ ابو علی الرودباری کے وہ مرید اور خلیفہ تھے حضرت شیخ جنید بغدادی کے۔

سلسلہ رشد و ہدایت حضرت سید اسحاق گازرونی لاہوریؒ عظیم صوفی اور عظیم مبلغ تھے۔ آپ ایک طویل عرصہ تک لاہور میں رشد و ہدایت میں مصروف رہے۔ لاہور کے جلیل القدر علماء فضلاء اور سادات کی بڑی تعداد آپ کے حلقہ درس و ارادت میں شامل تھی اور ظاہری و باطنی امور میں ان سے فیضیاب ہوئی۔ مفتی غلام سرور بحوالہ تحفۃ المومنین بیان کرتے ہیں کہ آپ نے طویل عمر پائی۔ اور جو شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہدایت یاب ہوتا۔ جب آپ

لاہور میں مصروف تبلیغ تھے تو اس وقت لاہور میں ایک طرف تو مسلمانوں کو بُرے اعمال اور بُری حرکات سے نیکی اور اچھائی کی طرف لانا تھا اور دوسری طرف غیر مسلموں کو مسلمان بنانے کا کام تھا آپ کے پاس جو عقیدت مند آتے آپ ان کی اصلاح کرتے اور مسلمانوں کو دینی زندگی کی طرف مائل کرتے اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے آپ نے لاہور میں ایک علمی اور تبلیغی مرکز قائم کیا جس میں علماء اور طلباء قیام رکھتے تھے۔ ان کی پوری طرح تربیت کی جاتی تھی۔ پھر اشاعتِ دین کے فریضے کی ادائیگی کے لیے مختلف شہروں اور ممالک کو روانہ کیا جاتا تھا۔ اگر لوگوں اور مریدوں کی عبادات میں کوئی غلطی محسوس کرتے تو فوراً اس کو متنبہ کرتے تھے۔ آپ کو کفر سے ایمان کی طرف، معصیت سے اطاعت اور نفسانیت سے روحانیت کی طرف لانے میں بڑی قدرت حاصل تھی۔ آپ کی برکت سے بہت مخلوق راہ راست پر آئی اور مشرف بہ اسلام ہوئی۔

حضرت سید اسحاق گازرونی رح کا حلقہ مریدان بہت وسیع تھا۔ آپ اوحدیہ بجاسیہ۔ ابصریہ اور سہروردیہ سے منسلک تھے۔ اور پیرو مرشد کے طریقہ تصوّف کو فروغ دیا۔ اس مکتب فکر سے مختلف مراکز رونما ہوئے، متعدد شاخیں پھوٹیں اور اتنی مہک اُٹھی کہ فارس اور ہندوستان ان کی خوشبو سے مہک اُٹھا۔

سیرت و کردار

آپ اتباع سنت میں بے مثل تھے۔ آپ کی زندگی اتباع سنت رسول کی آئینہ دار تھی۔ آپ ولی کامل تھے اور مستجاب الدعوات تھے۔ جو بھی اللہ کے حضور دعا کے لیے کہتا آپ اس کی بہتری کے لیے دعا فرمادیتے۔ آپ جس پر خود عمل کرتے اسی تعلیمات اور ہدایات پر عمل کرنے کے لیے عقیدت مندوں کو کہتے۔ آپ زہد و تقویٰ، عبادت و ریاضت، علم و فضل میں شہرہ آفاق تھے۔ آپ نے اسلام کی بے انتہا خدمات انجام دیں اور اپنی روحانی اور علمی تعلیمات لوگوں تک پہنچائیں، اور انہی بزرگانِ دین کے قدوم میمنت لزوم کے طفیل اس سرزمین میں اسلام کو فروغ حاصل ہوا اور یہاں کے لوگ کفر و الحاد سے تائب ہو کر سلک وحدت میں پروئے گئے اور قعر

مذلت سے نکال کر ترقی کی منازل تک پہنچا دیا

اعلیٰ اخلاق

آپ کا اخلاق نہایت اعلیٰ تھا لوگوں سے ہمدردی کو اپنا سب سے پہلا فرض خیال کیا کرتے تھے۔ ہر شخص سے خواہ وہ آشنا ہو یا نہ ہو ایک ہی طریقے سے ملتے۔ آپ کے اخلاق میں جو سب سے نمایاں چیز تھی وہ ان کا حلم تھا۔ مفتی غلام سرور لاہوری تحفۃ الوصلین کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ لاہور کا ایک متمول شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا لیکن آپ نے اس کی طرف متوجہ نہ ہوئے وہ ناراض ہو کر آپ کو گالیاں دینے لگا۔ لیکن آپ خاموش رہے اور کسی قسم کی ناراضگی کے آثار ظاہر نہ ہوئے۔ جب وہ شخص بہت دیر تک آپ کو بُرا بھلا کہتا رہا تو حاضرین مجلس سے کسی شخص نے آپ سے کہا یہ شخص اتنی دیر سے آپ کی شان میں گستاخی کر رہا ہے۔ آپ اس کے لیے بددعا فرمائیں تاکہ اپنی گستاخی کی سزا پائے۔ آپ نے دعا کے لیے ہاتھ اُٹھائے اور کچھ دیر تک آہستہ آہستہ دعا فرماتے رہے۔ ابھی آپ دعا ختم نہ کر پائے تھے کہ وہ گستاخ اور بے ادب زمین پر بے ہوش ہو کر گرا اور تقریباً دو گھنٹے کے بعد جیسے ہی ہوش میں آیا اُٹھ کر حضرت کے قدموں پر گر پڑا معافی چاہی اور آپ کا مُرید ہو گیا۔ پھر آپ نے حاضرین مجلس سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ مَیں نے اس شخص کے حق میں دعائے خیر کی تھی۔ خُدا تعالیٰ نے اس کو نیکی عطا فرمائی اس پر اسرارِ باطن عیاں ہو گئے یہ بہتر ہے اگر میں اس کے لیے بددعا کرتا تو یہ اپنی سزا کو پہنچتا

بعد از وصال روحانی تصرف کا واقعہ

حضرت سید اسحاق گازرونیؒ کی ذاتِ بابرکات میں جمالیت اور جلالیت دونوں پہلو موجود ہیں۔ موراں مہاراجہ رنجیت سنگھ کی محبوب رانی تھی۔ اس رانی کی رسائی یہاں تک بیان کی جاتی ہے کہ دربار کا کوئی کام اس کے مشورہ و تجویز کے بغیر سر انجام نہ پاتا تھا۔ مہاراجہ نے اس کے نام ضرب بھی جاری کی اور سارے پنجاب میں اس کا سکہ رائج ہوا۔

مفتی تاج دین بن مفتی امام الدین بن قاضی نظام الدین قدیم لاہور کے حالات میں تحریر کرتے ہیں۔ حالت تعیش میں مہاراج نے ضرب بنام بی موراں نگرانی اور وہ روپیہ بھی برابر رائج رہا۔ ایک خزانہ باہر قلعہ کے تھا جس پر لعل سنگھ مختار تھا۔ گراں بہا شے قلعے والے خزانہ میں رکھی جاتی تھی اور کچھ نقد روپیہ موتی مسجد میں جس کو "موتی مندر" کہتے ہیں جمع تھا۔ قلعہ لاہور سے کچھ دور اور مسجد نواب وزیر خاں کے نزدیک بازار صحافاں ایک پُر رونق اور تجارتی مرکز تھا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ عموماً اس بازار سے گزر کر دہلی دروازہ کے راستے مزار حضرت شاہ بلاول قادریؒ اور شاہ حسین (مادھو لال حسین) کو جایا کرتا تھا۔ ایک دن اتفاقاً مہاراجہ رنجیت سنگھ اور رانی موراں بازار صحافاں سے گزرتے ہوئے مسجد وزیر خاں میں داخل ہو گئے۔ مسجد کے صحن میں حضرت سید اسحاق گازرونی کا مزار پڑا ہوا ہے اور اس کے پاس والے مینار پر چڑھ کر اندرون شہر کا نظارہ کیا۔ دن بھر اس مینار پر عیش وعشرت میں مشغول رہے اسی روز قدرت الٰہی نے یہ رنگ دکھلایا کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ رات کو سخت بیمار ہو گیا۔ حاضرین نے کہا کہ یہ آثار غضب اُس ولی اللہ کا ہے جس کا مزار اس مسجد کے صحن میں واقع ہے۔ مسجد اور ان کے تقدس واحترام کو نظر انداز کیا گیا ہے۔ مہاراجہ خوف زدہ ہوا اور پانچسو روپیہ نذر پیش کی اور عہد کیا کہ اس مقدس مقام پر کبھی ایسی حرکت سرزد نہ ہو گی۔

حضرت سید اسحاق گازرونیؒ کی اس کشف وکرامت کے سبب یہ مسجد سکھ گردی کا شکار نہ ہوئی اور سکھوں کے آئندہ صدمات سے محفوظ رہی۔ لاہور کے عہدِ اسلامی کا یہ آثار جو ہمارے ماضی کا آئینہ دار ہیں، شکست وریخت سے بچ گئے اور مسجد وزیر خاں کی زینت قائم رہی۔

وصال حضرت سید اسحاق گازرونیؒ

آپ کا وصال لاہور میں ۸۹۶ھ میں ہوا اور

وصال کے بعد آپ کو گزر روڑہ متصل دہلی دروازہ میں دفن کیا گیا مفتی صاحب نے آپ کی وفات پر قطعہ تاریخ وفات بھی لکھا ہے مگر متقدمین مورخین نے سال وفات کا استخراج "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" سے کیا ہے۔ قطعہ تاریخ وفات یہ ہے

سید اسحاق ولی کریم — گشت چوں زیں دہر بجنت مقیم

سال وصل او عجب آمد زدل — بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۷۸۶ھ

ترجمہ

سید اسحاق نیک دل ولی جب اس دنیا سے جنت میں تشریف فرما ہوئے تو دل نے ان کے وصال کا سال "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" سے حاصل کیا۔

مزار حضرت سید اسحاق گازرونیؒ

آپ کا مزار اقدس اندرون دہلی دروازہ مسجد وزیر خاں کے صحن میں تہہ خانے میں ہے۔ مزار کی تعمیر کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کی وفات کے بعد وصیت کے مطابق آپ کا مزار کچا بنایا گیا تھا۔ لیکن کچھ عرصے کے بعد حضرت کے مرقد پر درخت پیارہ (بیلدہ) نمودار ہوا جس نے خام مزار کو اپنی ننھی ننھی شاخوں میں ڈھانپ لیا یہ درخت بہار و خزاں میں ہمیشہ سرسبز و شاداب رہتا ہے۔ اس درخت کی سرسبزی اور شادابی کے سبب آپ "پیر سبز" کے نام سے بھی معروف ہو گئے۔ پھر ایسا فیضان عام جاری ہوا کہ ہر مریض کو اس کے پتے کھانے سے شفا ہو جاتی تھی اس کے علاوہ ہندوستان کی دواؤں میں بھی استعمال ہونے لگا۔ کئی برسوں تک آپ کا مرقد خام رہا۔ لودھیوں کی عملداری میں آپ کے مزار کے گرد ایک خشتی حجرہ تعمیر ہوا۔

جب علیم الدین انصاری (نواب وزیر خاں) لاہور کا ناظم مقرر ہوا اور مسجد جو اب مسجد نواب وزیر خاں کے نام سے مشہور ہے کی تعمیر سن ۴۴-۱۰۴۵ھ میں شروع ہوئی۔ تو اس حویلی کو ان کے وارثوں سے خرید کر مسجد ہذا میں داخل کیا اور آپ کا مزار

از سر نو تعمیر کروایا جو تعمیر مسجد وزیر خاں سے تقریباً اڑھائی تین سو برس قبل کی یادگار ہے۔
لودھیوں کے دورِ اقتدار میں مذکورہ حویلی کے علاوہ دولت خاں ، بہار خاں اور
عبدالعزیز ناظم لاہور نے دہلی دروازہ اور اس کے گرد و نواح میں بے شمار حویلیاں
اور عمارات بنوائی تھیں جن کے اب نشانات باقی نہیں ہیں اور یہ میدان جو اب چوک وزیر
خاں کے نام سے مشہور ہے کے گرد و نواح میں بہت مزارات اور قبریں تھیں
جن کے بھی اب نشانات باقی نہیں۔

مزار حضرت سید اسحاق گازرونیؒ مسجد وزیر خاں کے صحن کے تہہ خانہ میں
سمت جنوب واقع ہے آپ کا مزار ایک بلند چبوترہ پر ہے اس کے گرد جنگلا ہے۔
مزار کا دروازہ جنوب کی جانب ہے سرہانے ایک سنگ مرمر کی تختی ہے جس پر
آپ کا اسم گرامی کندہ ہے۔

حضرت سید صوف لاہوریؒ

حضرت سید صوفؒ کا مزار مبارک اندرون قدیم لاہور میں مسجد وزیر خاں کے
باہر ہے۔ حضرت ملتان کے نواح کے رہنے والے تھے اور ۱۰۲۳ھ میں پیدا ہوئے
آپ کے والد سائیں صفو کے نام سے مشہور تھے۔ اور آپ کو بچپن میں سیدہ کہہ
کر پکارا جاتا تھا آپ چھوٹی عمر ہی سے دُنیا کی طرف راغب نہ تھے۔ اس لیے آپ
بچپن میں تعلیم نہ حاصل کر سکے۔ والدین آپ کو مسجد میں قرآن پڑھنے کے لیے بھیجتے
لیکن آپ پھر پھرا کر آجاتے۔ حتیٰ کہ آپ کے والدین نے آپ کی تربیت کی طرف
توجہ دینا چھوڑ دی۔ آپ جب ذرا بڑے ہو گئے تو ایک روز آپ گاؤں کے باہر
ایک درخت کے نیچے بیٹھے تھے کہ اتفاق سے وہاں ایک اللہ کے فقیر کا گزر ہوا گرمیوں
کا موسم تھا دن کا وقت تھا وہ اللہ کا فقیر سایہ دیکھ کر اس درخت کے نیچے رُک گیا جہاں
آپ بیٹھے ہوئے تھے اور آپ سے کہنے لگا بیٹا کیا کام کرتے ہوئے آپ نے کہا کچھ

نہیں کرتا نکما ہوں اللہ کے بندے نے کہا تُو نکما نہیں تُو تو بڑے کام کا ہے۔ آ جا میرے ساتھ آ جا جس کام پر میں لگا ہُوا ہوں اس پر تمھیں بھی لگا دیتا ہوں، آخر تھوڑی سی گفت و شنید کے بعد آپ اس کے ساتھ چل دیئے۔ بعد ازاں آپ رات کو جب گھر نہ گئے تو آپ کے والدین نے تلاش کرنا شروع کیا لیکن آپ نہ ملے انھیں آپ کے گُم ہونے کا صدمہ ہوا لیکن آخر صبر ہی کرنا پڑا۔ آپ اسی روز سے اس اللہ کے فقیر کے ساتھ سیر و سیاحت میں مصروف ہو گئے کچھ وقت کے بعد آپ نے اس سے پوچھا آپ نے مجھے اس کام پر نہیں لگایا جس کے بارے میں آپ نے کہا تھا اللہ کے فقیر نے جواب دیا میں تو اللہ اللہ کرتا ہوں۔ اور تیرا کام بھی اللہ اللہ کرنا ہے حتیٰ آپ عرصہ دراز تک اس کے ساتھ پاک و ہند کے مختلف علاقوں میں پھرتے رہے اور یادِ الٰہی میں مشغول رہے اس کی صحبت سے آپ ولی کامل بن گئے جب آپ صاحب فضل ہو گئے تو اللہ کے اس فقیر نے آپ کو لاہور چھوڑ دیا اور حکم دیا کہ شہر میں لوگوں کو فیض پہنچاؤ چنانچہ آپ نے اسی روز سے اس جگہ پر قیام کر لیا جہاں آپ کا روضہ مُبارک ہے۔ اور آخری دم تک مخلوقِ خُدا کی خدمت میں سرگرمِ عمل رہے۔

آپ کا مشرب فقیرانہ تھا آپ اکثر اپنی جائے قیام پر تشریف فرما رہتے اور یادِ الٰہی میں مگن رہتے آپ صوم الصلوٰۃ کے پابند تھے۔ آپ بڑے مستجاب الدعوات تھے۔ اس لیے آپ کی بزرگی کا چرچا یوں ہوا کہ لوگ آپ اکثر اپنے مسائل اور خواہشات کی تکمیل کے لیے دعا کروایا کرتے تھے اور آپ کی دعا سے بے شمار لوگوں کے کام ہو جاتے جس سے آپ کی فقیری اور درویشی کا چرچا ہوا اور آپ نے اپنے عمل کے ذریعے لوگوں کی اصلاح کی اور ہزاروں افراد کو آپ سے فیض پہنچا۔ آخر آپ ۸۹۶ھ میں اس دُنیا سے آخرت کو کوچ کر گئے آپ کا روضہ مُبارک مسجد وزیر خاں کے باہر ہے اور مزار پر ایک خوبصورت گنبد ہے۔ یہ گنبد شیخ محمد سلطان ٹھیکیدار نے تعمیر کروایا تھا۔

حضرت سید سربلندؒ

حضرت سید سربلندؒ کے آباؤ اجداد غزنوی کے بسنے والے تھے اور نسلاً سادات عظام سے تھے آپ کے والد کا نام محمد زبیر اور والدہ کا نام سائرہ بی بی تھا۔ آپ غزنی میں پیدا ہوئے آپ کے والدین غریب تھے اور محنت مزدوری کر کے گزر اوقات کرتے تھے چنانچہ آپ کی پرورش بڑے غریبانہ ماحول میں ہوئی اس لیے آپ بچپن میں خاطر خواہ علم حاصل نہ کر سکے۔ البتہ آپ نے قرآن پاک کی تعلیم حاصل کی۔ جوان ہونے پر آپ بھی حصول روزگار میں اپنے والد ماجد کا ہاتھ بٹانے لگے۔

کچھ عرصہ کے بعد آپ کے والدین نے آپ کی شادی کر دی۔ چالیس سال کی عمر تک آپ نے ازدواجی زندگی گزاری مگر اس عرصہ کے دوران آپ کی طبیعت فقر کی طرف مائل ہو گئی چنانچہ آپ اکثر درویشوں اور فقیروں کی صحبت میں رہنے لگے حتیٰ کہ اس صحبت کا یہ اثر ہوا کہ آپ نے تارک الدنیا ہو کر درویشی اختیار کر لی اور سیر و سیاحت کی غرض سے غزنی کو خیر باد کہہ کر ہندوستان کی طرف چلے آئے۔

پھرتے پھراتے آخر لاہور میں آکر ٹھہر گئے اور آخری دم تک لاہور ہی میں رہے شروع شروع میں آپ نے کچھ عرصہ حضرت داتا گنج بخشؒ کے مزار قدس کے گرد و نواح میں گزارا پھر آپ نے اس جگہ قیام کر لیا جہاں آجکل آپ کا مزار ہے اور زندگی کا باقی حصہ اسی جگہ بسر کیا۔ آپ کی زندگی بالکل فقیرانہ تھی جو مل جاتا اس پر گزارا کرتے۔ اکثر اوقات آپ پر جذب و مستی کی کیفیت طاری ہو جاتی جو کئی کئی دن تک جاری رہتی۔ آپ ہر وقت ذات الٰہی کے تصور میں کھوئے رہتے دنیا داروں سے میل جول بالکل کم تھا آپ کا رنگ گورا چٹا تھا قد بہت دراز تھا جسم نہ زیادہ موٹا اور نہ بالکل پتلا بلکہ درمیانہ تھا۔ آپ کا جب دل چاہتا گھوم

پھر بھی لیا کرتے تھے۔ آخری عمر تک آپ کے عقیدت مندوں میں بہت اضافہ ہو گیا۔ مگر فقیر کامل کو دُنیا سے کیا واسطہ وہ تو ہر وقت محبوب حقیقی کی یاد میں گم رہتا ہے۔ آپ کا مزار اقدس مسجد وزیر خاں کے شمال میں کشمیری بازار کے پار ایک گلی میں ہے قبر مبارک تقریباً دو فٹ اُونچے چبوترے پر ہے۔ جس کمرے میں آپ کی قبر ہے وہ بڑا اُونچا ہے۔ شرق رویہ اس کے محرابی در ہیں۔ مزار پر ہر وقت سبز غلاف پڑا رہتا ہے۔

حضرت شاہ سروانی چشتیؒ

آپ کا اصل نام سلیم الدین تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ پر اپنے خاص اسرار ربانی ظاہر کیے اس لیے آپ کے پیرو مرشد نے اللہ کی اس خصوصی عنایت کے پیش نظر انھیں شاہ سر ربانی کہنا شروع کر دیا اور اسی روز آپ اصل نام کی بجائے اس نام سے مشہور ہو گئے۔

اصل وطن آپ کا اصل وطن شیروان تھا وہاں سے ہندوستان میں آئے اور کچھ عرصہ احمد آباد دکن میں رہے اس لیے بعض مورخوں نے آپ کا وطن دکن بھی لکھا ہے۔

سلسلہ طریقت آپ حضرت شمس الدین ترک پانی پتیؒ کے مرید تھے۔ اور کچھ عرصہ ان کی خدمت میں رہ کر روحانیت کی تکمیل کی اور انہی سے صاحب اجازت ہوئے۔ حضرت شمس الدین ترک پانی پتیؒ حضرت مخدوم علاؤالدین صابر کلیریؒ کے خلیفہ تھے۔ اس لیے حضرت شاہ سروانیؒ طریقت کے لحاظ سے چشتی صابری تھے۔

لاہور میں تبلیغ پیر روشن ضمیر نے بعد عطائے خرقہ ان کو لاہور جانے کی اجازت دی۔ اُنھوں نے یہاں پہنچ کر ہزاروں طالبان

حق کو خدا رسیدہ کیا آپ نے کافی عرصہ لاہور میں گزارا اور آپ لاہور میں سلسلہ عالیہ چشتیہ کے پہلے بزرگ ہیں۔ جنھوں نے لاہور میں قیام فرما کر عوام و خواص میں رشد و ہدایت کا کام کیا۔ آپ ایک صاحب جذب اور برگزیدہ بزرگ تھے اس لیے بے شمار لوگوں کو آپ سے فیض پہنچا۔ آپ پر عشق کا غلبہ بہت زیادہ تھا اس لیے آپ کا زیادہ وقت استغراق میں گزر جاتا اور آپ کے پاس آنے والوں کو روحانی اور جسمانی امراض کی شفا ملتی اس لیے لاہور میں آپ کی بزرگی کا کافی چرچا ہوا۔

سیرت و کردار

مفتی غلام سرور لاہوری نے آپ کی ولایت کے بارے میں اپنی فارسی کتاب خزینۃ الاصفیاء میں لکھا ہے کہ شاہ سرِ ربانی لاہوری کا شمار علمائے مشائخ چشت اور کبری خلفائے شیخ شمس الدین ترک پانی پتی میں ہے۔ از حد بزرگ اور صاحبِ ذوق و شوق و عشق و وجد و سماع تھے اور ان کے مزاج حق امتزاج پر جذب و استغراق و مدہوشی کا اس قدر غلبہ تھا کہ شب و روز اپنے آپ سے بے خود رہتے تھے۔ سوائے وقتِ نماز کے کہ اپنے آپ میں آتے اور نماز ادا کرتے، پھر مراقبہ میں چلے جاتے۔

احمد آباد میں واپسی

آپ عمر کے آخری حصہ میں لاہور سے احمد آباد چلے گئے اور وہاں پر آپ کا وصال ہوا۔

تاریخ وفات

آپ کی تاریخ وفات سنہ ۱۲۴۹ھ بمطابق ۱۳۴۸ء ہے۔ تذکرہ شیخ چوہڑ بندگی اور صاحب تذکرہ چوہڑ بندگی نے آپ کی وفات پر قطعہ تاریخ وفات یوں تحریر کیا ہے۔

سرِ ربانی چو شد اندر جناں
ہست سالِ آں شہِ لامکاں؛

زبدہ دین "سرِ ربانی سعید"
"سرِ ربانی ولی مسعود" دان

۱۲۴۹ھ
۱۲۴۹ھ

واقعہ تدفین وفات کے وقت آپ احمد آباد میں تھے اور بوقت رحلت وصیت فرمائی کہ جب میں انتقال کر جاؤں تو جنازہ پنجاب میں لے جانا۔ مرید جنازہ کا تابوت لے کر منزل بہ منزل چلے آئے۔ اور لاہور تک پہنچے۔ چونکہ رات کا وقت تھا۔ اس لیے شہر سے باہر ہی شب باش ہوئے۔ علی الصبح جنازہ اٹھانا چاہا تو نہ اٹھ سکا۔ چنانچہ یہیں دفن کر دیے گئے۔ اور جنازہ لانے والے واپس احمد آباد چلے گئے۔

مزار اقدس آپ کا مزار پرانا فین روڈ پر مزنگ اڈہ کے پاس واقع ہے۔ کسی زمانے میں آپ کے مزار پر مقبرہ بنا ہوا تھا لیکن سکھ غارتگری میں اس مقبرہ کو بہت نقصان پہنچا۔ اور سکھ مزار کی عمارت اور باغیچہ کو اکھاڑ کر لے گئے۔ بلکہ یہاں تک کہ کنوئیں کی اینٹیں بھی اکھاڑ کر لے گئے۔ الغرض شدید نقصان پہنچایا۔

انگریزی عملداری میں اس کی مرمت کی گئی۔ سفیدی کرائی گئی درخت لگوائے گئے۔ اور اس تکیہ کو دوبارہ آباد کیا گیا۔ ساتھ ہی برلب سڑک ایک چھوٹی سی مسجد بھی ہے۔

حضرت پیر زکی شہیدؒ

حضرت پیر زکی ایک نیک اور صالح انسان تھے۔ آپ عرصہ دراز لاہور میں رہے آپ اللہ کے محبوب بندوں میں سے تھے اس لیے آپ کی اکثر دعائیں بارگاہِ رب العزت میں قبول ہوا کرتی تھیں لوگ آپ کو عابد اور متقی سمجھ کر اکثر معاملات کے لیے آپ سے دعائیں کروایا کرتے تھے اس لیے لوگوں نے آپ کو پیر صاحب کہنا شروع کر دیا۔ آپ کی ولایت کا چرچا اس واقعہ سے ہوا جب آپ نے اس دنیا کو خیرباد کہا اور وہ واقعہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ جب لاہور پر غیر مسلم تاتاری مغلوں نے حملہ کیا تو پیر زکی یہیں مقیم تھے بلکہ زندگی میں بھی ان کا قیام اسی دروازہ کے اندر تھا

جہاں آج آپ کا مزار ہے۔ جب شہر فتح ہوا اور مغل شہر کے اندر آئے تو انہوں نے کمال جوانمردی کے ساتھ اُن کا مقابلہ کیا، آخر شہید ہوئے، جب سر اُتر چکا تو جسم بے سر بھی کفار کے ساتھ لڑتا رہا۔

تاریخی قیاس ہندوستان پر کافر مغلوں کے حملے سلطان رکن الدین فیروز شاہ کے بیٹے سلطان علاؤ الدین مسعود کے زمانہ ۶۴۲ھ سے شروع ہوتے ہیں اور ان کا سلسلہ ۶۹۰ھ تک جاری رہتا ہے۔ پچاس سال کے اس عرصہ میں ہندوستان پر سلطان ناصر الدین محمود، سلطان جلال الدین فیروز شاہ خلجی، علاؤ الدین خلجی اور فیروز شاہ تغلق نے حکومت کی۔ گو ہر حملہ میں مغل پسپا ہوتے رہے مگر یہ سخت جان حملہ آور شمالی ہند کو پامال کر کے دہلی تک پہنچ جاتے تھے۔ لاہور ملتان اور نواح دہلی بالخصوص اور بعض دوسرے مقامات ہمیشہ ان کی جولانگاہ بنے رہے، اس لیے بزرگ کی شہادت کا واقعہ انہی پچاس برس کے اندر سمجھنا چاہیئے۔

قبر مبارک یکی دروازے میں داخل ہوتے ہی بائیں طرف سڑک کے کنارے آپ کے سر کی قبر ہے اور جسم کی قبر چند قدم آگے چل کر پرانی گھاس منڈی میں ہے۔ جب آپ کا جسم آپ کے سر سے جدا جہاد میں مصروف رہا اور جہاں اللہ کے حکم سے گر پڑا اسی جگہ قبر بنا دی گئی۔ شہر کا یہ دروازہ اسی بزرگ کے نام سے مشہور ہے۔ تاریخ لاہور نقوش میں لکھا ہے کہ آپ کی قبر دو جگہ پر ہے اور دونوں جگہ عقیدت مند فاتحہ کے لیے جاتے ہیں جب مہاراجہ رنجیت سنگھ نے شہر کے چاروں طرف پختہ اور گہری خندق کھدوائی تو ہر دروازے کے سامنے پل بھی بنوائے تو آپ کے مزار کے سامنے بھی پل بنوایا جب انگریزی عہد آیا تو دروازے کو گرا دیا گیا تو قبر نمایاں طور پر نظر آنے لگی۔

حضرت پیر شیرازیؒ

حضرت پیر شیرازی کا اصل نام سراج الدین تھا آپ بخارا کے رہنے والے تھے لیکن آپ کے آباؤ اجداد کا تعلق شیراز سے تھا اس لیے شیرازی کہلائے۔ عالم شباب میں لاہور تشریف لائے جبکہ سلطان محمد تغلق کا زمانہ تھا۔ اور پھر یہیں کے ہو رہے آپ نیک اور صالح انسان تھے۔ آپ میں تمام وہ اچھے اوصاف موجود تھے جو ایک عالم دین اور صوفی میں ہونے چاہئیں۔ اس لیے آپ نے لاہور میں لوگوں کی اصلاح اور خدمت کے فرائض سرانجام دیے آپ کے وعظ و تلقین سے بے شمار لوگ متاثر ہوئے حتیٰ آپ کی شرافت اور اہلیت کا چرچا بادشاہ تک جا پہنچا لہذا حاکم ملتان نے ملکی معاملات کے سلسلے میں ایک دفعہ آپ کو شاہی دربار میں طلب کیا بادشاہ آپ سے مل کر بہت خوش ہوا اور آپ کی قابلیت اور علم کا بہت گرویدہ ہوا اور آپ کو لاہور کا قاضی مقرر کرنا چاہا لیکن آپ نے ملازمت کو صوفیانہ روش اور طبیعت کے خلاف سمجھ کر رد کر دیا۔ اس پر بادشاہ محمد تغلق آپ سے تھوڑا سا خفا بھی ہوا لیکن اللہ کے درویشوں کو دُنیا سے کیا غرض کیونکہ دربار شاہی سے منسلک ہو کر دامن آلودہ ہونے کا خطرہ ہوتا ہے اس لیے اللہ کے فقیر سرکاری عہدوں کو قبول نہیں کرتے۔

آپ نے آخری عمر گوشہ نشینی میں گزاری اور محلہ جوڑی موری میں رہتے تھے۔ آخر اسی گوشہ نشینی میں آپ کی زندگی کے ایام پورے ہو گئے اور آپ اس دار فانی سے کوچ کر گئے وفات کے بعد ان کو اسی مکان میں دفن کر دیا گیا جہاں آپ رہتے تھے آپ کا مزار آج بھی محلہ جوڑی موری میں زیارت گاہِ خاص و عام ہے۔

حضرت شاہ گوہر پیرؒ

حضرت شاہ گوہر پیر لاہور کے قدیم اور مشہور اولیاء کرام سے تھے۔

خاندان آپ کا خاندانی تعلق سادات اوچ سے تھا آپ کے والد ماجد کا نام سید حسن کبیر الدین تھا جو نیکی اور علم وفضل میں نہایت معروف اور ممتاز تھے آپ نے بہت سے علاقوں کی سیر وسیاحت کی بے شمار بندگان خدا آپ کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ حضرت شاہ گوہر پیر ان کی اولاد سے تھے۔

پیدائش آپ کا اصل نام سید علی گوہر ہے لیکن تاریخ میں شاہ گوہر پیر کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ کی پیدائش ۱۱ ربیع الثانی بروز جمعۃ المبارک ۷۲۹ھ میں اوچ شریف میں ہوئی۔

شجرہ نسب آپ کا شجرہ نسب حسب ذیل ہے۔ سید علی گوہر المعروف شاہ گوہر پیر بن سید کبیر الدین بن سید صدر الدین بن سید نصیر الدین بن سید شمس الدین سبزواری ملتانی بن سید صلاح الدین بن سید سلام الدین بن سید مومن بن سید محب بن سید ہاشم بن سید احمد بن سید مہدی بن سید مظفر بن سید عبد الجلیل بن سید منصور بن سید اسماعیل بن سید محمد بن سید اسماعیل بن امام جعفر صادق۔ سید حسن کبیر الدین مسلک کے لحاظ سے اہل سنت تھے چونکہ آپ نسباً اسماعیلی سادات سے تھے اس لیے شیعہ حضرات بھی ان کے بڑے عقیدت مند تھے۔

تعلیم و تربیت آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد ہی سے حاصل کی۔ چونکہ آپ کے والد ایک ممتاز عالم دین اور بحر طریقت تھے اس لیے انھوں نے اپنی خصوصی توجہ سے جوان ہونے تک آپ کی علوم ظاہری میں تکمیل کر دی۔

بیعت و خلافت

آپ علوم ظاہری حاصل کرنے کے بعد اپنے والد بزرگوار کے دست حق پر ارادت صادق قائم کر کے ریاضت و عبادت میں مشغول ہو گئے حتیٰ کہ زندگی کا کافی حصہ ذکر و فکر اور یاد الٰہی میں گزارا۔ جب آپ ہر طرح سے کامل ہو گئے تو آپ کے مرشد یعنی والد ماجد نے آپ کو خرقہ خلافت عطا فرمایا۔ اور حکم دیا کہ آج سے غیر مسلموں کو دعوت اسلام دو۔ چنانچہ اس روز سے آپ نے سلسلہ دعوت و ارشاد شروع کر دیا۔

کشمیر میں تبلیغ دین

گلزار شمس میں لکھا ہے کہ آپ اپنے والد ماجد کے حکم سے جموں و کشمیر میں تبلیغ کے لیے تشریف لے گئے کچھ عرصہ وہاں قیام کیا اور غیر مسلموں کو دعوت اسلام دی۔ آپ کے ساتھ اس تبلیغی سفر میں سید نور بخش ملقب بہ پیر مٹھا۔ سید کبیر الدین سید عالم شاہ اور سید اولیاء بھی شامل تھے جموں اور کشمیر میں تبلیغ اسلام کے فرائض سر انجام دینے کے بعد جب یہ قافلہ واپس اوچ شریف جانے کے لیے لاہور پہنچا تو حضرت شاہ گوہر پیر نے لاہور میں قیام کر لیا اور دوسرے حضرات واپس چلے گئے۔

لاہور میں قیام

آپ نے لاہور میں آبادی کے بالکل باہر جہاں آجکل آپ کا مزار اقدس ہے جسے محمود بوٹی کہا جاتا ہے۔ ڈیرہ لگایا اور رات دن یاد الٰہی میں مشغول ہو گئے جوں جوں آپ پر ذکر الٰہی کا اشد غلبہ ہوا تو آپ نے قلندرانہ مشرف اختیار کر لیا طبیعت میں جلالی کیفیت نمایاں ہو گئی آپ کے سامنے رضائے الٰہی کے سوا دنیا کا کوئی مقصد نہ رہا جو میسر آتا اس پر گزارا کرتے

فیوض و برکات

آپ اخفائے ولایت کے قائل تھے اور ہر حال میں ان کی تمنا یہی ہوتی کہ لوگوں پر ان کی زندگی ظاہر نہ ہو لیکن جہاں شمع ہو وہاں روشنی ضرور ہوتی ہے۔ لہذا اہل لاہور اور آپ کے علاقے کے گرد و نواح کے چیدہ چیدہ حضرات کو آپ کی دعا اور نگاہ سے خصوصی فیض حاصل ہوا۔ جن میں

شہر کے رئیس لوگ بھی تھے۔ جنھوں نے آپ کے وصال کے بعد اُس دور میں زرِ کثیر خرچ کر کے بڑا مضبوط اور عالی شان روضۂ مبارک تعمیر کر دیا۔

آپ نے ساری زندگی تجرید میں گزاری۔ آپ بڑے صاحب کشف و کرامت بزرگ ہوئے ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ آپ کو لوگوں نے ہاتھ میں سانپ پکڑے ہوئے شیر پر سواری کرتے ہوئے کئی مرتبہ دیکھا۔ بلکہ یہ دونوں جانور آپ کے پاس ہی رہتے تھے آپ کے وصال کے بعد جب وہ مرے تو انھیں بھی آپ کی قبر کے دائیں اور بائیں دفن کر دیا۔

وصال آپ کا وصال بروز جمعرات ۲۱ رمضان المبارک ۸۲۵ھ میں ہوا اور آپ کو آپ کے ڈیرہ پر دفن کر دیا گیا بعد ازاں آہستہ آہستہ گرد و نواح میں قبرستان بن گیا۔

مزار اقدس آپ کے مزار کا گنبد قدرے بڑا ہے۔ جنوب میں تھوڑے فاصلے پر ایک درمیانے سائز کی خوبصورت مسجد ہے جسے ۱۹۸۳ میں دو بھائیوں یعنی شیخ محمد سعید اور محمد اکرم نے تعمیر کروایا اسی جگہ پر پہلے بھی مسجد بنی ہوئی تھی جو قدیم تھی۔ مقبرے کے اِردگرد کا قبرستان بہت بڑا ہے یہ مقبرہ محکمہ اوقاف کی تحویل میں ہے اور امورِ مذہبیہ کمیٹی اوقاف کے چیئرمین میاں احمد علی میمن ہیں۔

حضرت پیر ہادی رہنماؒ

حضرت پیر ہادی رہنما کا مزار مقدس لارنس روڈ پر واقع ہے آپ فقیرانہ مشرب کے درویش بزرگ تھے آپ کی زندگی کا بیشتر حصہ حصول روحانیت میں گزرا آپ کے خاندان میں پیری مریدی کا سلسلہ تھا اس لیے آپ بھی پیر کے نام سے مشہور ہوئے۔ آپ کے والد ماجد کا نام سید عبد القادر تھا۔ جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ آپ شاہ شمس الدین

تبریزی کی اولاد میں سے تھے۔ آپ کی زندگی میں بے شمار لوگوں کو آپ سے فیض پہنچا۔ آپ دنیاداروں سے زیادہ میل جول پسند نہیں کرتے تھے۔ اسی لیے آپ اپنے دور میں لاہور شہر کی اصل آبادی سے بالکل باہر رہتے تھے۔ آپ کا اصل نام ہادی تھا مگر لوگوں کی دین و دنیا میں رہنمائی کرنے کی وجہ سے ہادی رہنما کے نام سے شہرت پائی۔

آپ غیاث الدین بلبن کے دور میں ۶۸۱ھ بمطابق ۱۲۸۲ء میں کوچ کر گئے اور ہمیشہ کے لیے اللہ کی رحمت خاص میں خوابیدہ ہو گئے۔ آپ کے دور میں حاکم لاہور قان الملک محمد صوبہ تھا۔

آپ کے مقبرہ کو تاریخی عمارتوں کی سی حیثیت حاصل ہے یہ مقبرہ ظہیر الدین بابر کے زمانہ میں تعمیر ہوا مقبرہ ایک اونچے اور وسیع چبوترے پر تعمیر شدہ ہے احاطہ وسیع وعریض ہے جس کے ارد گرد چار دیواری ہے آپ کے مقبرہ کے چاروں طرف غلام گردش نما برآمدہ ہے مقبرہ میں ایک چبوترہ ہے جس کے اوپر تین قبریں ہیں۔ درمیانی قبر آپ کی ہے۔ بائیں جانب والی قبر آپ کے بھائی حضرت سید عبداللہ شاہ کی ہے اور دائیں جانب والی قبر بھی حضرت پیر ہادی رہنما کے بھائی پیر محسن شاہ ولی دریائی کی ہے۔

اس مقبرہ کے بارے میں تاریخ لاہور میں لکھا ہے کہ جس قدر سنگ مرمر کی جالیاں اور سلیں تھیں اسے راجہ دھیان سنگھ اتروا کر جموں لے گیا۔ تینوں بزرگوں کی اصل قبریں تہ خانہ میں ہیں۔ آپ کے مزار کے قریب ایک مسجد ہے جس کا نام شمس مسجد ہے۔

حضرت شاہ کاکو چشتیؒ

حضرت شاہ کاکو چشتی سلسلہ چشتیہ کے بزرگ تھے لاہور میں ان کا شمار سلسلہ چشتیہ کے اکابر بزرگان میں ہوتا ہے۔

والد ماجد | آپ حضرت شیخ علاؤ الدین المشہور علاء الحق بنگالی لاہوری کے صاحبزادے

سلسلہ نسب مفتی غلام سرور لاہوریؒ "حدیقۃ الاولیا" میں تحریر کرتے ہیں کہ آپ حضرت خواجہ فریدالدین گنجشکرؒ کی اولاد سے تھے۔ اور چند واسطوں سے آپ کا سلسلہ نسب آنجناب سے ملتا ہے۔

تحصیل علم "آثار لاہور" میں لکھا ہے کہ آپ ابتدا میں شیخ نورالدین نام ایک بزرگ سے تحصیل علم کرتے رہے۔ اور دینی علوم میں کمال حاصل کیا آپ عربی فارسی حدیث اور فقہ کے بخوبی عالم تھے۔

بیعت سلسلۂ عالیہ چشتیہ میں آپ نے حضرت نورالدین قطب عالم بنگالی کی بیعت کی اور انہی سے سلسلہ عالیہ چشتیہ میں فیض یاب ہوئے روحانی منازل کے حصول کے بعد انہی سے آپ کو خرقہ خلافت ملا اس کے بعد بنگال سے لاہور آنے پر لاہور میں آپ نے حضرت پیر محمد چشتی سے بھی اکتساب فیض کیا اور ان سے بھی خرقہ خلافت پایا۔ تکمیل سلوک پر آپ کو علوم ظاہری و باطنی میں کمال حاصل ہو گیا

لاہور میں سلسلہ رشد و ہدایت آپ کے مرشد نے بنگال سے آپ کو رشد و ہدایت کے لیے لاہور بھیجا۔

جلد ہی آپ کی شہرت گرد و نواح میں پھیل گئی اور چنداں خلقت آپ کی خدمت میں استفادہ کرنے کے لیے آنے لگی۔ اور تمام عمر خلق کی ہدایت میں مصروف رہے لیکن آپ اپنی حیاتی میں زیادہ مشہور نہ ہوئے کیونکہ آپ بالکل دنیاداروں کی طرح رہتے تھے اس لیے بہت کم لوگ آپ کے روحانی کمالات سے آگاہ ہوئے۔ لیکن پھر بھی جو لوگ آپ کے روحانی مقام سے آگاہ تھے انھوں نے خوب فائدہ اٹھایا۔

جس محلہ میں آپ کی رہائش تھی وہ محلہ گذر شاہ کاکوؒ یا محلہ شاہ کاکوؒ کے نام سے موسوم تھا۔ وفات سے قبل مزار کے قریب ایک مسجد بھی تعمیر کرائی گئی بعد میں ایک عظیم الشان محلہ بنام دارا شکوہ آباد ہوا۔

آپ جامع الکمالات اور بڑے ہی صاحب عبادت و ریاضت اور زہد و تقویٰ

میں متوکل تھے۔ مرجع خلائق تھے۔ تمام عمر درس و تدریس اور رشد و ہدایت میں گزری۔
لودھیوں کے عہد حکومت میں لاہور میں مدرسہ خانقاہ شاہ کاکوؒ چشتی ایک
اعلیٰ مقام رکھتی تھی۔

تذکرہ قطبیہ جو حضرت جمال الدین ابوبکر قریشی کی تصنیف ہے۔ میں لکھا ہے
کہ سلطان بہلول لودھی کے زمانہ میں راجہ سین پال سلہریہ نے سلطان سے سرکشی
اختیار کی۔ تو اس کی تادیب اور سرزنش کے لیے سلطان نے فوج روانہ کی۔ راجہ مذکور نے
اپنے مہنت جوگی جے پال کو اپنا سفیر بنا کر سلطان کی خدمت میں روانہ کیا۔ جس نے
حاضر خدمت ہو کر عرض کی۔ اگر سلطان کا خیال قوم سلہریہ کو اسلام میں داخل کرنے کا ہے۔
تو آپ کسی صاحب حال بزرگ سے مجھے ہم کلامی کا موقع دیں اگر وہ مجھ پر غالب آجائے تو
تمام قوم سلہریہ اسلام قبول کرے گی۔ اور اگر وہ مجھے قائل نہ کر سکے تو پھر سلطان ہماری قوم
سے مزاحم نہ ہو۔ اور راجہ سے خراج وصول کر کے اُسے آزاد رہنے دیں گے۔ سلطان
نے یہ بات مان لی۔ اور حضرت شاہ کاکوؒ چشتی لاہوری کو بلایا۔ آپ نے فرمایا کہ میں بوجہ
کبر سنی بہت کمزور ہوں۔ اس لیے اس کام کی تکمیل کے لیے حضرت شیخ عبدالجلیل چوہڑ
بندگی سہروردی کو نامزد کرتا ہوں۔ چنانچہ مجلس مذاکرہ منعقد ہوئی۔ جوگی مذکور حقانیت
اسلام کا قائل ہو گیا۔ تو تمام سلہریہ قوم بمعہ راجہ و جوگی اسلام لے آئے۔

وفات

مفتی غلام سرور لاہوری لکھتے ہیں کہ حضرت شاہ کاکوؒ کی وفات بقول
تذکرہ شیخ جو ہر ہند ۸۸۲ ہجری (مطابق ۱۴۷۷ء) میں لاہور میں بعہد
سلطان بہلول لودھی ہوئی۔ مفتی صاحب نے تاریخ وفات اس طرح لکھی ہے۔

چو از دنیائے دوں رخت سفر بست
جناب شاہ والا جاہ کاکوؒ
چو سرور جست تاریخ وصالش
ندا شد شاہ اکبر شاہ کاکوؒ

8

مزارِاقدس آپ کے کہنے کے مطابق آپ کی قبر بالکل سادہ بنائی گئی تھی اس محلے کا نام شاہ کاکو تھا۔

اکبری عہد کے اس نامور چشتی بزرگ کے مزار کے ساتھ ایک مسجد بھی تھی جس کے تین گنبد اور دو مینار تھے۔

عہد شاہجہانی میں جب شہزادہ دارا شکوہ نے موجودہ لنڈا بازار میں اپنی فلک بوس حویلی تعمیر کرائی۔ تو اس محلہ کا نام چوک دارا شکوہ مشہور ہوا۔ حضرت میاں میر قادریؒ اکثر اوقات آپ کے مزار پر فاتحہ خوانی کے لیے آیا کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ یہ مزار ایک ولیؒ کامل ہے۔

انگریزی عہد میں سکھوں نے مسجد کو گوردوارہ میں تبدیل کر لیا۔ کیونکہ اپنے عہد حکومت سے اس عہد تک ان کا قبضہ برقرار رہا تھا۔ اور ایک وقت آیا کہ انھوں نے قبر کے نشان اور چبوترہ کو بھی مٹا دیا۔ نیز مسجد مسمار کر دی۔ یہی وہ مسجد تھی جس کو بعد ازاں مسجد شہید گنج کے نام سے موسوم کیا گیا۔

حضرت عبدالجلیل چوہڑ بندگی سہروردیؒ

اے خدا تو معبود ہے اور انسانوں کو تیرا عبد بننا چاہیئے۔ مگر عبد کے لیے تیری بندگی ضروری ہے جو بندہ تیری بندگی میں جلیل ہوتا ہے اسے تو دنیا میں جلیل کر دیتا ہے۔ تیری بندگی نے حضرت خواجہ حسن بصری کو صوف کا لباس دے دیا تیری بندگی نے حضرت جنید بغدادی کو جنید کر دیا تیری بندگی نے حضرت علی ہجویری کو زبان خلق سے گنج بخش کہلوا دیا حالانکہ میرے اللہ گنج بخشی تو تیری ہے۔ تیری بندگی نے حضرت بہاؤالدین کو نقشبند کر دیا۔ تیری بندگی نے حضرت سید عبدالقادر کو غوث الاعظم کر دیا۔ وہ تیری بندگی ہی تھی جس کی بنا پر تو نے حضرت معین الدین کو غریب نواز

کر دیا تیری بندگی نے فرید الدین کو گنج شکر کر دیا اور یہ بھی تیری بندگی ہی تھی جس کی بنا پر تُو نے شیخ عبد الجلیل کو چوہڑ بندگی کر دیا۔

نام آپ کا اصل نام عبد الجلیل تھا لیکن آپ چوہڑ شاہ بندگی کے نام سے مشہور ہوئے اس کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ چوہڑ کے معنی شکار کو تدبیر سے قابو میں لانے کے ہیں۔ چونکہ حضرت نے زہد و ریاضت سے اپنے نفس کو اللہ کی بندگی کے لیے قابو کیا لہٰذا اسی نسبت سے چوہڑ بندگی کے نام سے مشہور ہو گئے۔ قطب عالم آپ کا خطاب تھا۔

نسبی تعلق حضرت چوہڑ شاہ بندگی کا سلسلہ نسب چار واسطوں سے سلطان التارکین حمید الدینؒ ابو الحاکم بادشاہ کیچ مکران سے ملتا ہے۔ یعنی شیخ عبد الجلیل بن شیخ ابو الفتح بن شیخ عبد العزیز بن شیخ شہاب الدین بن شیخ نور الدین بن سلطان التارکین آپ کے والد ماجد شیخ ابو فتح معرفت اور طریقت میں فرید العصر تھے آپ عموماً راتیں بیداری میں اور دن روزہ سے گزارتے تھے۔ طریقت میں اپنے والد محترم عبد العزیز کے مرید اور خلیفہ تھے۔

پیدائش آپ کے جد امجد حضرت سلطان تارکین رحیم یار خاں سے چھ میل کے فاصلے پر شمال کی طرف مو مبارک میں رہتے تھے۔ آپ کے باپ دادا اپنے جد امجد کے پشت در پشت خلیفہ و جانشین رہے اور وہیں رہائش پذیر رہے آپ کی پیدائش بھی مو مبارک میں ہوئی۔

علوم رسمیہ کی تحصیل بچپن میں آپ نے اس زمانے کے مروجہ علوم حاصل کیے علاوہ ازیں دینی علوم یعنی قرآن و حدیث فقہ کا بھی علم حاصل کیا۔ آپ کے والدِ محترم نے آپ کی تعلیم کی طرف خصوصی توجہ دی۔ اور اسی توجہ کا اثر ۔۔ اکہ آپ علم رسمیہ میں علم و فضل سے سرفراز ہو گئے۔

بیعت آپ نے سلسلہ سہروردیہ میں اپنے والدِ محترم کے ہاتھ پر بیعت کی۔

بیعت کے بعد آپ نے اپنے والد بزرگوار حضرت شیخ المشائخ ابوالفتح سے طریقت کی تعلیم حاصل کی اس کے بعد عبادات اور مجاہدات میں مشغول ہوگئے اور تھوڑے ہی عرصہ میں سلوک میں کمال حاصل کر لیا اس کے بعد آپ نے اپنے والد سے سیر بلاد کی خواہش کی تو ان کی اجازت سے سیر و سیاحت کی طرف متوجہ ہوئے۔

سیر و سیاحت سفر اولیاء کرام کی ولایت کا ایک لازمی جزو ہے اس لیے آپ حضر پر سفر کو ترجیح دیتے ہوئے مشائخ روزگار کی زیارت کے لیے چل دیئے آپ مو مبارک رحیم یار خاں سے چل کر خراسان اور عراق گئے اور وہاں اولیائے سلف اور مشائخ عظام کے مزارات کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ چند سال کی مدت کے بعد پیر روشن ضمیر کی محبت اپنے وطن میں واپس لے آئی جب آپ واپس مو مبارک آئے تو آپ کے والد بزرگوار اس دنیا سے رخصت ہونے والے تھے انھوں نے آپ کو سلسلہ سہروردیہ میں خرقہ آبائی عطا فرمایا چنانچہ آپ اپنے والد محترم کے دنیا سے رخصت ہونے کے بعد سجادہ ارشاد بنے۔ لیکن ایک روز سلطان حمیدالدین تارکین کے مزار پر مراقبہ کے ذریعہ آپ کو حکم ملا کہ آپ یہاں کی بجائے پنجاب لاہور چلے جائیں۔ اس حکم پر آپ ملتان میں آئے سفر میں ایک روز خواب میں آپ نے دیکھا کہ بابا فرید گنج شکرؒ ان سے فرماتے ہیں کہ اے شیخ! تمھارے لیے مناسب یہ ہے کہ تم پہلے ہمارے روضے پر آکر اپنا حصہ حاصل کرو جو ہمارے پاس ہے، اور اس کے بعد لاہور جاؤ تو پہلے پاک پتن میں حضرت فریدالدین گنج شکرؒ کے مزار پر انوار پر حاضری دی چنانچہ آپ چالیس روز تک مزار اقدس پر معتکف رہے اور چشتیہ فیض بھی حاصل کیے۔

لاہور میں قیام سنہ ۸۷۵ھ میں اس کے بعد آپ لاہور تشریف لائے اور لاہور کے متصل ایک گاؤں کوٹ کروڑہ میں قیام فرمایا یہ آبادی لودھیوں کے زمانے میں لاہور کے باہر اس جگہ واقع تھی جہاں آجکل آپ کا مزار ہے آپ نے اسی علاقے میں رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری کیا۔ اور طالبانِ حق آپ کے

پاس کثرت سے جمع ہونے لگے۔ اور آپ نے سہروردیہ سلسلہ میں بیعت یعنی شروع کی۔ رشد و ہدایت اور تلقین و ارشاد میں نمایاں کردار ادا کیا لاہور تشریف لاکر آپ نے بیرون شہر محلہ کوٹ کروڑ مدمیان ریلوے اسٹیشن اور گوالمنڈی میکلوڈ روڈ پر قیام فرمایا۔ لودھیوں کے عہد میں اس علاقہ کا نام کوٹ کروڑ تھا۔ عہد مغلیہ میں اس علاقہ کو محلہ حاجی سرائے کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ جس وقت آپ لاہور تشریف لائے۔ تو اس وقت حضرت شیخ کاکو چشتی حیات تھے۔ آپ بی بی حاج (موجودہ بی بی پاکدامناں) کے مزار پر حاضر ہوکر بھی عبادت کیا کرتے تھے۔ لودھیوں کے عہد میں لاہور میں افغان امرا کی عمارتیں آپ کے احاطہ مزار کے گرد و نواح میں کافی تھیں۔

کرامات

قیام لاہور کے دوران آپ سے بہت سی کرامات کا ظہور ہوا جن کا ذکر تاریخ جلیلہ میں کیا گیا ہے طوالت کی وجہ سے ان کو یہاں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن حضرت کی کچھ کرامات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

روحانی تصرف کا واقعہ

ایک دن آپ دریا کے کنارے پر تشریف لے گئے۔ جب آپ راوی کے نزدیک پہنچے تو دیکھا کہ ایک دہی فروش عورت دریا کو عبور کر کے لاہور کی طرف آرہی ہے۔ شیخ نے اُس سے پوچھا کہ اس دہی کی کیا قیمت ہے۔ اُس نے جو قیمت بتائی آپ نے ادا کر دی اور جب قیمت ادا کر دی گئی تو آپ نے عورت سے کہا کہ دہی کے برتن کو زمین پر دے مارو چنانچہ اس نے ویسا ہی کیا۔ جب برتن ٹوٹ گیا۔ دہی میں سے موذ زہریلا سانپ برآمد ہوا۔ عورت حیران ہوئی اور اپنے گھر جاکر اپنے شوہر راموں پسر ہانڈو گوجر سے بیان کیا جو گاؤں (ہانڈو) کا رئیس تھا۔ وہ علی الصبح شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کفر سے توبہ کر کے مشرف بہ اسلام ہوکر آپ کا مرید ہو گیا۔ شیخ نے اسے شیخ جلال کے نام سے موسوم فرمایا اور وہ ایک کامل ولی بن گیا۔ شیخ جلال موصوف کا مزار موضع ہانڈو میں ہے۔

خشک لکڑ دراز ہوگئی

شیخ جمال الدین ابابکر نے جو شیخ عبد الجلیل کے بھائی اور خلیفہ تھے، شیخ موصوف کے احوال میں ایک کتاب بنام تذکرہ قطبیہ تالیف کی اس میں فرماتے ہیں کہ مجھے آپ کی بیعت سے مشرف ہونے کا یہ سبب ہوا کہ میں ایک دن آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میرے ہاتھ میں ایک خشک لکڑی تھی۔ دل میں خیال آیا کہ اگر میرے ہاتھ کی یہ خشک لکڑی آپ کی کرامت سے چند بالشت بڑھ جائے تو میں آپ کا مرید بن جاؤں شیخ نے نور باطن سے میرے دلی خیال کو معلوم کر لیا اور فرمایا کہ خدائے جل شانہٗ اس بات پر قادر ہے کہ خشک لکڑی کو لمبی کر دے۔ اسی وقت وہ چند بالشت دراز ہوگئی چنانچہ وہ اسی وقت اٹھا اور آپ کے پاؤں پر سر رکھ کر مرید ہوگیا۔

اشاعت دین

اشاعتِ علمِ دین میں آپ نے بڑا حصّہ لیا۔ سلہریہ، بھٹی، کھوکھر، چوہان، راجپوت اقوام آپ کے ہاتھوں مشرف بہ اسلام ہوئیں۔ تذکرۂ قطبیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مکہ معظمہ کے قیام کے دنوں میں وہاں کے ہزارہا اشخاص آپ کے درسِ حدیث و قرآن کے علمی نکات سے بہرہ اندوز ہوئے۔ اسی کتاب میں لکھا ہے کہ ایک شاگرد آپ سے فوائد الفواد کا سبق پڑھ رہا تھا کہ شیخ بہاؤ الدین زکریا و دیگر بزرگانِ دین کا ذکر آگیا، شاگرد نے بحسرت و افسوس کہا کہ وہ زمانہ کیا ہی اچھا تھا کہ ایسے ایسے بزرگ ایک ہی وقت میں موجود تھے۔ اب آپ کی ذات کے سوا کون نظر آتا ہے۔ فرمایا دوست کا کارخانہ سدا معمور ہے، پہچاننے والے مفقود ہیں، اور پھر یہ شعر پڑھا ؎

یوسفے ہمراہِ خود دارند و واپس می برند — یک زلیخائے ہمسے گویا دریں بازار نیست

شادی اور اولاد

سلطان سکندر لودھی کے عہد میں جب ان حضرت کی کرامات کا شہرہ ہوا تو سلطان نے اپنی لڑکی کی شادی حضرت سے کر دی۔ اس سے ایک بیٹا ابو الفتح پیدا ہوا۔ جب وہ بی بی فوت ہوگئی تو آپ نے دوسری

شادی بجلی خاں افغان کی دختر سے کی۔ اُس سے بھی حضرت کی اولاد ہوئی اور یہ لوگ اب تک پیر کہلاتے ہیں۔

کتاب تذکرہ قطب العالم میں تحریر ہے کہ جب شاہزادی دختر سلطان سکندر لودھی جو آپ کی زوجہ محترمہ تھیں قضائے الٰہی سے آپ کی دوسری شادی سے قبل وصال پاگئیں تو اسی سال آپ نے بجلی خاں افغان کی بیٹی سے شادی کرنے کی ہاں کر لی۔ جب یہ خبر سیدخاں لودھی، ناظم پنجاب کو جو سلطان کی طرف سے اس ملک کا فرماں روا تھا پہنچی تو اس کو یہ حال ناگوار گزرا اور حضرت کی خدمت میں کہلا بھیجا کہ ابھی شاہزادی کو فوت ہوئے ایک سال بھی نہیں گزرا کہ آپ نے اور جگہ شادی کی تجویز کر لی ہے، آپ کے لئے مناسب تو یہ تھا کہ آپ دوسری شادی کی ہاں کرنے سے پہلے بادشاہ سے اجازت طلب کرتے لیکن آپ نے ایسا نہیں کیا لہٰذا اب آپ کی یہ سزا ہے کہ آپ لاہور سے چلے جائیں، اور لاہور میں آپ کی جتنی جائیداد ہے وہ سب شیخ ابوالفتح کی ملک ہیں جو شاہزادی کے بطن سے ہے۔ حضرت نے یہ سن کر تبسم فرمایا اور کہا کہ سیدخاں کو کہہ دو کہ تیرے اور ہمارے درمیان پندرہ دن کی مہلت ہے، اگر پندرہ دن کے اندر پیران کبار تجھ کو شہر لاہور سے نکال دیں تو فبہا ورنہ ہم کو نکال دینا۔ جب اس بات کو تیرہ روز گزرے تو اس کی تبدیلی کے لیے دہلی سے فرمان شاہی نافذ ہوا، اور وہ لاہور سے بدل گیا۔

خلفاء آپ کے مشہور خلفاء حضرت شیخ جمال الدین ابوبکر و برادر مصنف تذکرہ قطبیہ بذکر شیخ عبدالجلیل، حضرت موسیٰ آہنگر سہروردی شیخ جلال پسر مانڈو گوجر شیخ برہان کا ہنووال ضلع گورداسپور تھے۔ یہ تمام حضرات اللہ کے منظور نظر تھے اور اپنے دور کے ولی تھے۔

وفات شیخ ابابکر صاحب تذکرہ قطبیہ نے حضرت کا واقعہ وفات اس طرح لکھا ہے کہ بتاریخ غرہ رجب سنہ ۹۳۰ھ میں حضرت

مجلس میں رونق افروز ہوئے، سب خلفائے کرام آپ کی خدمت میں حاضر تھے ناگاہ آپ کی حالت بدل گئی اور سر سجدے میں رکھ کر اللہ کو پیارے ہو گئے غسل کے وقت سلطان سکندر لودھی بادشاہ حاضر ہوا۔ غسل کے بعد حضرت کی زبان سے تین مرتبہ اسمِ ذات نکلا اور سب نے سُنا۔ لوگوں نے جانا کہ حضرت ابھی زندہ ہیں اس وجہ سے جنازہ اٹھانے میں تامل ہوا مگر بعد ایک ساعت کے سب کو یقین ہو گیا کہ حضرت فوت ہو چکے ہیں تو جنازہ اٹھا کر خانقاہ کے اندر لاہور میں دفن کیا۔

مفتی غلام سرور نے آپ کی تاریخ وفات پر کتاب تذکرۃ العارفین میں یہ قطعہ درج کیا ہے۔

قطعہ

شہ عبدالجلیل آں قطبِ عالم — بروئے او کشود از فضلِ حق باب
جنابش افضلِ دُنیا و دیں بود — تو سالِ رحلتش را "افضل" دریاب
دِگر از دل بسرور سالِ وصلش — ندا آمد کہ "مہتاب جہاں تاب"

مسجد و عماراتِ مزارِ اقدس

موجودہ مسجد آپ نے ہی بنوائی تھی۔ تہہ خانہ کی ڈیوڑھی سردار سندھانوالیہ نے باہتمام غلام محی الدین شاہ قریشی بنوائی تھی۔

خانقاہ کے پاس جو حُجرہ ہے وہ سید حامد شاہ نے بنوایا۔

ان کا مقبرہ حضرت شیخ موسیٰ آہنگر کے مقبرہ کے شمال رویہ واقع ہے۔ مزار کے چاروں طرف چار دیواری اور چار دیواری کے اندر ایک تہ خانہ تین درجہ کا شاہانِ لودھی کے زمانہ کا بنا ہوا ہے۔ اس چار دیواری کے احاطہ میں غرب رویہ ایک پُرانی مسجد ہے جو خود شیخ چوہڑ صاحب نے بنوائی تھی۔

حضرت موسیٰ آہنگر سہروردیؒ

آپ خاندانِ لودھی کے دورِ حکومت میں ایک بلند پایہ صاحب کرامت بزرگ گزرے ہیں آپ کا اصل نام موسیٰ ہے لیکن کسب حلال کمانے کے لیے لوہار کا کام کیا کرتے تھے اس لیے شیخ موسیٰ آہن گر کے نام سے مشہور ہوئے

ولادت آپ ۲۸ رجب ۸۴۳ھ بمطابق ۱۴۳۷ء میں ملتان کے نواح میں پیدا ہوئے آپ کے والدِ ماجد کا نام سلطان عرب تھا اور والدہ کا نام عائشہ بی بی تھا جو ایک پاک باز اور نیک خاتون تھیں آپ کا شجرہ نسب حضرت علیؓ سے ملتا ہے۔

بیعت وخلافت شیخ موسیٰ، حضرت شیخ عبدالجلیل چوہڑ شاہ بندگی کے خلفاء میں سے تھے۔ ابتداء میں آپ شیخ شہر اللہ بن یوسف سجادہ نشیں روضۂ عالیہ شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کے مرید تھے۔ جب وہ فوت ہو گئے تو شیخ عبدالجلیل کی خدمت میں حاضر ہو کر پایۂ تکمیل کو پہنچے۔ حضرت عبدالجلیلؒ کے تذکرہ نویس د شیخ جمال الدین ابا بکرؒ فرماتے ہیں کہ جب شیخ شہر اللہ ملتانی کے آخری وقت شیخ موسیٰ حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ علوم باطن کے چند دقائق و حقائق جناب کی خدمت میں ابھی حل کرنے باقی ہیں ان کے متعلق کچھ وہ ارشاد فرمائیں جو اس کمترین کی بہبودی کا موجب ہو۔ شیخ شہر اللہ نے فرمایا۔ کہ ان کی تکمیل قطب العالم عبدالجلیل لاہوری کی خدمت میں حاضر ہونے سے ہو گی۔ لہٰذا وہاں جاؤ اور اپنا نصیب حاصل کرو۔ پس شیخ موسیٰ شیخ شہر اللہ کی وفات کے بعد لاہور کی جانب روانہ ہوئے اور خانقاہ شیخ عبدالجلیل کے باہر فقراء کے زمرہ میں خاموش بیٹھے رہے۔ شیخ عبدالجلیلؒ نے نورِ باطن سے شیخ

موسیٰ کا حال معلوم کیا اور حجرہ کے اندر سے فرمایا کہ شیخ موسیٰ نووارد ملتان سے خانقاہ میں آیا ہے۔ اسے میرے پاس لاؤ۔ خادموں نے آواز دی کہ شیخ موسیٰ کہاں ہے۔ آئیے۔ پس وہ حاضر خدمت ہوئے اور کئی سال شیخ عبدالجلیلؒ کے پاس رہے اور اپنے کام کو تکمیل تک پہنچایا۔ ان کا بڑے اولیاء میں شمار ہوا۔ حضرت شیخ نے بھی ان کی جدائی گوارا نہ کی۔ اور اپنی خانقاہ کے پاس دو بیگہ زمین انہیں مرحمت فرمائی جہاں انھوں نے اپنا مکان تعمیر کرکے کسب حلال کے لیے لوہارا کام شروع کیا۔

تبلیغ اسلام

لاہور آنے سے قبل آپ تقریباً دس برس تک حرمین شریفین میں مقیم رہے اس عرصہ میں آپ نے وہاں تفسیر وحدیث کا بھی درس دیا۔ اور اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لیے ہندوستان کا رُخ کیا۔ ٹھٹھہ، ملتان، گجرات (کاٹھیاواڑ) وغیرہ ہوتے ہوئے لاہور پہنچے۔

قیام لاہور

قیام لاہور کے دوران جب آپ کو ولایت کامل حاصل ہوگئی تو شہر کے مرد اور عورتیں جوق در جوق آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ اور آپ ہر ایک کی حاجت روائی کرنے لگے۔ پھر علماء اور فضلاء بھی حاضر خدمت ہوئے۔ آپ سے سوالات کیے۔ جن کے جوابات آپ نے قرآن وحدیث کی روشنی میں دیئے۔ جس کا آپ کی شہرت پر نمایاں اثر پڑا۔ بلا ہور اور مضافات لاہور سے لوگ حاضر خدمت ہو کر ارادتمندی اور عقیدت مندی کا اظہار کرنے لگے۔

کرامات

آپ کی بزرگی کی شہرت کا باعث آپ کی کرامات بنیں چند کرامات ذیل درج ہیں اور آپ کی یہ کرامات خاص وعام کی زبان پر ہیں۔

ہندو عورت کا مسلمان ہونا

ایک روز یہ حضرت اپنی دکان پر آہنگری کا کام کر رہے تھے کہ اتنے میں ایک خوبصورت کھتری عورت تکلا سیدھا کرانے کے لیے آئی اور حضرت کے ہاتھ میں تکلا دیا۔ انھوں نے تکلا تو آگ میں رکھ دیا اور خود اس عورت کے حسن میں

محو ہو گئے اور بچشم دل اس کی طرف دیکھنے لگے۔ جب اسی حالت میں ایک ساعت گزر گئی تو اس عورت نے کہا کہ حضرت جی! میں تکلا سیدھا کرانے آئی ہوں اور تم مجھے دیکھتے ہو۔ اُنھوں نے فرمایا میں تجھے تو نہیں دیکھتا، تیرے صانع کو دیکھتا ہوں کہ جس نے تجھ کو ایسا خوبصورت پیدا کیا، اور اگر تجھے اس بات پر یقین نہیں تو میری طرف دیکھ۔ یہ کہہ کر تکلا آگ سے نکالا اور آنکھوں میں پھیر لیا اور کہا کہ اگر میں نے اس عورت کو بنظرِ بد دیکھا ہے تو میری آنکھیں جل جائیں۔ الغرض ان کی آنکھوں کو تکلیف نہ ہوئی اور تکلا جو لوہے کا تھا سونے کا ہو گیا۔ یہ کرامت دیکھ کر تمام خلقت حضرت کی آرزومند ہوئی اور وہ کھترانی بھی اسی وقت صدقِ دل سے مشرف باسلام ہوئی۔

ایک اور روایت میں لکھا ہے کہ جب اُس عورت نے یہ ظاہری کرامت دیکھی تو دنیا سے دل برداشتہ ہو کر اور جامِ عشقِ الٰہی کی مستانی ہو کر دیوانہ وار کوچہ کوچہ و بازار میں پھرنے لگ گئی اور گھر بار سے اس کا دل اچاٹ ہو گیا اور سو جان سے مالکِ حقیقی کی عاشق ہو گئی۔ اسی حالت میں چند برس بسر ہوئے۔ گھر والوں نے اسے پکڑ کر زنجیر بستہ کر دیا۔ اُس نے کسی تدبیر سے اس قید سے رہائی پائی اور پھر کوچہ و بازار میں سر و پا برہنہ پھرنے لگی۔ آخر ایک دن اپنی میٹھی جان، جاں پیارے کو سونپ دی۔ لوگ اس کے کفن دفن کا انتظام کرنے لگے۔ شیخ موسیٰ اس کے سرہانے پر آئے اور فرمایا کہ اس کشتہ الٰہی کی تجہیز و تکفین میں مصروف نہ ہو شاید کہ یہ زندہ ہو۔ ابھی آپ نے یہ لفظ منہ سے نکالے ہی تھے کہ مسامات ہر دو کے جسم میں حرکت پیدا ہوئی اور وہ جی اٹھی شیخ کے قدموں پر سر رکھ دیا اور تمام عمر آپ کی خدمت میں بسر کر دی۔ جب فوت ہوئی تو شیخ موسیٰ کے روضہ میں اسے دفن کیا گیا چونکہ دوسرا چھوٹا سا مزار جو آپ کے روضہ کے متصل ہے اسی پاکدامن عفیفہ کا ہے۔

ہندو معمار کو دریائے گنگا میں نہلا دیا کہتے ہیں کہ جب شیخ موسیٰ نے اپنے مرشد حضرت عبدالجلیل قطب العالم کی عطا کردہ زمین میں اپنا روضہ تعمیر کرنا چاہا تو معماروں کو بلا کر اس کی بنیاد رکھی۔ ان میں چند ہندو معمار بھی تھے انہیں ایام میں وہ دن بھی آگئے جب ہندو جا کر دریائے گنگا میں نہاتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اجازت طلب کی۔ آپ نے فرمایا کہ نہ جاؤ۔ جب غسل کا دن آئے تو مجھے بتانا۔ چنانچہ وہ دن آیا تو ہندوؤں نے آپ کو اطلاع دی۔ آپ نے فرمایا کہ اس حوض میں (جو روضہ میں ہے) جا کر ڈبکی لگاؤ گنگا پہنچ جاؤ گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ بعد غسل جب انہوں نے غوطہ مار کر سر نکالا تو حوض میں موجود تھے۔

خلفاء وہ حضرات جن کو آپ سے روحانی فیض پہنچا وہ تو بے شمار تھے لیکن کئی حضرات کو آپ نے سلسلہ سہروردیہ میں خلافت عطا فرمائی ان میں حضرت میر ہاشم بخاری۔ حاجی شیخ۔ مخدوم علم الدین۔ شیخ موہری۔ حاجی اسحاق سندھی اور حافظ رزق اللہ بن یانی وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں۔

شادی اور اولاد آپ نے زندگی میں ایک شادی کی آپ کی زوجہ محترمہ کا اسم گرامی بی بی ملکی تھا جو شیخ زکریا کی صاحبزادی تھیں۔ اور انہی کے بطن اطہر سے آپ کی اولاد پیدا ہوئی۔

اولاد آپ کے چار فرزند تھے (۱) شیخ یعقوب (۲) شیخ اسحاق (۳) شیخ اسماعیل (۴) شیخ احمدؒ۔

۱۔ شیخ یعقوبؒ کابل میں تھا کہ وہاں انتقال کر گیا۔ اور ایک گاؤں ڈیہہ یعقوب میں دفن کیا گیا۔

۲۔ شیخ اسحاق۔ والد بزرگوار سے جبکہ پیر ابن اور سند خلافت حاصل کی۔

۳۔ شیخ اسماعیلؒ۔ نہایت نیک نام بزرگ ہوئے ہیں۔

۴۔ شیخ احمد کو آپ کے والد نے خادم علم الدین کھوکھر کے ساتھ کابل روانہ کیا۔ کہ وہاں جا کر میر ہاشم کی وساطت سے بادشاہ سے ملیں۔ اور ان کو ہندوستان کی بادشاہت کی خوشخبری دیں۔ چنانچہ یہ کابل پہنچے۔ اور ہمایوں کو ساتھ لے کر لاہور آگئے۔

وصال جمال اللہ بن شاہ جیون مصنف مناقب موسوی کے مطابق آپ نصیر الدین ہمایوں کے دور میں بروز جمعرات ۱۸ صفر ۹۶۲ھ بمطابق ۱۵۵۵ء میں اس دار فانی سے جوار رحمت میں داخل ہوئے لیکن مفتی غلام سرور لاہوری نے آپ کا سن وفات ۹۲۵ھ لکھا ہے۔ اور کنہیا لعل نے آپ کا سن وفات تاریخ لاہور میں ۹۵۲ھ لکھا ہے۔

تعمیر روضہ آپ کا مقبرہ قلعہ گوجر سنگھ میں ہے اور اسی زمین میں واقع ہے جو آپ کے پیر و مرشد نے آپ کو عطا کی تھی۔ اور یہ وہی جگہ ہے جہاں پر آہن گری کی دکان کیا کرتے تھے۔ آپ کا روضہ مبارک مغل بادشاہ ہمایوں اور اکبر کے ایک وزیر میر ہاشم نے بنوایا تھا۔ وہ آپ کا انتہائی عقیدت مند تھا۔ آپ کا روضہ لاہور کی قدیم اور اعلیٰ ترین عمارات میں سے ہے گنبد پر کانسی کا کام سبز رنگ میں کیا ہوا ہے۔ اردگرد چار دیواری ہے، گنبد بہترین ساخت کا بنا ہے اور زمانہ قدیم کی کاریگری کا نمونہ پیش کرتا ہے۔ اندرون دیواروں پر قرآنی آیات ابھرے حروف میں موجود ہیں۔

مقبرے کا محل وقوع یہ مقبرہ میکلوڈ روڈ پر قلعہ گوجر سنگھ کی آبادی کے بالمقابل بطرف گوالمنڈی ہے جہاں آپ کا مزار ہے۔ وہاں ہی کسی زمانہ میں آپ کی آہنگری کی دکان تھی آج کل یہ مقبرہ مسجد کے ساتھ چراغ سٹریٹ میں واقع ہے۔

سیرت آپ بڑے زاہد اور عابد تھے آپ عشق حقیقی کی جذب و مستی سے سرشار تھے۔ آپ کے کردار اور سیرت سے جو سبق ہمیں ملتا ہے وہ یہ ہے کہ حصول ولایت کے لیے رزق حلال کمانا ازحد ضروری ہے اسی لیے آپ آہن گری کا کام کیا کرتے تھے اور اسی پیشہ سے اپنا اور اپنے اہل و عیال کا پیٹ پالا اور اسی رزق حلال کی بدولت آپ ولی کامل بنے اور صاحب کشف و کرامت بزرگی کا شرف حاصل ہوا۔

حضرت سیّد عثمان شاہ جھولہ سہروردیؒ

نام آپ کا اصل نام عثمان تھا لیکن شاہ جھولہ بخاری کے لقب سے مشہور ہوئے۔ آپ کے شاہ جھولہ بخاری مشہور ہونے کی وجہ یہ ہے۔ کہ جب آپ اوچ سے لاہور کی طرف شتر سوار آ رہے تھے تو اونٹ کو تیز چلانے کی وجہ سے آپ کے بازو ہل رہے تھے تو آپ نے اپنے بازوؤں کو مخاطب کر کے کہا تم اتنی حرکت کیوں کرتے ہو شاید تمھیں جھولہ ہو گیا ہے۔ اس کہنے پر واقعی بازو رعشہ زدہ ہو گئے اور آخری دم تک یونہی رہے اور رعشہ ہونے کی وجہ سے جھولہ مشہور ہوئے۔

پیدائش آپ کے والدین اوچ شریف میں رہتے تھے اور آپ وہیں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام سیّد محمود اچی تھا. جو بذاتِ خود ایک روحانی پیشوا تھے اور پیر طریقت تھے۔

نسب آپ کا سلسلۂ نسب چند واسطوں سے حضرت مخدوم جہانیاں جلال بخاری سے جا ملتا ہے اور سلسلہ نسب یوں ہے۔

سیّد عثمان بن سیّد محمود اچی، بن سیّد بہاء الدین ابن سیّد حامد، بن

سید محمد شاہ، بن سید رکن الدین المخاطب ابو الفتح بخاری اچی بن سید حامد بخاری الملقب بذی نو بہار صاحب دستار، بن سید ناصر الدین بن سید جلال الدین مخدوم جہانیاں جہاں گشت مدفون اوچ شریف۔

سلسلہ سہروردیہ آپ دینی علم حاصل کرنے کے بعد سہروردیہ میں اپنے والدِ ماجد کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے کیوں کہ آپ کے خاندان کے اکثر افراد پشت در پشت اپنے والد ہی کے سلسلہ سہروردیہ میں مرید تھے، شاہ جھولن بھی سلسلۂ سہروردیہ میں اپنے والد سید محمود اچی کے مرید تھے اور تکمیل طریقت پر آپ کو خرقۂ خلافت اپنے والد ہی سے ملا۔

حلقہ ارادت سید عثمان جھولن ذوق و شوق اور جذب و استغراق میں بے مثل تھے حصول خلافت کے بعد اوچ سے لاہور تشریف لائے اور یہاں سکونت اختیار کی۔ اور خلق کثیر کو اپنی ارادت سے سرفراز فرمایا اور بہت مقبول ہوئے۔ بے شمار لوگ آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے چھوٹے بڑے امیر و غریب نے آپ کا اتباع کیا۔ علمائے عہد نے بھی آپ کے آگے سر تسلیم خم کیا۔

اولاد سید عثمان جھولن کے صاحبزادے سید شاہ محمد تھے، جو اپنے والد کی وفات کے بعد اُچ سے پنجاب پہنچے، اور انھوں نے اپنے والد کی مسند رشد و ہدایت کو زینت بخشی۔

وفات شاہ جھولن نے سکندر لودھی کے عہد میں ۱۸ ربیع الاول ۹۱۲ھ کو وفات پائی، اُن کا مزار پُر انوار اندرون قلعہ لاہور بمقام تہہ خانہ میں واقع ہے۔

دورِ ثانی کے صوفیا

مغلیہ دورِ حکومت کے آغاز سے قبل پاک و ہند پر لودھیوں کی حکومت تھی۔ اور لاہور میں دولت خان لودھی حکومت سے صوبہ دار پنجاب تھا۔ بابر نے ۱۵۲۴ء میں لاہور پر یلغار کی کافی کشت و خون کے بعد لاہور فتح ہو گیا۔ اس کے دو سال بعد بابر نے پانی پت کی پہلی لڑائی میں ابراہیم لودھی کو شکست فاش دے کر ہندوستان کے تخت و تاج پر مغل حکومت کا جھنڈا لہرا دیا۔ ۱۵۲۶ء سے ۱۵۳۰ء تک بابر ہندوستان پر حکمران رہا اس کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا ہمایوں جانشین ہوا دس سال تک جب ہمایوں حکومت کر چکا تو ۱۵۴۰ء میں شیر شاہ سوری نے اسے شکست دے کر ہندوستان کے تخت و تاج پر قبضہ کر لیا حتیٰ کہ ۱۵۵۵ء تک وہ اور اس کی اولاد کی حکومت کرتی رہی اس کے بعد ہمایوں پھر تخت پر قابض ہو گیا اور ایک سال حکومت کرنے کے بعد دنیا سے چل بسا۔ نصیر الدین ہمایوں کے بعد اس کا بیٹا جلال الدین اکبر تخت نشین ہوا اور اس مغل بادشاہ کا دورِ حکومت تقریباً پچاس سال تک رہا۔ اکبر اپنے دورِ حکومت میں کئی مرتبہ لاہور آیا۔ حتیٰ کہ چار سال تک اکبر نے لاہور کو دارالحکومت بھی بنائے رکھا اور یہاں قلعہ تعمیر کروایا۔ اکبر کے بعد اس کا بیٹا جہانگیر بادشاہ بنا جہانگیر کو بھی لاہور سے خاصی دلچسپی رہی بلکہ مرنے کے بعد وہ دفن بھی لاہور میں ہوا۔

جہانگیر کے بعد اس کا بیٹا شہاب الدین شاہجہان تخت پر بیٹھا اس کا دور ۱۰۳۷ھ تا ۱۰۶۸ھ تک رہا وہ اپنے اکتیس سالہ عہد حکومت میں کئی مرتبہ لاہور آیا اور اس نے شہر لاہور میں کئی شاہی تعمیرات کروائیں۔ شاہجہان کے عہد حکومت میں اس کا بیٹا دارا شکوہ کچھ عرصہ لاہور، ملتان اور کابل کے صوبوں کا نائب سلطنت

رہا اس نے بھی لاہور سے خاصی دلچسپی رکھی۔

شاہجہان کے بعد اورنگ زیب عالمگیر کی حکومت قائم ہوئی اس کی حکومت ۱۰۶۸ سے لے کر ۱۱۱۸ھ تک رہی گویا اس نے پچاس سال تک پاک و ہند پر حکومت کی اس طویل عہد حکومت میں وہ بھی لاہور میں کئی بار آیا۔ بلکہ ایک مرتبہ کشمیر کو جاتے ہوئے لاہور میں چند ماہ ٹھہرا۔ اس نے یہاں شاہی مسجد بھی بنوائی آخر ۱۱۱۸ھ میں اورنگ زیب کا دکن میں انتقال ہوگیا اس کی وفات کے بعد مغلیہ سلطنت کمزور ہونا شروع ہوگئی اورنگ زیب کے جانشینوں میں جانشینی کے لیے خاصی جنگ ہوئی۔ اور شاہ عالم اول کامیاب ہوا اس کے بعد بہادر شاہ اول جہاندار شاہ فرخ سیر رفیع الدرجات نکوسیر رفیع الدولہ محمد شاہ ابراہیم احمد شاہ اور عالمگیر دوم کی یکے بعد دیگرے حکومتیں رہیں یہ دور حکومت ۱۱۱۹ سے ۱۱۷۳ تک رہا لیکن ۱۱۴۵ھ سے احمد درانی نے ہندوستان پر حملے شروع کر دیئے اور ہندوستان پر حملہ آور ہونے کے لیے کئی مرتبہ لاہور سے گزرا آخر اس نے لاہور کو اپنی حکومت میں لے لیا۔ لاہور پر اس کے قابض ہونے سے یہاں سے مغل حکومت کا خاتمہ ہوگیا۔

شاہان مغلیہ کی لاہور سے دلچسپی

مغل بادشاہوں نے اپنے عہد حکومت میں لاہور سے خاصی وابستگی رکھی

اور یہاں پر چند عالی شان تاریخی عمارات بنوائیں۔ مقبرہ جہانگیر یعنی دلکشا باغ شالامار باغ اور بادشاہی مسجد اس دور کی عظیم تاریخی یادگاریں ہیں پھر ان تعمیرات کے علاوہ مغل بادشاہوں کے حاکمان لاہور نے لاہور کے باشندگان کے ساتھ نہایت اچھا سلوک رکھا مغلیہ دور میں لاہور کی اکثریت خوشحال رہی۔ کئی لوگوں کو عہدے اور منصب دیئے۔ اس کے علاوہ مغل بادشاہ اکبر جہانگیر شاہجہان اور دارا شکوہ نے لاہور کے اکابر اولیاء کی خوب قدر دانی کی۔

9

مغلیہ دور کے صوفیا

مغلیہ دور میں لاہور میں بے شمار اولیاء اللہ گزرے ہیں زیادہ اولیاء باہر سے آکر یہاں قیام پذیر ہوئے اور پھر اسی سرزمین میں آسودہ خاک ہو گئے۔ مغلیوں کے تقریباً اڑھائی سو سالہ دور حکومت میں جتنے زیادہ صوفیا لاہور میں رشد و ہدایت کے سلسلہ میں مصروف رہے ہیں اتنی تعداد میں نہ ہی اس پہلے اور نہ ہی اس کے بعد ہوئے ہیں۔ میرے خیال کے مطابق اس کی وجہ یہ ہے کہ اگرچہ اس سے قبل کئی سو سال لاہور مسلمان حکومت کے زیر نگین رہا اور یہاں مسلمان صوفیا تبلیغ دین کا فریضہ بخوبی سرانجام دیا لیکن وہ ہندو نسل جو پہلے مسلمان ہوئی ان میں رفتہ رفتہ اسلام پھیلانے کا کام مغلیہ دور کے صوفیا نے کیا پھر اسی دور میں لاہور میں مختلف سلسلوں کے بزرگ اٹھے جنھوں نے چہار سلسلہ تصوف کو خوب فروغ دیا وہ سلسلے جو اس دور میں فروغ پائے یہ ہیں۔

سلسلہ قادریہ

مغلیہ دور میں لاہور میں سلسلہ قادریہ نے خوب فروغ پایا اور اس سلسلہ کے بڑے بڑے جلیل القدر صوفی لاہور میں اشاعت اسلام میں سرگرم عمل رہے۔ اس دور کے سلسلہ قادریہ کے اکابر بزرگوں میں حضرت میاں میرؒ اور ان کے خلفاء شاہ حسین لاہوری اور شیخ مادھو حضرت شاہ بلاول قادری حضرت شاہ ابوالمعالی شاہ محمد غوث سید شاہ چراغ شاہ عنایت قادری سید اسماعیل گیلانی۔ حضرت جان محمد حضوری سید ابوتراب المعروف شاہ گدا اور رضا شاہ قادری کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔ ان بزرگوں نے لاہور میں سلسلہ قادریہ کو خوب پھیلایا۔ حتیٰ کہ اکثر مغل بادشاہ ان بزرگوں کے پاس بذات خود چل کر آئے اور ان کی بزرگی کے سامنے سر خم تسلیم کیا۔

سلسلہ سہروردیہ

مغلوں کے عہد میں سلسلہ سہروردیہ نے بھی خوب فروغ پایا۔ اور انھوں نے لاہور میں علم و عرفان کی قابل قدر

خدمات سرانجام دیں سلسلہ سہروردیہ کے اکابر صوفیا میں حضرت میراں موج دریا بخاری شاہ عبدالرزاق مکی حضرت بابا شاہ جمال حضرت محمد اسماعیل عرف میاں وڈا حسن کنجگر شاہ محمد سہروردی اور ان کی اولاد کے نام قابل ذکر ہیں جنھوں نے علم اور روحانیت کے ذریعے لوگوں کی بے حد خدمت کی۔

سلسلہ نقشبندیہ عہد مغلیہ میں سلسلہ نقشبندیہ لاہور میں زیادہ فروغ نہ پاسکا لیکن حضرت ایشان اور حضرت طاہر بندگی کی خدمات قابل ستائش ہیں۔ ان دو جلیل القدر بزرگوں کے علاوہ پیر زاہدی عبدالواحد نقشبندی ابو محمد نقشبندی بزرگ بھی اسی دور میں گزرے ہوئے ہیں۔

سلسلہ چشتیہ اس دور میں سلسلہ چشتیہ کے بزرگوں نے بھی اشاعت دین میں گراں قدر خدمات سرانجام دیں وہ چشتی بزرگ جنھوں نے لاہور میں سلسلہ چشتیہ کو فروغ دیا ان میں شیخ اسحاق کاکو چشتی حضرت عبدالکریم چشتی عارف چشتی محمد صدیق چشتی محمد سلیم چشتی اور عبدالخالق چشتی کے نام سرفہرست ہیں۔

المختصر اب مغلیہ دور کے صوفیائے لاہور کے مفصل حالات پیش خدمت ہیں۔

حضرت سیّد اسماعیل گیلانی قادریؒ

حضرت سید اسماعیل گیلانی اکبر کے زمانے میں ایک صاحب علم اور صاحب مسند ارشاد بزرگ تھے۔ اُن کا شمار اس زمانے کے جلیل القدر اولیا مشائخ کبار میں ہوتا تھا۔

ولادت

حضرت سید اسماعیل گیلانی اوچ شریف میں پیدا ہوئے اور آپ کا نسبی تعلق بھی ساوات اوچ شریف سے تھا اور آپ کے والد ماجد کا نام سید عبداللہ اوچی تھا۔

تعلیم و تربیت اور بیعت

آپ کے والدِ ماجد چونکہ ایک اکابر عالمِ دین اور روحانی پیشوا تھے اس لیے انھوں نے آپ کو خود ہی گھر پر تعلیم دی عالم شباب میں تمام ظاہری دینی علوم کی تکمیل کی۔ پھر آپ نے سلسلۂ قادریہ میں اپنے والدِ ماجد حضرت سید عبداللہ کے دستِ حق پر بیعت کی۔

خرقۂ خلافت

آپ کے والد اور پیرو مرشد نے تھوڑے ہی عرصہ میں اپنی خاص باطنی توجہ سے آپ کو منازل سلوک طے کروائیں، روحانی تربیت کی تکمیل کے بعد آپ کے والدِ ماجد نے آپ کو خرقۂ خلافت عطا فرمایا اور اس روز سے آپ مسندِ رُشد و ہدایت پر فائز ہوئے۔

روحانی شہرت

جوں ہی آپ اوچ شریف میں زندگی کے شب و روز یادِ الٰہی میں گزار رہے تھے اور اللہ کی عنایت کردہ رحمت سے لوگوں کو روحانی فیض پہنچا رہے اور روز بروز آپ کی شہرت میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ تا حتیٰ کہ ایک روز آپ کی بزرگی اور کشف و کرامات کی شہرت شہنشاہ اکبر تک پہنچی، وہ آپ کے اوصاف و محاسن کو سُن کر اس درجہ معتقد ہوا کہ آپ کو لاہور بلوایا اور نہایت عقیدت سے ایک ہزار بیگھہ زمین آپ کو علاقہ فیروز پور میں نذر کی مگر آپ نے فقر و استغنا کے سبب اسے قبول نہ کیا۔

لاہور میں سکونت

شہنشاہ اکبر کے کہنے پر آپ لاہور میں تشریف لائے اور اس سے ملاقات کے بعد لاہور میں سکونت اختیار کر لی۔ آپ نے اس زمانے میں جس جگہ پر قیام کیا تھا اس وقت اس آبادی کا نام

محلہ ٹکمی تھا یہ وہی آبادی ہے جو پرانی انارکلی میں جین مندر کے قریب آباد تھی۔ محلہ ٹکمی میں آپ کے زمانے میں زیادہ تر کاروباری حضرات رہتے تھے جن کا پیشہ تجارت تھا۔ اس علاقے کے لوگ آپ کے تقویٰ اور علم و فضل سے بے حد متاثر ہو کر آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہوئے۔ آپ اپنے مریدین اور معتقدین کی صفائی قلب پر بہت زور دیتے اس کے لیے ارکان دین پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کرتے اس کے علاوہ اعمال و اشغال کے ذریعے ان کی باطنی کیفیت کی اصلاح کرتے اس کے ساتھ ہی آپ ان میں اچھا اخلاق پیدا کرنے کی کوشش میں رہتے یہ اللہ کے اولیاء کا شیوہ ہوتا ہے کہ وہ تکمیل روحانیت کے بعد مخلوق خُدا کی خدمت میں مصروف رہتے ہیں چنانچہ ایسے ہی حضرت اسماعیل گیلانی نے عمر کا زیادہ حصّہ خلق خُدا کی خدمت میں گزارا۔

سیرت

آپ نماز اور روزہ کے پابند تھے۔ اور کوئی وقت ایسا نہ ہوتا جو آپ یاد الٰہی میں مصروف نہ ہوتے بلکہ آخری عمر میں آپ یاد الٰہی میں بہت زیادہ مصروف رہتے اور خلق خُدا کو روحانی فیض پہنچاتے رہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کے علم و فضل اور زہد و ریاضت کی وجہ سے بادشاہ اور امراء آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ لیکن آپ کسی ظاہری شان و شوکت سے متاثر نہ ہوئے بلکہ آپ ہمیشہ اللہ کی طرف ہی متوجہ رہے اور اس کی یاد میں ڈوب رہتے۔

ازدواجی زندگی

آپ نے شرع محمدی کے مطابق ایک نیک خاتون سے شادی اور انہی کے بطن سے آپ کی اولاد پیدا ہوئی آپ کے تین صاحبزادے تھے، جن کے نام یہ ہیں سیّد حاجی بہاؤ الدین، سیّد بدرالدین، سیّد قطب الدین۔

وصال آپ کا وصال مغل بادشاہ اکبر کے زمانہ میں ۹۷۸ھ بمطابق ۱۵۷۰ء میں ہوا اور آپ کو آپ کی جائے رہائش پر دفن کیا گیا۔ آپ کا مزار جین مندر پرانی انار کلی میں لیک روڈ پر لبِ سڑک واقع ہے اور مزار کے اوپر ایک قدیم طرز کا گنبد ہے۔

قطعہ تاریخ وفات مفتی غلام سرور لاہوری نے آپ کے وصال کے بارے میں مندرجہ ذیل قطعہ کہا ہے۔

رفت چوں از جہاں بخلد بریں | پیر روشن ضمیر اسماعیل
گشت تاریخ رحلتش روشن | نیر نور میرا اسماعیل

۹۷۸ھ

حضرت سیّد میر میراں گیلانی قادریؒ

آپ کا تعلق سادات گیلانیہ اوچ شریف سے تھا۔ جو حضرت سید عبدالقادر جیلانی کے سلسلہ نسب سے ہیں۔ اوچ شریف کے خاندان سادات کی دینی اور روحانی خدمات بے پناہ ہیں جنھیں تاریخ ہمیشہ زریں حروف سے یاد کرے گی۔

پیدائش اللہ کے اس نیک صوفی کی پیدائش اوچ شریف میں ہوئی آپ کے والد سید مبارک علی حقانی گیلانی تھے جو صاحب علم و فضل عالم دین تھے۔ اور اہل تقویٰ سے تھے۔

تعلیم و تربیت آپ کا خاندان علم و ادب کا گہوارہ تھا۔ پشت ہا پشت سے دینی اور باطنی علم آپ کے خاندان میں چلا آرہا تھا۔ آپ نے دینی علوم اپنے والد ماجد سے حاصل کیے۔ آپ کے والد نے نہایت عمدہ طریق سے ان کی تربیت کی۔ بچپن میں آپ بڑے ہونہار تھے۔ چنانچہ سن بلوغت پر پہنچتے ہی غایت درجہ کے قابل اور لائق بن گئے۔

خرقۂ خلافت آپ کے والدِ گرامی چونکہ بذات خود ایک جید پیر طریقت تھے اس لیے آپ نے حصول معرفت کے لیے ان کے دستِ حق پر بیعت کی اور تکمیل سلوک پر خرقۂ خلافت سلسلہ قادریہ میں اپنی سے پایا۔ اور خلق خُدا کی ہدایت میں معروف ہو گئے۔

خدمت مخلوق خدا خرقۂ خلافت پانے کے لیے آپ اوچ شریف سے

لاہور تشریف لے آئے اور ابتدا میں اپنے رشتہ داروں کے ہاں قیام کیا۔ پھر ایک الگ جگہ پر مستقل قیام کیا آپ نے بے شمار لوگوں کو حق کا راستہ دکھلایا اور بے پناہ مخلوق خُدا آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئی۔ آپ کو لاہور میں بے حد مقبولیت حاصل ہوئی۔ عمر کا زیادہ حصّہ درس و تلقین میں گزرا۔

آپ بڑے حلیم طبع تھے اس لیے آپ کا اخلاق اتنا اچھا تھا کہ جو بھی آپ سے ایک بار ملاقات کرتا گرویدہ ہو جاتا۔ آپ شرافت اور سخاوت میں بڑے مشہور تھے۔ آپ اکثر لوگوں کو کھانا کھلایا کرتے تھے۔

وفات آپ جلال الدین اکبر کے زمانے میں ۹۸۶ھ بمطابق ۱۵۷۸ء میں فوت ہوئے اور میانی صاحب کے قبرستان میں دفن ہوئے۔

منظوم تاریخ رحلت:۔

بجنت رفت ازیں دنیائے فانی	چوں آں مقبل مبارک میر میراں
وصالش "مخزن الانوار" فرما	بخواں "مقبل مبارک میر میراں" ۹۸۶
گفت ہاتف بہر سال انتقالش تلیما	"میر میراں میوہ بستان جنت" بازگو

مزار آپ کا مزار مبارک شاہ نظام الدین بودیا نوالہ کے احاطہ مزار کے اندر چبوترے پر ہے پیر نظام الدین بودیانوالے آپ کی اولاد سے تھے۔ اور گورستان میانی صاحب میں مرجع خلائق ہے۔

حضرت شیخ ابو اسحاق قادریؒ

حضرت ابو اسحاق بخارا کے رہنے والے تھے ابتدائی تعلیم و تربیت وہاں حاصل کی پھر بغرض تلاش حق اپنے اصل وطن سے نکلے اور مختلف مقامات سے ہوتے ہوئے شیر گڑھ میں حضرت داؤ بندگی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور ان کی بیعت کی۔ آپ عظیم المرتبت صوفیائے کرام سے ہیں اور جامع علوم ظاہری و باطنی تھے۔ آپکا نسبی تعلق مغل قوم سے تھا۔

عطائے خلافت

آپ بالکل باشرع تھے صوم وصلواۃ کے سختی سے پابند تھے آپ نے اپنے مرشد کی ہدایت کے مطابق چند چلے کیے اور باطن کو دنیاوی آلودگیوں سے مصفا کیا۔ آپ کے معمولات میں شب بیداری عموماً ہوتی اور ساری ساری رات ذکرِ الٰہی میں مشغول رہتے جب آپ علوم ظاہری و باطنی اور زہد و تقوئی میں کامل ہو گئے تو آپ کے پیر و مرشد نے آپ کو خرقہ خلافت عطا فرمایا۔ اور لوگوں میں دینی علم اور رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری کرنے کی تلقین کی۔

لاہور میں قیام

حضرت شاہ ابو اسحاق اور شاہ ابوالمعالی میں بہت مخلصانہ مراسم و تعلقات تھے، اور دونوں میں بے حد محبت اور خلوص تھا، یہاں تک کہ دونوں حضرات ایک ہی جگہ پر عبادت و ریاضت اور ذکر و فکر میں بیٹھا کرتے تھے۔

جب شاہ ابوالمعالی اپنے شیخ کے ارشاد کی بنا پر لاہور تشریف لے گئے تو شاہ ابو اسحاق اپنے دوست کے بغیر تنہائی سی محسوس کرنے لگے، آخر انھوں نے بھی اپنے شیخ سے لاہور جانے کی اجازت چاہی، شیخ سے اجازت حاصل کرنے کے بعد وہ

لاہور تشریف لائے اور محلہ مغل پیر منز نگ میں سکونت اختیار کی، اور وہیں ارشاد و تلقین میں مصروف ہو گئے، بہت سے طالبانِ حق نے آپ سے ہدایت حاصل کی۔

شیخ کا ادب نزہتہ الخواطر میں ہے کہ شیخ ابو اسحاق بہت بڑے عالم اور تفسیر قرآن کریم کے ماہر تھے، تفسیر قرآن کریم میں میں اُن کو اس قدر تجربہ تھا کہ اس فن کے لوگ اُن کی طرف مشکل مسائل میں رجوع کرتے تھے، وہ فقر و قناعت کے بلند مقام پر تھے، اُنھوں نے باوجود اس کے کہ صاحبِ خلافت و مجاز تھے احتراماً اپنے شیخ کی زندگی میں کسی سے بیعت نہیں لی۔

دینی و تبلیغی خدمات حضرت شیخ ابو اسحاق جامع العلوم تھے قرآن پاک سے آپ کو والہانہ محبت تھی اس لیے آپ نے تفسیر اور حدیث پر مکمل عبور حاصل کیا۔ اور قرآن پاک سے محبت کے تحت آپ نے ساری عمر دینی خدمات کا فریضہ سر انجام دیا۔ چنانچہ لاہور میں جب آپ محلہ مغل پیر منز نگ میں رہائش پذیر تھے تو آپ لوگوں کو اکثر مسائل اور علم کی باتیں بتایا کرتے تھے اور آہستہ آہستہ لوگ آپ کی بزرگی اور علم کے گرویدہ ہوئے اور بے شمار طالبان حق کو راہ ہدایت ملی۔ آپ تمام عمر ہدایت خلق میں مصروف رہے آپ کچھ عرصہ باقاعدہ طور پر اپنی رہائش گاہ پر لوگوں کو دینی علوم بھی پڑھاتے رہے اور بہت سے لوگوں نے آپ کے علمی اور روحانی فیوض و برکات سے فائدہ اٹھایا۔

سیرت آپ بڑے نیک زاہد و عابد تھے۔ سخاوت اور خدمت انسانیت کی خوبیاں آپ میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھیں۔ آپ کی سیرت کے بارے میں۔ مفتی غلام سرور نے بیان کیا ہے کہ "شیخ ابو اسحاق قادری لاہوری از اعظم خلفائے شیخ داؤد کرمانی چونی داں ست، جامع بود میان علوم ظاہر و باطن و زہد و ورع و تقوی و سخاوت و ریاضت و مجاہدات صیام دوام و قیام مدام داشت، خوارق

وکرامت بے اختیار از وے سر بر میزد۔

وصال شیخ ابواسحاق ۵ محرم ۹۸۵ھ کو واصل بحق اور اپنی قیام گاہ میں دفن ہوئے ۵ محرم سال مذکور مطابق ۲۵ مارچ ۱۵۷۷ء کو اکبر بادشاہ کا زمانہ تھا۔

قطعہ تاریخ وفات غلام دستگیر نامی نے آپ کا قطعہ تاریخ وفات یوں بیان کیا ہے۔

گفت سرور بسالِ تاریخش "شاہِ عالی فقیر ابواسحاق"

بہر سالِ فوتِ شیخ محترم کرد "شیخ بہترین" نامی رقم ۹۸۵

مزار مبارک آپ کا روضۂ عالیہ مزنگ لاہور میں ہے۔ پاس ہی دوسرا گنبد آپ کے صاحبزادوں کے مزارات پر قائم اور زیارت گاہِ خلق ہے۔ ان کے نام محمد حسین۔ ملک حسین اور یار حسین صاحب ہیں اُن کے گنبدِ مزار کے اندر سورۂ یٰس مسطور ہے۔

حضرت سید کامل شاہ قادریؒ

آپ کا آبائی وطن بخارا تھا آپ وہاں کے سادات عظام سے تھے۔ آپ بخارا ہی میں پیدا ہوئے اور وہیں تعلیم و تربیت حاصل کی دنیاوی تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ کو آخرت کی فکر لاحق ہوئی تو آپ نے شیخ اللہ داد مداری کے ہاتھ پر بیعت کر لی کافی عرصہ ان کی خدمت گزارا۔ بے پناہ ریاضت و عبادت کی۔ آخر سلسلہ قادریہ میں تکمیل کے بعد خرقہ خلافت اور فقر ملا اس کے بعد آپ لوگوں کی ہدایت اور راہنمائی پر مامور ہوئے۔

آپ محمد جلال الدین اکبر بادشاہ کے عہد میں بخارا سے لاہور آئے اور نیستان (بیلے) میں موضع بابو سابو کے متصل مقیم ہوئے اور بہت سے لوگ آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے۔

آپ ولی کامل تھے اور آپ کا نام بھی کامل تھا لیکن لوگوں میں آپ دیوان کامل کے نام سے مشہور ہوئے۔ آپ نے لاہور میں کافی عرصہ قیام کیا لوگوں کو فیض پہنچایا۔ آپ بڑے زاہد اور عابد تھے اکثر شب بیداری کیا کرتے تھے۔ اور ذکر الٰہی میں مصروف رہتے ۔ علوم ظاہری اور باطنی میں ممتاز تھے ۔ زہد اور توکل میں راسخ القدم تھے۔

آپ ۵ صفر ۱۰۰۵ھ بمطابق ۲۰ ستمبر ۱۵۹۶ء میں بابو سابو میں فوت ہوئے۔ اور وفات کے بعد وہیں دفن ہوئے ۔ عبدالرحیم نامی خاص سپہ دار شاہی آپ کا مرید تھا اُس نے آپ کے مزار پر گنبد تعمیر کرنا چاہا۔ آپ نے خواب میں اسے اس ارادہ سے روک دیا کہ ایسا نہ کرو۔ مجھے یہی پسند ہے کہ مزار کچا ہی رہے۔ آپ کا مزار موضع بابو سابو لاہور سے باہر مرجع خلائق ہے۔ قطعہ تاریخ وفات حسب ذیل ہے۔ جو غلام دستگیر نامی صاحب نے لکھا ہے۔

جناب شیخ کامل صدر دیوان ! — بعلم عشق عامل قطب عالم

ندا شد بہر سال انتقالش — کہ " شاہنشاہ کامل قطب عالم "

اگر نامی بجوئی سال فوتش — بگو از روئے دانش " شیخ کامل "

دگر بار ہاتف بگفتا کہ نامی ! — بگو بالیقیں " شیخ کامل صداقت " ۱۵۹۶ء

حضرت لال حسین قادریؒ

حضرت حسین لاہوری کے آباؤ اجداد کا تعلق ہندوؤں سے تھا آپ کی والدہ ذات ڈھا سے تعلق رکھتی تھیں اور والد کلس رائے ذات سے تھے یہ دونوں ہندوؤں کے ہاں ہیں آپ کے آباؤ اجداد میں سے کلس نامی فیروز شاہ کے عہد حکومت میں سب سے پہلے مشرف با اسلام ہوئے ان کی اولاد کلسرائی مشہور ہو گئی ۔ کلس رائے

کے ہاں جو مسلمان لڑکا پیدا ہوا اس نے اس کا نام عثمان رکھا شیخ عثمان کپڑا بننے
کا کام کرتے تھے۔ اس لیے ڈھڈا مشہور ہو گئے ڈھڈا جولاہوں کی ایک ذات ہے۔

پیدائش

شیخ عثمان کے گھر لاہور میں ایک لڑکا ۹۴۵ھ میں پیدا ہوا اس
کا نام حسین رکھا۔ اور آپ واقعی جمال معرفت میں رنگے گئے۔ آپ
کے والد اس زمانے میں ٹکسالی دروازے کے باہر محلہ تل بگہ میں رہتے تھے۔

تعلیم و تربیت

آپ کے والد ماجد شیخ عثمان نے آپ کو قرآن پاک کی
تعلیم کے لیے شیخ ابوبکر کے درس میں بٹھایا شیخ ابوبکر
ایک مسجد میں قرآن مجید پڑھایا کرتے تھے اور اپنے زمانے کے حافظ اور عالم دین
تھے۔ آپ نے قرآن مجید کو حفظ کرنا شروع کیا اور ابھی چھ سپارے حفظ کیے تھے کہ
اسی زمانے میں جب آپ مکتب میں پڑھا کرتے تھے کہ ایک دن حضرت بہلول تشریف
لائے اس سے قبل حضرت بہلول حضرت امام علی رضا کے مزار پر تھے، اور وہاں سے
لاہور تشریف لائے کیونکہ انھیں حکم ہوا تھا کہ لاہور جا کر حضرت حسین کو راہ حق پر
گامزن کریں۔

حضرت بہلول کی بیعت

مکتب میں حضرت بہلول دریائی نے آپ کے استاد
حضرت حافظ ابوبکر سے پوچھا کہ اس لڑکے کا نام
کیا ہے اور کیا پڑھتا ہے۔ آپ کے استاد نے جواب دیا کہ یا حضرت اس کا نام حسین
ہے اور چھٹا سیپارہ حفظ کر چکا ہے، اب ساتواں شروع کرے گا۔ بعد ازاں حضرت
بہلول نے کہا کہ اس لڑکے کو کہو کہ ہمارے وضو کے لیے دریا سے پانی لائے۔ کہتے
ہیں کہ حضرت حسین کا وہ مکتب انھیں کے محلہ میں تھا اور وہ محلہ بیرون دروازہ ٹکسالی
لاہور متصل کنارہ دریائے راوی تھا۔ حافظ ابوبکر نے حضرت حسین کو کہا کہ جاؤ اس
بزرگ کے لیے جلد دریا سے پانی لاؤ۔ حضرت حسین دریا پر گئے اور کوزہ میں پانی بھر
لائے حضرت شیخ بہلول نے اس پانی سے وضو فرما کر اس کے حق میں دعائے خیر کی

کہ یا الٰہی اس کو فقیر عارف باللہ کر دے اور اپنا سچا عاشق بنا دے اس کے بعد حضرت چند روز لاہور میں رہ کر مشغول حال حضرت حُسین رہے، اور پھر حضرت حسین کو مرید بنا کر ان کی روحانی تربیت کرنے لگے۔ حضرت بہلول کچھ عرصہ آپ کے پاس رہے۔

قرآن پاک

اس اثنا میں ماہ رمضان المبارک بھی نزدیک آیا اور حضرت بہلول نے حافظ ابوبکر سے فرمایا کہ نماز تراویح میں امام نماز حُسین ہو اور قرآن شریف سُنائے۔ الغرض اوّل رمضان سے تا ششم حضرت حُسین نے چھ سیپارے خوانده نماز تراویح میں سُنائے اور ساتویں روز حضرت نے مُرشد کی خدمت میں مُودبانہ عرض کی کہ یا مولیٰ جو قرآن مجھ کو یاد تھا میں سُنا چکا ہوں، اب آگے کے لیے کیا حکم ہے، آپ نے فرمایا کہ تو نے اب تک پڑھا ہوا سنایا ہے کچھ عجیب نہیں دکھلایا، اب تجھے لازم ہے کہ بعد وضو نماز ادا کر اور پھر قرآن شریف پڑھتا ہوا بلب دریا جا اور ہمارے لیے دریا سے پانی لے آ، لیکن جب کوزہ بھر چکے گا تو وہاں تجھے ایک شخص سبز پوش ملے گا، جو کچھ کہ وہ تم کو کہے اس کو بجا لاؤ، اُنھوں نے ویسا ہی کیا۔

حضرت خضرؑ سے ملاقات

جب پانی بھر کے روانہ ہوئے تو ایک سبز پوش نورانی صُورت شخص وہاں ظاہر ہُوا۔

گفت کای کودک السلام علیک ارسل اللہ الی وجیت الیک

خضر پیغمبرم مرا بشناس تا نباشد بخاطرت وسواس

خاطرِ خویش جمعدار از من بیقیں داں وشک نیار از من

حق فرستادہ ست بر تو مرا کہ ترا علم بخوانانم

چوں تو ایں علمِ حق زمن خوانی ہرچہ ناخواندہ ہمہ دانی

آبے از شکر علم بے شکوہ ریز در دستِ من ازیں کوزہ

با بریزم بکامِ تو آں آب کشف گردد ز علم بر تو حجاب

ایں سخن چوں از و شنود حُسین | سر بپائش نہاد ازو حُسین
گفت جان و دلم ازیں احساں | باد در زیر پائے تو قربان
آب ز کوزہ چہ بل از دل و جاں | ریزم اکنوں اگر دہی فرماں
گفت خضرش کہ اے پسر زنہار | تو سر خود ز پائے من بردار

اور پھر فرمایا کہ میرے ہاتھ پر اس کوزہ سے پانی ڈال۔ حضرت حُسین نے کوزہ سے ان کے ہاتھ پر قدرے پانی ڈالا اور اُنھوں نے اس میں سے قدرے پانی حضرت حُسین کے مُنہ میں ڈالا۔

آب کز فیض دستِ خضر چشید | ہر چہ بودش نہاں عیاں ہمہ دید

پھر حضرت خضرؑ نے ان کو حوالہ بخدا کر کے رخصت کیا اور فرمایا کہ اپنے شیخ کو ہمارا سلام کہنا۔ جب حُسین اپنے شیخ کے پاس آئے تو اُنھوں نے فرمایا کہ اس راز کو مخفی رکھنا، اس کے بعد کہا کہ اب رات کو امامت کرنا اور قرآن مجید پڑھنا، الغرض بتاریخ ۲۷ رمضان المبارک انہوں نے ختم قرآن کر لیا اور ناخواندہ کو بہتر از خواندہ پڑھ سنایا، القصہ حضرت حُسین کو جناب الٰہی میں قرب کامل حاصل ہو گیا۔

رخصت مرشد

جب حضرت بہلول حسب الحکم پیرانِ عظام داتا بانِ ہمام حضرت حسین کی تربیت کے لیے آئے اور ان کو کامل بنایا تو اس وقت بقول حضرت پیر محمدؐ صاحب حقیقت الفقراء سال ۹۵۵ھ تھا۔ جب حضرت بہلول کو ان کی طرف سے کلی خاطر جمعی ہو گئی تو آپ نے حضرت حُسین سے رخصت ہونا چاہا اور بوقت رخصت فرمایا کہ اے حُسین یہاں لاہور میں جناب حضرت پیر مخدوم علی گنج بخش ہجویریؒ کا مزار پُر انوار ہے، جب ہم چلے جائیں تو ہماری مہاجرتِ صُوری سے غم نہ کرنا ہم نے تم کو پیر علی گنج بخش ہجویری کی خدمت میں سپرد کیا ہے آپ کو لازم ہے کہ ان کے دروازہ فیض بے اندازہ پر حاضر

رہنا تمہاری کشود کار بدرجۂ کمال وہاں سے ہوگی، اور وہ راہِ حق میں تمہارے مربی ہوں گے اور تم کو جلد تر واصل اللہ کر دیں گے، یہ نصیحت فرماکر آپ روانۂ وطن مبارک ہوئے۔

زہد و مجاہدہ حضرت حسین نے راہِ حق میں عبادت کرنی شروع کی اور دریا کے راوی کے کنارے یادِ الٰہی میں مصروف ہوگئے حتیٰ کہ اسی طرح ان کے چھبیس[۲۶] سال زہد و ریاضت میں گزر گئے اور اسی عرصہ کے دوران آپ نے موسموں کی بے حد سختیاں برداشت کیں آپ رات کو قرآن پاک پڑھنا شروع کر دیتے اور صبح ہونے تک پورا قرآن پڑھ لیتے ختم قرآن کے بعد نماز صبح اور پھر اشراق پڑھ کر حضرت پیر علی گنج ہجویری المعروف داتا گنج بخش کے مزار اقدس پر حاضری دیتے آپ نے کبھی اس عرصہ میں نماز بے جماعت ادا نہ کی تھی، ہمیشہ نماز باجماعت ادا کیا کرتے تھے۔ اور بارہ برس تک حضرت کا یہ معمول رہا کہ آپ کے مزار پر قرآن پاک کی تلاوت میں مشغول رہے۔

رمضان المبارک میں ایک دن کا ذکر ہے کہ علی ہجویری کے مزار اقدس پر ایک نورانی پیکر نظر آیا آپ نے اس صورت نورانی دیکھ کر ان کی خدمت میں عرض کی کہ آپ کون ہیں اور آپ کا نام کیا ہے۔ انھوں نے کہا کہ میرا نام علی ہجویری ہے تو نے بارہ سال ہماری خدمت کی، اللہ نے تجھے ولی کامل کر دیا ہے جو تو کہے گا وہی ہوگا۔ اب تو توحید کے دریائے وحدت میں غرق ہو جائے گا۔ اس کے بعد بھی آپ آستانہ پیر ہجویر پر تلاوت قرآن کرتے رہے ظہر کے بعد مدرسوں میں جا کر تا عصر تفاسیر قرآنی کی سماعت میں مشغول رہا کرتے اگرچہ تمام علم حضرت پیران پیر کی نوازش سے منکشف ہوگیا تھا۔ بعد ازاں نمازِ عصر ادا کرکے مشغولِ اوراد ہوتے اور تمام رات دریا میں کھڑے ہو کر ختم قرآن فرمایا کرتے تھے کافی عرصہ آپ نے اسی کیفیت میں گزارا آخر عبودیت کو چھوڑ کر ربوبیت کے درجہ میں جا ملے اور فنا فی اللہ ہو کر مستحق بقا ہوگئے۔

حالت جذب ومستی صاحب حقیقۃ الفقرا لکھتے ہیں۔ گشت از دیدنش چو مست حسین بے خود از جائے خویش جست حسین۔

شیخ حسین چھبیس برس کی عمر میں شیخ سعد اللہ لاہوری سے تفسیر مدارک پڑھ رہے تھے کہ جب آیۃ وَمَا الحَیٰوۃُ الدُّنیَا اِلَّا لَہوٌ وَّلَعِبٌ پر پہنچے تو اُستاد صاحب سے اس کے معنے دریافت کیے اُنھوں نے ظاہری معنے بیان فرمائے۔ آپ نے کہا مجھے قال مطلوب نہیں حال درکار ہے۔ یہ کہا اور سرمستِ حال ہو کر رقص وسرُود کرنے لگے۔ اور کتاب تفسیر اٹھا کر کنوئیں میں ڈال دی۔ دوسرے طلباء نے اس پر اعتراض کیا ان کے مطالبہ پر آپ نے بزور کرامت کتاب نکال کر اُن کے حوالے کر دی جو ویسی ہی خشک تھی۔ حتّٰی کہ رقص وسرود کرتے ہوئے مسجد سے باہر آگئے۔

آپ کے ساتھی آپ کی یہ کرامت دیکھ کر حیران ہوئے اور اکثر لوگوں میں اس کرامت کا چرچا پھیلا اور اس روز سے آپ نے طریقہ ملامتیہ اختیار کر لیا تاکہ لوگ اُن سے نفرت کریں اور وہ بفراغت تمام یادِ الٰہی میں مشغول رہیں۔

اِس کے بعد آپ نے ریش مُبارک منڈوا ڈالی اور جامِ مے بکف رکھ لیا۔

وفات مرشد آپ کے مرشد حضرت شیخ بہلول کو چنیوٹ میں معلوم ہوا کہ حُسین اتباع شریعت سے آزاد ہو گیا ہے چنانچہ یہ سنتے ہی لاہور میں تشریف لائے اور حضرت حُسین کو دیکھ کر ان کی جانب متوجہ و مراقب ہوئے، اور کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت حُسین واصل بالحق ہیں پھر تو ان کی تسلّی ہو گئی اور ان کو اسی حالت میں چھوڑ کر رخصت ہوئے۔ کچھ عرصے کے بعد آپ کے پیر ومرشد حضرت بہلول کا وصال ہو گیا۔

لیکن حضرت حُسین بدستور لاہور میں مستِ مے ونغمہ رہے، اور ان کا معمول تھا کہ مستِ شراب ہو کر اکثر چنگ ورباب کی صدا پر ناچتے آخر آپ ایسا کیوں

کرتے تو یہ خیال آتا ہے کہ شاید وہ محض اپنے اخفائے حال کے لیے ایسا کیا کرتے تھے مگر آپ کا یہ معمول تھا کہ پچھلے پہر رات کو ہر شب ختم قرآن کیا کرتے تھے۔

مادھو پر نگاہ شفقت

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ شاہدرہ سے گزرے وہاں آپ نے ایک خوبصورت لڑکا دیکھا تو اس پر آپ مہربان ہو گئے اس کا نام مادھو تھا مادھو مذہباً ہندو برہمن تھا حتیٰ کہ آپ نے شاہدرہ میں سکونت اختیار کر لی لیکن مادھو کے ورثا فقیر کی مہربانی کو غلط سمجھے اور آپ پر شاید ناراضگی کا اظہار کرنے لگے آخرکار ایک روز مادھو کی توجہ آپ کی طرف مبذول ہو گئی اور وہ مسلمان ہو گیا۔ اور آپ کا خادم بن گیا اور ساری عمر آپ کا خادم رہا۔

آرزوئے بارش

حقیقت الفقرا میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ آپ دوستوں کی خواہش پر دریائے راوی کی سیر کو نکلے اور موضع منڈیالہ (جو لاہور سے شہر قصور کو جاتے ہوئے سڑک پر واقع ہے) پہنچے۔ وہاں موضع کے زمیندار سردار بہار خان نے پکڑ کر ان سب دوستوں کو پابہ زنجیر کر دیا اور شیخ حسین سے عرض کیا کہ جب تک آپ کی دعا سے بارش نہ برسے گی۔ میں انھیں نہیں چھوڑوں گا۔ آپ نے دوستوں سے روغنی روٹی کھلانے کا وعدہ کیا ہوا تھا۔ لہٰذا بہار خاں کو فرمایا کہ نان مرغن اور شیر وشکر لا کر پیش کرو تو اللہ تعالیٰ مینہ برسادے گا۔ چنانچہ بہار خاں نے آپ کے یاروں کو آزاد کر دیا اور مطلوبہ اشیاء لا کر حاضر کر دیں آپ خوش ہوئے اور آسمان کی طرف منہ کر کے کہا۔ الٰہی حسین اپنے دوستوں کے ساتھ خوش بیٹھا ہے۔ بارش کا برسنا ضروری ہے گاؤں آباد اور دل شاد ہوں۔ چنانچہ اُسی وقت بادل نمودار ہوا بارش ہونے لگی اور زمینیں سیراب ہو گئیں۔

حضرت حسین اکبر بادشاہ کے دربار میں

تحقیقات چشتی میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ لوگوں

10

نے آپ کے بارے میں اکبر بادشاہ سے کہا کہ لاہور میں ایک فقیر حسین نامی ہے
کہ ڈاڑھی منڈا کر لباس ہائے سرخ پہنتا ہے اور مادھو نام ایک لڑکے کے ساتھ
صحبت رکھتا ہے اور شراب پی کر رقص کناں پڑا پھرتا ہے، اس کے باوجود دعوے
ولایت کرتا ہے۔ اکبر نے یہ سن کر ملک علی کوتوال شہر لاہور کو فرمانِ تاکیدی
بھیجا کہ فرمان ہذا کے حضرت حسین کو باطوق و زنجیر قید کر کے ہمارے پاس لائے
وہ چند مدت آپ کی تلاش میں رہا مگر آپ اس کو نہ ملتے تھے ایک دن کا ذکر ہے کہ
دُلا بھٹی جو بڑا مغرور باغی راہزن تھا حسب الحکم بادشاہ گرفتار ہو کر لاہور میں
آیا اور حکمِ شاہی تھا کہ اس کو بازار نخاس میں پھانسی دے دو۔ ملک علی کوتوال اس کو پھانسی
دینے کے لیے وہاں گیا ہوا تھا اور اس وقت اُس کے پاس اُس کا حسین و جمیل بیٹا بیٹھا
ہوا تھا۔ اتفاقاً وہاں حضرت حسین آ پہنچے اور اس حسین لڑکے کو دیکھنے لگے۔ لوگوں نے
دیکھ کر کوتوال کو خبر دی کہ حضرت حسین وہ کھڑے ہیں۔ اُس نے اسی وقت آپ کو
گرفتار کیا۔ آپ نے کہا تو مجھ کو کیوں گرفتار کرتا ہے، اُس نے کہا کہ مے نوشی و غیر شرعی
حرکات کے باوجود باعث پوچھتا ہے بعد ازاں بحکم ملک علی آپ کے پاؤں میں زنجیر
ڈالی گئی، قدرتِ الٰہی سے وہ زنجیر اسی وقت ٹوٹ گئی پھر پہنائی پھر ٹوٹ گئی - وہ
حیران ہوا، حضرت نے اُس سے کہا کہ مجھ کو چھوڑ دے۔ اس نے کہا کہ تُو جادوگر ہے۔
میں تجھے اب ایسی میخ ماروں گا کہ جانبر نہ ہوگا۔ اس اثنا میں فرمانِ اکبر اُس کے نام
پہنچا کہ دُلا بھٹی کو جلد تر پھانسی دو۔ اور دار پر کھینچے جانے کے وقت وہ جو گفتگو کرے
ہم کو اس کی رپورٹ کرو۔ اُس نے اسی وقت اس کو دار پر چڑھایا اور دلا بھٹی نے
بوقتِ دار اکبر کو ہزارہا گالیاں دیں۔ پھانسی دینے کے بعد ملک علی کوتوال نے اکبر
کے حضور میں بدیں مضمون عرضی لکھی کہ بوقتِ دار دُلا بھٹی نے آپ کو فلاں فلاں گالیاں
دی ہیں اور حضرت حسین کا بھی تمام حال لکھا کہ اس طرح اس کے پاؤں سے اتنی دفعہ
زنجیر ٹوٹ گئی تھی۔ جب وہ عرضی اکبر نے سُنی تو کہنے لگا کہ اس پاجی ملک علی نے بجھ

خیالِ ادب نہ کیا اور تفصیل وار گالیاں درج عریضہ کیں، الغرض اسی وقت حکم دیا کہ
ملک علی کے سفوہیں میخ ٹھونکیں اور اس وقت سے اس کو ماریں۔ الغرض وہ اسی
طرح سے مارا گیا اور حضرت حسین کی یہ کرامت تمام شہر میں مشہور ہوئی اور اکبر تک
خبر پہنچی۔ وہ سن کر حیران ہوا۔

دربارِ شاہی میں کرامت

حقیقت الفقرا میں لکھا ہے کہ اکبر نے
شیخ حسین کو طلب کیا اور آپ جام وصراحی لے کر پہنچے۔ بادشاہ نے کہا کہ سلسلۂ
قادریہ کے پیرو ہو کر یہ مے نوشی! آپ نے اسی صراحی سے ایک پیالہ بھر کر
بادشاہ کو پلایا۔ جو سرد پانی سے پُر تھا۔ دوسرا پیالہ جو پیش کیا۔ اس میں شربت
تھا اور تیسرے میں دودھ۔ اکبر یہ دیکھ کر متعجب ہوا اور حکم دیا کہ اپنی شراب کی
صراحی انہیں دیں اور پھر دیکھیں کہ اس سے شراب کے سوا کچھ اور نکلتا ہے یا نہیں
چنانچہ اُس سے آپ نے پانی، شربت اور دودھ نکال کر بادشاہ کے پیش کیا پھر
بادشاہ نے امتحان کی غرض سے شیخ حسین کو زندان میں بھجوا دیا کہ اگر یہ فقیر صاحب
کرامت ہے تو جیل میں قید نہیں رہ سکتا چنانچہ جب بادشاہ زنان خانہ میں گیا
تو آپ کو بادشاہ بیگم کے پاس کھڑا ہوا دیکھا پھر قید خانہ میں جا کر دیکھا تو آپ وہیں
موجود تھے۔ یہ دیکھ کر وہ اپنے فعل سے تائب ہوا اور شیخ کو باعزاز رخصت کیا۔
(بزرگانِ لاہور)۔

امراء کی عقیدت مند

شہنشاہ جہانگیر اور مغلیہ خاندان کے کئی افراد آپ
کے معتقد تھے۔ اور شاہ دانیال اور شاہ مراد ان
کے دلی غلام تھے، اور امراء خواجہ دولت خاں اور خان خاناں اور مفتی اور میر عدل اور
شیخ ابوالفضل ان کے دلی معتقد ہوئے اور شیخ عبدالرحمٰن کے بیٹے نے ان کی
مہربانی سے افضل خاں کا خطاب پایا، اور جعفر خان و بہار خان و صادق خان
و شہباز خان اور اکثر امراء ان کے مطیعِ فرمان اور امیدوارِ فرمائش تھے، مگر آپ کسی

کی طرف کوئی التجا نہ کیا کرتے تھے بس ہر دم اللہ پر بھروسہ تھا۔

کرامت تسخیر ٹھٹھہ

جب بادشاہ نے عبدالرحیم خان خاناں کو ملک ٹھٹھہ کی تسخیر پر مامور کیا تو وہ شیخ حسین کی خدمت میں استمداد کے لیے حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا میں نے پانچ سو روپیہ کے عوض یہ ملک تیرے ہاتھ فروخت کر دیا۔ اب کسی اور سے مدد نہ مانگنا۔ چنانچہ وہ آپ سے رخصت ہو کر ملتان آیا اور شیخ کبیر بالا پیر سجادہ نشین مزار شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کی خدمت میں حاضر ہوا اور ایک روپیہ بطور نذر کیا لیکن شیخ موصوف نے اسے قبول نہ کیا اور فرمایا کہ ملک ٹھٹھہ تجھے شیخ حسین لاہوری کی دعا سے عطا ہو چکا ہے۔ مجھے نذر لینے کی حاجت نہیں۔

بیک وقت لاہور اور مدینے میں

ایک دفعہ ایک شخص حاجی یعقوب نام مدنی تھا، وہ ہمیشہ حضرت حسین کو مدینہ منورہ میں روضہ مطہرہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم پر روز و شب معتکف دیکھا کرتا تھا اور اکثر حجوں میں وہاں سے یکجا ہو کر بیت اللہ شریف کو جایا کرتے تھے، اس باعث سے وہ آپ کا بخوبی شناسا تھا۔ اتفاقاً وہ سیر کرتا ہوا لاہور میں آپہنچا۔ ایک دن اس نے یہاں حضرت حسین کو اس حال میں دیکھا کہ شراب کی بوتل ہاتھ میں ہے اور ناچتے ہوئے پھر رہے ہیں وہ یہ دیکھ کر حیران ہوا کہ آیا یہ کیا معاملہ ہے، یہ شخص تو مدینہ میں بڑا زاہد و متشرع تھا یہاں لاہور میں اس کی کیا حالت ہے۔ لاچار ہو کر لوگوں سے پوچھا کہ یہ شخص جو شراب پینے والا معلوم ہوتا ہے کون ہے۔ لوگوں نے کہا کہ چپ رہو ایسی بات زبان پر نہ لانا، یہ حضرت حسین ہے جو ایک اللہ کا ولی ہے۔ حاجی صاحب نہ رہ سکے اور حضرت کے پاس جا کر کہنے لگے کہ اے مرد خدا تم لاہور میں کب سے آ رہے ہو، میں نے تو تم کو مدینہ منورہ میں چھوڑا تھا اور میں ہمیشہ آپ کو وہاں دیکھا کرتا تھا اور ہمیشہ مکہ مدینہ میں میں

اور آپ اکٹھے پھرا کرتے تھے، سچ بات فرمایئے کہ یہ کیا معاملہ ہے، حضرت نے کہا کہ آنکھ بند کر اور دیکھ کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ جب اُس نے آنکھ بند کی تو حضرت کو بلباسِ عارفانہ دیکھا اور نیز دیکھا کہ حضرت اسی طرح بروضۂ مطہرہ نبویہ معتکف ہیں۔ جب وہ حاجی حضرت کی یہ کرامت دیکھ چکا تو آپ نے فرمایا کہ اے شخص اب یہاں سے چلا جا اور میرا راز کسی سے فاش نہ کر، میں تو ہمیشہ لاہور میں رہتا ہوں کبھی مکّہ و مدینہ میں نہیں گیا، مگر اس نے نہ مانا اور باآوازِ بلند کہا کہ اے ساکنانِ لاہور یہ ولی کامل ہے، میں اس کو طوافِ کعبہ میں چھوڑ کر روانہ ہوا ہوں اور مدینہ شریف میں یہ میرا بڑا دوست تھا۔ جب حضرت نے دیکھا کہ اس نے ان کا راز فاش کر دیا ہے تو آپ اُس کی آنکھوں سے گم ہو گئے۔ بعد ازاں اُس نے ہر چند تلاش کی مگر نہ پایا۔ جب وہ تلاش سے مایوس ہُوا تو اُس نے ارادہ کیا کہ اب مکّہ میں جا کر دیکھوں شاید اب بدستور وہاں ہی موجود ہوں۔ جب وہاں گیا تو بدستور آپ کو طوافِ کعبہ میں سر بسجود پایا۔ وہاں جاتے ہی حضرت کے قدموں پر گر پڑا اور خادم ہوا۔ پھر اس کی خبر نہیں کہ کہاں گیا اور کیا ہُوا۔

کیمیاگری اور فقر

نیز کہتے ہیں کہ حضرت کے وقت میں ایک شخص کیمیاگر تھا۔ وہ ایک تولہ اکسیر بنا کر آپ کے پاس لے گیا۔ آپ نے اس کو دیکھ کر فرمایا کہ اے بیوقوف تو نے ناحق اتنی محنت اٹھائی یعنی پہلے سیماب لایا اور جنگل میں بوٹیوں کی تلاش میں پھرا اوپلا اور بیلوں کا دھواں کھایا اور پھر بہزار محنت اکسیر بنائی۔ وہ تو بڑے فخر سے آپ کے پاس گیا تھا لیکن یہ سُن کر نادم ہوا۔ بعد ازاں آپ نے اُس کا ہاتھ پکڑ کر اٹھایا اور گوشۂ محفل میں لے جا کر اس کے رُوبرو بول کیا۔ قدرتِ الٰہی سے جہاں آپ کا بول گرا وہ جگہ تمام طلا ہو گئی۔ وہ دیکھ کر نادم و خادم ہُوا۔

داراشکوہ کی روایت حضرت داراشکوہ کتاب شطحیات میں تحریر فرماتے ہیں کہ لوگوں نے حضرت حسین سے پوچھا کہ آپ کون ہیں، تو حضرت نے فرمایا کہ میں نہ مقیم ہوں نہ مسافر، نہ مسلمان نہ کافر،

آلان کما کان۔ یہ حضرت استادِ اہل بیت اور ہمیشہ ریش و بروت تراشیدہ رکھتے، اور آپ تمام مسکرات تناول فرمایا کرتے تھے اور ہمیشہ با سازندہ نواز قوالانِ رنگین ادا شہر لاہور میں پھرا کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ حضرت حسین کے وقت میں لاہور میں مخدوم الملک قاضی القضات تھا۔ اس نے ارادہ کیا کہ حضرت کو تعزیر کرے۔ ایک دن جناب حسین نے اس کے گھوڑے کو پکڑ کر کھڑا کر لیا اور فرمایا کہ قاضی صاحب ارکانِ اسلام کتنے ہیں۔ اس نے کہا کہ پانچ یعنی توحید، حج، زکوٰۃ، نماز، روزہ آپ نے فرمایا کہ توحید خدا تعالیٰ عزّ اسمہ جو ہے اس میں تم اور ہم دونوں شریک ہیں بلکہ خدا کی وحدانیت پر تمام مخلوق قائل ہے، اور دوسرے حج و زکوٰۃ، سو ان دونوں کو تم نے ترک کیا اور بعینہ جو دو یعنی روزہ نماز تھے ان کو میں نے ترک کیا۔ پس اس کا کیا باعث ہے کہ دو ارکانِ اسلام کے ترک میں حسین لائق تعزیر ہوا اور آپ محفوظ رہیں۔ یہ سن کر حضرت قاضی خاموش ہوئے اور ان کے دل پر کچھ ایسی تاثیر ہوئی کہ بعد کبھی حضرت کو تکلیف نہ پہنچائی۔

پنجابی اشعار آپ پنجابی کے شاعر بھی تھے اور آپ کی پنجابی کافیاں مشہور ہیں ڈاکٹر موہن سنگھ دیوانہ نے آپ کے کلام کو مرتب کیا اور کافیاں مادھو لال حسین کے نام سے شائع کیا آپ کے اشعار میں عشق حقیقی جھلکتا ہے اور آپ کے اشعار محبت سے بھرے ہوئے ہیں ملاحظہ فرمایئے۔

من اٹکیا بے پروا نال	اوہ دین دنی دے شاہ نال
قاضی ملاں متاں دیندے	کھرے سیانے راہ دسیندے

داڑھی لمبی ہوگئی

نیز دارا شکوہ لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ اکبر بادشاہ نے اپنے وزیر کو لاہور میں آپ کے پاس بھیجا اور حکم دیا کہ حضرت حسین غیر شرع ریش معرّض رکھتے ہیں، اس پر اُن کو تعزیر کر، جب وہ وزیر حضرت کے رُوبرو آیا تو آپ نے اپنی معرّض ریش مُبارک کو ہاتھ میں پکڑ کر اسی وقت دراز کر دکھایا اور جو چیزیں وہاں از قسم شراب وغیرہ مسکرات موجود تھیں وہ سب دُودھ بن گئیں۔ یہ دیکھ کر وزیر جو تعزیر کے لیے آیا تھا حضرت کا مرید با اخلاص بن گیا۔

قبر کے بارے میں پیشن گوئی

نقل ہے کہ ایک دن حضرت متصل شاہدرہ تشریف لے گئے اور وہاں ایک جگہ مصفا دیکھ کر فرمانے لگے کہ یہاں ایک چاہ کندہ کرو اور سبزہ لگاؤ کہ یہاں ہماری قبر ہوگی اور جب ہم یہاں دفن ہو جائیں گے تو تیرہ سال کی مدّت کے بعد یہاں سیلاب آئے گا اور ہمارے دوست قبر سے ہماری لاش نکالیں گے اور پھر بابو پورہ میں لے جا کر دفن کریں گے، اور میری وفات کے ایک برس بعد مادھو سفر کو جائے گا اور پھر بارہ برس کے بعد لوٹ کر آئے گا اور میری سنّت پر قائم ہوگا اور میرے بعد میرا سجادہ نشین مادھو ہے اور بقدر بتیس برس میری قبر پر سجادہ نشین رہے گا، بعد ازاں واصل بحق ہوگا، اس کی قبر بھی میری قبر کے برابر کرنا، الغرض جو کچھ آپ نے فرمایا تھا وفات کے بعد وہی ظہور میں آیا۔

تعدادِ خلفاء

کتاب حقیقۃ الفقراء کے مولف رقم طراز ہیں کہ شیخ حسین سے مرید نو ہزار کے قریب تھے جو ان کے وسیلے سے دو اول جہاں کی نعمتوں سے سرفراز ہوتے اور بعضوں نے تعداد سوا لاکھ لکھی ہے۔

مگر مشہور سولہ خلیفے ہیں۔ ان میں سے چار کا خطاب غریب ہے۔

چار کا دیوان۔ چار کا خاکی اور چار کا بلاول۔ ان کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) پہلا شاہ غریب۔ موضع رتی ٹھٹھہ میں وزیر آباد سے تین کوس کے فاصلہ پر۔

(۲) دوسرا شاہ غریب۔ موضع لنگوٹی والی تحصیل وزیر آباد میں۔

(۳) تیسرا شاہ غریب بمقام اچیلا پور اقلیم دکن میں۔

(۴) چوتھا شاہ غریب ہزاروی آپ کے مزار کے متصل ہے۔

چار دیوان چار دیوانوں میں سے پہلا دیوان مادھو۔ دوسرا دیوان گورکھ لاہور میں آپ کے مزار کی چوکھنڈی میں۔ تیسرا دیوان بخشی بمقام بیجاپور چوتھا اللہ دیوان لاہور میں مقبور۔

دیوان مادھو آپ کا محبوب۔ مطلوب اور معشوق تھا۔

چار خاکی خلفائے خاکی میں پہلا مولا بخش خاکی۔ دوم خاکی شاہ لاہور میں آپ کے مزار کے جوار میں۔ سوم خاکی شاہ وزیر آباد میں۔ چہارم حیدر بخشی خاکی اقلیم دکن میں آرام فرما ہے۔

چار بلاول اور چار بلاول ہیں۔ اوّل شاہ رنگ بلاول۔ دوسرا بدھو بلاول۔ سوم شاہ بلاول۔ یہ تینوں بلاول شیخ حسین کے مزار کے جوار میں آسودہ ہیں۔ چوتھے شاہ بلاول کی قبر دکن میں ہے۔

وفات آپ کا وصال بروز جمعہ جمادی الثانی ۱۰۰۸ھ بمطابق ۱۵۹۹ء میں ہوا۔ اس وقت آپ کی عمر ۶۳ سال تھی۔ اور آپ کو حسب وصیت اس جگہ دفن کیا گیا جہاں آپ نے کہا تھا یہ جگہ شاہدرہ کے شرق میں تھی چونکہ آپ براہ پیشین گوئی فرمایا ہوا تھا کہ دریائے راوی ۱۲ سال کے بعد ہماری قبر کو گرا دے گا اس خیال سے کسی نے وہاں قبر پختہ و روضہ نہ بنوایا۔ جب وہاں سے ان کے حسب وصیت حضرت کا جنازہ بابو پورہ (موجودہ نام باغبانپورہ) میں لے کر آئے

تو یہ معاملہ پیش ہُوا کہ اس وقت یہاں بمقام مدفن جوگیاں گورکھ ناتھ کا مکان تھا اور وہاں ایک جوگی مسمی بیر گورکھ ناتھ مع چیلوں کے رہا کرتا تھا مگر کچھ عمارت موجود نہ تھی۔ جب جنازہ فیض اندازہ آیا تو وہ جوگی دفن سے مانع ہُوا اور بولا کہ مکان ہمارا ہے، یہاں مسلمان کی قبر ہونی محال ہے، اس وقت حضرت کی لاش سے آواز آئی کہ اے جوگی فلاں جگہ کو جہاں اب حضرت کی قبر ہے کھود اگر وہاں سے تسبیح اور مصلیٰ اور قرآن شریف اور دستار سُرخ نکلے تو مکان ہمارا ورنہ تیرا، غرض جب اس جگہ کو کھودا تو وہ اسباب بجنسہٖ وہاں سے نکلا۔ جب وہ نادام ہُوا تو اُس نے عرض کی کہ اب میں کہاں جاؤں۔ ارشاد ہُوا کہ بمقام ٹِلّہ گورد گورکھ ناتھ جا کر رہ۔ وہ تو اُدھر روانہ ہوا اور حضرت کی یہ کرامت دیکھ کر اُس کا ایک لائق مند چیلہ حضرت کا خادم ہو کر مشرف باسلام ہُوا جس کا نام خاکی دیوان رکھا گیا، اور اُس کی قبر حضرت کی چار دیواری میں موجود ہے، اور حضرت وہاں ہی یعنی اسی کندیدہ جگہ میں دفن ہوئے، اور اس خاکی دیوان کو حضرت کی طرف سے حکم ہُوا کہ یہ دستارِ سُرخ ہمارے محبوب مادھو کی امانت ہے، جب وہ یہاں آئیں تو ہماری یہ امانت ان کو دے دینا۔ اس کے بعد جب حضرت مادھو آئے تو اُس نے وہ امانت ان کے سپرد کر دی۔ اور آپ زندہ زمین میں سما گیا۔ چنانچہ اب تک مثل مشہور ہے کہ مادھو آیا اور خاکی سمایا، اُس وقت حضرت کی قبر خام تھی۔ بعد ازاں پختہ بنایا گیا۔

سوانح حیات کی کتب

آپ کی زندگی کے بارے میں دو کتب لکھی گئیں ایک کا نام کتاب بہار یہ ہے اور دوسری کا نام حقیقت الفقرا تھا۔ اس مضمون کی زیادہ تفصیلات تحقیقات چشتی سے لی گئی ہیں لیکن اس کے علاوہ مندرجہ ذیل کتب سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔

۱۔ تذکرہ اولیائے ہند و پاک ۲۔ تحقیقات چشتی ۳۔ اولیائے لاہور
۴۔ خزینۃ الاصفیاء ۵۔ بزرگان لاہور ۶۔ خزانۂ تصوف

۷۔ تاریخ لاہور   ۸۔ نقوش لاہور نمبر   ۹۔ حدیقۃ الاولیاء

حضرت مادھو قادریؒ لاہوری

حضرت شیخ مادھو کا روحانی تعلق شیخ لال حسین سے تھا اور شیخ مادھو ان کے محبوب خلفاء سے تھے۔

پیدائش شیخ مادھو کے والدین شاہدرہ باغ لاہور کے رہنے والے تھے اور ہندو مذہب کے پیروکار تھے اور ذات کے اعتبار سے برہمن تھے۔ شیخ مادھو ۹۸۳ھ میں شاہدرہ لاہور میں پیدا ہوئے۔

حضرت حسین کی نظر التفات شیخ مادھو شکل و صورت کے لحاظ سے خوبصورت تھے مادھو ابھی بچے ہی تھے اور شاہ حسین بزرگی میں داخل ہو چکے تھے کہ ایک روز کا واقعہ ہے کہ شیخ مادھو کہیں جا رہے تھے اور حضرت حسین کے پاس سے گزرے حضرت حسین کو بچہ پیارا لگا۔ دوستوں سے اس بچے کے بارے میں دریافت کیا کہ یہ لڑکا کس کا ہے اور کہاں رہتا ہے لوگوں نے جواب دیا کہ یہ لڑکا موضع شاہدرہ میں رہتا ہے۔ اور ہندو برہمن ہے۔ آپ نے چاہا کہ اس کی آخرت درست کی جائے اور اسے حلقہ بگوش اسلام کیا جائے۔ چنانچہ اس بچے کو اسلام میں لانے کے لیے آپ اس کے گھر کے ارد گرد اکثر اوقات چکر لگایا کرتے تھے۔ اس کے گھر والوں کو بھی پتہ چل گیا کہ یہ فقیر ہمارے لڑکے کے پیچھے خواہ مخواہ پڑ گیا ہے۔ آخر کار آپ کی اس توجہ کو لوگوں نے غلط رنگ دے دیا کہ یہ فقیر ہندو لڑکے سے عشق مجازی کر بیٹھا ہے اللہ کے فقیروں کا عشق ہمیشہ ذاتِ الٰہی سے ہوتا ہے۔ لیکن کسی انسان پر توجہ بھی محبت ہوتی ہے۔ شروع شروع میں شیخ مادھو حضرت حسین کی طرف مائل نہ ہوئے۔ لیکن

آخر کار حضرت حسین کی محبت اور شفقت نے حضرت مادھو کو آپ کا گرویدہ کر دیا اور حضرت مادھو آپ کی خدمت میں آنے جانے لگے۔

شیخ مادھو کے والدین کا انتقامی جذبہ

دو سال کے بعد اس کے لواحقین کو پتہ چلا کر مادھو تو حضرت حُسین کے پاس جانے آنے لگا ہے تو ان کو یہ خوف پیدا ہُوا کہ مبادا مادھو مُسلمان ہو جائے اور ہماری عزّت و آبرو کو بٹّا لگ جائے۔ جس پر انُھوں نے متفق ہو کر اس بات پر کمر باندھی کہ جب حُسین مادھو اکٹھے نظر آئیں تو حُسین کو شہید کر ڈالیں۔ قدرتِ الٰہی سے گو کہ وہ ہر روز اکٹھے بیٹھا کرتے تھے رات کے وقت جب وہ باارادہ قتل آتے تو مکان کا دروازہ نہ پاتے اور شرمسار ہو کر چلے جاتے۔ آخر کار مادھو ظاہراً بھی مسلمان ہو گیا اور مذہب ہنود سے مفارقت کر لی۔

مادھو کا مشرف بہ اسلام ہونا

مادھو کے مسلمان ہونے کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ ماہ چیت میں حسبِ معمول زنّار بندانِ ہنود مادھو کے لواحقین دریائے گنگا پر غسل کے لیے تیار ہوئے اور مادھو نے حضرت سے آکر عرض کی کہ یا حضرت میرے والدین غسل گنگا کے لیے چلے ہیں اور ہمارے مذہب میں اس غسل کا ثواب عظیم ہے، اگر آپ فرمائیں تو میں بھی ان کے ساتھ جاؤں اور غسل کر آؤں، چونکہ حضرت کو مادھو کی جدائی پسند نہ تھی۔ اس واسطے فرمایا کہ اے مادھو اگر تم کو ضرور گنگا جانے کا شوق ہے تو میرے پاس ٹھہرو اور بروز مقررہ غسل گنگا کہ یکم ماہ بساکھ ہوتا ہے ہم کو اطلاع دو، مَیں اسی دم تم کو گنگا کا غسل کرا لاؤں گا۔ الغرض اس کے لواحقین گنگا روانہ ہوئے اور مادھو نے بروزِ مقررہ حضرت کو آکر کہا کہ یا حضرت آج روزِ غسل گنگا ہے اور میرے والدین وغیرہ گنگا کے دریا پر غسل کرتے ہوں گے مجھے کیا حکم ہے، آپ نے فرمایا کہ اچھا۔ پھر اسی وقت آپ اُٹھے اور اس کو کہا کہ میرے قدم پر قدم رکھو اور آنکھیں بند

کر۔ جب اس نے ایسا کیا تو بعد ایک دم زنی کے آپ نے اس کو کہا کہ آنکھیں کھول دے، جب اس نے آنکھیں کھولیں تو اپنے آپ کو گنگا پر پایا، حیران ہو کر آپ سے دریافت کیا کہ یا حضرت یہ کیا معاملہ ہے۔ آپ نے کہا کہ یہ رازِ ربانی ہے، اس کا بیان کرنا مناسب نہیں، جاؤ غسل کرو اور والدین سے ملو اور پھر آؤ کہ جلد تجھ کو لاہور لے چلوں۔ الغرض مادھو گیا اور غسل کیا اور والدین سے مل کر پھر حضرت کے پاس آیا اور بدستور سابق لاہور میں پہنچ گیا۔ اسی روز مادھو بصدقِ دل مسلمان ہو گیا۔ جب وہ مسلمان ہوا تو اس کی عمر اٹھارہ سال تھی اور سال ۹۶۰ھ تھا۔

بیعت

حضرت مادھو مسلمان ہونے کے بعد حضرت حسین کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور سلسلۂ قادریہ میں بہت جلد ہی اپنے شیخ حضرت حسین کی توجہ سے درجۂ کمال تک پہنچے۔ اور اس واقعہ کو یوں بیان کیا جاتا ہے کہ۔

ایک روز حضرت حسین نے مادھو کو فرمایا کہ آج تم اور ہم باغبانپورہ میں علیحدہ بیٹھ کر شرابِ وحدت پئیں اور ایک ساعت وہاں تنہا بیٹھیں۔ مادھو نے انکار کیا اور عرض کی کہ یا حضرت آپ شراب پی کر مجھے خلوت میں طلب کریں گے تو میں لوگوں میں بدنام ہو جاؤں گا، لوگ کیا کہیں گے، مگر ہائے افسوس اس کو خبر نہ تھی کہ اس خلوت میں کیا جلوت جلوہ گر ہو گی۔ الغرض آپ اس کو باغبانپورہ میں لے گئے اور ایک تنہا مکان میں جا بیٹھے، تو حضرت حسین نے حالتِ سرخوشی میں مادھو کو بغل میں لے کر واصل بحق کر دیا اور بے محنت و مشقت ولی کامل بنا دیا۔

فوجی ملازمت

ایک دن شیخ حسین نے مادھو سے کہا کہ اب ہم تم کچھ عرصہ جدا رہیں گے۔ آخر ایک دن حضرت مادھو دہلی گئے اور وہاں شاہی فوج میں ملازمت اختیار کر لی۔ اور عرصہ تیرہ سال تک ملازمت کی۔ فوجی

ملازمت کے دوران ایک مرتبہ اکبر بادشاہ نے فوج کو دکن میں ایک محاذ پر بھیجا اس فوج کا سالار ایک سکھ راجہ تھا جس سے اکبر بادشاہ نے رشتہ داری پیوستہ کر رکھی تھی۔ وہ راجہ درویشوں کے حال سے بے خبر تھا۔ آخرکار جب لڑائی ہوئی اور اکبر کی فوج حوصلہ ہار کر بھاگنے لگی تو حضرت مادھو کو اس وقت اپنے مرشد یاد آئے اور انھیں یاد کر کے اللہ سے مدد مانگی حضرت حسین اللہ کی رحمت سے بطور کرامت دکن میں حضرت مادھو کے پاس جا پہنچے اور مادھو سے کہا کیا بات ہے۔ مت گھبراؤ اللہ راجہ کو فتح دینے والا ہے۔ حضرت نے کہا اچھا راجہ سے جاکر کہو کہ لڑائی شروع کرے اور نظر آسمان کی طرف رکھے' جب جنگ شروع کی اور راجہ نے آسمان کی طرف دیکھا تو کیا دیکھا کہ آسمان پر فوج قلندراں بکثرت کھڑی ہے اور دشمنوں کو قتل کر رہی ہے۔ اسی وقت دشمن کو شکست ہو گئی اور آپ فتح پانے کے ایک گھڑی بعد مادھو کے پاس بیٹھ کر روانہ لاہور ہوئے اور بعد ساعت اپنے یاران ہمدم کے پاس آگئے اور تمام حال کہہ سنایا۔ بعد فتح راجہ نے مادھو کے پاؤں پر سر رکھا اور کہا کہ آج سے میں آپ کا مرید ہوں۔ انھوں نے کہا کہ جب تک تو ہمارے حال سے بےخبر تھا ہمارا یہاں رہنا مناسب تھا، اب ہم یہاں سے جاتے ہیں۔

لاہور میں واپسی

فوج میں ملازمت کے بعد آپ راجہ سے رخصت ہو کر واپس لاہور آئے اور حضرت حسین کی خدمت میں رہنا چاہتے تھے

حضرت حسین کی وفات

آپ کے تشریف لانے سے ایک سال قبل حضرت حسین کا سنہ ھ میں انتقال ہو چکا تھا۔ یہ جان کر حضرت مادھو پر بہت بُرا اثر پڑا۔ حضرت حسین نے اپنی وفات سے کچھ عرصہ پہلے شاہدرہ کے قریب ایک کنواں اور باغ لگوایا اور ان کی وصیت تھی کہ مجھے مرنے کے بعد اس باغ میں دفن کیا جائے لیکن ہماری یہ تدفین عارضی

ہو گی آخر مادھو آئے گا اور ہمیں یہاں سے نکال کر بابو پورہ (موجودہ باغبانپورہ) میں دفن کرے گا۔ حضرت مادھو کو آپ کے وصال کا بہت رنج تھا آپ روزانہ حضرت کی قبر سے بغل گیر ہو کر رویا کرتے تھے۔ آخر ایک دن حضرت حسین نے خواب میں آپ سے کہا کہ دوبارہ مان سنگھ کی ملازمت کر لو۔ اگرچہ آپ کا دل نہیں چاہتا تھا لیکن بحکم مرشد آپ کو دوبارہ ملازمت اختیار کرنا پڑی۔ اور بارہ سال تک راجہ کی ملازمت کی۔ حضرت حسین نے جو آپ کو لاہور سے روانہ کیا تھا اس کا یہ بھی باعث تھا کہ اگر حضرت مادھو یہاں رہیں گے جدائی کے صدمہ سے مر جائیں گے۔

جب بارہ برس گزرے تو راجہ مر گیا اور حضرت مادھو نے بھی واپس آنے کا ارادہ کیا۔ اس اثنا میں دریائے راوی میں سیلاب آیا اور حضرت حسین کے مزار تک پانی چڑھ آیا۔ دوستوں نے قبر مبارک کو کھولا حسب وصیت آپ کی لاش مبارک کو بابو پورہ میں دفن کر دیا گیا۔

حضرت حسین سے محبت

حضرت مادھو واپس آنے پر حضرت کے جانشین بنے اور آخری دم تک آپ کے جانشین رہے، ایک وہ وقت تھا کہ ابتدا میں آپ کی طرف توجہ نہیں دیتا تھا لیکن ایک وقت یہ آیا کہ حضرت مادھو کا حضرت حسین کے بغیر جینا محال ہو گیا اُن کی وفات کے بعد آپ اکثر ان کی قبر سے لپٹ کر رویا کرتے تھے۔ اور آپ کی یاد میں فراق کے شعر پڑھتے۔

وفات

حضرت مادھو ۲۲ ذالحجہ ۱۰۵۶ھ میں فوت ہوئے اس وقت ان کی عمر ۷۳ سال تھی۔ اور مرشد کے پہلو میں دفن ہوئے آپ کا مزار باغبانپورہ میں ہے ہر سال آپ کے مزار پر میلہ لگتا ہے جو میلہ چراغاں کے نام سے مشہور ہے۔

حضرت میاں میر قادریؒ

اسم مبارک آپ کا اسم مبارک میر محمدؒ اور لقب حضرت میاں میر ہے آپ کو شاہ میر بھی کہتے ہیں اور جیوؒ کلمۂ تعظیم ہے۔ حضرت کو چونکہ سب اپنا صاحب سمجھتے تھے اور ان کی تعظیم کو لازم قرار دیتے تھے اس لیے آپ کو میاں جیو کہتے تھے۔

والد اور والدہ ماجدہ آپ کے والدِ ماجد کا نام سائیں دتا بن قاضی قلندر فاروقی تھا آپ کا سلسلۂ نسب ۲۸ واسطوں سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔ آپ کے والد بھی صاحبِ کرامت بزرگ تھے۔ جب حضرت میاں جیو سات سال کے ہوئے تو ان کے والدِ بزرگوار رحلت فرما گئے۔ حضرت کی والدۂ ماجدہ کا اسم مبارک بی بی فاطمہ تھا۔ آپ قاضی قادن کی دخترِ نیک اختر تھیں جن کا شمار زمانے کے علماء و فضلاء میں ہوتا تھا۔ انھوں نے ترک و تجرید اختیار کر کے گوشہ نشینی اختیار کی، اور ریاضت و مجاہدہ کے بعد ولایت کے مرتبے پر پہنچے حضرت کی والدۂ ماجدہ نے طریقۂ شغل اپنے والدِ بزرگوار سے سیکھا تھا وہ اپنے وقت کی رابعہ تھیں۔

حضرت میاں میر کی ولادت باسعادت حضرت میاں جیوؒ کی ولادت باسعادت سندھ کے شہر، سیوستان میں ۹۵۷ھ بمطابق ۱۵۵۰ء میں ہوئی یہ شہر ٹھٹھہ اور بھکر کے مابین واقع ہے اور آپ کے آباؤ اجداد کا وطن ہے۔

حضرت کے بہن بھائی میاں جیو کے چار بھائی اور دو بہنیں تھیں۔ بھائیوں کے نام یہ ہیں۔

قاضی بولن، قاضی عثمان، قاضی طاہر اور قاضی محمد۔

آپ کے سب بھائیوں نے حضرت میاں جیوؒ کے باسعادت ہاتھ پر بیعت کی، ان میں سے قاضی محمد، تصوف اور ولایت میں مرتبۂ کمال کو پہنچے لیکن وہ حضرت میاں جیوؒ کی زندگی میں ہی رحمتِ حق سے جاملے۔ آپ کی ہمشیرہ کا نام بی بی جمال تھا آپ اور آپ کے بھائی لطف اللہ، جو پیدائش کے چند ہی روز بعد فوت ہوگئے، توام پیدا ہوئے تھے۔

تعلیم و تربیت

آپ کے والد ماجد چونکہ بچپن ہی میں جبکہ آپ کی عمر صرف سات سال کی تھی وصال پا گئے تھے۔ لہٰذا آپ کی تعلیم و تربیت کی تمام تر ذمہ داری آپ کی والدہ ماجدہ پر آگئی آپ کی والدہ محترمہ نے مختلف اساتذہ کے ذریعہ سے آپ کو دینی تعلیم دلوائی۔ پھر آپ کی والدہ نے آپ کو سلسلہ قادریہ میں سلوک کی تعلیم دینا شروع کی اور تھوڑے ہی عرصہ میں آپ میں تلاشِ حق کا جذبہ پیدا ہوگیا۔ اور آپ پر علم باطن منکشف ہونے لگا۔

شیخ خضر سیلوستانی سے بیعت

ابتدائی علوم کے حصول کے بعد آپ والدہ سے رخصت حاصل کرکے سیاحت اور ریاضت و مجاہدہ کی غرض سے نکلے، پہلے آپ سیوستان کے پہاڑ میں قطب اولیاء اور عارفِ کامل کے حضرت شیخ خضر قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ جو سلسلۂ قادریہ میں یگانۂ آفاق اور ترک و تجرید میں یکتا تھے، کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت میاں جیوؒ انہیں "غوثِ وقت" کہا کرتے تھے۔ حضرت شیخ خضر کا طریقہ تھا کہ مالِ دُنیا کی ہر چیز خواہ زکوٰۃ ہو، جس میں علائق کا شائبہ بھی ہو، قبول نہ کرتے، موسم سرما لوگوں سے الگ اور پوشیدہ رہ کر کوہستان میں بسر کرتے تھے۔ جنگلی پھل ان کی خوراک تھی۔ لباس ایسا ہوتا تھا جو آپ کے جسم کو زانو سے ناف تک ڈھانپتا تھا۔ سردیوں کے موسم کے لیے اُنھوں نے تنور بنا رکھا تھا۔ جنگل سے

لکڑیاں کاٹ کر لاتے اور انھیں جلا کر تنور گرم کر لیتے۔ راتیں تنور ہی میں بسر کرتے۔ شہر کا رُخ نہیں کرتے تھے، ہاں مگر سال میں ایک دو بار اور وہ بھی گھومنے پھرنے کے لیے شہر میں آتے مگر اللہ کے سوائے کسی سے آشنائی نہ رکھتے تھے۔

پیرومرشد سے رخصت کچھ عرصہ پیرومرشد کی خدمت میں گزارنے کے بعد آپ کے پیر نے آپ کو خرقہ خلافت عطا فرمایا اور رخصت فرمایا اور ہدایت فرمائی کہ اب انھیں اجازت ہے کہ جہاں جی چاہے رہیں اور جہاں دل چاہے جائیں تب آپ نے وہاں سے لاہور کا رُخ کیا۔

وُرُودِ لاہور لاہور تشریف لاتے وقت آپ کی عمر پچیس برس کے لگ بھگ تھی۔ دوران سفر جس منزل پر پہنچتے اور جس گھر میں آتے، پھر وہاں سے چل پڑتے۔ لاہور پہنچ کر مساجد میں وقت گزارنے لگے۔

تحصیل علم کچھ عرصہ مولانا سعد اللہ کے حلقۂ درس میں شامل ہوئے جو اکبر اعظم کے زمانے کے مشہور علماء و فضلاء میں سے تھے اور ظاہری و باطنی علم سے آراستہ تھے۔ تھوڑے ہی عرصے میں حضرت میاں جیو رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ علوم معقول و منقول میں درجۂ کمال کو پہنچے۔ اور آپ کو دوسرے مدرسوں میں امتیاز حاصل ہوا۔ حضرت میاں جیو نے اخوند مولانا سعد اللہ کے شاگرد مولانا نعمت اللہ سے بھی تحصیل علم کی جو ظاہری و باطنی فضائل سے آراستہ تھے۔ نعمت اللہ کہا کرتے تھے کہ حضرت میاں میر میرے درس میں رہے۔ کئی سال میں نے انھیں پڑھایا اور ان کی رہنمائی کی۔ اُنھوں نے میرے تمام علوم حاصل کیے۔

ریاضت و عبادت لاہور میں قیام کے دوران آپ نے بے حد ریاضت و عبادت کی دن کے وقت آپ کا معمول تھا کہ ہمیشہ علی الصبح کسی باغ یا جنگل میں تشریف لے جاتے اور سارا دن وہاں مشغول عبادت رہتے بعض اوقات مریدین اور معتقدین بھی آپ کے ساتھ ہوتے تو وہ بھی الگ الگ مقامات پر بیٹھ

11 کر یادِ الٰہی میں محو ہو جاتے اور جب نماز کا وقت آتا تو سب اکٹھے ہو کر نماز با جماعت ادا کر لیتے عام لوگوں سے تعلقات اور ان کی صحبت سے ہمیشہ متنفر رہتے، رات کو حجرے کا دروازہ بند کر کے بیدار رہتے، اور تنہا قبلے کی طرف منہ کیے بیٹھے رہتے اور ساری رات عبادت میں مشغول رہتے آپ نے حبسِ نفس یہاں تک حاصل کیا تھا کہ دو چار دم میں رات گزار دیتے۔

سرہند میں تشریف آوری

لاہور کچھ عرصہ ریاضت و عبادت میں گزرنے کے بعد آپ سرہند میں تشریف لے گئے اور وہاں یادِ الٰہی میں مصروف رہنے لگے لیکن وہاں آپ بیمار ہو گئے اس بیماری کے دوران آپ کے پاس کوئی تیمارداری کرنے والا نہ تھا مگر حاجی نعمت اللہ کو جب آپ کی بیماری کا علم ہوا تو فوراً آپ کی خدمت پر مامور ہو گئے یہاں تک کہ پیشاب پاخانہ بھی اپنے ہاتھ سے اٹھاتے تھے، جب آپ صحت یاب ہوئے تو آپ نے اُن سے خوش ہو کر فرمایا کہ ہمارے پاس دنیاوی مال و متاع نہیں جو ہم تم کو دیں لیکن اگر تم چاہو تو ہم تمہیں روحانی نعمتوں سے مالا مال کر سکتے ہیں، حاجی نعمت اللہ سرہندی نے کہا کہ اس سے بڑھ کر اور کون سی نعمت ہو سکتی ہے، چنانچہ آپ نے اُن کو ایک ہی ہفتے میں سلوک کے درجۂ کمال پر پہنچا دیا، حاجی نعمت اللہ پہلے طالب تھے جو آپ کی روحانی تعلیمات سے مستفیض ہوئے۔

لاہور میں دوبارہ آمد

آپ نے سرہند میں ایک سال گزارا اس کے بعد آپ دوبارہ لاہور میں تشریف لے آئے اور یہاں مستقل قیام کر لیا اور آخری دم تک یہیں رہے آپ باغبانوں کے محلے میں رہتے تھے آپ نے لاہور میں رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری کیا اور ساری عمر مخلوقِ خدا کی خدمت اور ہدایت میں گزار دی۔ بے شمار لوگ آپ سے فیض یاب ہوئے۔ آپ کی خدمتِ اقدس میں جو بھی آتا روحانی نعمتوں سے مال مالا ہو جاتا۔

اصلاح و تربیت

حضرت میاں میر بہت کم لوگوں کو بیعت کرتے تھے لیکن جو حضرات بھی آپ کی زیر تربیت آئے آپ نے ان کو روحانیت کے اعلیٰ مقام پر پہنچایا۔ جب کوئی شخص آپ کی خدمت میں آتا تو اُس سے پوچھتے کہ کس لیے آئے ہو اور کیا کام ہے اگر وہ کہتا کہ آپ کی ملاقات کے لیے آیا ہوں تو اُس سے نہایت مہربانی سے پیش آتے' اور فرماتے آؤ بیٹھو' پھر کچھ دیر کے بعد اُس کے لیے ہاتھ اُٹھا کر دعا فرماتے اور اُسے رخصت کر دیتے' اگر وہ کہتا کہ میں طلبِ حق کے لیے آیا ہوں' فرماتے جاؤ اپنا کام کرو' بابا! حق کی طلب آسان کام نہیں' بہت مشکل ہے۔ جب تک کہ تم اُس کی طلب میں یگانہ نہ ہو جاؤ گے اُسے نہیں پا سکو گے' اور چونکہ دل ایک ہے' اور ایک چیز میں صرف ایک چیز ہی سما سکتی ہے اس لیے مجرد ہونا چاہیئے۔

آپ کا طریقہ کار تھا کہ آپ کے مریدوں کی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ فرماتے تھے۔ مریدوں سے ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ سالک کے لیے سلوک میں پہلا مرتبہ شریعت ہے' طالب کے لیے ضروری ہے کہ اُس کے حفظ مراتب کی کوشش کرے' جب وہ شریعت کے حقوق مکمل طور پر ادا کرنے لگے گا تو شریعت کے ادائے حقوق کی برکت سے اُس کے دل میں طریقت کی خواہش خود بخود پیدا ہوگی' اور جب طریقت کے حقوق کو بھی اچھی طرح ادا کرے گا تو اللہ تعالیٰ بشریت کا حجاب اُس کے دل کی آنکھوں سے دور کر دے گا' اور حقیقت کا مفہوم اس پر منکشف ہو جائے گا جو روح سے متعلق ہے اور طریقت' باطن کی طہارت اور مرتبہ حقیقت کا ادراک ہے' اور حقیقت کا مفہوم وجود کو فانی بنانا اور دل کو ماسوی اللہ سے خالی کرنا ہے جو درجۂ قرب تک واصل ہوتی ہے۔ انسان' نفس' دل اور روح کا مجموعہ ہے' ان میں سے ہر ایک کی اصلاح مقصود ہے' نفس کی اصلاح شریعت سے' دل کی طریقت سے اور روح کی حقیقت سے ہوتی ہے۔

سیرت و کردار

حضرت میاں میر بے حد متبع سنّت تھے، عبادات میں آپ فرائض، سنن موکدہ، تہجد اور اُن نمازوں کا پابندی سے خیال رکھتے تھے جو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ادا فرمائی ہیں، اسی طرح روزہ میں بھی پابندی فرمایا کرتے تھے۔

زمانے بھر کے سلاطین، اُمراء، خواص اور عوام آپ سے عقیدت رکھتے تھے۔ لوگ ہمیشہ نذر ونیاز لے کر حضرت کی بابرکت خدمت میں چلے آتے تھے۔ سلاطین اور اُمرا کی کوئی نذر قبول نہ فرماتے۔ اگر ان میں سے کوئی نقدی لاتا تو فرماتے:
"مجھے فقیر سمجھا ہے کہ یہ نقدی لائے ہو؟ میں فقیر اور مستحق نہیں، غنی ہوں۔ جس کا خُدا ہو، وہ فقیر نہیں۔ یہ لے جاؤ اور کسی مستحق کو دے دو۔"

دنیا کو جس قدر حضرت میاں جیو رحمۃ اللہ علیہ حقیر سمجھتے تھے اتنا حقیر اور کوئی نہیں سمجھتا آپ کا طریقہ یہ تھا کہ عام لوگوں کے لیے ان کا دروازہ بند تھا اور دنیا داروں سے پرہیز کرتے تھے۔ جوانی کے ایام میں تمام دن باغوں اور جنگلوں میں گزارتے۔ نمازِ مغرب کے بعد جب حُجرے میں تشریف لاتے آپ کا لباس فُقرا اور درویشوں کا سا نہ تھا۔ خِرقہ، مُرقع نہیں پہنتے تھے۔ کم قیمت کی سفید دستار سر پر اور خرقہ کے بجائے کھدر کا کُرتا زیب تن ہوتا تھا۔ جب یہ قدرے میلا ہو جاتا تو دریا کے کنارے جا کر دستِ مبارک سے دھو لیتے۔ آپ اپنے اصحاب کو کپڑوں کو پاک صاف رکھنے کی بہت تاکید فرماتے تھے۔ خادموں اور طالبوں کا لباس بھی آپ کی طرح کُرتا اور دستار تھا۔

سماع سے شغف

حضرت میاں جیو رحمۃ اللہ علیہ سماع بھی فرماتے تھے۔ ہندی راگ کو خوب سمجھتے تھے اور اسے بہت پسند کرتے تھے۔ قوال آتے تو ان سے سماع فرماتے لیکن ایسا نہیں کہ ہمیشہ ان کے پاس رہیں یا انہیں خود طلب فرمائیں۔ شریعت کی پیروی اور

اپنے آپ پر ضبط ہونے کی وجہ سے وجد و رقص ہرگز نہیں کرتے تھے۔ سماع فرما کر جب کبھی خوش ہوتے تو خوشی ان کے رُوئے مبارک اور چہرۂ پُر نُور سے ظاہر ہوتی، ریش مبارک کے بال ایک ایک کر کے کھڑے ہو جاتے اور چہرہ تمتما اٹھتا لیکن تمکین و وقار کا یہ عالم تھا کہ نہ کوئی حرکت صادر ہوتی نہ ہاتھ اٹھاتے۔

کرامات

اللہ کا ولی جب روحانیت میں کامل ہو جاتا تو لوگوں میں اظہار بزرگی کے لیے کرامت سرزد ہوتی ہے اولیاء کاملین ہمیشہ انھیں پوشیدہ رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایسے ہی حضرت میاں میر کرامت کو پوشیدہ رکھنے کے قائل تھے لیکن اس کے باوجود آپ سے بے شمار کرامات سرزد ہوئیں۔ ان میں سے چند ایک کرامات درج ذیل ہیں۔

سانپ کی عقیدت مندی

دارا شکوہ نے سکینۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ میں نے شیخ عبدالواحد بنیانی کو، جو حضرت کے مرید تھے اور ایک سال انھوں نے حضرت کی باسعادت خدمت میں گزارا تھا، کہا کہ آپ اتنی مدت خدمت میں رہے، ہمیں حضرت کی کچھ کرامتیں بتائیے۔ وہ بولے: "آپ کی کرامتیں حد سے زیادہ ہیں۔ بس یہ سمجھیے کہ جیسا آپ فرماتے تھے، ویسا ہو جاتا تھا بہر حال ان میں ایک یہ ہے کہ ایک دن حضرت میاں جیوؒ مرزا کامران کے باغ کے سامنے دریا کے کنارے لیٹے ہوئے تھے۔ ان کے پاؤں میں تکلیف تھی۔ میں پاؤں دبا رہا تھا۔ اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بہت بڑا سانپ چلا آ رہا ہے۔ آپ نے فرمایا: "اسے آنے دو" جونہی وہ قریب آیا، حضرت اُٹھ کر بیٹھ گئے۔ سانپ آپ کے حضور میں بلند ہو کر بیٹھ گیا اور کچھ کہا، جسے میں نہ سمجھ سکا۔ حضرت میاں جیوؒ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں فرمایا: "خوب! ایسا ہی سہی!" سانپ اُٹھا، تین مرتبہ حضرت کے گرد پھرا اور چلا گیا۔ میں نے حضرت سے دریافت کیا کہ سانپ نے کیا

کہا تھا ؟ آپ نے فرمایا : " سانپ نے یہ کہا تھا کہ میں نے تہیہ کیا تھا۔ جب آپ کو دیکھوں گا تو آپ کے گرد طواف کروں گا " جواب میں مَیں نے کہا " بہتر ایسا ہی سہی " ۔

فاختہ زندہ ہوگئی

شیخ عبدالواحد نے کہا کہ ایک دن حضرت میاں جیوؒ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ زین خان کے باغ میں مشغول ذکر تھے ۔ میں ان کی خدمت میں حاضر تھا۔ ایک فاختہ درخت کی شاخ پر بیٹھی چہک رہی تھی۔ حضرت نے فرمایا : " سنو! کس خوش بیانی سے خالق کے نام کا وِرد کر رہی ہے " ۔ اس کی آواز سے آپ بہت محظوظ تھے۔ دفعتہً ایک شخص آیا۔ اس کے ہاتھ میں غلیل تھی۔ فاختہ کا شکار کرنے کے لیے اس نے غلّہ پھینکا ، جو فاختہ کے جا لگا۔ وہ درخت کے نیچے آ گری اور مرگئی۔ اس شخص کو مہلت ہی نہ دی کہ اسے ذبح کرتا۔ فاختہ وہیں چھوڑ کر وہاں سے روانہ ہُوا۔ حضرت میاں جیو رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ بہت آزردہ ہُوئے اور فرمایا " جا اور فاختہ کو اُٹھالا " میں فاختہ کو آپ کی خدمت میں لے گیا۔ آپ نے اپنا دستِ مُبارک اس پر پھیرا تو وہ فوراً ہاتھ سے نکل کر اُڑ گئی اور اسی شاخ پر جا بیٹھی اور اسی طرح ذکرِ باری تعالیٰ میں مصروف ہوگئی۔ اتنے میں وہ شکاری واپس آیا اور پھر اسی فاختہ کے شکار کرنے کا ارادہ کیا۔ حضرت نے مجھے فرمایا کہ جا اور اسے منع کر۔ میں نے ہر چند اسے منع کیا۔ لیکن وہ نہ مانا ، بلکہ میرے ساتھ سختی سے پیش آیا۔ اُس نے فاختہ کا نشانہ کرنے کے لیے غُلّہ پھینکنا چاہا۔ غُلّہ فاختہ پر لگنے کے بجائے پوری شدت کے ساتھ اس کی اُنگلی پر لگا جس سے وہ بیتاب ہوا اور چکرا کر گر پڑا۔

حضرت نے فرمایا : " جا اور اس سے کہہ کہ فقیر کی بات تو نے نہ مانی اور اپنا حشر دیکھ لیا۔ وہی ہُوا جو ہونا تھا " اب اگر فاختہ کو پھر نہ مارے تو تمہاری اُنگلی

کا درد جاتا رہے گا"۔ میں نے جا کر اسے یہ کہا۔ وہ بولا، میں وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ کسی جانور کو نہیں ماروں گا۔ فوراً ہی اس کا درد جاتا رہا اور وہ وہاں سے رخصت ہوا۔

رزق غیبی کا واقعہ میاں حاجی محمد بنیانی نے یہ کرامت بیان کی کہ میں نے حضرت میاں جیو رحمۃ اللہ علیہ کی زبانِ مبارک سے سنا کہ چار فقیر مل کر سیوستان کے پہاڑوں میں سفر کر رہے تھے کچھ ایسا اتفاق پیش آیا کہ تین دن انھیں کھانے پینے کو کچھ میسر نہ آ سکا۔ اسی سوچ میں تھے کہ کوشش کریں کہ کھانے کو کچھ مل سکے۔ ان میں سے ایک نے کہا، میں آگے چل کر کوئی چیز مہیا کرتا ہوں، تم آہستہ آہستہ چلے آؤ۔ وہ فقیر تھوڑی دور گیا تھا کہ اس کے ساتھیوں نے راستے میں پھلوں سے لدا ہوا ایک درخت دیکھا، اس کی شاخیں پھل کے بوجھ سے جھک کر زمین تک آ رہی تھیں۔ درخت کے نیچے ٹھنڈے پانی کا چشمہ بہہ رہا تھا۔ فقیر درخت کے نیچے آئے۔ حسب خواہش پھل کھایا، پانی پیا اور کہنے لگے کہ اس جیسا پھل دنیا میں اور کوئی نہیں، شاید یہ بہشت کا میوہ ہے۔ انھوں نے ساتھی کا حصہ لے لیا اور وہاں سے چل پڑے۔ تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ وہ ساتھی ان سے آ ملا جو خوراک کا بندوبست کرنے کے لیے گیا تھا۔ وہ بولے افسوس! تم موجود نہ تھے۔ ہمیں میوے سے بھرا ہوا درخت اور بہتا پانی میسر آیا۔ تمھارا حصہ ہم ساتھ لے آئے ہیں۔ لو اور کھاؤ۔ اس نے جواب دیا، مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ یہ سن کر حضرت میاں جیو رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "بابا! وہ درخت، وہ میوہ، وہ چشمہ وہی فقیر تو تھا، جو خوراک کی تلاش میں نکلا تھا"۔ حاجی محمد کہتے ہیں کہ وہ فقیر در اصل حضرت میاں جیو رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

روحانی تصرف کا واقعہ میر محمد خانی، حاجی علی کوسوی کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ مردِ عزیز، صاحب زہد و تقویٰ تھا۔ حضرت میاں جیو رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ سے اسے سچی ارادت اور پُرخلوص عقیدت تھی۔ اکثر ان کی خدمت میں حاضر ہوتا اور ان سے مُستفید ہوتا۔ ہر پانچ سال میں ایک مرتبہ لاہور سے اپنے وطن واپس جاتا۔ اس عرصے میں وہ تجارت بھی کرتا تھا۔ ایک مرتبہ اپنے وطن سے لاہور واپس آیا۔ میر محمد مذکور کے والد کے گھر ٹھہرا اور بیان کیا کہ میں نے اس سفر میں حضرت میاں جیو رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کی ایک عجیب کیفیت دیکھی ہے۔ ایک دن اصفہان اور یزد کے مابین ہمارا قافلہ دریا کے کنارے اترا ہُوا تھا۔ میں اپنے چند رفیقوں کے ساتھ کھانا پکانے میں مشغول تھا۔ اچانک دُور سے ایک شخص لباسِ فاخرہ پہنے نظر آیا اسے دیکھنے سے مجھے بہت فرحت اور راحت محسُوس ہوئی، یہاں تک کہ وہ بزرگ میرے قریب آگیا۔ غور سے دیکھا تو یہ حضرت میاں جیو رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ تھے جو مجھے بلا رہے تھے میں بڑے شوق سے دوڑتا ہُوا خدمت میں حاضر ہُوا اور ان کے پائے مبارک پر سر رکھ دیا۔ حضرت مجھ سے بغل گیر ہوئے اور فرمایا " آپ کا کارواں نشیبی جگہ پر ٹھہرا ہُوا ہے، بہت بڑا طُوفان آنے والا ہے۔ جلدی کرو اپنے سازوسامان اور خیمے کو کہیں اُونچی جگہ منتقل کرو۔ اور اہلِ قافلہ کو بھی مطلع کر دو" اس اثنا میں مَیں نے چاہا کہ حضرت سے دریافت کروں کہ اس سرزمین میں تشریف آوری کیونکر ہوئی؟ نیز کھانا کھانے کے لیے بھی التماس کروں کہ اچانک ناگوار سی آوازیں سنائی دیں۔ حضرت کی طرف متوجہ ہُوا تو اُنھیں کہیں نہ پایا۔ وہ نظروں سے غائب ہو چکے تھے۔ اس واقعے سے میرے دل پر بہت خوف طاری ہُوا اور وہاں سے لوٹ کر اپنا خیمہ اور سازوسامان اُونچی جگہ پر لے گیا اور اہلِ قافلہ کو بھی اُوپر آنے کو کہا۔ لوگوں نے کہا، اس قسم کی تیز دھوپ میں خیمے کہاں اکھاڑیں اور کیا تکلیف

اٹھائیں۔ بعض لوگوں نے میری بات پر اعتماد کر کے اس پر عمل کیا اور اُونچی جگہ پہنچ گئے۔ تھوڑا ہی وقت گزرا تھا کہ شدید طُوفان آیا اور جن لوگوں نے میری بات سُنی اَن سُنی کر دی اور وہیں نشیب میں رہ گئے، وہ مع واسباب طُوفان نذر ہو گئے۔

شعر

ہر کہ انکار کند ازین کار محروم است   انکار مکن، کہ انکا شُوم است

(انکار نہ کر، انکار بُری بات ہے، جو انکار کرتا ہے، وہ اس کام سے محروم رہ جاتا ہے)

راوی کا کہنا کہ جن لوگوں نے میری بات کا یقین کر لیا اور بلند مقام پر آ گئے وہ بچ گئے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ اس وقت حضرت میاں جیو رَحْمَۃُ اللّٰہ عَلَیْہ لاہور میں تشریف فرما تھے۔

گونگے کی زبان کھل گئی

ایک مرتبہ ایک شخص حضرت میاں جیو رَحْمَۃُ اللّٰہ عَلَیْہ کی خدمت میں آیا اور عرض کی کہ میرا بیٹا نزع کی حالت میں ہے۔ یہ امید لے کر آیا ہوں کہ آپ توجہ فرمائیں گے۔ حضرت نے جب اس کی گھبراہٹ اور پریشانی دیکھی تو ان پر استغراق کی کیفیت طاری ہوئی۔ تھوڑی دیر بعد اس کیفیت میں کچھ کمی واقع ہوئی تو آپ نے پانی کا پیالہ طلب کیا۔ اس پر دعا پڑھی اور اس شخص کو دیا کہ اسے لے جائے اور اپنے بیٹے کو پلا دے۔ جب وہ پانی اسے پلایا تو اسے شفا ہو گئی۔ پھر وہی شخص اپنے بیٹے کے ہمراہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہُوا اور عرض کی کہ یہ سات سال کا ہو گیا ہے لیکن گونگا ہے، بول نہیں سکتا۔ حضرت میاں جیو رَحْمَۃُ اللّٰہ عَلَیْہ نے اس لڑکے کو فرمایا، کہو! "بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ" آپ کا یہ فرمانا تھا کہ لڑکے کی زبان کھل گئی اور اس کا گونگا پن جاتا رہا اور پھر یہ بھی ہُوا کہ تھوڑی ہی مدت میں اس نے قرآن شریف حفظ کر لیا۔ حضرت نے اس پر یہ عنایت بھی کی کہ

وضو کرتے ہوئے جس رُومال سے ہاتھ اور منہ پونچھتے تھے، وہ اسی کو دے دیا اور فرمایا: "جس وقت کوئی بیماری تمہارے بیٹے کو لاحق ہو یہ رُومال اس کے سر پر لپیٹ دینا، خدا شفا دے گا۔" اس شخص نے اس عطیہ کو عطیۂ مقدس سمجھا اور رُومال کو سر آنکھوں پر لگا کر لے لیا۔ کہتے ہیں یہ رُومال آج تک اس کے پاس ہے، جب کبھی اس کو یا اس کے بیٹے کو کسی قسم کی بیماری یا تکلیف ہوتی ہے تو وہ اسی طرح کرتا ہے، جیسے حضرت نے ہدایت فرمائی تھی۔ چنانچہ اسی دن اسے شفا ہو جاتی ہے۔

شاہانِ مغلیہ کی عقیدت مندی

آپ کی ولایت کا شہرہ جب دور و نزدیک ہوا تو بادشاہانِ وقت بھی آپ کے عقیدت مند ہوئے مغل بادشاہ جہانگیر شاہجہان آپ کے بے حد عقیدت مند تھے دارا شکوہ تو آپ سے والہانہ عقیدت رکھتا تھا۔ اور اسی عقیدت مندی کا نتیجہ ہے کہ اس نے آپ کے حالات کے بارے میں ایک کتاب سکینۃ الاولیاء لکھی۔ اس کے برعکس آپ کی عادت تھی کہ آپ نے کسی بادشاہ سے کبھی سوال نہ کیا بلکہ نذرانہ قبول کرنے سے ہر ممکن گریز کیا۔

جہانگیر کی عقیدت مندی

ایک مرتبہ جہانگیر نے آپ کو بلایا آپ چلے گئے جہانگیر نے تزک جہانگیری میں اپنی ملاقات کو اس طرح بیان کیا ہے کہ " جب مجھے علم ہوا کہ لاہور میں ایک درویش میاں میر نامی سندھ کے رہنے والے نہایت فاضل، بابرکت اور صاحبِ حال بزرگ ہیں، اور توکل اور گوشۂ عزلت کو اپنا شعار بنائے ہوئے ہیں، فقر کی دولت کی بدولت غنی اور دُنیا سے مستغنی ہیں، ان اوصاف کی بناء پر میرا دل اُن کی ملاقات کے لیے بے چین ہوا، اور اُن کی زیارت کے لیے میں نے اپنے دل میں غیر معمولی رغبت پائی، لیکن میرے لیے لاہور جانا مشکل تھا، میں نے

ایک خط کے ذریعہ اُن کی خدمت میں اشتیاقِ مُلاقات ظاہر کیا، حضرت باوجود ضعفِ پیری کے زحمت فرما کر تشریف لائے اور ایک طویل عرصے تک خلوت میں آپ کے ساتھ بیٹھا، اور آپ کی صحبت سے مستفید ہوا، بلاشبہ آپ کی ذات غیر معمولی شرف کی حامل ہے، اور اس زمانے میں آپ کا وجود مغتنمات میں ہے، ان ملاقاتوں میں مجھے آپ سے بہت سے معارف و حقائق سُننے کا اتفاق ہوا، میں نے ہر چند چاہا کہ آپ کی خدمت میں نذر پیش کروں لیکن آپ کے پایۂ عالی کو دیکھتے ہوئے مجھے اپنی اس تمنا کے اظہار کی جرات نہ ہوئی، آخر میں نے ایک سفید ہرن کی کھال جا نماز کے طور پر آپ کی خدمت میں پیش کی۔"

شاہجہاں کی عقیدت

شاہجہاں بھی آپ سے بے حد عقیدت رکھتا تھا، وہ بحیثیت ایک مخلص معتقد کے دو مرتبہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ایک دفعہ جب شاہجہاں میاں میر کے حُجرے میں داخل ہوئے تو ان کے ہمراہ چار آدمی تھے، پہلی بات جو آپ نے شاہجہاں سے فرمائی وہ یہ تھی کہ عادل بادشاہ کو اپنی رعیت اور سلطنت کی خبر گیری کرنی چاہیئے، اور اپنی تمام قوتیں اپنی مملکت کے آباد کرنے میں صرف کرنی چاہئیں، کیونکہ اگر رعیت آسودہ حال اور ملک آباد ہے تو فوج مطمئن اور خزانہ معمور ہوگا۔

شاہجہاں آپ کے ارشادات اور شخصیت سے اس قدر متاثر ہوئے کہ ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ ترک و تجرید میں مَیں نے میاں میر جیسا کوئی درویش نہیں دیکھا۔

دارا شکوہ کی عقیدت

دارا شکوہ بھی میاں میر کا عاشق تھا، اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آپ نے بھی اس کی روحانی تربیت اور ذوق و شوق کو آب و رنگ بخشا تھا۔

دارا شکوہ کی روایت ہے کہ جب میری عمر بیس سال کی تھی، میں ایسا

سخت بیمار ہوا کہ طبیبوں نے جواب دیا، میرے والد مجھے لے کر میاں میر کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور کمالِ عقیدت و نیازمندی سے عرض کیا کہ یہ میرا لڑکا بیمار ہے، اور طبیب اس کے علاج سے عاجز آچکے ہیں، آپ اس کے لیے دعا فرمائیے آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر وہ پیالہ جس سے خود پانی پیا کرتے تھے پانی سے بھر کر اور اس پر دم کر کے مجھے دیا، میں اس کے پینے سے ایک ہفتے بعد بالکل اچھا ہو گیا۔

یہ واقعہ پہلا نقش تھا جو میاں میر کی محبت و عقیدت کا دارا شکوہ کے قلب میں قائم ہوا، اس کے بعد اس کی عقیدت میاں میر سے بڑھتی ہی گئی۔

خلفاء حضرت میاں میر کے خلفاء بہت سے تھے لیکن جن کو شہرت حاصل ہوئی ان کے نام یہ ہیں۔

۱۔ حاجی نعمت اللہ سرہندی ۲۔ حضرت ملا بدخشی ۳۔ میاں نتھا ۴۔ ملا حامد گجبر ۵۔ ملا روحی ۶۔ ملا خواجہ کلاں ۷۔ حاجی صالح کشمیری ۸۔ ملا عبدالغفور۔

وفات حضرت میاں میر حضرت میاں جیو رحمۃ اللہ علیہ کو لاہور میں ساٹھ سال گزارنے کے بعد اسہال کی بیماری، جس کے بارے میں حدیثِ صحیح "اَلْمَبْطُوْنُ شَہِیْدٌ" وارد ہے۔ آپ کو لاحق ہو گئی اور پانچ دن تک جاری رہی۔ آخر ۵ ۱۰۴۴ھ بتاریخ ۷ ماہ ربیع الاول کو بروز سہ شنبہ پہر دن گزرا تھا کہ محلہ خانی پورہ کے اس حجرے میں، جہاں آپ کا قیام تھا، آپ کی روحِ پاک ناسوتی وجود کے قفسِ عنصری سے آزاد ہو گئی اور عالمِ لاہوت میں، جو اس کا وطن تھا، پہنچی گویا قطرہ سمندر سے جا ملا۔ وصال کے وقت آپ کی عمر اٹھاسی سال تھی۔

تدفین وفات سے ایک روز پہلے نواب وزیر خان حاکم صوبہ پنجاب آپ کی عیادت کے لیے آیا اور بڑی مشکل سے حضرت کے حجرے میں جگہ ملی لیکن دوسرے روز حضرت کا انتقال ہو گیا تمام رؤسا اور علماء نے آپ کے جنازے میں شرکت کی۔ آپ کی وصیت تھی کہ جہاں ہمارے دوست میاں نتھا دفن ہیں وہاں ہمیں دفن کرنا چنانچہ آپ کو اس مقام پر دفن کیا گیا جہاں آپ کا مزار اقدس ہے۔

مزار مبارک آپ کا مزار علاقہ حضرت میاں میر میں ہے آپ کے مزار پر ایک خوبصورت گنبد ہے مغرب کی جانب مسجد ہے احاطہ مزار کا فی کھلا ہے اور احاطہ کے اردگرد چاردیواری ہے۔ آپ کے مزار اقدس کو دارا شکوہ نے بنوانا شروع کیا تھا کہ وہ اپنے اس دارِ فانی سے کوچ کر گیا کچھ عرصہ تک مزار کی عمارت نامکمل رہی۔ لیکن بعد میں عالمگیر ایک مرتبہ آپ کے مزار پر حاضر ہوا اور اس نے عمارت کو مکمل کروا دیا۔ آپ کے گنبد کے دروازے پر یہ قطعہ تاریخ وفات لکھا ہوا ہے۔

سفر جانب شہر جاوید کرد ۔۔۔ خرد بہر سالِ وفاتش نوشت
چو زیں تخت آباد دلگیر شد ۔۔۔ بفردوس والا میاں میر شد

۱۰۴۵ھ

حضرت ملّا شاہ بدخشی قادریؒ

حضرت ملا بدخشیؒ حضرت میاں میرؒ کے مشہور خلفاء تھے اور آپ کا مزار جو حضرت میاں میر کے مزار کے باہر مشرق کی جانب ہے۔

نام آپ کا اصل نام شاہ محمد ہے لیکن تاریخ میں آپ مُلّا بدخشی کے نام سے مشہور ہیں کیونکہ آپ کا آبائی وطن بدخشاں کا ایک گاؤں ارکسا تھا اور آپ اسی گاؤں میں پیدا ہوئے۔

والد ماجد آپ کے والد ملا عبدی تھے جو ارکسا کے قاضی تھے، کسی نے اُن کے وطن کے متعلق پوچھا تو اُنھوں نے فرمایا کہ سب ولایتوں میں بڑی ولایت بدخشاں ہے، جس میں سب سے بڑا علاقہ روستاق ہے اس علاقے میں سب سے بڑا گاؤں ارکسا ہے، اس میں سب سے سادہ لوح میرے والد بزرگوار ہیں۔ اور میں اُن کا فرزند ہُوں۔

سفر کشمیر و آگرہ سکینۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ " آپ نے دارا شکوہ سے فرمایا کہ جب میں پہلے پہل اپنے وطن سے آیا تو تین سال تک کشمیر میں مقیم رہا۔ پھر میرے قلب میں طلب الٰہی کا ذوق پیدا ہوا، اور میں کشمیر سے ہندوستان بعض بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے روانہ ہوا، جب میں لاہور سے آگرے کے ارادے سے روانہ ہوا تو راستے میں ایک شخص نے مجھ سے میاں میرؒ کی بزرگی اور اُن کی عظمت کا ذکر کیا اُن کے تذکرے سے میرے قلب نے ایک تازگی محسوس کی، اور میں نے ارادہ کیا کہ میں اُسی وقت لاہور واپس لوٹ جاؤں، جب میں واپس ہونے لگا تو اُس شخص نے مجھ سے پوچھا کہ کیوں واپس لوٹ رہے ہو، میں نے کہا کہ میرے اس سفر کا جو مقصد ہے وہ لاہور میں حاصل ہو سکتا ہے، اس لیے لاہور واپس جا رہا ہوں،" اس نے کہا کہ آگرے میں بھی ایک درویش کامل ہیں اُن سے بھی ملو۔ میں آگرے آیا، جب میں آگرے میں اس بزرگ سے ملا تو اُن میں وہ چیز نہ پاکر جس کا میں طالب تھا، لاہور واپس لوٹ آیا اور میاں میرؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔"

حضرت میاں میر کی بیعت آپ فرماتے ہیں کہ میں اُن کی خدمت میں تین سال تک متواتر حاضر ہوتا رہا، لیکن اُنھوں نے کبھی میری طرف توجہ نہ فرمائی، تین سال کے بعد اُنھوں نے ایک روز مجھ سے پوچھا کہ کہاں رہتے ہو، میں نے کہا مسجد میں، فرمایا کہ مسجد میں نہ رہو، میں نے اُن کے ارشاد کے مسجد میں رہنا ترک کر دیا، پھر پوچھا کیا کھاتے ہو، میں نے کہا بازار کی روٹی، فرمایا بازار کی روٹی کھانا چھوڑ دو، باوجود اِس کے کہ مجھے کہیں سے خوراک نہ ملتی تھی لہذا حضرت صاحب کے فرمان کے مطابق میں نے بازار کی روٹی کھانا چھوڑ دی، اور فاقے سے رہنے لگا، پھر اُنھوں نے میرے حال پر شفقت فرمائی اور مجھے ارشاد و تلقین سے بہرہ ور فرمایا۔"

خدمت مرشد آپ تیس سال تک حضرت میاں میرؒ کی خدمت میں رہے اور ان کی صحبت میں رہ کر بہت زیادہ ریاضت و عبادت کی، آپ جہاں رہتے تھے تیس سال تک وہاں چراغ نہ جلا، دارا شکوہ لکھتے ہیں کہ" میں ایک رات حضرت ملا شاہ کی خدمت میں حاضر ہُوا تو آپ نے ایک ہمسایہ کے گھر سے چراغ منگوا کر فرمایا کہ دارا شکوہ آج تیرے آنے کے باعث ہمارے گھر میں چراغ جلا ورنہ ہم کو کبھی روشنی چراغ کی خواہش نہیں ہوئی نیز لکھا ہے کہ آپ نے تمام عمر خواب استراحت بھی نہیں فرمایا اور حبس نفس یہاں تک تھا کہ تمام شب میں ایک یا دو دم لیتے تھے نیز آپ تمام عمر مجرد رہے اور نکاح کی طرف توجہ نہ کی اور آپ کو کبھی غسل جنابت کی ضرورت تک نہ ہوئی، چنانچہ آپ کا مقولہ تھا کہ غسل احتلام بحالتِ خواب اور غسل جنابت بحالتِ قربتِ زن ہوتا ہے" من نہ زن دارم نہ خواب الحمدللہ الملک الوہاب کہ ازیں ہر دو فارغم"۔

شفقتِ مرشد

آپ حضرت میاں میرؒ کے افضل مریدوں سے تھے۔ اور حضرت میاں میرؒ بھی آپ پر خاص توجہ اور شفقت فرماتے تھے۔ ایک روز حضرت میاں میرؒ نے دعا فرمائی دوستوں نے پوچھا کہ حضرت یہ دعا کس کے حق میں ہے تو فرمایا کہ مُلّا شاہ کے حق میں ہے۔ جس سے میرا طریقہ روشن ہوگا، جب حضرت میاں میرؒ اس دنیا سے رخصت ہونے والے تھے تو چند سال پہلے انھوں نے حضرت مُلّا بدخشیؒ کو خرقۂ خلافت عطا فرمایا اور اس روز سے آپ مخلوقِ خدا کی رہنمائی میں مصروف ہوگئے۔

کشمیر میں سکونت

آپ جب ہر طرح سے کامل ہوگئے تو آپ نے حضرت میاں میرؒ سے اجازت لے کر کشمیر میں سکونت اختیار کرلی۔ آپ کا دستور تھا کہ سردیوں کے موسم میں لاہور رہتے اور گرمیوں کے موسم کشمیر رہتے، حضرت فرمایا کرتے تھے بابا تم مغل ہو لاہور کی گرمی کی تاب نہیں لاسکتے کشمیر چلے جاؤ آپ کے آخری سالوں میں آپ لاہور تشریف نہ لاسکے اور آپ کشمیر میں وعظ فرمایا کرتے تھے تو آپ کے وعظ کی شہرت دور و نزدیک میں ہوگئی آپ اپنی مجلسوں میں اصحاب کبار کی تعریف و توصیف فرمایا کرتے تھے حتیٰ کہ تھوڑے عرصہ میں کشمیر اور اس کے نواح میں آپ کو غیر معمولی مقبولیت حاصل ہوگئی، جو بھی آپ سے ملتا آپ سے بے حد متاثر ہوتا۔

دارا شکوہ کی ارادتمندی

۱۰۵۰ھ میں دارا شکوہ بمعہ جہاں آرا آپ کے مرید بنا اور دارا شکوہ جس عقیدت و خلوص سے آپ کے حلقہ ارادت میں آیا اس کو دیکھ کر آپ بے حد خوش تھے ایک دفعہ اپنے ایک مرید ملا مسکین سے فرمایا کہ ہم نے بہت سے لوگوں کو مضموں

گیا، اور ہمیں امید تھی کہ وہ ہمارے طریقے کو رائج کریں گے، لیکن اُن میں سے ہر ایک کسی نہ کسی بات پر اٹک کر رہ گیا، مگر اس جوان (دارا شکوہ) سے امید ہے کہ ہمارے طریقے کو فروغ دے گا کہ اس نے ہماری منشاء کے مطابق ہمارے طریقے پر عمل کیا ہے، اور ہماری باتوں پر دھیان دیا ہے۔ دارا شکوہ اور ان کی بہن جہاں آرا کو ملا بدخشی سے بہت سے روحانی فیوض و برکات حاصل ہوئے۔

خوارق سکینۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ آپ کی ولی توجہ اور نظر سے بے شمار لوگ بلند مرتبوں پر پہنچے اور انھیں عظیم مقبولیت حاصل ہوئی۔ کئی لوگوں نے کفر ترک کر کے اسلام قبول کیا۔

نیز دارا شکوہ لکھتا ہے کہ ایک روز مجھ کو مسئلہ رویتِ حق میں شبہ واقع ہوا کہ آیا جناب حق تعالیٰ کی رویت جو قرآن سے ثابت ہے کیونکر ہوگی اور اُس وقت کیا نظر آئے گا۔ اس مشکل کو حل کرنے کے لیے میں حضرت ملّا شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا، مگر رُعب کے باعث کچھ عرض نہ کر سکا اور اُلٹے پاؤں گھر آیا۔ گھر میں آ کر حضرت رسالت پناہ صلّی اللہ علیہ وسلم کی روحِ پُرفتوح کی جانب متوجہ ہُوا۔ وہاں سے ارشاد ہُوا کہ اے حیرانِ بادیہ حیرت! تفکّر کی کیا جگہ ہے، خدا قادر ہے جس طرح چاہے گا اپنے مومنانِ با ایمان کو اپنا دیدارِ پُرانوار دکھائے گا۔ یہ دیکھتے ہی مجھ کو تسلّی ہوئی اور دوسرے دن پھر حضرت ملّا شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ فرمانے لگے کہ اے دارا شکوہ مسئلہ رویت سے تیری تسلّی ہوگئی۔ میں نے عرض کی کہ یا حضرت اس حال سے سوائے حضرت علام الغیوب کوئی واقف نہ تھا، آپ کو اس حال سے کیونکر واقفیت ہوئی۔ آپ نے فرمایا کہ جس نے تجھ کو یہ حال سمجھایا اُسی نے مجھ کو بھی بتلایا۔

ذوق شعر گوئی ملا شاہ محمد بدخشی خود بھی بہت بلند پایہ شاعر تھے، دارا شکوہ نے سکینۃ الاولیاء میں آپ کے مجموعۂ کلام کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ مجموعہ حقائق و معارف میں سے پُر ہے، اس مجموعے میں ایک دیوان، بہت سی رباعیاں، مکتوبات، مثنویات، اور شرح رباعیات شامل ہیں۔ غزلوں میں آپ اپنا تخلص شاہ فرماتے ہیں۔

لاہور میں دوبارہ قیام اورنگ زیب جب تخت نشین ہوا تو اس نے آپ کو حکم دیا کہ آپ کشمیر کو چھوڑ کر لاہور قیام کریں چنانچہ اس کے کہنے پر آپ لاہور میں آگئے۔ اور آتے ہی گوشہ نشینی اختیار کرلی اور لاہور میں دوبارہ آنے کے بعد ایک سال سے کم زندہ رہے اور پھر اللہ کو پیارے ہوگئے۔

خلفاء و مریدین ملا شاہ بدخشی کے حسب ذیل خلفاء مریدین کا تذکرہ سکینۃ الاولیاء میں ملتا ہے۔

(۱) ملا محمد سعید (۲) ملا مسکین (۳) ملا محمد امین کشمیری (۴) ملا عبد الغنی (۵) حاجی عبد اللہ۔

وفات حضرت ملا شاہ صاحب کی وفات سنہ ۱۰۶۹ھ میں واقع ہوئی۔ چنانچہ تاریخ وفات اس جامع الکمالات کی مفتی غلام سرور صاحب نے یہ تصنیف کی ہے۔

شیخ حق آگاہ عالیجاہ ملا شاہ دیں | ہر کہ روئے روشن او دید شک ماہ گفت
شُد چو از دُنیا سوئے جنت خرد تاریخ او | زاہد پنجاب قطب وقت ملا شاہ گفت

روضہ مبارک آپ کے روضہ مبارک کی تعمیر دارا شکوہ نے کروائی اور آپ کا مزار حضرت میاں میرؒ کے احاطہ کے باہر پارک میں ایک مقبرے کے نیچے ہے۔

حضرت میاں نتھا دیوان قادریؒ

حضرت میاں نتھا ایک باکمال صوفی صاحب کرامت بزرگ اور کامل عارف ربانی تھے۔

وطن حضرت میاں نتھا کا آبائی وطن سرہند تھا لیکن آپ کے والدین لاہور میں آباد ہو گئے تھے اور آپ کا بچپن کا زمانہ بغیر تعلیم کے گزرا آپ کے آباؤ اجداد تیل نکالنے کا کام کرتے تھے اس لیے تیلی کہلاتے تھے۔

حضرت میاں میرؒ کی مریدی حضرت میاں نتھا حضرت میاں میرؒ کے محبوب مریدوں سے تھے۔ حضرت میاں میرؒ کی جوانی کے ایام میں میاں نتھا سے کمال محبت تھی اور ان کے حال پر توجہ اور شفقت بھی بہت تھی۔ اگرچہ حضرت کا طریقہ یہ تھا کہ جو بھی خدمت میں حاضر ہوتا، اسے ذکر حق میں مشغول کر دیتے۔ جس سے اسے فیض حاصل ہوتا لیکن کچھ عرصے بعد اسے رخصت فرما دیتے کہ خود جا کر مشغول ہو جائے۔ اپنے ساتھ وہ کم ہی آدمیوں کو رکھتے تھے۔ لیکن میاں نتھا کو کبھی جدا نہ ہونے دیتے تھے۔ وہ حضرت کی خدمت میں بے تکلفی بھی کر لیتے تھے اور رات کو سوائے میاں نتھا کے حضرت کے پاس کوئی نہ رہتا۔

ریاضت اور حالت سکر حضرت میاں نتھا نے بے پناہ ریاضت وعبادت کی۔ آخر میں جب میاں نتھا جذب الٰہی سے سرشار ہوئے تو ان پر انتہائی استغراق اور سکر کی کیفیت طاری رہتی تھی، چنانچہ علائق دنیوی کو انھوں نے ترک کر دیا تھا۔ اکثر اوقات راتوں کو بلند

دیوار پر چڑھ کر آلتی پالتی مار کر بیٹھ جاتے اور کئی دن رات اسی دیوار پر گزارتے۔ بعض اوقات وہ صحرا یا کسی جنگل میں یا کسی قبر کے سرہانے یا کسی ویرانے میں دن رات بسر کرتے تھے۔ حضرت میاں جیوؒ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ نے ایک شخص کو جو حضرت کی خدمت میں موجود تھا، فرمایا، جاؤ ادھر نتھا کو جو دیوار پر بیٹھا ہے، بلا لاؤ اور اسے کہو کچھ کھالے۔ کئی دن سے اس نے کچھ نہیں کھایا ہے۔ کبھی کبھی میاں نتھا ایک ہی حال میں بیٹھے ہوئے رات گزار دیتے۔ خود ہی کہتے تھے کہ میاں جیوؒ! میں کس طرح بیدار ہوا؟ آپ فرماتے تھے بہت خوب! استغراق تم پر بہت غالب آگیا ہے۔ ان کی رحلت بھی استغراق کی حالت میں ہوئی۔

کرامات

میاں نتھا اہلِ کشف وحال، صاحبِ مقاماتِ عالیہ، اور ترک و تجرید میں یگانہ تھے ان سے بہت سی کرامتیں ظہور میں آئیں۔ ان کی بعض کرامتوں کا ذکر خود حضرت میاں جیوؒ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ نے اپنی زبانِ مبارک سے فرمایا تھا۔

غیبی آواز

بیان کیا گیا ہے کہ میاں نتھا ایک دن گنبد میں بیٹھے تھے آپ نے گنبد سے باہر آنا چاہا کہ اسی اثنا میں ایک آواز سنائی دی، یہاں سے باہر نہ نکلنا۔ یہ آواز سن کر آپ متحیر ہوئے، تھوڑی دیر بعد پھر باہر جانے کا خیال آیا تو وہی آواز پھر آئی۔ پوچھا کون ہے؟ جواب ملا" میں گنبد ہوں۔ یہاں سے باہر نہ نکلنا کہ بادوباراں کا سخت طوفان آنے والا ہے جس سے تمہیں ضرر پہنچے گا" گھڑی بھر نہ گزری تھی کہ بادوباراں شروع ہو گئی جو مسلسل دو روز تک جاری رہی۔

آپ کی روحانی پرواز

ملا سعید خاں کا بیان ہے کہ حضرت میاں جیوؒ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک درویش جھان پور سے آیا اور میاں نتھا کے پاس گیا۔ انہوں نے پوچھا تو کون ہے؟ اور کس لیے یہاں

آنا ہوا ہے اس نے عرض کی، میں جون پور سے آیا ہوں۔ آپ کو دیکھنے کی بڑی آرزو تھی۔ میاں نتھا بولے: "دیکھ لیا۔ اب جاؤ" درویش نے کہا، میں کچھ آپ کا حال جاننے کے لیے حاضر ہوا ہوں آپ نے کہا: "میرا حال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عالم ملکوت عالم جبروت اور لاہوت کی کنجیاں مجھے عطا کی ہیں۔ جس وقت چاہتا ہوں دروازہ ملکوت کھول کر داخل ہو جاتا ہوں اگر چاہوں جبروت میں اور اگر چاہوں لاہوت میں چلا جاتا ہوں۔

درختوں کا ورد کرنا

ملا سعید نے یہ بھی بیان کیا کہ ایک دن میں حضرت میاں جیوؒ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ میاں نتھا آئے۔ حضرت نے ان سے پوچھا کہ ان دنوں کس طرف جا کر مشغولِ حق ہوتے ہو، عرض کی اچھرہ کے گرد و نواح میں ایک جنگل ہے، جہاں لوگوں کی آمد و رفت کم ہوتی ہے۔ پہلے میں وہاں ایک کھیت کے کنارے اور کھجور کے سائے تلے مشغول ہوتا تھا لیکن اس ہفتے وہاں کچھ مزاحمت ہوتی حضرت نے پوچھا: مزاحمت کرنے والے کون اور کیا تھے؟ میاں نتھا نے کہا کہ جنگل کے درخت بلند آواز میں "سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ کا ورد کرنے میں مشغول تھے۔ اس ورد کی آواز اتنی بلند تھی کہ اس سے میرے اطمینان اور مشغولیت میں خلل آتا تھا اور بے شعوری کی سی کیفیت پیدا ہوتی تھی، اس لیے وہ جگہ چھوڑ کر اب خلیفہ جنید کے محلے والے مزار پر مشغولِ ذکر رہتا ہوں۔ اب میرے اطمینان میں کسی قسم کا خلل نہیں پڑتا۔ حضرت نے مسکرا کر فرمایا کہ دیکھو! اس تیلی کے بیٹے کا کام کہاں تک جا پہنچا ہے اور کیسی اونچی باتیں کرتا ہے۔

ملا سعید خان کا روحانی علاج

ملا سعید خاں سے روایت ہے! "حضرت میاں جیوؒ رحمۃ اللہ علیہ

نے فرمایا کہ میری آنکھ کی پلکوں میں پھنسی نکل آئی اور بڑی ہوتی گئی۔ جراح سے میں نے علاج پوچھا۔ اس نے کہا، یہ غلبۂ خون کی وجہ سے ہے، اس پر نشتر مارا جائے تو چند قطرے خون کے نکل جائیں گے اور پھنسی جاتی رہے گی۔ تکلیف بہت تھی، نشتر مارنے پر میں رضامند ہوگیا۔ اسی سوچ میں بیٹھا تھا کہ میاں نتھا آیا اور مزاج پرسی کی۔ میں نے حقیقتِ حال بیان کی۔ میاں نتھا نے کہا اس کا علاج میں اپنے دامن سے کروں گا۔ چنانچہ مراقبے میں بیٹھ گیا۔ گھڑی بھر کے بعد سر اُوپر اُٹھایا اور کہا، اس کا علاج کھیرے کے بیج ہیں۔ انھیں گھس کر ملنے سے آرام ہو جائے گا۔ کھیرے کے بیج منگوائے گئے، انھیں پیس کر ملا تو پھنسی کا نشان تک نہ رہا۔"

راوی کا کہنا ہے کہ میں نے حضرت میاں جیو رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ سے دریافت کیا، کہ میاں نتھا کو طبابت کا بھی کچھ علم ہے۔ فرمایا "نہیں!" میں نے کہا، یہ علاج انھیں کیونکر معلوم ہوا؟ حضرت نے فرمایا: "اس نے مراقبہ کیا تھا۔ اسی حالت میں اس نے عالمِ ملکوت میں دیکھا یا کسی سے پوچھ کر یہ علاج تجویز کیا۔ اہلِ دل عالمِ ملکوت میں جو کچھ دیکھتے ہیں یا سنتے ہیں، وہ درست ہوتا ہے۔" میں نے عرض کی: "میاں نتھا تو آپ کے خادم، مرید اور طالب ہیں۔ انھیں یہ حقیقت کیسے معلوم ہوگئی اور حضرت پر کیوں ظاہر نہ ہوئی۔ فرمایا: "ہر شخص اس مقام پر نہیں پہنچ سکتا۔

یہ جو حضرت نے فرمایا کہ ہر شخص اس مقام پر نہیں پہنچ سکتا۔ یہ ان کے کمالِ خُلق و انکسار اور اپنا حال چھپانے کی غرض سے تھا، ورنہ حقیقت یہ ہے کہ اولیاء کا مقامِ لاہُوت ہوتا ہے۔ اور ذاتِ حق میں فنا ہو کر انھیں دائمی بقا حاصل ہوتی ہے۔ وہ ہمیشہ اللہ کے حضور میں رہتے ہیں، عالمِ جبروت کی طرف توجہ کرنا اور اس کی طرف لوٹنا ان کا تنزل ہے۔ جو شخص ترقی کی منزل میں ہوتا ہے، وہ

تنزّل میں لحظہ بھر کے لیے راضی نہیں ہوتا، نہ ایسی چیزوں کی طرف توجہ کرتا ہے۔ لہذا حضرت میاں جیو رحمۃ اللہ علیہ عالمِ ملکوت کی طرف، جس میں ایسی چیزیں ظاہر ہوتی ہیں، کبھی توجہ نہیں فرماتے تھے۔

آپ کی دعا سے بارش بند ہو گئی

ملا محمد سیالکوٹی نے، جو بیس سال حضرت میاں جیو رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہے، یہاں تک کہ ان کی خلوت میں بھی آتے جاتے تھے۔ حضرت کے طریقے میں مشغولِ ذکر رہتے تھے اور اب بقیدِ حیات ہیں، بیان کیا کہ ایک دن میں حضرت کی خدمت کی غرض سے حجرے کے باہر سایہ دیوار میں بیٹھا تھا۔ میاں نتھا اور دو تین فرد اور بھی وہاں موجود تھے۔ سب حضرت کی صحبت سے فیض یاب ہو رہے تھے اور محظوظ و مسرور تھے۔ اچانک بادل نمودار ہوئے۔ بجلی کڑکی، تیز ہوا چلی، بارش شروع ہو گئی اور لوگوں کے منتشر ہونے کا موجب بنی۔ حضرت نے فرمایا: "ناچار یہاں سے اٹھنا ہی چاہیئے" میاں نتھا بولے: "اگر فرمائیں تو یہ بادل، ہوا، بجلی کی کڑک اور بارش جاتی رہے تاکہ ہوا صاف ہو جائے اور یہاں سے اٹھنا نہ پڑے" یہ سن کر حضرت کی طبیعت برہم ہوئی۔ میاں نتھا کو تنبیہہ کی اور کہا تیلی کے بچے کا کام اب یہاں تک پہنچا ہے کہ کرامت ظاہر کر کے خود نمائی کرنا چاہتا ہے۔ میاں نتھا، حضرت کی اس عنایت کی وجہ سے، جو ان کے حال پر تھی، کچھ ترش رُو ہوتے اور بیباکانہ سا جواب دیا۔ حضرت نے از راہِ مہربانی نیز تربیت کی غرض سے فرمایا: "ہم اگر یہاں سے اٹھ کر حجرے میں چلے جائیں تو اس میں کیا قباحت ہو گی اور جمعیت میں کیا فرق آئے گا؟ کیا تو نے یہ نہیں سنا ہے کہ "فِعْلُ الْمَحْمُوْدِ مَحْمُوْدٌ" یعنی محمود کا فعل بھی محمود ہوتا ہے؟ خبردار! اس قسم کے افعال، اعمال اور اقوال سے پرہیز کرنا اور کارخانۂ حق تعالیٰ میں دخل نہ دینا اور اس کی رضا پر راضی رہنا۔

واقعہ وصال

حضرت مُلّا خواجہ بہاری کہتے ہیں، سفرِ آخرت سے پہلے میاں نتھا قدرے بیمار تھے اور حضرت میاں جیوؒ رحمۃ اللہ علیہ کے حجرے کے ایوان میں چار پائی پر بیٹھے مشاہدہ حق میں مستغرق تھے۔ کچھ وقت اسی عالم میں گزر گیا۔ حضرت میاں جیو رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ نے مجھے فرمایا، دیکھو نتھا زندہ بھی ہے یا نہیں! میں" کے قریب گیا اور ہاتھ پکڑ کر ہلایا لیکن وہ رحمتِ ایزدی سے جا ملے تھے۔ حضرت نے اپنے احباب کو کہا کہ ان کی تجہیز و تکفین کا بندوبست کر دیں۔

شیخ عبدالغنی کہتے ہیں: مجھے حضرت میاں جیوؒ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ نے فرمایا کہ میرے پاس ٹھہرے رہو، میں نے گھڑی بھر کے بعد دیکھا تو حضرت کی آنکھیں پُرنم تھیں۔ آپ فرمانے لگے، ہمارے گھر کے درویش نتھا کو لے گئے۔ پھر بہت پریشانی کی حالت میں فرمایا: "نتھا! نتھا!" آخری نتھا سے "نہ تھا" مراد تھا۔ میاں نتھا فوت ہوئے تو حضرت نے فرمایا: "جب ہمارا آخری وقت آئے تو جہاں نتھا آسودۂ خاک ہے، ہمیں وہیں دفن کرنا" چنانچہ آپ کا مزارِ مبارک اور میاں نتھا کی قبر قریب قریب ہیں۔

تاریخ وفات

میاں نتھا کی وفات حسب سفینۃ الاولیاء ۱۰۲۶ھ (مطابق ۱۶۱۷ء) میں ہوئی۔ حضرت میاں میرؒ نے چشم پُرنم ہو کر فرمایا کہ فقیر خانہ کی رونق میاں نتھا لے گئے۔ اور آخری وقت اپنے خادموں کو وصیت کی کہ جہاں میاں نتھا مدفون ہے مجھے اسی کے قریب دفن کرنا میاں نتھا کی قبر حضرت میاں میرؒ کے روضہ کی چار دیواری کے سامنے چبوترہ نمبر ۱۳ پر دیگر خادموں کے ساتھ ہے۔

قطعہ تاریخ وفات

حضرت نتھا کہ ولی خدا است	عارفِ حق واقف علم الیقین
ز "عاشق مستانہ" بجو رحلتش	نیز ز "محبوب بہشت بریں"

حضرت خواجہ بہاری قادریؒ

حضرت خواجہ بہاری جید عالم دین اور شیخ کامل تھے۔ آپ بہار کے علاقہ گوداپور کے شہر جامی پور کے رہنے والے تھے آپ نے ابتدائی دینی تعلیم گوداپور کے ایک دینی مدرسے سے حاصل کی اس زمانے میں اس مدرسے میں شیخ جلال الدین اولیاء پڑھایا کرتے تھے کچھ عرصہ آپ ان کی شاگردی میں رہے اور ان سے قرآن و حدیث کی بنیادی تعلیم حاصل کی۔ لیکن مگر آپ کے اُستاد آپ کی علمی پیاس نہ بجھا سکے لہذا مزید تعلیم حاصل کرنے کے لیے لاہور تشریف لے آئے اور لاہور میں مُلا محمد فاضل لاہوری کے شاگرد بن گئے آپ نے حضرت مُلا کی شاگردی میں نہایت ہی اعلیٰ ذہانت کا ثبوت دیا۔ اور اپنے اُستاد کی نہایت ہی عمدہ طریق پر خدمت کرنے لگے حتیٰ کہ حضرت مُلا محمد فاضل لاہوری نے آپ کی خدمت اور شاگردی سے متاثر ہو کر آپ کو اپنے گھر میں رکھ لیا۔ چند سالوں میں آپ نے اپنے قابل اُستاد سے علوم ظاہری یعنی قرآن و حدیث فقہ تفسیر کی تکمیل کی۔

بیعت و خلافت

علوم ظاہری حاصل کرنے کے بعد آپ نے حصول روحانیت کے بارے میں سوچا چنانچہ اس زمانے میں لاہور میں حضرت میاں میرؒ کے باطنی فیض کا چرچا عام تھا آپ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر سلسلہ عالیہ قادریہ میں ان کے مرید ہو گئے۔ بیعت کے بعد کافی عرصہ ذکر و اذکار اور مجاہدہ میں مشغول رہے۔ آخر ایک طویل عرصہ کی ریاضت و عبادت اور زہد و تقویٰ کے بعد آپ عارف ربانی اور واقف اسرار حقیقت بن گئے۔ حتیٰ کہ آپ کے پیرو مرشد حضرت میاں میرؒ نے جب آپ کو روحانیت کے اعلیٰ درجہ

پر پایا تو آپ کو خرقہ خلافت سے نواز دیا۔

حضرت میاں میرؒ کی وفات کے بعد ان کے خلفاء میں سے خواجہ بہاری کو خاص اہمیت حاصل ہوئی۔ آپ نے زندگی کا بیشتر حصّہ ہدایتِ خلق اور درس و تدریس میں گزارا آپ کا مدرسہ دہلی دروازہ کے اندر واقع تھا۔ لاہور اور بیرون کے بے شمار لوگوں نے آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہو کر دینی اور روحانی فیوض و برکات حاصل ہے۔

علمی مقام

آپ کو اللہ نے بلند پایہ علم عطا کیا اور آپ نے لوگوں کو اپنے علم سے خوب سیراب بھی کیا۔ آپ کے علمی مقام کے بارے میں دارا شکوہ نے لکھا ہے کہ آپ کی ملاقات متعدد مشائخ سے ہوئی آپ ہمیشہ فرماتے کہ مجھے جو کچھ ملا، حضرت شیخ میرؒ کے طفیل ملا۔ جب حضرت پان کھا کر گراتے تو میں اسے اٹھا کر کھا لیتا۔ اور اس کی برکت سے مجھ پر علوم کشف ہوئے جو شخص آپ سے قرآنِ کریم، احادیث، لمعات، لوایح اور مثنوئ معنوی کے مطالب دریافت کرتا ہے، تو کہتے ہیں:

باوجودیکہ مجھ میں اتنی علمیت نہیں لیکن سب کا مطلب بیان کر سکتا ہوں اور ایک شعر کے متعدد معنی پیش کر سکتا ہوں، جو چاہے پوچھ کر آزمائش کر لے۔

یہ حقیقت ہے کہ آپ بعض مشکل مطالب بڑی خوبی سے بیان کرتے ہیں چنانچہ حکیم سنائیؔ کے ذیل کے شعر

مجلسِ وعظ رفتنت ہوس است　　　مرگِ ہمسایہ، واعظِ تو بس است

کے متعلق آپ نے کہا ہے کہ ہمسائے سے مراد قوا اور اعضائے جسمانی ہیں۔ بڑھاپے میں ان میں سے ہر ایک کی قوت ختم ہو جاتی ہے، جیسے دانت۔ آنکھ، کان، ہاتھ اور پاؤں کی۔ یہ سب اعضاء دل کے ہمسائے ہیں۔ اس شعر میں

دل کو خطاب کیا ہے کہ اعضاء کے ضعف و سستی سے نصیحت حاصل کرے اور خبردار رہے۔

کرامات آپ کسی سے فتوح وغیرہ قبول نہیں کرتے تھے مگر ہاں قلیل مقدار میں جو ان کے معتقدین خلوص کی بنا پر لاتے، لے لیتے۔ آپ سے متعدد کرامات اور خوارقِ عادت باتیں ظہور میں آئیں اور اہلِ لاہور میں ان کی عام شہرت ہوئی۔

جذبہ توحید شیخ وجیہہ الدین نے، جو فاضل اور راست گو شخص تھے، بیان کیا کہ غازی خاں نامی درویش کے ہاں شادی تھی۔ مُلّا خواجہ اور بہت سے فقراء وہاں موجود تھے۔ سب رات بھر بیدار رہے۔ راوی کہتا ہے میں خود بھی شب بیداری میں شریک تھا۔ سردی کا موسم تھا۔ رات بھر خوب آگ جلائی گئی۔ صبح ہوئی تو توحید کے بارے میں گفتگو چھڑی۔ محمود نامی ایک درویش نے، جو لاہور کے مشاہیر میں سے تھا، گفتگو کا آغاز کیا۔ مُلّا خواجہ سے خطاب کر کے کہا: "آپ کا وحدت الوجود کے متعلق کیا خیال ہے؟" حضرت مُلّا خواجہ پر اس سوال سے خوشی کی کیفیت طاری ہوئی۔ فرمایا: "یہ ہے توحید!" اُٹھے اور آگ میں کود پڑے۔ تھوڑی دیر آگ میں اس طرح بیٹھے کہ ان کے دامن تک آنچ بھی نہ پہنچی اور سلامتی سے باہر آ گئے۔ لوگ ان کے گرد جمع ہو گئے اور اُن سے ان کا جامہ حاصل کر کے اس کے ٹکڑے کیے اور تبرک کے طور پر وہ ٹکڑے لے گئے۔ آپ نے اٹھ کر جنگل کا رُخ کیا۔ یہ واقعہ اس سرگزشت کی مانند ہے جو حضرت مُلّا عبدالرحمٰن جامی قدس اللہ سرّہٗ نے "نفحات الانس" میں بیان کی ہے: ایک مرتبہ ابونصر سراج سردی کے موسم میں آتشدان میں آگ جلا رہے تھے۔ حاضرین معرفت کی باتوں میں مشغول تھے۔ دفعتہً شیخ پر حالت طاری ہوئی تو آگ کی طرف

بڑھے اور آتشدان کے عین درمیان سجدۂ خدا بجالائے لیکن آپ کے چہرے کو آنچ تک نہ آئی۔ لوگوں نے کیفیتِ حال پوچھی تو فرمایا: "جس شخص نے اللہ کی بارگاہ میں اپنی آبرو نثار کر دی ہو، آگ اس کا چہرہ نہیں جلا سکتی۔ یہی حکایت انہوں نے خود اس فقیر سے بیان کی اور کہا کہ میں موحد ہوں کہ آگ میں بھی کود سکتا ہوں۔ برص کے مریض کے ساتھ کھانا کھا لیتا ہوں اور سب کے پاؤں میں گرتا ہوں"

پھر فرمایا: "کیا تم چاہتے ہو کہ میں اس مسئلے پر بات کروں کہ توحید کیا ہے؟" میں نے عرض کی: "ضرور فرمایئے" آپ کہنے لگے کہ ایک دن لوگوں نے مجھے اس طرح خطاب کیا: " اے شاہ ولی! اے مُلّا خواجہ! اے شیخ ملی! "پھر کہا" اے کافر!، اے یہودی حق تعالیٰ کی یگانگت کی قسم! کہ نہ مجھے اس کی تعریف بھلی معلوم ہوئی، نہ اس کی مذمت ہی بُری لگی۔

یہ بات بھی بیان کی گئی ہے کہ جب والئ ایران صفی مرزا نے ۱۰۵۱ھ میں قندھار پر چڑھائی کا ارادہ کیا تو فقیر (دارا شکوہ) نے اس کے بارے میں حضرت کی خدمت میں عرض کی۔ آپ نے فرمایا کہ اس کی کیا بساط ہے کہ آئے! وہ کسی آفت میں مبتلا ہو جائے گا۔ یہاں وہ ہرگز نہ آسکے گا چنانچہ ہاتھ سے اس کی ہلاکت کا اشارہ کیا۔ آپ کے ارشاد کے ایک ماہ بعد خبر ملی کہ صفی مرزا کو زہر دے کر مار دیا گیا ہے زہر کا یہ اثر ہوا کہ اس کا جسم چھلنی ہو گیا۔

ایک مریض کا روحانی علاج

کہتے ہیں، ایک شخص کے بیٹے کے جسم پر برص کے داغ نمودار ہو گئے۔ طبیب اس کا علاج نہ کر سکے۔ آپ بچوں کو بہت عزیز رکھتے تھے۔ اس لیے وہ مریض لڑکا کبھی کبھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ آپ نے اس کے باپ سے کہا، "اس کا کوئی اور علاج کریں گے۔ جس وقت لڑکا آپ کے پاس آتا۔ تو برص کے داغوں کو اپنی انگلیوں سے ملتے، یہاں تک کہ آپ کی انگلیوں کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے

اسے شفا ہوئی اور چند ہی روز میں برص کے سفید داغ جاتے رہے۔

حیرت زدہ واقعہ

یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ ایک رات ملا فاضل کے گھر آتش لگی تھی۔ اس کی اہلیہ نے آتش کا پیالہ اٹھایا اور چاہا کہ خود لے جاکر ملا خواجہ کی خدمت میں پیش کرے۔ جب وہ حجرے کے دروازے پر پہنچی تو دیکھا کہ ان کے اعضائے جسمانی حجرے میں جدا جدا پڑے ہیں۔ اس نے خیال کیا کہ کسی نے انھیں قتل کیا ہے اور ان کے جوڑ جوڑ الگ کر دیتے ہیں۔ اس کے دل پر سخت ہیبت طاری ہوئی۔ چیختی چلاتی ملا فاضل کے پاس آئی اور جو دیکھا تھا، بیان کیا۔ ملا سراسیمہ ہوکر دوڑا۔ جب ان کے حجرے میں پہنچا تو کیا دیکھتا ہے کہ ملا خواجہ بیٹھے ہیں اور ذکر میں مشغول ہیں۔ اس پردہ دبے پاؤں وہاں سے لوٹ آیا اور بیوی سے کہا کہ اولیاء کے اپنے حالات و مقامات ہوتے ہیں۔ کبھی کبھی وہ ایسی حالت میں بھی دکھائی دیتے تھے۔

سیرت

حضرت ملا خواجہ بہت خوش بیان تھے۔ بات کرتے ہیں تو کبھی کبھی ان پر جذبہ طاری ہوجاتا تھا کسی سے ڈرتے نہیں۔ بڑے جلال میں باتیں کرتے تھے۔ آپ کے ظاہر و باطن سے فقر اور ایک اور طریقت و عرفان کی راہگزاروں کے سالک، حقیقت و وجدان کی معرفت سے آگاہ، توکل و رضا کی کشتی، فقر و غنا کے طریقے کے جواں مرد، اہل حقائق کے شیخ، علائق دنیاوی کے تارک، برگزیدۂ حضرت باری تعالیٰ، ملا خواجہ بہاری تھے۔ ایک دفعہ شاہجہان آپ کی ملاقات کے لیے آیا آپ یہ سن کر وہاں سے چلے گئے جب آپ سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو فرمایا کہ میں اپنا اطمینان قلب کھونا نہیں چاہتا ایک فقیر کو بادشاہوں کی ملاقات سے کیا سروکار ہے۔

وصال

حضرت خواجہ بہاری کا وصال ۱۰۶۰ھ بمطابق ۱۶۵۰ء میں ہوا اور آپ کو حضرت میاں میرؒ کے مقبرے کے قریب دفن کیا گیا۔ تاریخ لاہور

میں لکھا ہے کہ خواجہ بہاری کا گنبد ایک بلند خشتی چبوترے پر حضرت میاں میرؒ کے روضہ کے غربی جانب تھا مقبرہ چاروں طرف سے سنگ سرخ اور دیگر قیمتی پتھروں سے آراستہ تھا جنہیں سکھوں کے دور حکومت میں اتار لیا گیا۔

صاحب خزینۃ الاصفیاء نے ذیل کے قطعہ میں اُن کی تاریخ وفات نکالی ہے۔

بہاری چوں بہ جنت رخت بربست — ز دنیا یکسر بر کناری
بسالِ رحلتش سرور رقم کرد — کہ "سلطان الولی خواجہ بخاری"

۱۰۶۰

حضرت مُلّا رُوحی قادریؒ

حضرت مُلّا روحی کا روحانی تعلق حضرت میاں میر سے تھا۔ آپ کا اصل نام ابراہیم تھا لیکن آپ نے اپنی روح کو دنیاوی آلائشوں سے پاک کیا لہذا روح کی اس باطنی پاکیزگی کی وجہ سے روحی مشہور ہو گئے مُلّا آپ کو اس لیے کہا جاتا تھا کہ آپ ساری زندگی شرع رہے اور اس اتباع شریعت کی وجہ سے آپ مُلّا مشہور ہوئے اور آپ اپنے اصل نام کی بجائے مُلّا روحی کے نام سے پکارے گئے۔

آپ کو ظاہری دینی علوم پر کامل عبور حاصل تھا اور آخر تکمیل روحانیت کے لیے آپ نے حضرت میاں میر کی مریدی اختیار کی۔ آپ کی طلب میں صداقت تھی اس لیے آپ حضرت میاں میر کی نگاہ کرم سے بہت جلد فیض یاب ہوئے۔ مرید ہونے کے بعد آپ حضرت میاں میرؒ کے بتلائے ہوئے طریقے کے مطابق ذکر میں مشغول ہو کر ریاضت اور مجاہدہ کرنے لگے۔ آخر اہل کشف و کرامت اور صاحب مقاماتِ عالیہ ہو گئے۔ ان سے بعض عجیب باتیں ظہور میں آئیں۔ میوات، ہرات اور نارنول کے اکثر لوگ آپ سے فیض یاب

ہو کر صاحب مقامات ہوئے اور متعدد خارق عادات باتیں ان سے ظہور میں آئیں۔ ان میں سے سفر الدین اور نشعا پراچہ بھی ہیں۔ باوجودیکہ یہ دونوں مُلّا رُوحی کی توجہ کے اثر سے کمال کو پہنچے لیکن دنیا میں خود اپنے آپ کو پوشیدہ رکھا اور اپنا حال چھپانے کے لیے تجارت کا پیشہ اختیار کیا۔ انھوں نے بیان کیا کہ شروع میں جب وہ مُلّا رُوحی کی خدمت میں آئے تو ان کے پاس کچھ گھوڑے تھے لیکن ان کا کوئی خریدار نہ تھا۔ انھیں چارہ بہم پہنچانا بھی ان کے لیے مشکل ہو گیا۔ مُلّا رُوحی کی خدمت میں عرض کی تو انھوں نے فرمایا کہ گھوڑوں کے کانوں میں کہو:

لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ (الانبیاء، ۸۷)

کوئی اللہ نہیں سوائے آپ۔ آپ پاک ہیں بیشک میں ظالموں میں ہوں۔

مولانا نے جو فرمایا تھا، اس کے مطابق ہم نے عمل کیا۔ صبح ہوئی تو ان کے بہت سے خریدار آ گئے اور دس بیس گنا قیمت ادا کر کے لے گئے[۱]

حضرت مُلّا رُوحی کا وصال ۱۰۲۵ ھ میں ہوا جب کہ حضرت میاں میرؒ زندہ تھے آپ کی قبر احاطہ حضرت میاں میرؒ میں ہے۔

حضرت مُلّا خواجہ کلاں قادریؒ

حضرت خواجہ مُلّا کلاںؒ حضرت میاں میر کے صاحب کمال حلقہ بگوشوں میں سے تھے آپ لاہور کے قریب گاؤں کے رہنے والے تھے، جب تلاشِ حق کی تڑپ پیدا ہوئی تو حضرت میاں کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہو گئے۔

---

[۱] سکینۃ الاولیاء۔ ص ۱۱۶۹ از دارا شکوہ

کسب کمال آپ نے کچھ عرصہ حضرت کی خدمت میں گزارا اور جب ارادت پختہ ہوگئی تو تھوڑے ہی عرصہ میں کمال درجہ کو پہنچ گئے، یہ حضرت میاں میر کی توجہ اور فیض کا اثر تھا کہ جلد ہی صاحب ولی کامل بن گئے۔ اور آپ سے کافی کرامات بھی ظاہر ہوئیں۔

وظیفۂ حفاظت لاہور میں طاعون کی وبا پھیلنے سے ایک سال پہلے فرمایا تھا کہ کچھ عرصے بعد بہت بڑی وبا پھیلے گی اور جو شخص کلمہ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ستر بار پڑھے گا، اہل وعیال سمیت محفوظ رہے گا اور جو نہ پڑھے گا، وبا کا شکار ہو جائے گا۔ چنانچہ جیسا آپ نے فرمایا، ویسا ہی ہوا۔ جنھوں نے وبا میں کلمۂ طیبہ کا ورد کیا، وہ اہل وعیال اور متعلقین سمیت محفوظ رہے۔" [1]

کشفِ قبور آپ کو کشفِ قبور بھی حاصل تھا۔ مُلّا سعید خاں نے حضرت میاں جیو المعروف میاں میرؒ کے واقعات بیان کیے یہ کہا کہ حضرت نے یہ فرمایا: "جب چلنے پھرنے کی قوت کم ہوگئی تو شغل کی غرض سے میں نہیں جا سکتا تھا اور محلہ مزنگاں سے متصل جو قبرستان ہے، وہاں جاتا اور ایک قبر کے سرہانے مشغول ذکر ہو جاتا۔ مُلّا خواجہ کلاں اور کچھ دوسرے اشخاص بھی اسی نواح میں بیٹھ کر مشغولِ ذکر ہوتے، نماز کا وقت آتا تو سب جمع ہو کر نماز باجماعت ادا کرتے ایک دن مُلّا خواجہ نے نماز کے بعد کہا: "میاں جیوؒ! جو شخص اس قبر میں ہے، وہ کہتا ہے کہ میں ستر و سال کی عمر میں فوت ہوا اور اپنی بد کرداریوں کی وجہ سے اب میں عذاب میں مبتلا ہوں۔ آپ جیسے برگزیدہ انسان میری قبر کے پاس آتے ہیں، تو تعجب ہوگا کہ اب بھی مجھے عذاب سے رہائی نہ ملے۔" حضرت نے فرمایا: "قبر والے سے پوچھو،

---

[1] سکینۃ الاولیاء ص ۱۷۱، دارا شکوہ، مطبوعہ لاہور

تیرا عذاب کس چیز سے رفع ہو سکتا ہے ؟" مُلّا خواجہ نے توجہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ مُردہ کہتا ہے ، اگر ستّر ہزار کلمہ طیبّہ پڑھ کر اس کا ثواب مجھے بخشا جائے تو عذاب رفع ہو جائے گا۔ میں نے ایسا ہی کیا اور اصحاب کے ساتھ مل کر ستّر ہزار مرتبہ کلمہ طیبّہ پڑھا اور صاحبِ قبر کی رُوح کو بخشا۔ حضرت نے مُلّا خواجہ کو فرمایا : " اب پوچھ !" جب مُلّا خواجہ نے پھر توجہ کی تو کہا : " وہ مُردہ کہتا ہے کہ حق تعالیٰ نے کلمہ طیبّہ کی برکت اور آپ کے مبارک انفاس کی بدولت مجھے اس عذاب سے رہائی عطا کی ہے"۔ [۱]

وفات حضرت میاں جیوٗ رحمۃ اللہ علیہ کی اس صحبت کے بعد مُلّا خواجہ کلاں کچھ عرصہ بقیدِ حیات رہے۔ ان کی وفات حضرت میاں جیوٗ کی زندگی میں ہی ہوئی۔

حضرت حاجی نعمت اللہ سرہندی قادریؒ

"آپ حضرت میاں میرؒ کے خلیفہ تھے اور درجہ کمال کے حامل اور کامل تھے۔ آپ کے بارے میں صاحب سکینۃ الاولیاء لکھتے ہیں۔

" گروہِ اوّل میں راہِ ہدایت کے سالک ، صاحبِ زُہد و تقویٰ ، اسرارِ الٰہی کے آگاہ ، حاجی نعمت اللہ سرہندی ہیں۔ حضرت میاں جیوٗ رحمۃ اللہ علیہ نے جس مُرید کو سب سے پہلے مشغولِ حق کیا ، وہ آپ ہی تھے۔ ان کا کچھ حال ضمناً آتا رہا ہے۔ حضرت میاں جیوٗ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ مَیں نے اپنا ذکرِ اشغال سب سے پہلے حاجی نعمت اللہ کو بتایا تھا"۔ [۱]

کرامات :- آپ بڑے صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے آپ کی بے شمار کرامات مشہور ہیں ان میں سے دو یہاں درج کی جاتی ہیں۔

---

[۱] سکینۃ الاولیاء ، ص ۱۷۱ ، دارا شکوہ ، مطبوعہ لاہور

13

رقم واپس مل گئی

" ایک دن ایک شخص حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور بڑی عاجزی سے عرض کی کہ میں نے کچھ رقم بطور قرض لے کر اپنے اس بیٹے کو تجارت کے لیے دی۔ اب یہ کہتا ہے کہ یہ رقم راستے میں چوروں نے لوٹ لی ہے اور کچھ باقی نہیں چھوڑا ۔ میرے پاس اس کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ یہ سن کر حاجی نے اس لڑکے سے خطاب کیا اور کہا تو جھوٹ کیوں کہتا ہے ؟ یہ رقم تو نے فلاں گنبد میں مٹی میں چھپا رکھی ہے۔ یہ سن کر لڑکا آپ کے قدموں پر گرا اور رقم نکال کر باپ کے حوالے کر دی۔" [1]

کنیز ملا دی

" یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دن ایک شخص بڑے اضطراب کی حالت میں حاجی صاحب کی خدمت میں آیا اور عرض کی کہ میری ایک کنیز ہے جس سے مجھے دلی تعلق ہے اور وہ کہیں چلی گئی ہے میرے لیے جینا محال ہو گیا ہے آپ نے اس کی بے تابی حد سے بڑھتی دیکھی تو فرمانے لگے، فلاں جگہ جا کر راستے میں اس کا انتظار کرنا ایک عورتوں کا گروہ آئے گا تو ان کے قریب جا کر کنیز کو آواز دینا، وہ اس گروہ سے نکل آئے گی اُسے پکڑ کر لے جانا اور گروہ کے متعلق کچھ نہ سوچنا کہ یہ کس کا ہے۔ اس شخص نے ویسا ہی کیا اور اس گروہ سے اپنی کنیز کو حاصل کر لیا۔" [2]

وفات

ان کی وفات ۱۰۱۱ ہجری میں ہوئی۔ وہ سرہند سے حضرت میاں جیو رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لاہور آ رہے تھے کہ راستے ہی میں اُنھوں نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ اور میاں میرؒ کے سامنے دفن ہوئے۔

---

[1] سکینۃ الاولیاء ص دارا شکوہ ، مطبوعہ لاہور

[2] " " "

حضرت باباشاہ عبدالغنی قادریؒ

علاقہ باغبانپورہ میں شالامار باغ اور درگاہ حضرت مادھو لال حسین کے درمیان شاہ عبدالغنی نامی ایک مشہور قبرستان ہے۔ جس میں بے شمار قبور ہیں اور اس قبرستان کا مشہور مزار حضرت باباشاہ عبدالغنی کا ہے۔

ابتدائی حالات آپ آرائیں خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور باغبانپورہ کے رہنے والے تھے۔ آپ کا پیشہ کھیتی باڑی تھا۔ بے حد محنتی تھے۔ اور بچپن ہی سے بڑے نیک اور عابد تھے۔

بیعت آپ حضرت میاں میرؒ کے جید مریدوں میں سے تھے بلکہ جس دور میں حضرت میاں میرؒ صاحب بذاتِ خود لاہور کے گردونواح کے باغوں میں جا کر سارا دن محوِ عبادت رہا کرتے تھے آپ بھی اکثر اوقات حضرت میاں میرؒ کے ساتھ چلے جاتے اور سارا دن ذکرِ الٰہی میں گزار دیتے۔

ریاضت وعبادت آپ نے اپنے باطن کی صفائی اور حصول روحانیت کے لیے بہت سے مجاہدے اور ریاضتیں کیں۔ آپ جنگل اور ویرانے کو بہت پسند کیا کرتے تھے۔ آپ کو ذکرِ الٰہی سے بڑی دلچسپی تھی چنانچہ آپ ہر وقت ذکرِ الٰہی میں مشغول رہتے۔ آپ کو حضرت میاں میرؒ سے بڑی محبت تھی چنانچہ ان کے وصال کے بعد آپ نے اُن کے روضہ مُبارک کے پاس ہی رہنا شروع کر دیا اور روضہ مُبارک کی خدمت کرنے لگے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ تنہائی اختیار کرو اور لوگوں سے میل جول نہ رکھو کیونکہ خلوت میں رہنے سے جمعیت حاصل ہوتی ہے۔

وصال آپ کا وصال ۱۰۵۰ھ مطابق ۱۶۴۰ء میں مغل بادشاہ شاہجہان کے دور میں ہوا اور اس زمانے میں معتمد خان حاکم لاہور تھا۔ آپ کو باغبانپورہ میں دفن کیا گیا۔ بعد میں جہاں آپ کو دفن کیا گیا تھا قبرستان بابا شاہ عبد الغنی کے نام سے مشہور ہو گیا۔

حضرت پیر سکین شاہ امری قادریؒ

آپ کا اصل نام حضرت عنایتؒ تھا لیکن کتابوں میں حضرت سکین شاہ امریؒ کے نام سے مرقوم ہیں۔

حضرت میاں میر کی مریدی آپ حضرت میاں میرؒ کے مرید تھے نہایت ہی متوکل تھے آپ وقتاً فوقتاً اپنے پیر کی خدمت میں حاضر ہوتے رہتے، حضرت صاحب نے آپ کو ورد و وظائف ارشاد فرمائے اور حکم دیا کہ انھیں اچھی طرح یاد کرو پھر آپ کی استقامت اور طلب دیکھ کر حضرت میاں میر علیہ الرحمت نے آپ کو ولیٔ کامل بنا دیا۔

امری کی نسبت کی وجہ امری اس وجہ سے مشہور ہوئے کہ جس جگہ اب آپ کا روضہ ہے آپ وہیں رہتے۔ اور کھیتی باڑی سے حلال روزی پیدا کرتے تھے۔ اتفاقاً ایک سال قحط سالی ہو گئی آپ کی اراضی بالکل بارانی تھی۔ ایسی قحط سالی میں سب کی بارانی کھیتیاں خشک ہو کر تلف ہو گئیں۔ مگر آپ کی ترو تازہ رہی اور فصل پک کر خوب غلہ حاصل ہوا اس وجہ سے آپ سکین امری مشہور ہوئے کہ آپ کی کھیتی امرِ الٰہی سے بارش کے بغیر پک گئی۔[1]

---

[1] بزرگان لاہور صفحہ ۲۸ از غلام دستگیر نامی

لیکن کنہیا لال تاریخ لاہور میں امری کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آپ کو امری کا خطاب مرشد نے دیا تھا کیوں آپ گوشہ نشین بزرگ تھے اور کسی کے آگے دستِ سوال دراز نہیں کرتے تھے۔ لوگ حیران تھے کہ ان کا گزارا کس طرح چلتا ہے چنانچہ آپ کے پیر صاحب حضرت میاں میرؒ سے بھی اس بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ میرا مرید مسکین امری ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا امر حکم اُسے روزی پہنچاتا ہے اور اُسے کسی شخص کی مدد کی ضرورت نہیں۔[۱]

سیرت آپ کمالاتِ ظاہری اور علوم باطنی میں اکمل تھے۔ آپ نے تنہا جگہ پر کافی عرصہ تک عبادت کی، آپ زاہد عابد صابر اور متوکل تھے۔ روزی کے معاملے میں کبھی پریشان نہ ہوتے راضی برضا رہتے، خرچہ آپ کو مل ہی جاتا تھا۔

وفات: پیر مسکین شاہ امری ۱۰۵۴ھ میں بعہد شاہجہان فوت ہوئے۔

روضہ مبارک آپ کا روضہ مبارک اس سڑک سے جنوب رویہ ہے جو میاں میرؒ ریلوے اسٹیشن سے چھاؤنی کو جاتی ہے۔ مزار پر گنبد ایک پختہ چونا گچ چبوترے کے وسط میں ہے دیواریں دراصل مینا کاری سے مزین تھیں مگر اب اُن پر قلعی کر دی گئی ہے۔ روضہ دارا شکوہ نے تعمیر کرایا تھا۔

منظوم تاریخ وفات از مفتی غلام سرور صاحب مرحوم ؎

حضرت مسکین شہ ہر دو سرا — ہر کہ رویش دید رشک ماہ گفت
بہر سال وصل آں عالی جناب — دل ولی درویش مسکین شاہ گفت

حضرت شاہ ابوالمعالی قادریؒ

آپ کا اصل نام شاہ خیر الدین محمد تھا اور کنیت آپ کی ابوالمعالی تھی اور اشعار میں

معالی علاوہ غربتی بھی تخلص استعمال کیا کرتے تھے۔ لیکن آپ شاہ ابو المعالی کے نام سے زیادہ مشہور ہوئے۔

والد ماجد آپ کے والدِ ماجد کا تعلق ساداتِ کرمان سے تھا اور اپنے دور کے ولیِ کامل تھے ان کا نام سیّد رحمت اللہ کرمانی تھا جو تین بھائی ایک سیّد رحمت اللہ دوسرے شیخ داؤد بندگی جن کا مزار شیر گڑھ جو ضلع ساہیوال میں ہے اور تیسرے سیّد جلال الدین جن کا مزار کوٹھاں سیّد جلال علاقہ سندھ میں واقع ہے۔

ولادت آپ کی تاریخ ولادت بروز پیر ۱۰ ذلحجہ ۹٦۰ھ ہے لہ

خرقہ خلافت آپ نے حضرت داؤد بندگی کے دستِ حق پرست پر بیعت کی جو آپ کے حقیقی چچا تھے انہی کی ہدایت اور زیرِ نگرانی آپ نے منازلِ سلوک طے کیے اور تیس سال تک مسلسل ریاضت و عبادت کی آخر تیس سال کی خدمت کے بعد اُنھوں نے سلسلۂ قادریہ میں آپ کو خلافت عطا فرمائی، جس کے بارے میں حدیقۃ الاولیاء میں یوں بیان کیا گیا ہے ''کہ یہ بزرگ برادر زادہ حقیقی شیخ داؤد کرمانی شیر گڑھی کے ہیں اور انھیں کے مُرید تھے تیس سال تک اپنے پیر روشن ضمیر کی خدمت میں رہ کر تکمیل کو پہنچے، اور بعد عطائے خرقۂ خلافت لاہور کو مامور ہوئے۔ راستہ میں یہ جس جس مقام پر منزل گزیں ہوئے چاہ و باغیچہ و تالاب پختہ بنوائے''۔ لہ

لاہور میں قیام لاہور میں قیام کے بارے میں یوں بیان کیا جاتا ہے کہ خرقۂ خلافت عطا کرکے حضرت مرشد نے لاہور کی طرف رخصت فرمایا۔ راستے میں جہاں قیام کیا وہاں۔ چاہ۔ تالاب اور باغیچہ تعمیر فرمایا۔ چنانچہ شیر گڑھ سے لاہور تک چند جگہ یہ عمارتیں شاہ ابو المعالی کے جھوک سے مشہور ہیں۔ جب آپ لاہور وارد ہوئے تو خلقِ کثیر آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئی۔ اور آپ نے

بڑی قبولیت حاصل کی۔ آپ کی بڑی کرامت یہ تھی کہ جو شخص آپ کی بیعت کرتا اسے اسی رات حضرت غوث الاعظم محی الدین عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا دیدار حاصل ہو جاتا۔ ؎

کرامات آپ کی کرامات بے شمار ہیں۔ جن میں سے چند ایک مندرجہ ذیل ہیں۔

کشفِ قلوب کا واقعہ ایک تو یہ ہے کہ ایک روز ملا نعمت اللہ برادر حضرت ملا شاہ صاحب مُرشدِ دارا شکوہ حضرت شاہ ابوالمعالی کی خدمت میں تشریف لائے۔ اسی وقت حضرت کا ایک خادم ان کی خدمت میں ایک بہت عمدہ تسبیح لے کر حاضر ہوا اور حضرت کو بطور تحفہ دی۔ ملا نعمت اللہ شاہ صاحب کے دل میں خیال گزرا کہ اگر یہ حضرت ولیِ کامل صاحب کشف ہیں تو یہ تسبیح مجھ کو عطا کریں گے۔ چنانچہ وقتِ رخصت حضرت نے اُن کو اپنے پاس بلایا اور فرمایا کہ یہ تسبیح تمہاری نذر ہے، اور اس پر درود شریف پڑھا کرو کہ ثواب عظیم پاؤ گے۔

حضرت غوث اعظم کی زیارت کرادی دوسرے یہ ملا شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ ایک روز میرے دل میں خیال گزرا کہ میں حضرت غوث الاعظمؓ صاحب کا دل و جان سے معتقد ہوں، آیا حضرت غوث الاعظمؓ بھی میرے اس اعتقاد سے واقف ہیں یا نہیں، اس پر میں نے رات کو خواب میں دیکھا کہ ایک بیابان لق و دق ہے، اور اس میں میں اکیلا سر برہنہ کھڑا ہوں۔ اتنے میں حضرت غوث الاعظمؓ تشریف لائے اور مجھے ایک دستارِ سفید عطا فرمائی۔ اور فرمایا کہ اے ملا شاہ صرف ہم تمہارے حال سے بے خبر نہیں بلکہ تمہاری اس وقت کی برہنگی سے بھی واقف تھے، اس لیے ہم نے تم کو دستارِ عطا کی۔ جب صبح ہوئی اور میں گھر سے نکلا تو حضرت شاہ ابوالمعالی کا خادم میرے پاس آیا اور کہا کہ تمہیں حضرت شاہ ابوالمعالی بلاتے ہیں۔ جب

میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اُنھوں نے مجھ کو ایک دستار سفید عطا فرمائی، اور فرمایا کہ یہ وہی دستار ہے جو رات کو غوث الاعظم نے تم کو بخشی تھی۔

علمی خدمات آپ عربی اور فارسی کے ایک بلند پایہ عالم تھے آپ نے لوگوں کے عقائد کی اصلاح کے لیے صوفیانہ عقائد کی کتب تحریر کیں۔ جن کا مقصد لوگوں کو حقائق سے روشناس کرانا تھا۔ اس کے علاوہ آپ شاعر بھی تھے اور کئی ایک شعر کہے۔ آپ کو حضرت غوث الاعظم اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ محبت تھی اور یہی تعلق قلبی اُن کی نظم و نثر میں نمایاں ہے۔ کیونکہ آپ حضرت غوث الاعظمؓ کی اولاد میں سے تھے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی عقیدت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اُن سے بے حد عقیدت رکھتے تھے۔ شیخ محدث نے اُن کا تذکرہ جا بجا نہایت عقیدت سے کیا ہے، فتوح الغیب کی شرح حضرت شیخ عبدالحق محدث نے شاہ ابوالمعالی کے اصرار پر لکھی، اس کے خاتمہ پر حضرت شاہ ابوالمعالی کا تذکرہ اس طرح فرمایا ہے:۔

"اسد الدین شاہ ابوالمعالی کہ شیر بیشۂ جلالت و سرہنگِ دیوان قدرت و از والہانِ آگاہ و عاشقانِ درگاہ قادریہ است" [لہ]

اخبار الاخیار میں بضمن شیخ داؤد شاہ ابوالمعالی کے مناقب و محاسن بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"اکنوں جانشین شیخ داؤد، شیخ ابوالمعالی است کہ بغایت مناسبتِ عالی و قدم متعالی دارد، و ریاضت مجاہدہ می کشد و بہرے تمام یافتہ، و حسن مقال و ضمیمہ صحبتِ حال ساختہ مناقبِ حضرت غوث الثقلین را در لباس عبارت فارسی در آوردہ" [لہ]

شیخ محدث اُن کی روحانی سطوت کے اس درجہ معترف تھے کہ اپنے اندرونی

حالات کو اُن سے بیان فرماتے، اور اُن سے رہنمائی اور دُعاؤں کی التجا کرتے تھے
حضرت شیخ محدث کے کئی خط حضرت شاہ ابو المعالی کے نام ملتے ہیں، ایک خط میں
اپنے کرب و بے چینی کا اظہار کرتے ہوئے حضرت شاہ ابو المعالی سے اس طرح امداد
کی التجا کرتے ہیں۔

" بالجملہ اندوہ و تنگ دلی از حد گزشتہ، وقتِ امداد و اعانت است، فریاد
رسی می باید کرد، ھائے آغاشہ کبریٰ کہ فتحی بجناب حضرت غوث الاعظم
است می باید پوشید، و ذرع داؤدی در بر کرد، و در قالبِ حقیقت عظمیٰ غوثیہ در آمد
و تصرف کرد، و توجہ بارواح مقدسیہ مشائخ سلسلہ نمودہ و استکشاف حال کردہ خبرے گرفت و ا
علام۔
نمود تا دل بمرکز قرار آید

دل می رود ز دستم صاحب دلاں خدا را
دردا کہ رازِ پنہاں خواہد شد آشکارا[۱]

خط کے خاتمے پر نہایت اندوہناک انداز میں یہ شعر لکھا:۔

فریاد وسے غم زدہ را گر نکنی گوش
پس پیش کہ از دستِ تو فریاد تواں کرد

ایک خط میں اُن کی صحبتِ کیمیا اثر کے متعلق اپنے تاثر کو ظاہر کرتے ہوئے
لکھا:۔

" ذوقِ صحبتِ ایشاں و رنگِ حالِ ایشاں کہ در ظاہر و باطن
فقیر نشستہ است بتقریر بیان گنجائش ندارد[۲]"

ایک خط میں اپنے صاحبزادے شیخ نور الحق کو لکھا کہ کس طرح حضرت شاہ ابو المعالی

---

[۱] شرح فتوح الغیب فارسی، ص: شیخ محقق دہلوی،

[۲] اخبار الاخیار فارسی، ص

اُن کی تصانیف کی تعریف فرما کر اُن کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں، اور اسی کے ساتھ حسب موقع جلالی شان کا بھی اظہار کرتے ہیں

ایک دفعہ شیخ محدث اُن کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت شاہ ابو المعالی نے اُن کی تمام مشکلات کو حل کرنے کے بعد اُن سے ارشاد فرمایا۔

"اگر اظہار کردی و افشا نمودی ترا رسوائے مرد و زن سازیم"

شیخ محدث کی روحانی تربیت کے لیے حضرت شاہ ابو المعالی نے اُنھیں ۱۰۲۵ھ سے قبل دہلی میں کچھ عرصے کے لیے مقید کر دیا تھا، اُن کو حکم تھا کہ وہ دہلی سے باہر قدم نہ نکالیں اور گوشۂ عزلت میں رہ کر اپنے روحانی درجات کی ترقی میں مشغول رہیں اور یہ ارشاد ہوا کہ

"از زاویۂ انزوا پائے بیروں نہ نہد، واز درویشن و تو انگر و خویش و بیگانہ و مردہ و زندہ ہیچ کس را نہ بیند۔

ایک دفعہ شیخ محدث اُن سے ملنے کے لیے لاہور تشریف لائے تو ملاقات کے دوران ابو المعالی کو فرمایا:۔

"اکنوں بہ دہلی بروید کہ دہلی در فراق شما بزبان حال می نالد، بروید بروید"

ایک دفعہ شیخ محدث نے حضرت شاہ ابو المعالی کی بیماری کی خبر سُن کر اُن کی عیادت کے لیے لاہور جانے کا ارادہ کیا، لیکن جب شاہ صاحب کے فرمان کا خیال آیا تو رُک گئے، اور اُن کو ایک خط لکھا۔ جس میں یہ تحریر تھا۔

"قضیہ شوق و محبت و مقتضائے عرف و عادت آں بود کہ شنیدن ایں حال بیتابانہ بملازمت میرسید کہ امروز دوستے برائے خود کہ خیر دنیا و آخرت خواہد، جز ذات شریف ایشاں رانمی داند و جان فدائے ایں محبت بلکہ ہر جا کہ نشان از محبت است بادا ماں چوں رضاء ایشاں بخلاف ایں حال متعلق شدہ است، جرأت نتوانست شد"

شاہ ابوالمعالی کی صحت کی خبر ملنے پر شیخ محدث نے اُن کو ایک خط میں لکھا:

"حق جل و علا سایۂ عنایت و محبت ایشاں را بر فقرائے ایں سلسلہ پائندہ دارد کہ وسیلۂ حل بسے از مشکلات و سبب آسانی دشواری ہاست۔"[1]

شیخ محدث کو جو عقیدت و محبت حضرت شاہ ابوالمعالی سے تھی، اُس کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ جب وہ لاہور شاہ ابوالمعالی کی خدمت میں حاضر ہوتے تو وہاں سے واپس ہونے کو اُن کا جی نہ چاہتا تھا، شاہ صاحب سے اپنی والہانہ عقیدت و محبت کے تاثر کو ایک جگہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"گرفتاری ما بایں شہر لاہور کہ وطن گذاشتہ ایں جامی باشیم، سبب آں ایں است کہ ایں جا کسے ہست کہ گرفتار اویم"[2]

شاہ ابوالمعالی بھی حضرت شیخ محدث دہلی کا خاص خیال فرماتے تھے، اور انھیں علمی اور روحانی معاملات میں مشورے دیتے شیخ کی تصنیفی زندگی بہت کچھ اُن کے مشوروں کی رہین منت ہے، مشکوٰۃ کی شرح کی تالیف کی طرف ان کو توجہ دلاتے ہوئے فرمایا کہ جلد اس کو پورا کرو، پھر اسی خط میں لکھا کہ:۔

"انشاء اللہ کتابے شود کہ اہل عالم ہمہ ازاں مستفید شوند"[3]

دوران تالیف میں انھیں مشورہ دیتے ہوئے لکھا کہ شرح میں جا بجا اشعار درج کیے جائیں تاکہ طرزِ بیان دلچسپ اور اثر انگیز ہو۔

"فرمودند در ترجمہ گاہے بتقریب بعضے از کلمات قوم نیز در آوردہ باشید، چنانچہ ملا حسین در تفسیر کند و فرمودند یکاں بیتے مناسب مقام ہم می نوشتہ باشند۔

---

[1] ایضاً۔ ص ۲۲۳ [2] کتاب المکاتیب، شیخ عبدالحق، ص ۳۰۹
[3] ” ” ” ”

نمونۂ کلام شاعری میں شاہ ابو المعالی بلند مرتبہ رکھتے تھے، ہم تبرکاً آپ کے چند شعر یہاں نقل کرتے ہیں جن سے آپ کی رفعتِ فکر، شاعرانہ بلندی، ندرتِ بیان اور اپنے شیخ سے غیر معمولی عقیدت و محبت کا اظہار ہوتا ہے۔

ہستم از جامِ محبت ہمہ دالہ و مست
ایں و آں را چہ شناسم من داؤد پرست

دلِ افسردہ کسے باید بگفتِ ہر کسے گرمی
دل داؤدی باید کہ آہن را دہد نرمی

بتختِ فقر بنشینم چو حاصل گشت مقصودم
سلیمانی کنم کز جاں غلامِ شاہِ داؤدم

یارب نظرے زعیں مقصودم بخش
آزادگی ز بود و نابودم بخش
ہر چند نیم در خورِ ایں دولت خاص
یک ذرہ ز عشقِ شیخ داؤدم بخش[1]

اقوال فرمایا کرتے تھے یا ابا المعالی، کن عبد الرب المتعالی ولا تکن عبد الدراہم والآلی (اے ابو المعالی اپنے رب بزرگ و برتر کا بندہ بن، اور مال و زر کا بندہ نہ ہو[2]

---

[1] نزہتہ الخواطر۔ جلد ۵ ص ۴۴

[2] نزہتہ الخواطر۔ جلد ۵ مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن۔ مولفہ عبد الحی بن فخر الدین حسنی ص ۴۳ و ۴۴

تصانیف حضرت ابو المعالی حضرت غوث الاعظم سے کمال ارادت اور اخلاص رکھتے تھے اور بطریق اویسی ان سے بڑے فائدے حاصل کیے اور حسب الاعتقاد حضرت غوث الاعظم کے مناقب اور روحانی کمالات کے سلسلہ میں ایک تصنیف کی بنام "تحفۂ قادریہ" علاوہ ازیں آپ کی اور تصانیف بھی ہیں۔ ایک کتاب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ مبارک میں ہے اور دیوانِ اشعار بھی آپ کی اولاد کے پاس ہے۔ اس کے علاوہ گلدستہ باغ ارم مونس جاں ہشت محفل، زعفران زار بھی آپ کی یادگار کتابیں ہیں۔

وصال آپ نے "مغل بادشاہ یعنی اکبر اور جہانگیر کا عہد دیکھا اور ۶۵ سال کی عمر میں بعہد جہانگیر وفات پائی۔ آپ کا وصال ۱۶ ماہ ربیع الاول ۱۰۲۴ھ میں ہوا[۱]

قطعہ وفات

بو معالی خیر دین احمدی   آنکہ شد پُر نور زو روئے زمیں
"خیر دیں مولیٰ" انت توایدش عیاں   رحلتش فرما "معلٰے خیر دین"

روضۂ مبارک حضرت شاہ ابو المعالی نے اپنا مقبرہ عین حیات ہی میں بنوانا شروع کیا تھا۔ ہنوز باتمام نہیں پہنچا تھا کہ حضرت فوت ہو گئے، چنانچہ گنبدِ مقبرہ حضرت کی وفات کے بعد تعمیر ہوا۔ گنبد کی وضع ہشت پہلو روضہ جناب پیر دستگیر قدس سرہٗ العزیز کے ہم شکل ہے۔ مقبرہ کے اندر چبوترہ پر چار قبریں پختہ موجود ہیں، ایک تو حضرت شاہ ابو المعالی مرحوم کی، دوسری حضرت شاہ محمد باقر

---

[۱] سفینۃ الاولیاء۔

صاجزادہ کلاں کی، تیسری قبر حضرت شاہ محمد رضا خلف شاہ محمد فاضل آپ کے پوتے کی، اور چوتھی قبر حضرت شاہ محمد فاضل کی۔ اس سے علیحدہ ایک چار دیواری ہے جس میں حضرت کے عزیزوں کی قبریں ہیں۔

مقبرہ کے غرب رویہ ایک عالیشان مسجد ہے۔ پہلے وہ حضرت نے خود بنوائی تھی۔ پھر سکھوں کے زمانہ میں غوثی خان توپخانہ والہ نے دوبارہ تعمیر کرائی جو تا حال اُسی حالت میں موجود ہے آپ کا مزار گوالمنڈی کے مین بازار میں موجود ہے۔

حضرت شاہ شمس الدین قادریؒ

آپ کا تعلق خاندانِ سادات سے تھا اور شجرہ نسب کئی واسطوں سے حضرت امام حسینؓ سے ملتا ہے آپ کا گھرانہ علم و فضل کا گہوارہ تھا چنانچہ آپ کی تربیت نہایت ہی پاکیزہ اور علمی ماحول میں ہوئی آپ کا آبائی وطن ایران تھا۔ سیر و سیاحت کے سلسلے میں لاہور آئے اور ایسے آئے کہ پھر کہیں نہ گئے۔

سلسلۂ قادریہ میں بیعت

ابتدا میں آپ نے لاہور میں اشیائے خوردنی کی خرید و فروخت کا کام شروع کیا لیکن طبیعت جلد ہی دنیا سے گھبرا گئی اور تلاشِ حق کی طرف مائل ہوئے اُن دنوں لاہور میں سلسلۂ قادریہ بڑے عروج پر تھا اور حضرت ابو اسحاق قادری کی ولایت کا چرچا تھا چنانچہ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر دست بیعت ہوئے۔ آپ نے عرصہ دراز تک اپنے مرشد کی خدمت کی اور انہی کی صحبت میں رہے آخر طریقت اور معرفت کی تکمیل کے بعد آپ کے مرشد نے آپ کو خرقہ خلافت عطا فرمایا۔ لیکن آپ اپنے مرشد کی وفات تک خدمت میں رہے۔ اس کے بعد آپ نے مزنگ کو خیرباد کہہ کر اس جگہ سکونت اختیار کی جہاں آپ کا مزارِ اقدس ہے۔

شجرۂ طریقت آپ کا سلسلۂ طریقت پیران اوچ شریف سے ہوتا ہوا حضرت غوث الاعظم سے جا ملتا ہے آپ شاہ ابو اسحاقؒ کے مرید تھے وہ حضرت داؤد بندگیؒ کے مرید اور وہ مرید سید حامد صاحب کے اور وہ شمس الدین محمد کے اور وہ اپنے والد سید علی کے اور وہ اپنے والد سید احمد کے اور وہ اپنے باپ سید صوفی کے مرید تھے وہ اپنے والد سید سیف الدین عبد الوہاب کے اور وہ حضرت غوث الاعظم کے مرید تھے۔

روحانی فیض آپ نے جس جگہ سکونت اختیار کی وہاں رات دن یاد الٰہی میں مصروف رہتے آہستہ آہستہ آپ کی بزرگی اور ولایت کا چرچا ہو گیا اور بے شمار لوگوں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر فیض پایا۔

لاہور میں آپ کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ طالبانِ رشد و ہدایت کا ہجوم آپ کی خانقاہ میں لگا رہتا، اور آپ کا تمام وقت یادِ الٰہی اور رشد و ہدایت میں گزرتا۔

جہانگیر کی عقیدت "شہنشاہ جہانگیر بھی آپ کے معتقدین میں تھا۔ اُس کی عقیدت کی انتہا یہ تھی کہ کبھی وہ شاہ شمس الدین کے حکم سے سرتابی نہ کرتا تھا، آپ ہر عاجز و بے وسیلہ اور ضرورت مندوں کے لیے اُس کے پاس سفارشی خط تحریر فرماتے، اور جہانگیر آپ کی تمام سفارشوں کو قبول کرتا، اور حاجت مندوں کی حاجت پوری کرتا تھا" [1]

سیرت پاک خزینۃ الاصفیاء کا بیان ہے کہ آپ شیخ ابو اسحاق قادری لاہوریؒ کے خلفائے کبار میں سے ہیں ازحد بزرگ عالم و عامل و عارف کامل فردِ یگانۂ زمانہ، علمِ شریعت و طریقت میں طاق دیگانۂ آفاق اور سماع و کشف کرامت سے نہایت محترز تھے۔ لاہور میں فتوحِ عظیم پائی اور طالبانِ خدا فوج در فوج ان کی

---

[1] تذکرہ صوفیائے پنجاب، ص ۲۴۶ اعجاز الحق قدوسی، مطبوعہ لاہور

خدمت میں حاضر ہوئے۔

وفات ان کی وفات بروز بدھ گیارھویں رجب المرجب ۱۰۲۱ھ میں واقع ہوئی۔
جب جہانگیر بادشاہ نے ان کا حالِ وفات اور شہزادہ خرم کے حکم سے تعمیرِ روضہ کی خبر سنی تو بادشاہ نے اس کے گرد و نواح میں ایک باغ عالیشان تعمیر کرا دیا۔ کہتے ہیں کہ عہدِ محمد شاہی تک وہ باغ آباد تھا۔ عام لوگ اور نیز ایک خادم فقیر اس مزار کا بیان کرتا ہے کہ حضرت کی مرضی نہیں کہ کوئی یہاں رات کو شب باش ہو بہت ہیبت آتی ہے۔

پہلے ان کے مقبرہ کے چاروں گوشوں کے اوپر چار مینار تھے اب مسمار ہو گئے ہیں۔ مکان نہایت نورانی ہے۔ در شمالی کے اوپر اندر کی طرف دو شعر بخط نستعلیق لکھے ہیں اس وقت ان کا مقبرہ باغ جناح کے قریب گاف روڈ پر جیمبرلین میں واقع ہے۔

قطعہ تاریخ وفات روضہ مبارک پر جو قطعہ تاریخ وفات کندہ ہے وہ یہ تھے:-

"جو شمس الملل زیں جہاں رخت بست
بیاراست ایزد برایش بہشت
بجستم ز پیرِ خرد سالِ او
بگفت از سرِ لطف "جایش بہشت"
۱۰۲۱

حضرت سید جیون گیلانی قادریؒ

سید جیون شاہ موصوف گیلانی سادات کرام کے مشہور ولی اللہ تھے۔ آپ شیخ طریقت اور نہایت ہی متقی، عابد اور عالم تھے۔ چونکہ کرامت، شرافت، شجاعت اور سخاوت میں نامور تھے اس لیے سید عبد القادر ثالث مشہور ہوئے

بیعت

آپ نے سلسلہ قادریہ میں اپنے والدِ محترم کے دستِ مبارک بیعت کی۔ اور انھی سے ظاہری اور باطنی علم حاصل کیا آپ کے والدِ ماجد چونکہ بذات خود پیرِ طریقت تھے چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ میں اپنی خاص توجہ سے آپ کو شیخ کامل بنا دیا۔ اور آخری وقت میں آپ کو خلافت عطا فرمائی۔ آپ کے والدِ محترم کا نام سید محمد غوث بالا پیر صاحب ستگھرہ تھا۔

سیر و سیاحت

والدِ ماجد کی وفات کے بعد آپ نے ہندوستان کے بیشمار علاقوں کی سیر و سیاحت کی اور دورانِ سفر اکثر نیک اور صالح لوگوں سے ملاقاتیں کیں بہت سی روحانی شخصیات سے بھی ملے اور ان بزرگوں کی صحبت میں رہ کر روحانی فیوض و برکات حاصل کیے۔

لاہور میں قیام

ہندوستان کے مختلف علاقوں میں گھومنے پھرنے کے بعد آپ لاہور تشریف لے آئے لاہور کی بیرونی آبادی گذرِ لنگر خاں میں اقامت گزین ہوئے اور پھر نیا محلہ بنام رسول پور آباد کیا آپ آخری دم تک اسی محلے میں رہائش پذیر رہے اور لوگوں کی خدمت کرتے رہے۔ عمر کے آخری حصّہ میں آپ کی قیام گاہ پر زائرین کا بہت ہجوم رہتا تھا بے شمار لوگوں نے آپ سے فیض پایا۔ قیام لاہور کے دوران آپ کی دینی خدمات قابل ستائش ہیں کیونکہ آپ نے اپنے زمانے میں خلقِ کثیر کو بے حد روحانی فیض پہنچایا۔

وفات

آپ نے ۱۰۳۲ھ میں محلہ رسول پور میں وفات پائی اور لاہور کے اس مقام میں جہاں اب حضرت شاہ چراغ بن عبدالوہاب آپ کے پوتے کا روضہ ہے دفن ہوئے آپ کا مزار جی پی او چوک شارع قائد اعظم متصل لاہور ہائی کورٹ حضرت شاہ چراغ کے گنبد کے اندر ہے۔

اولاد

آپ کی بیوی نیک اور زاہدہ خاتون تھیں انھی کے بطن سے آپ کی اولاد پیدا ہوئی آپ کے دو لڑکے اور دو لڑکیاں تھیں۔ سید

14

عبدالوہاب اور سید محمد آپ کے بیٹے تھے اور بی بی فاطمہ ثانی المشہور بی بی کلاں اور بی بی دولت دونوں آپ کی صاحبزادیاں چنانچہ فاطمہ ثانی تو میراں محمد شاہ موج دریا بخاری سے بیاہی گئیں اور بی بی دولت کی شادی سید نظام الدین بن سید میر میراں بن سید مبارک بن سید محمد غوث سے ہوئی۔

مفتی غلام سرور لاہوری نے آپ کی وفات کا قطعہ یوں تحریر کیا ہے۔

عبدِ قادر چو شد ز دار فنا	یافت از حق بخلدِ والا جاہ
فیض اسلام گو بتاو بخش	ہم بخواں عبدِ قادر اہل خدا
۱۰۲۲ھ	۱۰۲۲ھ

حضرت سید محمود حضوری قادریؒ

حضرت سید محمود حضوری علاقہ غور کے رہنے والے تھے ان کا اصل نام محمود تھا لیکن حضوری کے خطاب سے مشہور ہوئے۔

نسبی تعلق آپ سادات عظام سے تھے اور آپ کا نسبی تعلق حضرت امام موسیٰ کاظم سے تھا اس لیے آپ کا خاندان کاظمی سید کہلواتا تھا۔

والد ماجد آپ کے والد کا اسم گرامی شمس الدین تھا لیکن شمس العارفین کے لقب سے جانے پہچانے جاتے تھے۔ علوم ظاہری و باطنی میں دستگاہ کامل رکھتے تھے اپنے وقت کے مشہور اساتذہ میں شمار کیے جاتے تھے۔ تصوف اور عرفان کی اعلیٰ منازل پر فائز تھے اور علاقہ غور ہی میں رہتے تھے۔

حصول معرفت آپ کے والدِ ماجد کا روحانی سلسلہ قادریہ لہٰذا آپ نے حصولِ معرفت کے لیے اپنے والدِ ماجد کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ اُنھوں نے اپنے بیٹے کی طرف خصوصی توجہ فرما کر تھوڑے ہی عرصہ میں انھیں صاحب عرفان بنا دیا۔ آپ پر خصوصی توجہ سے بے شمار اسرار الٰہی ظاہر ہوئے جن کا حصول مشکل سے ہوتا ہے۔

جب آپ طریقت میں ہر طرح سے مکمل ہو گئے تو آپ کے مرشد نے آپ کو خرقۂ خلافت عطا فرمایا اور مسند رشد و ہدایت پر جلوہ گر ہونے کی تاکید کی۔

شجرہ طریقت آپ کا شجرۂ طریقت دس واسطوں سے حضرت غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی سے جا ملتا ہے اور اس طرح بیان کیا جاتا ہے۔

سید محمود حضوری بن سید شمس مشہور بہ شمس العارفین، سید یعقوب، عبد القادر، سید علی، سید محمود، سید احمد، سید اصغر، الفرح، عبد الوہاب حضرت غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی۔

قیام لاہور تبلیغ اسلام اور لوگوں میں رشد و ہدایت کے سلسلے کو پھیلانے کے لیے سیر و سیاحت بہت ضروری ہے چنانچہ والد ماجد کی وفات کے بعد آپ سیر و سیاحت کی غرض سے نکلے اور مختلف علاقوں سے ہوتے ہوئے لاہور آئے راستے میں آپ کو بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا کیونکہ اس زمانے میں سفر کی سہولتیں میسر نہ تھیں لاہور میں آپ نے محلہ حاجی سرائے میں جو اس زمانے میں شہر کے باہر تھا رہائش اختیار کی۔

سلسلہ رشد و ہدایت قیام لاہور کے دوران آپ نے محنت مزدوری کا کام شروع کیا لیکن آپ کا اخلاق اور طرز گفتگو ایسا اچھا تھا کہ جو بھی ایک مرتبہ آپ سے ملاقات کرتا آپ کا گرویدہ ہو جاتا آہستہ آہستہ جب لوگوں کو پتہ چل گیا کہ آپ ایک نیک بزرگ ہیں تو لوگوں نے حصول فیوض و برکات کی خاطر آپ کے پاس آنا جانا شروع کر دیا اور تھوڑے ہی عرصہ میں بے شمار لوگ آپ کی روحانیت سے فیض یاب ہوئے اور بہت سے لوگ آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے۔ آپ بے مثل تھا۔

حضوری کے خطاب کی وجہ

آپ اپنے مریدوں اور عقیدت مندوں میں حضوری کے نام سے مشہور ہوئے آپ کے اِس خطاب کی وجہ یہ تھی کہ جو لوگ آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت کرتے تھے، وہ پہلے ہی روز سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوتے تھے، اس لیے لوگ آپ کو سید محمود حضوری کہنے لگے۔

وفات

لاہور میں کافی عرصہ خدمتِ خلق کرنے کے بعد آپ ١٠ ربیع الثانی سنہ ٩٤٢ھ بمطابق سنہ ١٥٣٥ء میں اللہ کو پیارے ہوئے اس وقت مغل بادشاہ ہمایوں کا دورِ حکومت تھا آپ کے وارثین اور مریدین نے بڑے احترام کے ساتھ آپ کو دفن کیا۔ صاحب خزینۃ الاصفیاء کے مطابق سید محمود حضوری کا سنہ وفات اس تاریخی قطعہ میں نکلتا ہے۔

رفت از دنیا چو در خلدِ بریں
سید محمود پیر باکمال
صاحب مشتاق تاریخش بگو
نیز شمس العارفین صاحب جلال
٩٤٢

مزار اقدس

آپ کا مزار علامہ اقبال روڈ چوک گڑھی شاہو میں ہے اور ساتھ ایک طرف مسجد بھی ہے۔ یہاں دو گنبد ہیں۔ ایک گنبد میں سید محمود حضوری کا مزار ہے اور آپ کے برابر ہی آپ کے صاحبزادے شاہ ذوالدین مدفون ہیں۔ دوسرے گنبد میں سید جان محمد حضوری مدفون ہیں، اور ان کے برابر اُن کے صاحبزادے سید سرور دین کا مزار ہے۔

حضرت سید جان محمد حضوری قادریؒ

آباؤ اجداد کی ریاضت کا نتیجہ تھا کہ چار پشتوں تک ولی پیدا ہوتا گیا حضرت

سید جان محمد حضوری وہ بزرگ ہیں کہ جن کا باپ اور دادا ولی کامل تھے آپ بذات خود بھی جلیل القدر ولی اللہ تھے اور پھر آپ کا بیٹا بھی ولی ہوا۔ یہ بھی خدا کی عنایت تھی کہ آپ حضوری مشہور ہوئے۔ آپ جس پر نگاہ باطن سے متوجہ ہوتے اسے ہی رسول کی حضوری حاصل ہو جاتی۔ اسی نسبت سے آپ حضوری کہلوائے۔

ولادت حضرت جان محمد حضوری سید تھے آپ کے والدین اپنے زمانے میں محلہ حاجی سرائے میں رہتے تھے۔ آپ اسی محلے میں پیدا ہوئے۔ یہ محلہ بعد ازاں سکھوں کی تباہی و بربادی کا نشانہ بنا۔ آپکا شجرہ نسب چند واسطوں سے حضرت امام موسیٰ کاظم سے ملتا ہے[1] اور یوں بیان کیا جاتا ہے۔

سید جان محمد حضوری قادری بن سید شاہ نور حضوری بن سید محمود حضوری۔ بن شمس العارفین بن سید شمس الدین غوری موسوی بن سید یعقوب (بدر الدین) بن جلال الدین بن ابراہیم بن جعفر بن علی بن رضا علی بن سید امیر بن عرب بن سید نصر بن سید غیاث بن سید محب علی بن سید احمد غوری بن طیب بن حسین بن سید عسکری مست بن علی حامد بن منصور بن کبیر بن محمود بن ناصر ابو تراب بن باقر بن محسن بن عابد بن مختار بن جعفر صورانی بن حسن ابن اسحاق بن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق۔

حصول علم آپ کے والد حضرت سید شاہ نور حضوری بڑے بلند پایہ عالم دین اور ولی اللہ تھے۔ آپ نے ابتدائی دینی تعلیم قرآن اور فقہ کی انہی سے حاصل کی۔ آپ کی تربیت اور پرورش کا ماحول مذہبی اور صوفیانہ تھا چنانچہ آپ کے والد کی خصوصی توجہ اور دینی ماحول کے باعث تھوڑے ہی عرصہ میں آپ کو دینی علوم پر خاصی دسترس حاصل ہو گئی لیکن بعد ازاں آپ نے حضرت ابوالخیر بغدادی سے بھی حدیث تفسیر اور عربی کی تعلیم کی تکمیل کی حضرت ابوالخیر گڑھی شاہو میں مدرسہ

---

[1] تاریخ لاہور

ابوالخیر کے مہتمم اور بانی تھے۔

نسبت طریقت آپ نے سلسلہ قادریہ میں اپنے والدِ محترم حضرت شاہ نور حضوری کی بیعت کی اور قادری وظائف کے ذریعے اللہ تک باطنی رسائی حاصل کی آپ بڑے زاہد اور عابد تھے۔ جب آپ نے منازل سلوک طے کر لیں تو آپ کے والدِ ماجد نے آپ کو خلافت سے نوازا اور مسندِ رشد و ہدایت پر جانشین کیا۔ آپ کا شجرہ طریقت حسب ذیل ہے۔

شجرہ طریقت آپ کا شجرہ طریقت حسب ذیل ہے۔ سید جان محمد حضوری مرید سید شاہ نور حضوری مرید سید محمود حضوری مرید شمس العارفین سید شمس الدین غوری تو سوی مرید سید یعقوب غوری مرید سید عبدالقادر مرید سید علی مرید سید مسعود، مرید سید مسعود ، مرید سید احمد شاہ مرید سید اصغر مرید سید شاہ ابوالفرح مرید سید السادات سید عبدالوہاب مرید سید عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہ العزیز۔

خدمت دین آپ نے اپنی زندگی لوگوں کو راہ ہدایت کی طرف لانے کے لیے صرف کردی۔ اللہ کے محبوب بندوں پر جب فضل باری ہوجاتا ہے تو اس پر فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کی اصلاح کرے ۔ وہ اپنے اردگرد کے لوگوں کو اپنے عمل سے دعوت حق دے اور عموماً ایسے ہی ہوتا ہے کہ اللہ کے ہر ولی نے لوگوں کے دلوں پر تسخیر کی۔ اور راہ حق دکھلایا۔ چنانچہ ایسے ہی حضرت سید جان محمد حضوری نے اپنی زندگی میں سلسلہ قادری کی بہت خدمت کی اور آپ کے پاس جو حضرات آتے آپ انھیں تقویٰ اور پرہیزگاری کی طرف لانے کی کوشش کرتے آپ کے قول وفعل سے انھیں سچائی کا درس ملتا۔ اس طرح بے شمار حضرات آپ کے حلقہ ارادت میں آئے اور صاحب فیض بنے۔ آپ عارف کامل تھے اور زندگی کا زیادہ حصہ یادِ الٰہی کے ساتھ ساتھ درس و تدریس اور مخلوق خدا کی خدمت میں گزارا۔

سیرت

ہر ولی صالح تو ضرور ہوتا ہے لیکن اس میں کچھ اوصاف ایسے ضرور ہوتے ہیں جن کی بنا پر اسے ولایت ملتی ہے۔ بارگاہِ رب میں آپ کا پسندیدہ وصف آپ کی پابندی شریعت اور عشق رسول ہے آپ نے اپنی زندگی کا ہر لمحہ کتاب وسنت کے مطابق گزارنے کی کوشش کی۔ آپ بیک وقت ایک جید عالم دین اور صوفی بھی تھے۔ آپ عشق رسول کے نشہ میں سرشار رہتے آپ کی یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے والہانہ محبت کا نتیجہ تھا کہ آپ کے پاس آنے والے آپ کی توجہ سے رسول اکرم کے دربار میں زیارت سے سرفراز ہونے کے علاوہ حضوری پلتے آپ مقتدائے شریعت وطریقت تھے۔ اسی لیے خلق کثیر نے آپ سے ظاہری اور باطنی فیض حاصل کیا۔

وفات

حضرت جان محمد حضوری ۱۰ رمضان المبارک ۱۰۶۴ھ بمطابق ۱۹۵۴ء میں فوت ہوئے۔ آپ کے معتقدین اور وارثین کو بے حد صدمہ ہوا۔ لیکن اس امر ربی کو قبول کئے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ آپ کی وفات پر عزت واحترام کے ساتھ آپ کو اس جگہ دفن کیا گیا جہاں آپ کا مرقد ہے۔

قطعہ تاریخ وفات

حضرت مفتی غلام سرور لاہوری نے آپ کی وفات کا قطعہ تاریخ

یوں [illegible] جہاں محمد جان ۔۔۔ کرد چوں از جہان بخلد ظہور

فیض دیں سالک است ترحیلش ۔۔۔ باز جو وصلش از محب حضور

۱۰۶۴ھ ۔۔۔ ۱۰۶۴ھ

روضہ مبارک

آپ کا روضہ مبارک گڑھی شاہو کے چوک میں ایک قبرستان میں ہے آپ کے مرقد پر ایک گنبد بنا ہوا ہے جس کے اندر دو قبریں ہیں پہلی قبر آپ کی اور دوسری قبر آپ کے بیٹے سرور دین کی ہے۔ ساتھ ہی ایک عالی شان مسجد ہے۔ آپ کا یہ مقبرہ آپ کے ایک مرید نے جو ایک بہت بڑا سوداگر تھا۔ تعمیر کروایا تھا۔ مقبرہ بارہ دری کی شکل میں ہے۔ جس میں چاروں طرف تین تین درے ہیں۔ جن میں ہوادار جالیاں ہیں۔ اندرون دروں پر برجے بنے ہوئے ہیں۔ جو تعداد میں آٹھ ہیں۔ مقبرہ مسجد کے جنوب میں واقع ہے۔

اہل روحانیت جانتے ہیں کہ عالم روحانیت میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک دربار لگا رہتا ہے جس میں اولیائے کرام کی روحیں جاتی آتی ہیں اہل طریقت کو ابتدائی مدارج طے کر کے جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوتی ہے تو پھر اس مجلس محمدی میں جس صالح اور نیک روح کو اس شرکت کی اجازت ملتی ہے تو اسے صوفیاء کی اصطلاح میں حضوری کہا جاتا ہے یوں تو ہر ولی کا اس مجلس میں شریک ہونا لازماً ہے۔ لیکن اللہ کے ولی ایسے ولی بھی ہوئے ہیں جنھوں نے جس شخص پر توجہ کی اسے حضوری کا مقام مل گیا۔

سید سرور دین حضوری بھی انھیں بزرگوں میں سے تھے جن کی صحبت سے لوگوں کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہو جاتی۔ اور یہ بڑی بات ہے کہ ایک دُنیاداری میں پھنسا ہوا اور گناہوں سے آلودہ انسان جب آپ کے پاس آ کر اپنے سابقہ گناہوں پر تائب ہو جاتا تو آپ کی توجہ سے اسے دیدارِ رسول ہو جاتا۔ در اصل مقام حضوری تک پہنچانے کا خاصہ آپ کے خاندان کے ورثے میں آیا اور چار پشتوں تک آپ کے خاندان میں یہ وصف رہا اور آپ اس سلسلے کے آخری بزرگ تھے۔

حضرت سید سرور دین کا تعلق خاندان سادات سے تھا۔ آپ کا شجرہ نسب چند واسطوں سے حضرت امام جعفر صادق سے ہوتا ہوا حضرت حسینؓ تک جا ملتا ہے۔ آپ کے والد کا نام جان محمد حضوری تھا جو اپنے دور کے ایک معروف ولی اللہ تھے۔ آپ کی پیدائش لاہور ہی میں ہوئی آپ کی تعلیم و تربیت آپ کے والد کے زیر سایہ ہوئی اور اُنھوں نے ابتدا ہی آپ کو دینی تعلیم سے آراستہ کیا۔ جوانی کے عالم میں آپ نے اپنے والدِ ماجد کے دستِ مبارک پر سلسلہ قادریہ میں بیعت کی اور انھی کی شفقت سے منازل سلوک طے کیں جب آپ روحانیت میں ہر طرح سے مکمل ہو گئے تو والدِ ماجد کی طرف سے خلیفہ نامزد ہوئے اور ان کی وفات کے بعد انھی کی مسند ارشاد پر جلوہ گر ہوئے اور آخری دم تک فرزندانِ توحید کی بھلائی کے لیے کوشاں رہے بے شمار لوگ آپ کے مرید ہو کر راہ حق کے طالب ہوئے۔ آپ کامل درویش اور ولی کامل تھے۔

آپ کا وصال ۲۱ شوال بروز جمعہ ۱۱۰۰ھ بمطابق ۱۶۸۹ء میں ہوا اور اپنے والد ماجد کے پہلو میں دفن ہوئے۔ آپ کا مزار گڑھی شاہو کے چوک میں مقبرہ جان محمد حضوری کے گنبد کے اندر ہے۔

حضرت شاہ بلاول قادریؒ

حضرت شاہ بلاول قادریؒ سلسلہ قادریہ کے ایک بلند پایہ بزرگ اور ولی کامل تھے۔ سلسلہ قادریہ کے فروغ میں انھیں خاص اہمیت حاصل ہے آپ مخلوق خدا کے لیے علم و فضل کا مرکز اور فیوض و برکات کا منبع تھے۔ آپ پر اللہ کا ایسا خصوصی فضل ہوا کہ آپ کی ظاہرا شکل و شباہت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتی جلتی تھی۔

خاندان آپ کے آباؤ اجداد ہرات کے رہنے والے تھے جب ہمایوں بادشاہ نے شاہ ایران کی مدد سے دوبارہ ہندوستان پر مغل بادشاہت قائم تو آپ کے آباؤ اجداد ہمایوں کے ساتھ ہندوستان آگئے ہمایوں نے انھیں ضلع شیخوپورہ کے مضافات میں ایک جاگیر عطا کی لہذا آپ کے آباؤ اجداد وہاں آباد ہو گئے۔

آپ کے والد سید عثمان باوقار شخصیت کے حامل تھے اور آپ کے دادا سید عیسیٰ ایک باکمال بزرگ تھے ان کی بزرگی ہی سے متاثر ہو کر ہمایوں ان کا قدردان ہوا تھا یعنی آپ کے باپ اور دادا ایک صاحب ثروت اور ذی وقار خاندان کے افراد تھے۔

ولادت آپ کی ولادت شیخوپورہ کے ایک قصبہ میں ۹۷۶ھ میں ہوئی۔ اور آپ کے والدین نے آپ کا نام بلاول رکھا۔

تعلیم و تربیت آپ نے بچپن کا زمانہ شیخوپورہ کے نواح میں اپنے قصبے میں گزرا

لیکن جب آپ ذرا پڑھنے کے قابل ہوئے تو آپ کے دادا سید عیسیٰ قادری نے آپ کو علم دلوانے کی غرض سے لاہور بھیج دیا۔ لاہور ہمیشہ علم و ادب کا گہوارہ رہا ہے۔ یہاں مساجد میں کئی دینی مدارس تھے جن میں بڑے قابل اور فاضل اساتذہ درس و تدریس کا کام کرتے تھے۔ آپ کے زمانے میں حضرت شیخ فتح محمد کے علم و فضل کا بڑا شہرہ تھا۔ اور اپنے دور کے یگانہ روزگار علماء میں سے تھے۔ حضرت شاہ بلاول قادری نے ان سے تعلیم حاصل کرنا شروع کر دی۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں قرآن تفسیر حدیث اور فقہ کا علم حاصل کیا۔ آپ کے تحصیل علم کے بارے میں کتاب محبوب الواصلین میں لکھا ہے کہ آپ مادر زاد ولی تھے۔ سات برس کا سن تھا کہ ان کا ایک ہم عمر لڑکا فوت ہو گیا۔ آپ یہ سن کر اس کے سرہانے گئے اور کہا " اے دوست بے وقت سونا اچھا نہیں آؤ چل کر کھیلیں"۔ لڑکے نے اسی وقت آنکھیں کھول دیں اور اٹھ کر ساتھ چلا گیا۔ آپ کے دادا سید عیسیٰ نے جب یہ سنا تو آپ کو شیخ فتح محمد لاہوری جو اپنے عہد کے جید علماء سے تھے ان کے حلقۂ درس میں بھیج دیا۔ آپ نے تھوڑی ہی مدت میں علوم ظاہری میں کمال کر لیا۔ [1]

بیعت

علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد عشق الٰہی کا چراغ آپ کے دل میں روشن ہوا۔ ایک روز آپ دریائے راوی کے کنارے چلے جا رہے تھے کہ اتفاق سے شیخ شمس الدین کشتی سے اترے اور اچانک ایک دوسرے سے ملاقات ہو گئی، شیخ شمس الدین نے نہایت شفقت سے شاہ بلاول کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ خدا تعالیٰ نے تم کو اپنی معرفت کے لیے پیدا کیا ہے، پس تمہارے لیے مناسب یہ ہے کہ ہمارے پاس رہو، اور تمہارا جو حصہ ہمارے پاس امانت ہے اُسے ہم سے حاصل کر و۔

---

[1] تحقیقات چشتی ص ۲۸۱

شاہ بلاول نے یہ سُنا تو فوراً ہی شیخ شمس الدین کے مرید ہو گئے۔ [1]

آپ کے پیر و مرشد حضرت شمس الدین قادری اکابر صوفیاء سے تھے اپنے دور کے بلند پایہ عالم دین اور اہل تقویٰ سے تھے۔ آپ صائم الدھر اور قائم اللیل تھے۔

شجرہ طریقت حضرت شاہ بلاول قادری مرید تھے حضرت شمس الدین قادری کے وہ مرید حضرت شاہ ابو اسحاق قادری کے وہ مرید حضرت داؤد بندگی کے وہ مرید حضرت سید حامد کے اور وہ مرید حضرت شمس الدین محمد کے اور وہ مرید حضرت سید علی کے اور وہ مرید اپنے والد سید احمد کے اور وہ مرید اپنے باپ سید صوفی کے اور وہ مرید اپنے والد ابی فقر کے اور وہ مرید حضرت سید عبد القادر جیلانی کے۔

مجاہدہ شروع شروع میں آپ کا مزاج غصے والا تھا آخر بعض باتوں سے آپ کے مزاج کا غصہ محسوس کر کے ایک روز آپ کے پیر نے فرمایا کہ ہم فقراء کے لیے اس قدر جلال مناسب نہیں جب تک کہ تم سے یہ جلال نہ جائے تمہارے لیے ضروری ہے کہ محلہ شاہ ابو اسحاق میں جا کر حجرے میں خلوت اختیار کرو اور قرآن مجید کی تلاوت میں مصروف رہو، چنانچہ آپ اپنے شیخ کے ارشاد کے مطابق چند سال تک خلوت گزیں ہو کر نماز و روزے میں مصروف رہے۔

کافی عرصہ کی ریاضت اور عبادت کے بعد جب آپ روحانیت میں کامل ہو گئے تو آپ کے مرشد نے آپ کو سلسلہ عالیہ قادریہ میں خرقہ خلافت عطا فرمایا۔ اور مخلوق خُدا کو فیض رسانی کی تلقین کی۔

درس و تدریس حصول خلافت کے بعد حضرت شاہ بلاول قادریؒ نے لاہور میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری کیا۔ عقیدت مندوں کی ایک بڑی

---

[1] تحقیقات چشتی

تعداد آپ کے گرویدہ ہوتی اور آپ نے ایک مدرسہ تعمیر کروایا اس کے ساتھ قیام گاہ قائم کی اور بڑا وسیع لنگر جاری کیا۔ ہر شخص کو کھانا کھلایا جاتا اور وداع ہونے وقت ہر شخص کو روٹیاں مٹھائی، موسمی میوے، کوزے کی مصری وغیرہ بطور تبرک دیا جاتا تاکہ اپنے بال بچوں کے لیے بھی لے جائیں۔ تمام عمر درس و تدریس ہدایت خلق اور تبلیغ دین اسلام میں گزاری۔ آپ نے علمی و روحانی فیوض و برکات سے ایک دُنیا کو فیض یاب کیا آپ اکثر وعظ فرماتے اور وعظ اتنا مؤثر ہوتا کہ سامعین دل و جان سے آپ کے گرویدہ ہو جاتے۔[1]

عبادت و معمولات آپ کی عبادت اور روزانہ کے معمولات کا طریقہ کار یہ تھا کہ رات کے پچھلے پہر نماز تہجد ادا کرتے اور نماز فجر تک ذکر و اذکار میں مصروف رہتے پھر صبح کی نماز پڑھتے پھر نماز چاشت تک مراقبے اور یاد الٰہی میں مشغول رہتے نماز چاشت کے بعد اپنے پاس آنے والے زائرین میں کھانا تقسیم کرتے اور آنے والوں کی حسب توفیق حاجت روائی کرتے کھانا تقسیم فرمانے کے بعد دوپہر میں کچھ دیر آرام فرماتے پھر نماز ظہر با جماعت ادا فرماتے، پھر مریدوں کی طرف متوجہ ہوتے، اور اُن کو ارشاد و تلقین فرماتے، اسی اثنا میں لوگ بیماروں کی شفا یابی کے لیے پانی کے کوزے لے کر شیخ کی خدمت میں حاضر ہوتے، شاہ بلاول دعا پڑھ کر اُن پر دم کرتے، یہ دم کیا ہوا پانی بیماروں کے لیے اکسیر کا کام کرتا اس طرح بے شمار بیمار شفایاب ہوتے اسی دوران میں دو منشی جو آپ کے ملازم تھے حاضر ہوتے، آپ حاجت مندوں کے لیے بادشاہ وقت اور اُس زمانے کے اُمراء کے پاس سفارشی خط لکھواتے خطوط کے شروع میں " اللہ بس باقی ہوس " لکھواتے تھے، نماز عصر کے

---

[1] تذکرہ شاہ بلاول قادری از میاں اخلاق احمد

بعد مراقبے اور عبادت میں مشغول ہو جاتے، افطار کے بعد مغرب کی نماز ادا فرماتے، اور نماز مغرب سے فارغ ہو کر اپنے حجرۂ خاص میں تشریف لے جاتے اور دو گھنٹے تک نوافل اور صلوٰۃ الاوابین ادا فرماتے، پھر لوگوں کو کھانا تقسیم فرماتے اور خود جوکی روٹی اور چولائی کے ساگ پر اکتفا کرتے۔ عشاء کی نماز کے بعد آپ حجرے میں تشریف لے جاتے، اور رات کا بڑا حصہ بھی عبادت میں گزارتے تھے[1]

اخلاق و عادات آپ کا اخلاق نہایت اعلیٰ تھا مریدین اور عقیدت مندوں سے مؤدبانہ گفتگو کرتے ہر شخص خواہ وہ آشنا ہوتا یا ناواقف ہوتا ایک ہی طریقے سے ملتے۔ اپنے پاس آنے والوں کی دل گیری کو اپنا فرض سمجھتے۔ ہر آنے والے کو کچھ نہ کچھ کھلانے کی کوشش کرتے۔ شاہ بلاول قادریؒ پیرِ طریقت، واقفِ اسرارِ حقیقت، جامع علوم ظاہر و باطن، کاملانِ وقت اور صاحب کرامات تھے آپ مادرزاد ولی اور ہمیشہ دائم الصوم اور قائم اللیل رہتے تھے کسی وقت سوائے یادِ الٰہی کے آپ کو کچھ کام نہ تھا۔ مسجد میں نماز پنجگانہ باجماعت ادا کرتے تھے اور ہمیشہ لباسِ فاخرہ پہنتے۔

اصلاح و تربیت آپ نے لوگوں کو اتباع سنت کا درس دیا کیونکہ آپ کا اپنا ہر فعل قرآن و سنت کے مطابق تھا۔ آپ اپنے مریدین کو جو اشغال و اعمال بتاتے تھے ان کا مقصد دل کی صفائی تھا۔ آپ کے پاس جو حصول معرفت کے لیے آتا آپ اسے سب سے پہلے سابقہ گناہوں پر توبہ کرواتے پھر مرید کر کے ذکر و فکر میں مشغول کر دیتے۔ نماز کی پابندی کے سلسلے میں مریدین پر سختی کرتے کیونکہ آپ بذاتِ خود بھی صوم و صلوٰۃ کے پابند تھے اور ان کی خواہش تھی کہ ان کا ہر عقیدت مند

---

[1] خزینۃ الاصفیاء ص ۲۴۵ از مفتی غلام سرور لاہوری

پابند شرع سے آراستہ ہو اس لیے آپ نے ہر خاص و عام کو اتباع شریعت کی تلقین کی۔

ہمعصر بزرگ حضرت ملا عبدالحکیم سیالکوٹی آپ کے ہمعصر عالم دین بزرگ تھے۔ آپ کے ان سے گہرے مراسم تھے اکثر ان سے ملاقات ہوتی رہتی تھی۔ مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی نے کتاب غنیتہ الطالبین جو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی تصنیف ہے اس کا ترجمہ فارسی زبان میں حضرت شیخ بلاول قادری کے ایماء سے کیا۔

حضرت میاں میرؒ سے دوستانہ مراسم حضرت شیخ محمد میر المعروف بہ میاں میرؒ سے بھی دوستانہ مراسم تھے اکثر آپ کی ملاقات کے لیے جایا کرتے تھے۔ حضرت میاں میر اس زمانے کے ایک شہرہ آفاق اور جلیل القدر بزرگ تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ کسی نے آپ سے حضرت میرؒ کے متعلق استفسار کیا کہ آپ حضرت میرؒ کی بہت تعریف کرتے ہیں کہ وہ اپنے عہد کے امام طریقت، واقفِ اسرار حقیقت علوم ظاہری و باطنی میں یکتائے روزگار اور عارف کامل ہیں، ریاضت، مجاہدہ، زہد و تقویٰ، فقر و غنا اور توکل و قناعت میں ممتاز مقام رکھتے ہیں اور عارف شب زندہ دار ہیں مگر وہ آپ کے حق میں صرف اتنا فرما دیتے ہیں کہ آپ "مرد صالح" ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ شیخ میرؒ نے میری تعریف اسی ایک جامع لفظ سے کر دی، جس لفظ سے اللہ تعالیٰ نے کلام پاک میں پیغمبروں کی تعریف کی ہے۔ اس سے بہتر اور کوئی لفظ استعمال نہیں کیا، بس مجھے شیخ میرؒ نے اسی لفظ سے یاد کیا جن سے پیغمبروں کو سراہا گیا۔[1]

شاہجہاں کی آپ سے عقیدت دارا شکوہ حضرت شیخ شاہ بلاولؒ کا

---

[1] تذکرہ شاہ بلاول قادری

عقیدت مند تھا ایک دفعہ شاہ جہان بادشاہ کی ہمراہی میں حاضر خدمت ہوا۔ بادشاہ نے داراشکوہ کے حق میں کامیابی اور برخورداری کے لیے دُعا کی التماس کی، جسے آپ نے قبول فرمایا اور دعا فرمائی، دورانِ گفتگو داراشکوہ نے حضرت شیخ سے دریافت کیا کہ کبھی آپ نے شیخ میرؒ کو بھی دیکھا ہے۔ آپ نے فرمایا وہ آنکھ کہاں جو اس قسم کے بزرگانِ خدا کا نظارہ کر سکے اور اُن کی عظمت و شان کو پہچان سکے البتہ ان ظاہری آنکھوں سے آپ کا جمال کبھی کبھی کر ہی لیتا ہوں، پھر بادشاہ نے سوال کیا کہ آپ کوئی ایسا عمل فرمائیں جس کے کرنے سے سعادتِ اُخروی نصیب ہو، آپ نے فرمایا کہ قیامت کے دن کی بازپرس کے حال کا اندازہ امیرالمومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حال سے کرنا چاہیئے کہ دریائے جیہوں کے پُل میں سوراخ ہو گیا جس کی وجہ سے چند گزرنے والوں کے پاؤں کو چوٹ آئی اور اس چوٹ کا جلال امیر المومنین رضی اللہ عنہ پر ہوا کہ آپ رہگذر اور مویشیوں کے راستے سے کیوں غافل رہے اور توجہ نہ دی۔ جس سے خلقِ خدا کو نقصان ہوا جس کا احساس ہوا اور فوراً وہ پُل درست کر دیا گیا یہ کلمات سُن کر باپ بیٹا دونوں خاموش ہو گئے۔

خوارق و کرامات کرامات اور روحانی تصرفات سے اللہ کے نیک بندوں کی بزرگی اور ولایت کا اظہار ہوتا ہے اگرچہ ولایت کے اثبات کے لیے کرامت ضروری نہیں کیونکہ ولی کا وجود ہی بذاتِ خود کرامت ہوتا ہے۔ حضرت شاہ بلاول قادری بھی اللہ کے ایک صالح ولی تھے آپ کی ذاتِ گرامی سے کئی کرامات کا اظہار ہوا۔ آپ سے جن کرامات کا ظہور ہوا ان میں سے چند ایک حسبِ ذیل ہیں۔

(۱) نزولِ بارش ایک دفعہ شیخ ابوطالب جو دہ ہزاری منصب دار تھا جو آپ کا بڑا عقیدت مند تھا اور حلقہ ارادت میں داخل تھا آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرے دیہات کی جاگیر میں بارش نہیں ہوتی

دعا فرمایئے آپ نے آسمان کی طرف مُنہ کر کے دعا کی فوراً بادل نمودار ہوئے آپ نے فرمایا جاؤ اور ابو طالب کی جاگیر پر برسو بادل وہاں سے اُڑا اور اس کی جاگیر کو سیراب کیا۔ [1]

۲۔ مٹی سونا بن گئی محبوب الواصلین میں مرقوم ہے کہ آپ محلہ شیخ ابو اسحاق کے ایک حجرے میں خلوت نشیں ہو کر ہمیشہ تلاوت قرآن شریف میں مشغول رہتے ایک دفعہ آپ کے ہمسایہ کے ہاں لڑکا پیدا ہوا۔ پنجاب کی رسم کے مطابق بھانڈ زرِ مبارک بادلینے کے لیے آئے وہ آدمی بہت تنگ دست اور مفلس تھا اپنے پاس کچھ نہیں رکھتا تھا شاہ بلاولؒ اُس کے حال سے واقف تھے اور مٹی کا آفتابہ لے کر حجرے سے باہر آئے اور اسے دیوار ہمسایہ پر مار کر توڑ ڈالا، تمام مٹی کے ٹکڑے زرِ خالص بن گئے جنھیں نقال اٹھا کرلے گئے اور ہمسایہ نے ان سے خلاصی پائی۔ [2]

۳۔ دفن کی جگہ بتادی ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ کے مرشد نے فرمایا کہ جس جگہ پر آپ کا قیام ہے وہاں سے نقل مکانی کریں۔ چنانچہ آپ وہاں سے اٹھ کر دریائے راوی کے کنارے پر آگئے یہ جگہ وہ تھی جہاں آجکل کوٹ خواجہ سعید میں بارہ دری ہے کہتے ہیں کہ اس وقت وہاں پر پانی کا ایک چشمہ تھا اس کے قریب آپ نے اقامت اختیار کی آپ نے اپنے معتقدین کو نشان دہی کر کے بتایا کہ جگہ ہمارا مدفن ہوگا۔ لہذا آپ کے وصال کے بعد وہی جگہ آپ کا مدفن بنی۔

---

[1] تذکرہ شاہ بلاول قادریؒ از میاں اخلاق احمد

[2] تحقیقات چشتی از مولوی نور احمد چشتی

۴۔ چور کی توبہ

حضرت شاہ بلاولؒ کا لنگر بڑا وسیع تھا۔ دونوں وقت لوگوں کو کھانا ملتا تھا۔ مطبخ میں ہر قسم کا کھانا پکانے کا سامان موجود رہتا تھا۔ ایک دفعہ ایک چور رات کے وقت سامانِ خوراک چرانے کے لیے باورچی خانے میں گھس گیا تو اندھا ہو گیا اور ایک کونے میں چھپ رہا جب دن ہوا تو حضرت شاہ بلاولؒ نے داروغہ مطبخ کو بلایا اور کہا کہ باورچی خانہ میں ایک اندھا بیٹھا ہے اور وہ رات سے بھوکا ہے اس کو کھانا دو۔ داروغے نے اسے کھانا پیش کیا مگر اس نے کھانے سے انکار کر دیا اور کہا کہ مجھے حضرت صاحبؒ کے پاس لے چلو چنانچہ جب پیش کیا تو اس نے معافی مانگی اور سر قدموں پر رکھ دیا۔ حلقہ ارادت میں داخل ہُوا اور آپ کی دُعا سے بینائی واپس آگئی۔

۵۔ مرشد کی نصیحت

ایک دفعہ آپ کے مرشد حضرت شمس الدین قادری لاہوریؒ دریا کے نزدیک ایک درخت کے سایہ میں آرام فرما رہے تھے آپ حاضر خدمت تھے کہ ایک جاٹ آیا اور درخت پر چڑھ کر لکڑیاں کاٹنی شروع کر دیں آپ نے اسے ہر چند روکا مگر جاٹ اپنے ارادہ سے باز نہ آیا آپ نے اس کی جانب نگاہِ غضب سے دیکھا وہ اسی گھڑی گر کر مر گیا۔ جب حضرت شمس الدین قادری لاہوریؒ بیدار ہوئے اور جاٹ کی حالت سے آگاہ ہوئے فرمایا " ہم فقیروں کے لیے ایسا جلال اور غضب روا نہیں بہتر یہ ہے کہ آپ حضرت ابو اسحاق کے ایک حجرے میں خلوت نشیں ہو کر تلاوت قرآن پاک میں مشغول ہو جائیں،، چنانچہ شاہ بلاولؒ وہاں تشریف لے گئے اور ایک لمبی مدت تلاوتِ قرآن پاک اور نماز و روزہ و دوام میں گزار دی۔

۶۔ مریضوں کو شفا

وہ مریض جو زمانے بھر کی ٹھوکریں کھاتے اور جب لاعلاج ہو جاتے تو آپ کے پاس آ کے شفا پاتے آپ مریضوں کو پانی دم کر کے دے دیتے جب وہ پانی پیتے تو ان پر اللہ کا کرم ہو جاتا اور مریض

تندرست ہو جاتے۔

۷۔ غریبوں کی دادرسی آپ مستجاب الدعوات تھے روزانہ کافی لوگ آپ کی خدمت میں حاضری دیتے۔ خوشخط عمدہ انشاپرداز منشی آپ کے دروازے پر رہتے جو حاجت مندوں کے لیے بادشاہ اور امراء کی طرف آپؒ کی جانب سے سفارشی چٹھیاں اور رقعے لکھا کرتے تھے اور لوحِ سفارش نامہ "پر اللہ" بس باقی ہوس تحریر کرتے تھے۔ بادشاہ اور امراء آپ کی سفارش منظور کرتے اور حاجت مندوں کی غرض پوری ہو جاتی۔

وصال و تاریخِ وفات حضرت شاہ بلاول قادریؒ

وقت عشاء شب دوشنبہ ۲۸ ماہ شعبان ۱۰۴۶ھ / ۱۶۳۶ء بعہد شاہجہان بادشاہ ستر برس کی عمر میں وفات پائی موضع بھوگیوال کے متصل دریائے راوی کے کنارے اپنی تعمیر کردہ خانقاہ اور باغ میں دفن ہوئے۔[1]

قطعاتِ تاریخ وفات از مولانا مفتی غلام سرور لاہوری

"ز دنیا شد چو در خلد معلی
جناب شہ بلاولؒ شاہِ شاہاں
بگو مقبول حق سرمست تاریخ (۱۰۴۶ھ)
دگر کامل مرفضل است اے جان" (۱۰۴۶ھ)

مزار حضرت شاہ بلاول قادریؒ موضع بھوگیوال کے متصل دریا راوی کے کنارے اپنی تعمیر کردہ خانقاہ اور باغ میں آپ کو آپ کے صاحبزادہ شیخ محمد حیاتؒ نے دفن کیا اور عالیشان گنبد آپ کے مزار پر بنایا گیا۔ خانقاہ کے ساتھ خوبصورت باغات، سیرگاہیں اور دلکشا مقامات

---

[1] خزینۃ الاصفیاء ص ۲۴۶

تعمیر تھے۔ خانقاہ کے سامنے ایک عالیشان خوبصورت مسجد بنی ہوئی تھی جس کے حجرے نہایت پاکیزہ اور صاف ستھرے تھے مسجد کے درمیان ایک حوض نہایت وسیع اور گہرا تھا۔ جس میں عجیب قسم کے فوارے تھے۔ باغ میں طرح طرح کے پھلدار درخت اور پھول دار پودے تھے مسجد میں حوض کے گرد قرآن شریف پڑھنے والوں۔ قاریوں اور حافظوں کے گروہ دن رات قرآن خوانی میں مشغول رہتے۔ باغ اتنا خوبصورت تھا کہ حاجت مند، امیر کبیر، بیگمات اور عقیدت مند درختوں کے سایہ تلے آرام کرتے۔ بعد از دوپہر آپ کی زیارت سے مشرف ہوتے[1]

رائے کنہیا لال نے اپنی تاریخ لاہور میں ایک عجیب وغریب واقعہ لکھا ہے، اس کا بیان ہے کہ ابتداءً شاہ بلاول کو دریائے راوی کے کنارے رنجیت سنگھ کی بارہ دری تھی۔ ایک گنبد کے نیچے دفن کیا گیا، لیکن جوں ہی دریائے راوی نے اپنا رُخ بدلا تو اُس کی وجہ سے بارہ دری کا بہت سا حصّہ خراب ہوگیا، چونکہ مزار اس بارہ دری کے بغل میں تھا، اس لیے مہاراجہ رنجیت سنگھ نے خود اپنے وزیر سیّد عزیز الدین سے کہہ کر اُن کا جسد موجودہ مقبرے میں منتقل کروا دیا، جس وقت قبر کھولی گئی تو کنہیا لال کے قول کے مطابق جسد مبارک بالکل صحیح وسالم نکلا، بعد نماز جنازہ اُسے دوبارہ سپرد قبر کیا گیا[2] آپ کا مزار ریلوے کالونی گھوڑے شاہ روڈ پر ہے۔

حضرت شاہ کنٹھ قادری نوشاہیؒ

آپ کے آباؤ اجداد افغانستان کے رہنے والے تھے اس لیے آپ افغانستان

---

[1] تذکرہ شاہ بلاول قادری۔

[2] تاریخ لاہور

ہی میں پیدا ہوئے دینی تعلیم و تربیت بھی وہیں ہوئی۔ بچپن اور لڑکپن کا زمانہ گزارنے کے بعد جب آپ جوان ہوئے تو آپ کو نیک اور صالح ماحول میسر آیا اس کے زیر اثر آپ کے دل میں یاد الٰہی اور تلاش حق کی جستجو نے کروٹ لی۔ چنانچہ آپ تلاش حق میں اپنے وطن سے چل دیے۔ سیر و سیاحت کرتے ہوئے حضرت نوشہ گنج کی خدمت میں حاضر ہوئے ان کی ملاقات کا آپ کے دل پر گہرا اثر ہوا اور آپ ان کی روحانیت سے بے حد متاثر ہو کر بہت جلد ہی مرید ہو گئے پھر کچھ عرصہ ان کی خدمت میں گزارا جس سے آپ کا باطن اسرار و رموز سے معمور ہو گیا۔ چنانچہ حصول روحانیت کے بعد آپ لاہور چلے آئے اور یہاں پر اس جگہ قیام کیا جہاں آجکل آپ کا مزار اقدس ہے۔ آپ نے جتنا عرصہ بھی لاہور میں گزارا اس کا بیشتر حصہ ذکر و فکر اور یاد الٰہی میں بسر کیا آپ صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے اس لیے بے شمار حضرات کو آپ سے دینی اور روحانی فیوض و برکات حاصل ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ اپنی جائے قیام پر کافی عرصہ معتکف رہے۔ آخر ۲۴ ربیع الاوّل ۱۱۱۹ھ مطابق ۱۵ جون ۱۷۰۷ء کو آپ کا وصال ہوا اور آپ کو آپ کے ڈیرے پر ہی دفن کر دیا گیا۔ آپ کا مزار علاقہ گوالمنڈی میں شاہ کنٹھ سٹریٹ میں واقع ہے۔ آپ کے مزار پر گنبد بھی ہے گنبد میں چار قبریں ہیں۔ غربی جانب پہلی قبر آپ کی ہے دوسری قبر محمود شاہ کی تیسری بھائی خاں کی اور چوتھی قبر بابا الٰہی شاہ کی ہے یہ گنبد بابا جواہر شاہ نے ۱۸۷۳ء میں تعمیر کروایا تھا آپ کے مزار کے پاس ایک مسجد بھی ہے۔ اس مسجد میں دینی مدرسہ بھی ہے۔ خانقاہ کے پاس ایک وسیع و عریض احاطہ میں قبرستان ہے۔ حضرت شاہ کنٹھ کے مرقد پر جو کتبہ لگا ہوا ہے اس پر لکھا ہوا ہے کہ مرقد مبارک شاہ کنٹھ و الٰہی شاہ مرحوم از خاندان نوشاہیہ قادریہ۔

حضرت پیر برہانؒ

حضرت شاہ برہان کا تعلق سادات بخاری سے تھا آپ کے آباؤ اجداد بخارا سے

آکر پنجاب میں آباد ہوگئے آپ کے والد قصبہ روح شریف میں قیام پذیر تھے جن کا اسم گرامی حضرت محب اللہ تھا۔ آپ کے والد ماجد قصبہ مذکور سے آکر لاہور میں آباد ہوگئے، اور آپ کی ولادت ۹۸۱ھ میں ہوئی۔ یہ جلال الدین اکبر کا دورِ حکومت تھا۔

ابتدائی حالات آپ کے والد ماجد کی رہائش گاہ بیرون یکی دروازہ تھی جہاں پر آپ کا مزار اقدس ہے آپ اس کے بعد آپ مرشدِ کامل کی تلاش میں پھرتے رہے۔

روحانی فیض حضرت میاں میرؒ کی روحانی تربیت کے علاوہ آپ کو روحانی فیض ایک درویش سے بھی حاصل ہوا۔ آپ کی زندگی فقیرانہ درویشانہ تھی۔ آپ کو زیادہ فیض حضرت خواجہ بہاریؒ سے حاصل ہوا۔ آپ ان کے بیعت تو نہ تھے لیکن عقیدت کی بنا پر آپ کو قادری کہا جاتا ہے۔

چنیوٹ میں سلسلہ رشد و ہدایت آپ حضرت خواجہ بہاری کے فرمان پر چنیوٹ تشریف لے گئے اور وہاں پر بے شمار لوگ آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے کچھ عرصہ وہاں قیام ہونے کے بعد آپ لاہور آگئے اور یہیں آپ کا وصال ہوا۔

تاریخ وفات آپ کا وصال ۱۰۶۱ھ بمطابق ۱۶۵۰ء میں ہوا۔ یہ شاہ جہاں کی حکومت کا زمانہ تھا۔ آپ کی وفات کے بعد عقیدت مندوں نے آپ کا مزار بنا دیا۔ آپ کا مزار یکی دروازہ کے باہر ایک گلی میں احاطہ کے اندر ہے۔ اور آپ کے مزار کے اوپر کتبہ نصیب ہے غلطی سے آپ کا نام پیر بُرہان کی بجائے "بھوران" لکھا ہوا ہے۔ حدیقۃ الاولیاء میں ہے کہ پہلے آپ کا مقبرہ عالی شان بنا ہوا تھا لیکن سکھوں نے اسے سخت نقصان پہنچایا۔ سکھوں کی حکومت کے بعد آپ کے عقیدت مندوں نے پھر پیر بُرہان کا مزار تعمیر کروایا جو آپ کے مزار

کے اُوپر ایک چھوٹا سا گنبد بھی ہے اور ساتھ ایک چھوٹی سی مسجد ہے۔

لاہور کے موضوع پر جتنی بھی قدیم کتب موجود ہیں ان میں پیر برہان کے حالات کے بارے میں کوئی مفصل وضاحت نہیں تھی مگر بقول تحقیقات چشتی کے اکبری دور کے ایک بہت بڑے ولیٔ کامل تھے مگر موجودہ دور کے اولیائے سہرورد کے مصنف جنابؒ میاں محمد دین کلیم صاحب قدرے تفصیل کے ساتھ آپ کا ذکر کیا ہے لیکن موصوف نے کسی مآخذ کا حوالہ نہیں دیا

حضرت شیخ حسین جامیؒ

حضرت شیخ حسین جامی مغل بادشاہ جہانگیر کے عہد حکومت میں لاہور کے بہت بڑے فاضل اور عالم دین تھے۔ جہانگیر نے تزک جہانگیری میں ان کا ذکر بڑے ادب کے ساتھ کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے۔

"میری تخت نشینی سے چھ مہینے قبل شیخ حسین جامی نے جو درویش شیرازی کے مریدوں میں ہے اور اس وقت مسندِ درویشی پر متمکن ہے مجھے لکھا تھا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ اولیائے بزرگ اور دوسرے حضرات نے سلطنت ہندوستان کا بوجھ آپ کے کندھوں پر رکھا ہے، آپ اس خوشخبری سے قوی دل اور مطمئن ہو کر فتوح غیب کے منتظر رہیں"

یہ وہ زمانہ تھا جب سلیم اپنے باپ سے ناراض ہو کر الٰہ آباد میں مقیم تھا۔ اس کے ساتھ ہی مولانا جامی نے بادشاہ کو یہ بھی لکھا کہ جب خداوند کریم آپ کو سلطنت عطا کرے تو خواجہ زکریا جو سلسلۂ احرار سے ہے اس کی تقصیرات پر قلمِ عفو پھیر دیا جائے۔

لہ لاہور کے اولیائے سہروردص ۵۲

جب جہانگیر تخت نشین ہو گیا تو اس کو اپنے فرزند خسرو کی بغاوت دبانے کے لیے آگرہ سے لاہور تک آنا پڑا تو وہ یہاں آ کر حسین جامیؒ سے بھی ملا۔ وہ لکھتا ہے " کابل جانے سے پیشتر میں نے شیخ حسین جامی سے ملاقات کی اور چونکہ اس نے مجھے خواب کے ذریعہ تخت کی بشارت دی تھی اور اس کے خواب سچے ظاہر ہوا کرتے تھے اس لیے میں نے اس کی خانقاہ کے لنگر خانے کے لیے بیس لاکھ درم جو چالیس ہزار روپیہ کے قریب ہوتے تھے مقرر کیے "

جہانگیر کے ان الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ شیخ جامی صرف مولوی اور مدرس ہی نہ تھے بلکہ صاحب دل روشن ضمیر درویش بھی تھے اور ان کے ہاں ایک لنگر خانہ بھی تھا جہاں فقراء اور مسافروں کا قیام رہتا تھا۔

شیخ حسین جامی نے دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لیے لاہور میں ایک درس قائم کیا اور زندگی کا اکثر حصہ درس و تدریس میں گزارا مخلوق خدا کی کثیر تعداد آپ کے ظاہری اور باطنی علوم سے فیض یاب ہوئی۔

تاریخ لاہور میں ہے کہ عہد جہانگیری و شاہجہانی میں یہ بزرگ لاہور میں عالم و فاضل تھے ان کے فتوے کو سب اہل اسلام قبول کرتے تھے بادشاہ کے دربار میں بھی ان کا دخل تھا۔[1]

شیخ حسین جامی ایک بلند پایہ شاعر بھی تھے ان کا نمونہ کلام یہ ہے[2]

ہر کس کہ دل از مدار دنیا برداشت | عبرت زشمار کار دنیا برداشت
گو بند زمین بر سر گاؤ ست بلے | گاؤ ست کسے کہ بار دنیا برداشت

آپ کا انتقال ۱۰۷۲ھ بمطابق ۱۶۶۱ء میں عالمگیر کے عہد حکومت میں ہوا آپ

---

[1] تاریخ لاہور از کنہیا لال ص ۳۰۵

[2] نقوش لاہور نمبر ص ۵۰۹

کو قبرستان میانی صاحب میں دفن کیا گیا۔ آپ کی قبر لاہور کے قدیم قبرستان میانی صاحب میں حضرت طاہر بندگی کے احاطہ کے شرق رویہ ہے آپ کی قبر زمین دوز ہے اور بالکل خستہ حالت میں ہے۔

حضرت شاہ گدا قادری شطاریؒ

حضرت سید ابو تراب بابا شاہ گدا کے نام سے مشہور ہیں آپ کا اصلی وطن شیراز تھا اور آپ کا سلسلہ نسب سادات حسنیہ سے ملتا ہے۔ اس لیے آپ کو حسینی شیرازی بھی کہا جاتا ہے آپ کے والد کا نام سید نجیب الدین تھا۔ حضرت ابو تراب کی جائے پیدائش بھی شیراز ہے۔

شجرہ نسب آپ کا شجرہ نسب یوں بیان کیا جاتا ہے سید ابو تراب بن سید نجیب الدین بن سید شمس الدین بن اسد الدین بن زین الدین المشہور بہ زین العابدین بن یونس بن عبد الوہاب بن عبد الهادی بن ابو البرکات بن ابو علی بن عبد اللطیف بن محمد شریف بن الو المظفر بن عبد الباقی بن ابو الحسن بن عبد العزیز شیرازی بن سید عبد اللہ بن محمد امین بن قدرت اللہ بن سید موسیٰ بن مسعود بن صادق بن احمد بن سید باقر بن حسن بن زید بن جعفر بن محمود بن ہارون بن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق علیہم الرحمۃ۔

شیخ وجیہہ الدین کی بیعت آپ نے ابتدائی ظاہری علوم اپنے وطن ہی میں حاصل کیے نیک اور صالح والدین کی تربیت کے زیر اثر تلاش حق کی تڑپ پیدا ہوئی حتیٰ کہ اللہ کی تلاش میں اپنے وطن سے نکلے اور اللہ کی زمین پر مختلف علاقوں میں پھرتے رہے لیکن کوئی مرشد کامل نہ ملا آخر کار آپ شیخ وجیہہ الدین کی شہرت سن کر گجرات (ہندوستان) تشریف لے گئے وہاں ان

کے دست حق پر بیعت کی۔

خرقہ خلافت آپ پیر و مرشد کی خدمت میں عرصہ دراز تک رہے اور انہی کی صحبت سے آپ کو روحانی فیض ملا۔ آپ نے سلوک کی منازل طے کرنے کے لیے بے حد مجاہدہ اور ریاضت کی۔ تکمیل روحانیت پر آپ کے پیر و مرشد نے سلسلہ قادریہ اور شطاریہ میں آپ کو خلافت سے سرفراز کیا۔

شیخ وجیہ الدین آپ کے پیر و مرشد متاخرین مشائخ میں سے عظیم المرتبت تھے اور علوی خاندان سے تعلق رکھتے تھے آپ کا تعلق کئی سلسلوں سے تھا لیکن شطاری سلسلے میں آپ کو شہرت ہوئی آپ اسی سلسلے میں شیخ غوث گوالیاری کے مرید اور خلیفہ تھے۔

حضرت شاہ گدا کا شجرہ طریقت آپ کو دو سلسلوں یعنی قادریہ اور شطاریہ سے فیض حاصل ہوا تھا۔ اسی لیے آپ کو قادری شطاری کہا جاتا ہے۔ آپ کے دونوں شجرے حسب ذیل ہیں۔

شجرہ قادری سید ابو تراب الشیخ وجیہ الدین گجراتی کے مرید۔ یہ سید محمد غوث گوالیاری کے، یہ شیخ طیفور حاجی کے۔ یہ شیخ ابوالفتح المخاطب کے یہ شیخ ہدایت اللہ سرمست کے۔ یہ شیخ عبدالوہاب کے۔ یہ مرید شیخ عبدالرؤف کے۔ یہ شیخ محمود کے۔ یہ شیخ عبدالغفار کے۔ یہ شیخ محمد کے۔ یہ شیخ عبدالرحیم کے۔ یہ سید ابوبکر تاج الدین کے اور یہ مرید اپنے والد ماجد حضرت غوث الاعظم قطب العالم شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز کے۔

شجرہ شطاریہ سید ابو تراب مرید شیخ وجیہ الدین گجراتی۔ یہ مرید سید محمد غوث گوالیاری۔ یہ مرید شاہ حمید۔ یہ مرید شاہ قاذن۔ یہ مرید شیخ عبداللہ شطاری کے۔

لاہور میں مسکن آپ نے زندگی کا کافی عرصہ گجرات میں گزارا لیکن جب آپ کے مرشد اس فانی دُنیا سے کوچ کر گئے تو آپ بھی گجرات کو خیر باد کہہ کر لاہور چلے آئے اور لاہور میں آکر سکونت اختیار کرلی۔ اور پھر آخری دم تک یہاں رہے بیان کیا جاتا ہے کہ آپ بعہد ہمایوں لاہور میں تشریف لائے۔

مجذوبانہ کیفیت آخری عمر میں آپ پر جذب کا غلبہ رہتا تھا۔ اور آپ قلندار طریقے سے رہتے اور دن رات گھومنے پھرنے میں گزار دیتے لیکن آخری عمر میں ضعف کی وجہ سے ایک جگہ پر ہی پڑے رہتے حتیٰ کہ آپ کے بارے میں عام روایت ہے کہ حضرت شاہ گدا اکثر بوضع مجذوباں بدن سے برہنہ رہا کرتے تھے اور اکثر اوقات یہ شعر بحالت جذب پڑھا کرتے تھے۔ شعر

خود بود خُدا بود علی بود گدا بود
درحضرت معبُود علی بود گدا بود

لاہور کے کثیر لوگوں کو آپ سے فیض پہنچا جو بھی جس غرض سے آپ کے پاس آتا اللہ اس کی آرزو پوری کرتا لہذا لاہور کے بہت سے لوگ آپ کے عقیدت مند ہوئے۔ کیونکہ کئی بیماروں کو آپ کی دعا سے شفا ملی اور کئی مصیبت زدوں کی تکالیف دور ہوئیں۔ اس لیے بے شمار مخلوق خُدا آپ کی بزرگی اور ولایت کی مداح خواں ہوئی۔

خلفاء سید ابوتراب آپ جب ہوش میں تھے تو آپ نے چھ حضرات کو سلسلہ عطاریہ میں خلافت عطا فرمائی جن کے نام یہ ہیں۔

اوّل قاضی محمد لاہوری آپ کے مزار کے جوار میں آسودہ ہیں۔ دوم شیخ فاضل مدفون دہلی۔ سوم شاہ جمال مدفون رہتاس۔ چہارم لعل گدا۔ پنجم احمد گدا۔ اور ششم

شہباز گدا۔ یہ تینوں حضرات لاہور میں آپ کے حریم مزار میں آسودہ ہیں۔

وفات حضرت ابوتراب جامع الکمالات کی وفات ۱۴ شوال ۱۰۷۱ھ کو (بمطابق ۲ جون ۱۶۶۱ء کو عہدِ عالمگیر میں) ہوئی۔ حدیقۃ الاولیاء میں نام سید عبدالقادر المشہور شاہ گدا لکھا ہے۔

تاریخ رحلت ؎

شہ گدا سید ولئ متقی — بندۂ حق خاک پائے بوتراب

"سیوحیۃ" گو سال ترحیلش دگر — "شہ ولی سید گدائے بوتراب"

۱۰۷۱ھ — ۱۰۷۱ھ

مزار مبارک آپ کا مزار مبارک گڑھی شاہو میں ریلوے کالونی میں ہے۔

حضرت قاضی محمد افضل گدا قادریؒ

حضرت افضل گدا سید ابوتراب المعروف بابا شاہ گدا کے مرید اور خلیفہ تھے۔ آپ کا اصل نام قاضی محمد افضل تھا آپ دہلی کے رہنے والے تھے اور قاضی کے عہدہ پر فائز تھے بڑے عالم اور فاضل تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ دہلی سے لاہور آئے آپ کو بزرگانِ دین کی ملاقات کا بڑا شوق تھا حضرت میاں میرؒ کی شہرت سُن کر ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

حضرت میاں میرؒ نے پوچھا کہ آپ اپنے آنے کا مقصد بتائیں۔ قاضی افضل نے عرض کی آپ کی زیارت کے لیے آیا ہوں۔ حضرت میاں میر صاحب نے فرمایا کہ اچھا زیارت کرو، پھر قاضی افضل نے کہا کہ میں نے سُنا ہے لاہور میں شاہ گدا ایک اللہ کا فقیر ہے جو شرع کا پابند نہیں حضرت میاں میرؒ نے فرمایا کہ تم اُن کو صاحب شرع بنانے کے لیے آئے ہو، قاضی نے کہا کہ میں کون ہوں شرع جناب

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے جو کچھ احکام کتاب وسنت کے ہوں گے۔ وہ بیان کروں گا۔ میاں میر صاحب نے فرمایا کہ اگر ہمارے کہنے کو سنو تو اُن کے ساتھ تکرار نہ کرنا کیونکہ وہ بظاہر مست ہے اور باطن میں سالک ہے۔ قاضی نے کہا کہ اچھا میں ان کے پاس نہیں جاتا۔ میاں میر صاحب نے فرمایا کہ جاؤ اور زیارت کرو مگر بے ادبانہ گفتگو زبان پر نہ لانا۔ قاضی افضل وہاں سے روانہ ہو کر حضرت شاہ گدا کے پاس آئے۔ دیکھا کہ حضرت گدا کا آدھا بدن زمین کے اندر اور باقی اُوپر ہے اور سرنگوں بطرفِ کعبہ شریف پڑے ہوئے ہیں۔ قاضی صاحب نے جا کر السلام علیکم کہا۔ اُنھوں نے کچھ جواب نہ دیا۔ دوسری دفعہ پھر سلام کیا، پھر بھی جواب نہ ملا۔ تیسری دفعہ پھر سلام علیکم کہا، تب شاہ گدا صاحب نے سر اٹھا کر جواب سلام علیکم دیا اور پھر اپنا سر نیچے جھکا لیا۔ قاضی محمد افضل صاحب نے عرض کی کہ حضرت پھر سر اونچا فرمائیں کہ میں آپ کی زیارت اچھی طرح کر لوں۔ حضرت شاہ گدا نے پھر سر اونچا کیا۔ قاضی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت آپ کے لبوں کے بال بڑھے ہوئے ہیں اگر فرماؤ تو درست کر دوں۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا تم جانو جو چاہو سو کرو مجھ کو حکم شرع سے کچھ انکار نہیں۔ قاضی صاحب نے مقراض سے اُن کے مُوئے لب درست کر دیے اور کہا کہ اب آپ کا چہرہ نورانی ہو گیا مُنہ پر ہاتھ پھیر کر دیکھو۔ حضرت شاہ گدا صاحب نے فرمایا کہ آپ کا چہرہ بھی نورانی ہو گیا تم بھی مہربانی کر کے مُنہ پر ہاتھ پھیرو۔ جب اس نے مُنہ پر ہاتھ پھیرا تو ڈاڑھی اور مونچھوں کے بال بدن سے بالکل علیحدہ ہو کر ہاتھ میں آ گئے اور لنڈ منڈ ہو گئے پس ہاتھ باندھ کر قدموں پر گر پڑے اور اپنی غلطی کی معافی طلب کی۔ آپ نے فرمایا کہ ہم غیر شرع ہیں تم کسی صاحب شریعت کے پاس جاؤ۔ وہ خاموش ہاتھ باندھ کر بیٹھ رہے اودھر میاں میرؒ کو پتہ چل گیا کہ قاضی محمد افضل کے ساتھ کچھ واردات ہو گئی ہے وہ وہاں آ گئے اور حضرت شاہ گدا تعظیماً اُٹھ کھڑے ہوئے اور ستر برہنگی کے لیے ایک کمل اپنے اُوپر اوڑھ لیا۔ حضرت میاں میرؒ نے فرمایا کہ حضرت یہ قاضی آپ کا غلام

معصوم ہے اس پر مہربانی کرو۔ انھوں نے فرمایا کہ ہم تو غیر شرع ہیں تم مہربانی کرو، میاں میرؒ صاحب نے فرمایا کہ یہ شمشیر باطنی ہے آپ اس شمشیر کو میان کرو، دوسری مرتبہ پھر حضرت شاہ گدا صاحب نے فرمایا کہ تم بھی کچھ کرو۔ پھر حضرت میاں میرؒ صاحب نے فرمایا کہ یہ آپ ہی کا غلام ہے اور رہے گا۔ آپ ہی توجہ فرمایئے آخر شاہ گدا صاحب نے قاضی صاحب کو کہا کہ آپ پھر منہ پر ہاتھ پھیرے۔ جب قاضی صاحب نے ہاتھ پھیرا تو دیکھا کہ ریش اور مونچھیں ثابت اور سالم ہو گئی ہیں۔ اسی وقت قاضی افضل حضرت کے قدموں میں گرا اور کہا کہ آپ میرے مرشد ہوئے۔ پھر حضرت شاہ گدا صاحب نے تسلی دی اور فرمایا کہ اچھا بیٹھو۔ بعد ازاں جو مال، گھوڑا ہاتھی وغیرہ ان کے پاس تھا وہ سب کا سب حضرت میاں میرؒ صاحب کو دے دیا اور کہا کہ یہ مال فی سبیل اللہ لوگوں کو دے دو۔ حضرت میاں میر صاحب رخصت ہو کر اپنے مکان پر چلے آئے۔

اس واقعہ کے بعد قاضی صاحب حضرت شاہ گدا کے آخری دم تک آپ کی خدمت میں رہے البتہ کبھی کبھار واپس دلی جاتے تو فوراً واپس آجاتے۔ اور حضرت شاہ گدا ہی کی نگاہ کیمیا سے روحانی فیض پایا اور پھر اسی فیض سے خطۂ لاہور کے ہر خاص و عام کو سیراب کیا۔ حضرت باباشاہ گدا کی وفات کے بعد آپ ان کے جانشین ہوئے۔ اور آخر ۱۰۹۲ھ میں دارِ فانی سے رخصت ہوئے آپ کی قبر حضرت شاہ گدا کے ساتھ پہلو میں بنی۔ جو مرجع خاص و عام ہے آپ کا مزار ریلوے کالونی گڑھی شاہو میں ہے۔

ف: صاحب خزینۃ الاصفیاء نے ان کی تاریخ وفات میں یہ قطعہ درج کیا ہے۔

کریم و اکرم و شیخ مکرم	شہ اہل کرم افضل محمد
وصالش قطب افضل اہل دل گو	دگر پاکیزہ دم افضل محمد
۱۰۹۲ھ	۱۰۹۲ھ

حضرت سید شاہ چراغ قادریؒ

حضرت سید شاہ چراغ لاہوریؒ مشہور فقیر دوست بادشاہ شاہجہاں کے دور کے تھے۔

پیدائش آپ جب پیدا ہوئے تو آپ کا نام عبدالرزاق رکھا گیا لیکن آپ کے پیدا ہونے پر آپ کے دادا سید عبدالقادر ثالث حیات تھے، انھیں سید عبدالرزاق کی پیدائش کی اطلاع دی گئی تو اِس خبر کو سُن کر بے حد خوش ہوئے اور فرمایا کہ ہمارے گھر میں ایک چراغ پیدا ہوا ہے، جو اس خاندان کو روشن کرے گا، اُسی روز سے آپ چراغ شاہ کے لقب سے مشہور ہوئے۔

سلسلۂ نسب آپ کے والد کا نام نامی سید عبدالوہاب تھا، آپ کا سلسلہ نسب یوں ہے سید عبدالرزاق بن سید عبدالوہاب بن سید عبدالقادر ثالث بن محمد غوث بالا پیر زین العابدین بن سید عبدالقادر ثانی بن سید محمد غوث اُچی گیلانی۔

سیر و سیاحت سیر و سیاحت جو حصولِ علم اور مشاہدات کا ایک بہترین ذریعہ ہے لہذا اکثر بزرگان دین نے سیر و سیاحت کی اکثر بزرگان دین زندگی کے پہلے حصے میں سیر و سیاحت کرتے ہیں اور آخری حصہ میں ایک جگہ پر قیام پذیر ہو جاتے ہیں۔ حضرت شاہ چراغ بھی اسی قسم کے بزرگ تھے کہ جنھوں نے اپنی زندگی کے پہلے حصے میں سیر و سیاحت کی، آپ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ آپ ایک عرصے تک مختلف ممالک کی سیاحت کرتے رہے، پھر زیارت

---

[1] حدیقۃ الاولیاء، مفتی غلام سرور لاہوری، مطبوعہ لاہور

حرمین شریفین سے مشرف ہوئے، اور وہاں کے شیوخ سے بھی روحانی فیوض حاصل کیے۔

خلافت آپ سلسلہ عالیہ قادریہ ہی میں اپنے والد ہی کے دست حق پر بیعت تھے اور انہی سے آپ کو خلافت عطا ہوئی اور دیگر بزرگوں سے اور باطنی طور پر بھی کئی اولیاء سے فیض حاصل کیا۔ آپ کے والد ماجد حضرت سید عبدالوہاب کا شمار اپنے زمانے کے اکابر شیوخ میں ہوتا تھا۔ انھوں نے اپنی نگاہ باطنی سے آپ کو مختلف ریاضتوں اور عبادتوں سے گزارا۔

شاہ جہاں کی عقیدت شاہ جہاں بادشاہ آپ سے غیر معمولی عقیدت رکھتا تھا، اس کی تمنا تھی کہ آپ کے کسی ایک صاحبزادے سے اپنی لڑکی منسوب کرے، لیکن آپ نے اسے پسند نہیں فرمایا۔

سیرت آپ کی سیرت کے بارے میں مفتی غلام سرور لاہوری لکھتے ہیں۔ مشائخ قادریہ عالیہ میں سے یہ بزرگ صاحب عبادت و ریاضت و زہد و تقویٰ جامع علوم ظاہری و باطنی تھے۔ ان کو سیر کا شوق بہت تھا۔ انھوں نے اکثر ملکوں کی بطور تجرید سیر کی اور آپ علوم باطنی و شرافت و نجابت و سیادت و شجاعت و سخاوت میں جامع تھے۔ اور اپنے پدر بزرگوار سے خرقۂ ارادت و خلافت پایا تھا۔ جب پیدا ہوئے تو آپ کے جدامجد حیات تھے انھوں نے فرمایا کہ "و زحلہ چراغی پیدا شدہ است کہ خانۂ خاندان ما از و منور گردد" پس اس روز سے شاہ چراغ کے خطاب سے مشہور ہوئے۔

وفات آپ ۲۲ ذی قعدہ ۱۰۶۸ھ کو اس دار فانی سے رخصت ہوئے یہ مغل بادشاہ شاہجہان کا عہد تھا آپ کو اس جگہ دفن کیا گیا جہاں آجکل آپ کا روضہ مبارک ہے آپ کے وصال کے بعد شاہجہان نے ایک عالی شان گنبد آپ کے مزار پر تعمیر کروایا۔

مفتی غلام سرور نے اس قطعہ میں آپ کی تاریخ وفات نکالی ہے۔

شاہِ دنیا، شاہِ عقبیٰ شہ چراغ
رفت چوں آواز جہاں اندر جہاں
گشت روشن سالِ ترحیلش ز دل
"سیدِ حق آفتابِ عارفاں"

١٠٦٨ھ

اولاد

آپ کے سات لڑکے تھے آپ کے تمام صاحبزادے علم وفضل، زہد وورع میں اپنے والد کے نقشِ قدم پر تھے، لیکن آپ کے بعد آپ کے بڑے صاحبزادے سید مصطفیٰؒ نے مسندِ رشد و ہدایت کو زینت بخشی۔ سید مصطفیٰؒ بن شاہ چراغ نے ١٢ شعبان ١٠٨٤ھ کو وفات پائی۔ لڑکوں کے علاوہ آپ کی صاحبزادیاں بھی تھیں۔

مزار مبارک

آپ کا مزار مبارک لاہور ہائی کورٹ شارع قائداعظم کے غرب رویہ مسجد شاہ چراغ کے ایک طرف واقع ہے مقبرہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ جہاں اب اُن کا روضہ منورہ ہے اس وقت بعملداری مغلیہ یہاں کا محلہ گو رِلنگر خاں مشہور تھا اور اکثر اشخاص اس گزر کو آپ کے نام سے بھی زبان زد کیا کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ لنگر خاں امرائے شاہی میں سے تھا۔

گنبد کے اندر آٹھ قبریں ہیں ایک قبر تو حضرت شاہ چراغ ہے دو قبریں آپ کے صاحبزادوں کی ہیں اور دیگر قبور آپ کی صاحبزادیوں کی ہیں۔ مقبرہ کے مغرب کی طرف ایک مسجد بھی ہے۔ جس کو ناظم لاہور نواب بہادر خان نے اپنی والدہ کی وصیت کے مطابق بنوایا تھا۔ مسجد کے غرب رویہ ایک چبوترہ پر ایک بوسیدہ سی چار دیواری ہے، جس پر حضرت شاہ چراغ کے مرید ثبوت شاہ کا مزار ہے۔

حضرت شاہ رضا قادریؒ

مشائخ لاہور متاخرین میں سے حضرت رضا شاہ قادری کو خاص اہمیت حاصل ہے آپ ایک جید عالم دین اور شیخ کامل تھے۔

آپ کی پیدائش لاہور میں ہوئی بچپن میں دنیاوی مروجہ علم حاصل کیا اس کے بعد بالغ ہونے پر آپ کو دینی علوم حاصل کرنے کا شوق پیدا ہوا چنانچہ ایک امام مسجد سے آپ نے عربی اور فارسی کی تعلیم حاصل کرنا شروع کی بعد ازاں لاہور کے اکابر علماء سے دینی علوم یعنی تفسیر حدیث اور فقہ کی تکمیل کی۔

حصول معرفت

دینی علوم حاصل کرنے کے بعد آپ کو آخرت کی فکر ہوئی۔ چنانچہ آپ نے لاہور کے مشہور بزرگ شیخ محمد فاضل کی سلسلہ قادریہ شطاریہ میں بیعت کی۔ حضرت شیخ فاضل اولیائے کاملین سے تھے۔ پھر آپ نے اپنے شیخ کی ہدایت کے مطابق عرفان اور سلوک کی منازل طے کیں۔ اور آخر انہی کے فیض سے خرقہ خلافت پایا۔

شجرہ طریقت

آپ کے پیران طریقت کا سلسلہ چند واسطوں سے حضرت محمد غوث گوالیاری سے ملتا ہے آپ طریقت میں حضرت شیخ محمد فاضل لاہوری کے مرید تھے۔ وہ شیخ الہ داد قادری اکبر آبادی کے مرید اور وہ مرید حضرت محمد ملال کے وہ مرید شیخ نور کے وہ مرید زین العابدین چشتی کے اور وہ مرید حضرت شیخ عبدالغفور کے اور وہ مرید شیخ وجیہہ الدین گجراتی کے اور وہ حضرت محمد غوث گوالیاری کے مرید تھے۔

سلسلہ رشد وہدایت

آپ نے تکمیل علم کے بعد کچھ عرصہ درس کا سلسلہ جاری رکھا لیکن بعد ازاں اسے چھوڑ کر یاد الٰہی میں زیادہ مصروف رہنے لگے لیکن انفرادی طور پر سلوک اور معرفت میں لوگوں کی تربیت کا

سلسلہ آخری دم تک جاری رکھا آپ علم وفضل کے اعتبار سے ایک بلند مقام کے مالک تھے اس لیے آپ کے زمانہ میں لاہور میں بے شمار عالم فاضل لوگ آپ کی عظمت کے قائل تھے۔ آپ صاحب فتویٰ تھے آپ اپنے معتقدین کو عموماً اسماء الٰہی پڑھنے کی تاکید کیا کرتے تھے۔ اور خاص کر آپ کی ہدایت کے مطابق جو کوئی دعائے ماثورہ پڑھتا تو اس پر اس دعا کے اسرارِ باطنی بہت جلد ظاہر ہو جاتے آپ کی دعا کے اثرات کا یہ عالم تھا کہ آپ جو منہ سے نکالتے اکثر اسی طرح ہو جاتا۔ گویا کہ آپ کو اللہ نے اتنا باطنی نعمتوں سے مالا مال کیا تھا کہ جو بھی آپ کے پاس جائز حصول مقاصد کے لیے آتا تو اپنی مراد ضرور پاتا۔

صاحب خزینۃ الاصفیاء آپ کے اوصاف اور مناقب کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ متاخرین صوفیاء میں شاہ رضا قادری جن ظاہری اور باطنی نعمتوں سے بہرہ ور تھے، وہ لاہور اور پنجاب میں دوسروں کا حصّہ نہ بن سکیں۔

وفات حضرت شاہ محمد رضا ۱۲ جمادی الاول ۱۱۱۸ھ/۱۷۰۶ء کو واصل اللہ ہوئے۔ آپ کا مزار لاہور کے قریب ٹبی بازار میں واقع ہے۔ مفتی غلام سرور لاہوری نے خزینۃ الاصفیاء میں قطعہ تاریخ وفات یوں درج کیا ہے۔

چوں شاہ رضا دائی والا	با نعمتِ خلد گشت راضی
تاریخ وصالِ آں معلیٰ	دل گفت کہ آفتابِ خلد است

۱۱۱۸ھ

حضرت شاہ محمد غوث قادریؒ

حضرت شاہ محمد غوثؒ بارہویں صدی ہجری کے ایک جلیل القدر بزرگ تھے۔ جو حضرت سیّد عبدالقادر جیلانیؒ کی اولاد سے تھے۔

والد ماجد آپ کے والدِ ماجد کا نام سیّد حسن پشاوری تھا (جو ایک ولی کامل تھے علوم ظاہری و باطنی سے پوری طرح بہرہ ور تھے۔ آپ

بڑے متخیر بزرگ تھے آپ پشاور میں رہتے تھے اور وہیں وصال ہوا۔

پیدائش

حضرت شاہ محمد غوث ۱۰۸۵ھ میں پشاور میں پیدا ہوئے۔ آپ حضرت سید حسنؒ پشاوری کی دوسری بیوی کے سب سے بڑے فرزند تھے آپ اپنے والد اور والدہ دونوں کی طرف سے صحیح النسب سید تھے۔ آپ کا سلسلۂ نسب چند واسطوں سے حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ سے جا ملتا ہے، والدِ ماجد کی طرح آپ کی والدۂ محترمہ کا خاندان بھی نہایت علم دوست اور روحانی دولت سے مالا مال تھا۔

نسب نامہ

آپ کا شجرہ نسب یہ ہے۔ حضرت سید محمد غوثؒ ابن سید عبداللہ، ابن سید محمودؒ ابن سید عبدالقادرؒ، ابن سید عبدالباسطؒ، ابن سید حسین، ابن سید احمدؒ، ابن سید شرف الدین قاسم، ابن سید شرف الدینؒ یحییٰ، ابن سید بدرالدین حسنؒ ابن سید علاؤالدین علی، ابن سید شمس الدین محمد، ابن سید شرف الدین یحییٰ بزرگؒ، ابن سید شہاب الدین احمدؒ، ابن سید ابوصالح نصرؒ، ابن سید عبدالرزاقؒ، ابن حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ۔

تعلیم وتربیت

حضرت سید شاہ محمد غوث قادری نے حروف شناسی کے بعد اپنے والدِ ماجد سے قرآن حکیم پڑھنا شروع کیا مگر سات سال کی عمر تک آپ کو اس میں خاطر خواہ کامیابی نہ ہوئی بلکہ ذہن نے کام ہی نہ کیا پھر آپ کے والد کی دعا سے آپ کا سینہ علوم و فنون کے لیے کھل گیا۔ چنانچہ آپ نے بہت جلد قرآن حکیم ختم کر لیا۔ اس کے بعد عربی و فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ انیس سال کی عمر میں آپ تمام علومِ رسمی قلیل عرصے میں مکمل طریقے سے پڑھ لیا۔

طلبِ حق

دورانِ تعلیم ہی میں آپ کو اسرارِ باطنی حاصل کرنے کا شوق پیدا ہو گیا آپ کو تعلیمی سرگرمیوں کے بعد جو وقت بچتا اُسے دنیاوی

کاروبار کرنے کی بجائے ایک اہل اللہ کی صحبت میں گزارتے تھے جو پشاور میں ایک بزرگ تھے، حافظ عبدالغفور نقشبندی۔ حضرت شاہ محمد غوثؒ طالب علمی دور میں اکثر اُن کے پاس جاتے اور اُن کی مجلس میں بیٹھ کر فیض حاصل کرتے،

حافظ عبدالغفور نقشبندی کے ایک ہم عصر شیخ یحییٰؒ بڑے پائے کے بزرگ تھے اور وہ اٹک میں رہا کرتے تھے حضرت شاہ محمد غوثؒ اُن کی خدمت میں بھی حاضر ہوتے۔ یہ بزرگ دنیاداروں سے کنارہ کش رہتے مگر غربا اور دین دار لوگوں کے حال پر بڑی توجہ فرماتے۔

سلسلۂ بیعت علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد حضرت شاہ محمد غوثؒ نے اپنے والد حضرت سید حسنؒ کی خدمت میں درخواست کی کہ اب مجھے سلوک کے راستے پر گامزن ہونے کی اجازت دی جائے۔ والد ماجد نے آپ کی درخواست قبول فرمائی اور سلسلۂ قادریہ میں بیعت لے کر کچھ اشغال و اذکار سکھائے اور خلوت میں بیٹھنے کی تاکید فرمائی۔ آپ نے اپنے والد گرامی کی زیر نگرانی چار چلے کاٹے۔

خرقۂ خلافت جب آپ منازل سلوک طے کر چکے تو آپ کے مرشد اور والد نے آپ کو سلسلہ قادریہ میں اجازت نامہ عطا فرمایا اور باقاعدہ خلافت سے نوازا، آپ کے والد فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے اس کے بارے میں استخارہ کیا اور پھر اسے اس کے نتیجے سے مطلع کیا۔ میں نے اس بیعت کا عہد لیا اور اس کو اپنا خلیفہ مقرر کیا اور ہدایت کی کہ طالبانِ حق کو راہِ راست پر چلاؤ اور مریدوں، صالحوں اور اللہ تعالیٰ سے محبت رکھنے والوں کی جو اس زمین پر شرقاً غرباً آباد ہیں تربیت کرو اور اس سجادہ پر زہد و تقویٰ کے ساتھ سالک کی حیثیت سے متمکن رہو اور اپنے بعد یہ خرقۂ خلافت اس شخص کو دو جسے اس کا اہل پاؤ اور ذکر و فکر کی تلقین کرتے رہو اور یہ تلقین اس طرح کرو جس طرح کہ تم نے مجھے ذکر کرتے دیکھا اور اس تلقین میں حتی الامکان کی یا

زیادتی نہ کرو اور پوشیدہ طور پر بھی اور ظاہری طور پر بھی اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو اور میرے حق میں دعائے خیر کرتے رہا کرو۔

سیر و سیاحت

خرقۂ خلافت عطا فرمانے کے چھ سال بعد حضرت سید حسنؒ پشاوری انتقال فرما گئے۔ آپ کے انتقال کے بعد حضرت سید محمد غوثؒ نے رختِ سفر باندھا اور افغانستان، عرب اور ہندوستان کے طول و عرض میں گھوم پھر کر اپنے عہد کے بڑے بڑے صوفیا اور مشائخ سے ملاقات کی اس سفر سے آپ کے دو مقاصد تھے اوّل طلبِ حق اور دوم علماء اور اولیاء کے اذکار و اشغال کا مطالعہ۔ اس سفر میں آپ کابل، جلال آباد، اٹک، لنڈی کوتل، راولپنڈی، گجرات، کنجاہ، لاہور، دہلی، سرہند، ہوشیارپور، اجمیر اور آگرہ تشریف لے گئے۔ ان شہروں میں جا کر آپ نے جن بزرگوں کے مزاروں پر حاضری دی ان میں حضرت نوشاہ گنج بخشؒ حضرت سید علی ہجویریؒ، حضرت مجدد الف ثانیؒ، حضرت میاں میرؒ، حضرت شیخ محمد اسماعیلؒ المعروف میاں وڈاؒ، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ، حضرت نظام الدین اولیا، حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ اور حضرت شیخ سلیم چشتیؒ کے اسمائے گرامی خاص طور سے قابلِ ذکر ہیں۔ ان اولیاء و مشائخ میں سے بعض حضرات کے مزارات پر آپ نے چلہ کشی بھی فرمائی۔

بزرگانِ دین سے ملاقات

اس سفر کے دوران حضرت شاہ محمد غوثؒ بے شمار بزرگوں سے ملے اور ان سے روحانی فیض حاصل کیا، جن بزرگوں سے ملاقات کی ان میں میاں نور محمد، محمد فاضل شاہ زندہ اخوند محمد نعیم نقشبندیؒ درویش حضرت شاہ چراغ قادری شاہ لطیف شیخ پیر محمد میاں عصمت اللہ شیخ محمد چشتیؒ حضرت کلیم اللہ شاہجہاں آبادیؒ سید میراں بھیک چشتیؒ میاں الاحد مجددیؒ مجذوب شاہ مشتاق کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ ان حضرات سے آپ کی روحانی سلسلہ کے بارے میں گفتگو بھی ہوئی۔

قیام لاہور

سیر و سیاحت کے بعد آپ نے لاہور میں اپنا قیام پسند فرمایا کہ جب آپ لاہور تشریف لائے تو سب سے پہلے ایک سندھی الاصل بزرگ حضرت میاں میرؒ کے مزار پر حاضر ہوئے۔ یہاں آپ نے دعا فرمائی اور کچھ دیر مزار کے پاس قیام بھی فرمایا۔ ایک روز عالم کشف میں حضرت میاں میرؒ آپ کے پاس تشریف لائے اور کچھ دعائیں تعلیم فرمائیں نیز ہدایت فرمائی کہ ان دعاؤں کا ورد ترک نہ کرنا، حضرت میاں میرؒ کے مزار سے اٹھ کر حضرت شاہ محمد غوثؒ لاہور کے ایک اور بزرگ شیخ حامدؒ کے پاس گئے اُن سے سلوک اور طریقت کے متعلق استفسار کیا۔ اس روشن ضمیر بزرگ نے فرمایا کہ تمھیں جو طریقہ حضرت میاں میرؒ نے بتایا ہے وہی کافی ہے، یہ بزرگ حضرت علی ہجویریؒ کے مزار کے پاس فروکش تھے اور انتقال کے بعد اسی مزار کے قریب دفن کیے گئے۔

شیخ جان محمد سہروردی سے ملاقات

لاہور کے دوران قیام میں حضرت شاہ محمد غوثؒ کی ملاقات ایک اور بزرگ سے ہوئی جن کا نام شیخ جان محمد تھا۔ آپ حضرت شیخ محمد اسماعیل المعروف بہ میاں وڈا کے خلیفہ تھے۔ بڑے عبادت گزار اور شب زندہ دار بزرگ تھے حضرت شاہ محمد غوث آپ کو اپنا ہمدرد اور دوست کے ناموں سے یاد کرتے تھے۔

درس و تبلیغ

حضرت شاہ محمد غوثؒ کی زندگی کے دو ہی مقصد تھے ایک ترویج علم دین اور دوسرا تبلیغ اسلام آپ کی زندگی شاہد ہے کہ آپ نے اپنی عمر عزیز کا بڑا حصہ انھیں فرائض کی ادائیگی میں صرف کیا۔ درس کا سلسلہ تو آپ نے فارغ التحصیل ہونے کے بعد ہی شروع کر دیا تھا۔ مگر چونکہ اس کے بعد آپ کو ریاضت اور سیاحت کا فریضہ بھی ادا کرنا تھا لہٰذا اس لیے یہ سلسلہ زیادہ عرصہ جاری نہ رہ سکا۔ البتہ اس کا باقاعدہ آغاز ۱۱۲۰ھ میں ہوا۔ جب آپ نے اپنے والد گرامی قدر کی خانقاہ میں سجادۂ درس آراستہ کیا۔ مگر یہ درس اس رنگ کا نہ تھا جس طرح آج کل نماز فجر کے بعد کچھ دیر کے لیے قرآن حکیم کا درس دیا جاتا ہے اور پھر سامعین اٹھ کر اپنے اپنے گھر چلے

جاتے ہیں۔ بلکہ درحقیقت آپ کی درس گاہ ایک دارالعلوم کی حیثیت رکھتی تھی، جس میں بہت سے ضلع طلبا کو مختلف مضامین پڑھاتے تھے، قرآن، حدیث اور طریقت کا درس آپ خود دیتے تھے۔ آپ کے درس کی اتنی شہرت ہوئی کہ پشاور کے علاوہ صوبہ سرحد کے متعدد اضلاع، سابق پنجاب اور افغانستان کے دور دراز علاقوں سے طالبانِ علم آکر آپ کے چشمۂ علم سے سیراب ہوتے۔ خانقاہ کے ساتھ آپ نے طلباء کی رہائش کا انتظام بھی کر دیا تھا جسے موجودہ اصطلاح میں ہوسٹل کہنا چاہیئے۔ ہوسٹل میں رہنے والے طلباء کو لباس اور خوراک آپ خود مہیا فرماتے تھے، عام طلباء کے علاوہ بڑے بڑے مشائخ اور اُمراء کے لڑکے بھی آپ کے درس میں شامل ہوتے مگر آپ کسی کے ساتھ ترجیحی سلوک نہ کرتے بلکہ سب ایک ہی صف میں بیٹھتے اور وہ یکساں فیض حاصل کرتے۔

جہاں تک آپ کی تبلیغی مساعی کا تعلق ہے اس کے دو حصے ہیں اوّل عام مسلمانوں کو حقیقی مسلمان بنانا دوم غیر مسلموں کو مشرف بہ اسلام کرنا اس میں شبہ نہیں کہ آپ نے غیر مسلموں کو حلقہ بگوش اسلام کرنے کا فرض بھی بڑی جاں فشانی سے ادا کیا۔ چنانچہ اٹک میں ایک ہندو سادھو اپنے کثیر التعداد چیلوں کے ساتھ آپ کی کرامت دیکھ کر حلقہ بگوش اسلام ہو گیا۔ اسی طرح۔ اثنائے سیاحت میں آپ جن جن مقامات سے گزرے، بہت سے لوگ آپ کے اخلاقِ حسنہ سے متاثر ہو کر مشرف با اسلام ہو گئے۔

جہاں تک مسلمانوں میں تبلیغ کا تعلق ہے اس فرض کو بھی آپ نے بڑی محنت سے ادا کیا، درس و تدریس سے فارغ ہو کر آپ کچھ دیر آرام کرتے اور پھر طالبانِ حق آپ کی خدمت میں باریاب ہوتے، آپ انھیں سنتِ نبوی کی پیروی کرنے کی تلقین فرماتے، تہذیب اور اخلاق کی تعلیم دیتے، اس درسِ رُشد و ہدایت میں آپ کے مرید بھی شریک ہوتے اور ہر شخص آپ کی مجلس سے کچھ نہ کچھ حاصل کر کے اُٹھتا، اسی طرح آپ کا سلسلہ پھیلتا چلا گیا اور آپ کی مساعی جمیلہ سے ہزاروں گم کردہ راہ مسلمان حقیقی مسلمان بن گئے۔

حضرت شاہ محمد غوثؒ کا فیض

حضرت شاہ محمد غوث قادری سلسلے کے بزرگ تھے لیکن آپ ان صوفیاء میں سے نہیں تھے جو اپنے آپ کو کسی خاص دائرے میں محدود کر لیتے ہیں۔ آپ تصوف اور شریعت کو الگ الگ کرنے کے مخالف تھے، آپ نے قادری نقشبندی، چشتی اور سہروردی، غرض تصوف سے تعلق رکھنے والے ہر سلسلے کے لوگوں کو فیضیاب کیا، صرف یہی نہیں بلکہ قادری سلسلے سے وابستہ ہوتے ہوئے بھی مختلف سلاسل سے تعلق رکھنے والے حضرات آپ سے مستفیض ہوئے۔

تصانیف

حضرت شاہ محمد غوث صاحب قلم بزرگ تھے۔ آپ ایک بلند پایہ عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ صاحب تصانیف بھی ہیں آپ نے بے شمار کتب لکھیں جن میں اسرار توحید، رسالہ اصول حدیث، شرح قصیدہ غوثیہ، شرح غوثیہ بخاری، ترجمۂ قرآن، رسالہ ذکر جہر، رسالہ غوثیہ کے نام قابلِ ذکر ہیں۔

سیرت

حضرت شاہ محمد غوث اس بزرگ اور مستغنی، المزاج باپ کے بیٹے تھے جو بڑے بڑے امراء و سلاطین کی قوت و جبروت کو خاطر میں نہ لاتے تھے اور نہ کبھی زر و جواہر کی خیرہ کن چمک دمک سے متاثر ہوئے آپ نے بادشاہانِ وقت کی دولت کو پائے حقارت سے ٹھکرا دیا اور اپنی نانِ جویں پر گزارا کرتے رہے، حضرت شاہ محمد غوث بھی ساری عمر اپنے بزرگ باپ کے مسلک پر گامزن رہے۔ وہ غرباء و مساکین کے لیے ریشم سے زیادہ نرم مگر زر پرست اور متکبر امراء کے لیے فولاد سے زیادہ سخت تھے۔ اور ظالم و جابر اور تعیش پسند رئیس زادوں کو وہ جوتیوں میں بیٹھنے کی بھی اجازت نہ دیتے تھے۔ وہ بڑے سے بڑے قاہر و باجبروت بادشاہ کو پرکاہ کی برابر بھی وقعت نہ دیتے تھے اور اپنے اسلاف کی روایات کو برقرار رکھتے۔

شادی اور اولاد

آپ نے زندگی میں ایک شادی کی اور انہی کے بطن سے چار لڑکے ہوئے جن کے نام یہ ہیں (۱) سید میر محمد عابد شاہ

(۲) سید میر شاکر شاہ (۳) سید شاہ میر (۴) سید میر باقر شاہ؛

وفات آپ کی وفات ۱۱۶۶ھ میں ہوئی۔ اور مفتی غلام سرور نے آپ کا قطعۂ وفات لکھا۔

محمد غوث پیر رہنمائے	کہ بود و رسید ان دین مرتاض
تاریخ وصال آں شہ دین	ندا آمد کہ سید پیر فیاض

۱۱۶۶

مزار مبارک آپ کا مزار مبارک بیرون دہلی دروازہ سرکلر روڈ پر واقع ہے اس کے ساتھ ایک عالی شان مسجد ہے۔

حضرت شاہ عنایت قادریؒ

حضرت عنایت شاہ قادری پیر روشن ضمیر اور اللہ کے عاشق بے نظیر تھے۔

نام و نسب آپ کا اسم گرامی محمد عنایت اللہ اور والد ماجد کا شیخ پیر محمد تھا آپ کے والد مولوی پیر محمد لاہور چھوڑ کر قصور آباد ہو گئے کیونکہ ان کے سسرال قصور میں تھے اس لیے وہ بھی قصور میں رہنے لگے۔ ان کے خسر ایک مسجد میں خطیب اور امام تھے۔ ان کے انتقال کے بعد پیر محمد ان کی جگہ خطابت کے فرائض سرانجام دینے لگے۔

پیدائش حضرت عنایت شاہ قادری قصور میں ۱۰۵۶ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ قوم کے ارائیں، تھے۔

حصول علم آپ کے والد چونکہ عالم فاضل تھے اس لیے انھوں نے اپنے بچے کی تعلیم کی طرف خصوصی توجہ دی آپ نے سب سے پہلے قرآن پاک حفظ کیا اس کے بعد متعدد علماء سے عربی اور فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ حتیٰ کہ عالم شباب تک دینی علوم یعنی تفسیر حدیث فقہ میں خاصی مہارت حاصل کرلی۔ آپ بڑے ذہین تھے۔

رضا شاہ شطاری کی مریدی ظاہری علوم کی تکمیل کے بعد اصلاح باطن کی خاطر کسی درویش کی تلاش میں گھر سے نکلے گھومتے پھرتے لاہور پہنچے اور حضرت شاہ محمد رضا شطاری قادری کے مرید ہو گئے ایک طویل عرصہ تک لاہور میں ان کی خدمت میں رہے بے پناہ ریاضت اور مجاہدہ کیا آخر کار علوم باطنیہ کی تکمیل پر آپ کے پیرو مرشد نے آپ کو خرقہ خلافت عطا کیا۔ آپ کا سلسلہ طریقت شطاریہ قادریہ تھا۔

قصور میں سلسلہ رشد و ہدایت کا اجرا خرقہ خلافت پانے کے بعد آپ اپنے پیرو مرشد کے حکم کے مطابق اپنے شہر قصور میں واپس چلے گئے کیونکہ آپ کے پیر نے فرمایا تھا کہ قصور میں رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری کر و چنانچہ اپنے مرشد کی ہدایت کے مطابق قصور میں آپ ارشاد و تلقین میں مصروف ہو گئے تھوڑے ہی عرصہ میں آپ قصور میں بہت زیادہ مقبول ہو گئے اور بے شمار لوگ ان کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے لیکن آخر وہاں حاسدوں کا ایک گروہ پیدا ہو گیا اور خاص کر جب سید بلھے شاہ صاحب نے آپ کی بیعت کی تو ایک طوفان برپا ہو گیا حتیٰ کہ وہاں کا حاکم حسین خان افغان بھی آپ کا مخالف ہو گیا۔ جس وجہ سے آپ کا قصور میں رہنا محال ہو گیا۔ اسی دور میں پنجابی زبان کے معروف شاعر سید وارث شاہ بھی آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہوئے۔

قصور چھوڑنے کی وجہ آخر کار ایسا اتفاق ہوا کہ قصور کی ایک عورت جس کا شوہر فوت ہو گیا تھا عسرت و افلاس سے تنگ آکر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی کہ مجھے کنیزوں میں داخل ہونے کی اجازت ہو، لیکن چونکہ مجھ کو متوفی شوہر سے اولاد کی امید واری ہے اس لیے چند روز خدمت سے قاصر رہوں گی۔ چونکہ خانقاہ والا جاہ میں لنگر عظیم جاری تھا لہذا مسطورہ کو محل زنانہ میں

خدمت گزاری کا حکم ہُوا۔ چھ ماہ بعد اُس کے ایک حسین وجمیل دُختر متولد ہوئی۔ بعدِ تربیت جب یہ دُختر بلوغ کو پہنچی تو اُس میں وضع اشرافانہ پیدا ہوئی۔ اُس نے قرآن مجید حفظ کر لیا۔ اور دینی مسائل کا علم حاصل کیا۔ ایک روز یہ دُختر محل زنانہ سے حضرت کے لیے کھانا لے کر حاضر ہوئی۔ حضرت کی نظر کیمیا اثر اس پر پڑی تو فرمایا کہ آج کے بعد یہ دختر کبھی محل زنانہ سے باہر نہ آئے۔ چنانچہ حضرت کے حکم کے مطابق وہ مستور ہو گئی۔ کچھ مدت کے بعد مطربہ نے حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ میری لڑکی بالغ ہو گئی ہے اور میں چاہتی ہوں کہ حضرت کے خدام والا مقام میں سے کسی کے ساتھ اس کا نکاح کر دیا جائے۔ حضرت نے فرمایا کہ خاطر جمع رکھو، شاہ عنایت تمہاری دُختر کا خواستگار ہوگا۔ مطربہ نے اپنی سعادت جان کر قبول کیا اور اُس دختر کا حضرت کے ساتھ نکاح ہوگیا۔ مطربہ کے لواحقوں نے جب یہ خبر سنی تو اُنھوں نے بہت شور مچایا اور حاکم قصور نواب حسین خاں افغان کی خدمت میں صورتِ حال بیان کی۔ نواب نے حضرت کو طلب کیا اور کہا کہ آنجناب کے شایانِ شان نہ تھا کہ اپنی خادم مطربہ کی لڑکی کو نکاح میں لاتے۔ حضرت شاہ نے جواب دیا کہ جو کام عنداللہ عندالرسول وعندالشرع درست ہو اُس کے فاعل پر الزام لازم نہیں آتا، حاکم و حامیٔ شرع ہونے کے باوجود تمھارے لیے واجب نہ تھا کہ ایسے کام میں مجھے طلب کرتے 'ہم فقیروں کو شاہانِ دُنیا سے کیا کام اور اہل دُنیا کی بدنامی و اعتراض سے کیا خوف ہے' خیر اس بات کی سزا اپنے خدا سے پاؤ گے۔

حسین خان یہ بات سُن کر برافروختہ ہوا اور کہنے لگا کہ اب آپ کے لیے قصور میں رہنا مناسب نہیں لاہور تشریف لے جائیں۔ حضرت نے فرمایا کہ ارض اللہ وسعۃ ہم قصور سے جاتے ہیں۔ چنانچہ اُسی دن اہل وعیال سمیت قصور سے لاہور کی طرف چل پڑے۔ خلقتِ کثیر اور خادم و مرید و معتقد حضرت کے ہمراہ تھے اور نالہ و فریاد کرتے

تھے ۔ آپ نے سب کو رخصت کر کے تسلی دی کہ حسین خان نے ہم کو قصور سے باہر نکالا ہے مگر ہم نے اُس کی جڑ کو دُنیا سے باہر پھینک دیا ہے۔

شاہ عنایت کے لاہور پہنچنے کے بعد نواب حسین خان نے ایک شخص رنگو نام برہمن کو مسلمان کیا ۔ اُس کے متعلقین بیساکھی کے روز امرتسر میں سکھوں کے سردار گلاب سنگھ کے پاس دادخواہ ہوئے اور سکھوں نے آپس میں اتفاق کر کے قصُور پر حملہ کر دیا۔ سخت لڑائی کے بعد سکھ بھاگ گئے ۔ گلاب سنگھ نے دو غیر مسلم ماہی گیروں کو دو ہزار روپیہ کا طمع دے کر حُسین خان کے قتل پر آمادہ کیا۔ ادھر حُسین خاں سکھوں پر فتح پانے کے بعد قصُور جا رہا تھا ، تو راستے میں گھوڑے کو تیز دوڑا کر فوج سے علیحدہ ہو گیا اور اُن ماہی گیروں کی کمین گاہ کے سامنے جا پہنچا ۔ ماہی گیر کمین گاہ سے باہر نکل کر حُسین خاں کو بندوق کا نشانہ بنانا چاہتے تھے کہ حُسین خاں کی نظر ان پر پڑ گئی ۔ اس نے تلوار سونت کر دونوں کو ہلاک کرنا چاہا کہ ماہی گیروں نے فریاد کی اور کہا کہ ہم سید ہیں ۔ حُسین خاں چونکہ ساداتِ عظام کا بہت ادب کرتا تھا اُس نے دونوں ہاتھوں سے ان کو سلام کیا۔ حُسین خاں کے ہاتھ پیشانی کی طرف اُٹھے تو ماہی گیروں نے گولی چلا دی ۔ گولی حسین خاں کی پیشانی پر لگی اور اُس نے شہادت پائی۔[1]

مرشد کے حکم کے مطابق لاہور میں آ کر ہدایت خلق میں مصروف ہو گئے یہاں آپ نے درس و تدریس کا سلسلہ جاری کیا ۔ بہت جلد ہی آپ کا سلسلہ درس وسیع ہو گیا آپ کے درس میں قرآن تفسیر حدیث اور فقہ کا درس ہوتا تھا ان علوم کے علاوہ مثنوی مولانا روم فصوص الحکم اور تصوف کی کتب کا بھی باقاعدہ درس ہوتا۔ دور دور سے لوگ آپ کے حلقہ درس میں شامل ہوتے اور بہت جلد باکمال عالم دین اور صوفی بن کر آپ کی درس گاہ

---

[1] اولیائے لاہور ص ۲۰۰

سے نکلتے اس ظاہری علوم کی درس گاہ کے ساتھ ساتھ آپ نے بے شمار ارادت مندوں کی اخلاقی اور روحانی تربیت بھی کی۔

آپ اپنے پاس آنے والوں کو اتباع شریعت کا درس دیتے کیونکہ اس پابندی شریعت میں بہت سی مصلحتیں اور روحانی منازل کی تکمیل ہے۔

آپ کی قیام گاہ پر کبھی کبھار محفل سماع بھی ہوتی اس محفل میں دیوان حافظ دیوان شمس تبریز ، مولانا جامی اور دیگر عارفوں کا کلام پڑھا جاتا۔

امامت کے فرائض کی انجام دہی

آخری مغل بادشاہ محمد شاہ نے آزمائش کے لیے سردیوں کے موسم میں آم کے پیڑ میں تازہ پھل کھانے کی خواہش کی۔ آپ کی نظر سے اللہ تعالیٰ نے بادشاہ کی خواہش پوری کر دی۔ پھر اُس نے درخواست کی کہ اندرون بھاٹی گیٹ کی اُونچی مسجد جو اکبر اعظم کے ابتدائی دنوں میں بنوائی تھی ، کی امامت قبول فرمائیں۔ آپ نے قبول فرمائی۔ اُس وقت سے آج تک حضرت شطاریؒ کی اولاد میں اس مسجد کا انتظام اور امامت چلے آ رہے ہیں۔

دو مسلمان جن (مخدوم اور محمود نامی) آپ کے پاس مقید رہتے تھے جو قرآن کریم بڑی خوش الحانی سے پڑھا کرتے تھے حضرت کے حکم پر بعض بڑے کام بھی کر دیتے تھے۔

آپ کی تصانیف

آپ صاحب تصنیف بزرگ تھے آپ نے جو کتب تحریر فرمائیں جن کا پتہ چلا ہے مندرجہ ذیل ہیں۔ (۱) تنقیح المرام (۲) لطائف غیبیہ (۳) اذکار قادریہ (۴) غایۃ الحواشی (۵) منتقد الحقائق شرح کنز الدقائق (۶) مجموعہ عرفانی شرح مجموعہ سلطانی (۷) رسالہ در مسئلہ عربی و دار الحرب (۸) ذیل الاغلاط فی مسائل الغیب بالافراط (۹) کلمات التامہ فی ردّ مطاعن الشقات (۱۰) رسالہ بہتر الطاعات (۱۱) رسالہ فی من قال ان الدعاء فی الرزق کفر (۱۲) رسالہ فی حل شرب الدخان (حقہ نوشی) (۱۳) رسالہ دیگر فی حل تباکو (۱۴) حاشی جواہر خمسہ

(۱۵) لباس برہنہ شرح بعض مقامات فتاویٰ برہنہ (۱۹)، (۱۶) دستور العمل ۔

خلفاء آپ کے خلفاء میں سے حضرت بلھے شاہ اور حضرت وارث شاہ بہت مشہور ہوئے بلھے شاہ صاحب اپنی عارفانہ کافیوں کی وجہ سے اور وارث شاہ ہیر رانجھا جیسی لازوال تصنیف کی بدولت زندۂ جاوید ہیں اور تصوّف کا احوال تو خُدا تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

وفات آپ نے پچاسی برس کی عمر میں ۱۱۴۱ھ بمطابق ۱۷۲۸ء میں وفات پائی ۔

قطعہ تاریخ وفات یہ ہے۔

چو از فضل و عنایاتِ الٰہی	عنایت رفت از دُنیا بجنّت
زمشتاقِ کرم جُو وصالش	وگر تاجِ یقین اہلِ عنایت
۱۱۴۱ھ	۱۱۴۱ھ

" حضرت کا مزار شریف چڑیا گھر کے قریب کوئنز روڈ پر واقع ہے ۔ مزار ایک ہاتھ چبوترے پر ہے اور پہلوؤں میں دو صاحبزادوں کی قبریں ہیں ۔ سنگِ مزار پر تاریخِ وفات ۲، جمادی الثانی ۱۱۴۱ھ لکھی ہے۔" مزار کے اُوپر خوبصورت گنبد ہے اور مزار مسجد کے صحن میں ہے۔

حضرت شاہ درگاہی قادریؒ

حضرت شاہ درگاہی سلسلہ قادریہ کے صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے۔ آپ نے زندگی کا ابتدائی زمانہ حضرت عبدالرزاق قادری کے زیرِ سایہ گزارا اس لیے ان کی صحبت کا یہ اثر ہوا کہ آپ کے دل میں حصولِ روحانیت کا جذبہ بیدار ہوا چنانچہ آپ حضرت عبدالرزاق نے دست حق پر بیعت کر لی۔ آپ نے اپنے مرشد کی زیر ہدایت ذکر و فکر ریاضت اور عبادت کی منازل طے کیں۔ آخر کثرت عبادت کی بنا پر آپ باللہ

کا فضل ہوا اور آپ ایک عرصہ کے بعد صاحب کرامت بزرگ بن گئے۔ ان کے علاوہ آپ نے سلسلہ چشتیہ میں حضرت شاہ عبداللطیف سے بھی اکتساب فیض کیا اور ان سے سلسلہ چشتیہ میں خرقہ پایا۔

مشہور مغل بادشاہ جہانگیر کے زمانہ میں آپ کی بزرگی اور ولایت کی شہرت ہوئی۔ آپ مستجاب الدعوات تھے۔ اس لیے آپ جس کسی کے حق میں اللہ کے حضور دعا کرتے تو وہ عموماً بارگاہ رب العزت میں قبول ہوتی اور اہل حاجت اپنی مراد پاتا۔ اس لیے آپ کی زندگی کے آخری ایام میں آپ کے پاس اہل حاجت کا تانتا بندھا رہتا۔

آپ ایک صوفی منش بزرگ تھے۔ اور پیکر صبر و رضا تھے۔ خدمت خلق کا جذبہ آپ میں بے حد تھا اس لیے آپ کے پاس جو آتا آپ اسے خالی نہ لوٹاتے اور بڑی شفقت سے پیش آتے۔ آپ ریاضت عبادت میں بے نظیر تھے۔ رات کا اکثر حصہ یاد الٰہی میں صرف کرتے۔

آپ کے فیض کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ایک چاہ جس کو لوگ پانی واتیاں چاہ کہتے ہیں حضرت کے مزار کے جنوب کی طرف ہے۔ اس چاہ کے زمیندار حضرت کے مرید تھے اتفاقاً اس زمیندار کے بیٹے کے بدن پر اس قسم کے پھوڑے نکل آئے جس کو پنجابی زبان کی اصطلاح میں پانی وانی کہتے ہیں۔ زمیندار لڑکے کو حضرت کی خدمت میں لے آیا اور التجا کی کہ اس کی شفا کے لیے دُعا کریں۔ حضرت نے فرمایا کہ اس مرض کے واسطے تیرے چاہ کا پانی دوا ہے اس کو اس چاہ کے پانی سے نہلا دو، چنانچہ اس نے نہلایا تو لڑکا فی الفور اچھا ہو گیا۔ اس روز سے آج تک اتوار کے روز لوگ اپنے بچوں کو جن کو یہ مرض ہوتا ہے اس چاہ پر لے جا کر نہلاتے ہیں خُدا کے حکم سے شفا ہو جاتی ہے۔ ؎

یہ کنواں آج بھی آپ کے مزار کے پاس موجود ہے لیکن اس پر پمپ لگا دیا گیا ہے اور لوگ ابھی تک اپنے بیمار بچوں کو اس نلکے پر نہلاتے ہیں۔ اور اللہ کی طرف سے انھیں شفا ملتی ہے۔ بعض لوگ اس کنوئیں پر سے ٹھیکریاں لے جایا کرتے تھے اور انھیں گھس

کر زخموں پر لگاتے تو زخم اچھے ہوجاتے۔ مگر بقول سید نذیر شاہ یہ کرامت حضرت شاہ عبدالمنانی کے ساتھ وابستہ ہے
تحفۂ خزینۃ الاصفیاء میں شاہ درگاہیؒ کا سالِ وفات ۱۱۲۲ھ لکھا ہے اور یہ قطعہ تاریخ درج کیا ہے ؎

گشت روشن چو رفت از دُنیا ۔۔۔ در جہاں ہمچو ماہ درگاہی،
گفت تاریخ رحلتش سرور ۔۔۔ قطبِ سردار شاہ درگاہی ۱۱۲۲

حضرت کا مزار ہال روڈ پر واقع ہے اور ایک چار دیواری کے اندر ہے اس چار دیواری کے آگے سڑک پر دوکان ہے اس کے پیچھے ایک چبوترہ ہے اس ان کے خلیفہ ماہی شاہ کی قبر ہے اور اندر ایک کمرے میں حضرت کا مزار ہے۔ یہ چار دیواری شاہ عبدالمنان حضوری برقع پوش نقشبندی کے نام سے مشہور ہے۔

حضرت شاہ شرف قادریؒ

شاہ شرف لاہوری بڑے ولی کامل اور عابد زاہد بزرگ تھے۔ اور سلسلہ قادریہ سے منسلک تھے۔

خاندان | آپ کے والدِ بزرگوار بٹالہ ہندوستان کے رہنے والے تھے۔ آپ کے دادا ہندو تھے لیکن مسلمان ہوگئے اور بٹالہ میں قانون گوئی کے عہدہ پر مامور تھے۔ آپ کے والد بھی مسلمان تھے نیکی اور تقویٰ کی طرف مائل تھے۔

پیدائش | آپ بٹالہ میں پیدا ہوئے پیدائش کے وقت آپ کا نام سعادت مند رکھا گیا۔ لیکن بعد میں جب آپ کو روحانیت حاصل ہوئی تو آپ شاہ شرف کے نام سے مشہور ہوئے۔

تعلیم و تربیت | آپ نے مروجہ علوم اپنے والدِ ماجد سے حاصل کیے اس لیے آپ نے حساب خوشنویسی میں بہت مہارت حاصل کی کیونکہ

آپ کے والد منشی تھے آپ کو بھی منشی گری میں مہارت حاصل ہو گئی۔ جوانی کے عالم میں آپ کی شادی ایک عورت سے ہو گئی جو بہو بادشاہی کے نام سے مشہور ہوئی۔ میاں بیوی کے شب و روز ہنسی خوشی گزرنے لگے۔

فقیری روپ

آپ کا ایک حقیقی بھائی تھا جس کا نام عبدالرحیم تھا جب آپ کی عمر تیس سال کی ہوئی تو وہ فوت ہو گیا اس کی بیوی کا نام بیگم تھا آپ اپنے بھائی کی وفات کے بعد اپنی حقیقی بھاوجہ کی خدمت کیا کرتے تھے۔ اس خدمت سے آپ کی بیوی کے دل میں حاسدانہ جذبہ پیدا ہوا اور اس نے ایک دن آپ کو کہا کہ تُو اپنی بھاوجہ سے آشنائی رکھتا ہے۔ اس کے جواب میں اُنھوں نے کہا کہ وہ بھاوجہ مجھے بجائے لڑکی کے ہے، تُو یہ کیا بدگمانی کرتی ہے۔ باوجودیکہ قسم غلیظ بھی کھائی مگر اُس کو اعتبار نہ آیا اور اسی پر تکرار ہوتا رہا۔ الغرض کہ تین چار دفعہ ایسا ہی مخمصہ درمیان میں آیا۔ آخر جب وہ تنگ ہوا تو اُس نے کپڑے پھاڑ ڈالے اور فقیر بن کر لاہور آ گیا۔

شیخ فاضل کی بیعت

لاہور میں آ کر آپ نے حضرت محمد فاضل لاہوری کی مریدی اختیار کر لی اور ان کی خدمت کرنے لگے جو صاحب حال اور مدرس اور نامی خوشنویس تھے اُنھوں نے اپنی صحبت میں آپ کو بہت جلد کامل کیا اور بعد تکمیل شاہ شرف کے خطاب سے نوازا۔ اسی روز سے آپ اصل نام کی بجائے اس نام سے پکارے جانے لگے۔ اور سلسلہ قادریہ میں آپ کو خلافت سے سرفراز کیا۔

بیوی کا ملاقات کے لیے آنا

اس کے بعد اُن کی بیوی معہ عزیز و اقارب بٹالہ سے ان کی خدمت میں پہنچے۔ اُنھوں نے اپنی بیوی سے کہا کہ اے بہو بادشاہی اب میں تجھے اپنی بیوی کی بجائے والدہ سمجھتا ہوں کیوں آئی تجھے کس نے بلایا ہے اوّل تو نے مجھے وہ بات سنائی جس نے مجھ سے

دُنیا چھڑا لی اور میں نے صرف اس باعث سے دُنیا کی اپنی تمام کمائی گنوائی اور دولت ننگ و ناموس لٹوائی، اب میں تارک الدنیا ہوں، اب مجھ کو تجھ سے کوئی علاقہ نہیں جہاں سے آئی ہے چلی جا۔ وہ یہ سُن کر روتی پیٹتی بٹالہ کو چلی گئی۔

خدمت خلق مرشد سے خرقہ پانے کے بعد بقیہ عمر آپ نے خدمت خلق میں گزاری اور دُنیا داری اختیار کرنے کے بارے کبھی نہ سوچا۔ آپ زندگی کے شب و روز ذکر و فکر اور عبادت الہٰی میں گزارتے۔ بے شمار لوگ آپ کے معتقد ہوئے۔ اور آخری دم تک فلاح انسان میں مصروف رہے۔

شجرہ طریقت آپ کا شجرہ طریقت محمد غوث گوالیاری سے ملتا ہے اور یوں بیان کیا جاتا ہے۔ شاہ شرف قادری شیخ محمد فاضل سے لاہوری شیخ الاداد محمد جلال سید نور زین العابدین وجیہہ الدین گجراتی محمد غوث گوالیاری قادری۔

وفات آپ ۱۱۲۷ھ بمطابق ۱۷۱۵ء میں فوت ہوئے۔ صاحب خزینۃ الاصفیا نے قطعہ تاریخ وفات یوں لکھا ہے۔

رفت از دُنیا چو در خلدِ بریں	شہ شرف شیخ یقین تاج الشرف
سالِ تاریخ وصال آں جناب	شد عیاں "محبوب دین تاج الشرف"
	۱۱۲۷ھ

مزار حضرت کا مزار ایک چار دیواری مزنگ روڈ پر باغ جناح کے قریب موتی مسجد جامع حنفیہ کے بالمقابل ایک گلی کے اندر ہے۔ آپ کا مزار ایک چبوترہ خشتی پر واقع ہے اور اس چبوترہ پر تین قبریں ہیں۔ ایک تو حضرت شاہ شرف کی اور دوسرے ان کے مرشد محمد فاضل صاحب کی اور تیسرے ان کے مرید محمد عزیز اللہ کی ہے۔

حضرت میراں موج دریا بخاری سہروردیؒ

حضرت مخدوم جہاں جہانیاں جہاں گشت کے خاندان میں ولایت اور شرافت نسل در نسل کئی پشتوں تک قائم رہی سلسلہ سہروردیہ کو لاہور اور پنجاب میں پھیلانے میں آپ کے خاندان کی خدمات قابل ستائش ہیں۔ اگرچہ میراں موج دریا بخاری سہروردی کے لاہور میں تشریف لانے سے قبل لاہور میں سلسلہ سہروردیہ کافی فروغ پا چکا تھا مگر آپ کی وجہ سے یہاں اس سلسلہ کو بے حد تقویت پہنچی۔

حضرت میراں موج دریا بخاری مغلیہ دور کے جلیل القدر اولیاء سے تھے۔ آپ کا اصل نام میراں محمد شاہ تھا لیکن طبیعت میں جلال ہونے کی وجہ سے جب کبھی جلال میں آکر جس پر خوش ہوتے تو اس پر اللہ کی رحمت خاص ہو جاتی ہے بلکہ فضل باری دریا کی طرح امڈ آتا چنانچہ اسی نسبت سے آپ موج دریا بخاری کے نام سے مشہور ہوئے۔

پیدائش اور خاندان آپ کا خاندانی تعلق سادات اوچ سے تھا کیونکہ آپ کا سلسلہ نسب چند واسطوں سے حضرت مخدوم الدین جہاں جہانیاں جہاں گشت سے ملتا تھا آپ کے والد گرامی کا نام سید صفی الدین تھا آپ کے والد ولی کامل تھے۔ بلکہ آپ کے خاندان میں ولایت شرافت اور کرامت موروثی تھی۔

آپ ۹۴۰ھ بمطابق ۱۵۳۳ء میں بمقام اوچ شریف نصیر الدین ہمایوں کے عہد حکومت میں پیدا ہوئے۔ آپ کا شجرہ نسب یہ ہے۔ میراں محمد شاہ بن سید صفی الدین سید نظام الدین بن سید علم الدین ثانی بن سید جلال الدینؒ بن سید علم الدینؒ اول بن سید ناصر الدین بن سید جلال الدین مخدوم جہانیاں جہاں گشت بن سید احمد کبیر بن سید شیر شاہ جلال الدین الاعظم امیر سرخ بخاریؒ۔

تعلیم وتربیت

آپ کے والد چونکہ ایک عالم دین اور بزرگ شخصیت تھے اس لیے ابتدا میں انھوں نے خود آپ کو قرآن کی تعلیم دی۔ آپ کے والد نے بچپن میں آپ کی طبیعت میں اتباع شریعت اور حصول معرفت کا شوق پیدا کر دیا۔ پھر آپ نے مختلف اساتذہ سے اکتساب علم کر کے اپنے ظاہری علوم کی تکمیل کی۔

حصول معرفت

تحصیل علم کے بعد آپ کے دل میں شوق حق دامن گیر ہوا تو آپ نے اپنے والد محترم کے دست مبارک پر سلسلہ سہروردیہ میں بیعت کے بعد اپنے والد اور مرشد کی توجہ خاص سے آپ نے بے حد ریاضت وعبادت کی۔ سارا سارا دن عبادت الٰہی میں مشغول رہے ذکر وفکر تو آپ کے روح کی غذا تھی حتیٰ کہ آپ نے حصول معرفت کے لیے نہایت ہی سخت مجاہدے کیے لیکن آپ تھوڑے ہی عرصہ میں منزل مقصود کو پا گئے جب آپ حقیقت ومعرفت میں پوری طرح کامل ہو گئے تو آپ کے والد نے خرقۂ خلافت عطا فرمایا اور مخلوق خدا کو فیض رسانی کی تلقین کی۔

مقبولیت

خلافت ملنے کے بعد خلق خدا کی رہنمائی اور اصلاح میں معروف ہو گئے حتیٰ کہ تھوڑے سے ہی عرصہ میں آپ کی بزرگی کا چرچا گردونواح میں ہو گیا لیکن آپ کی بزرگی کی زیادہ شہرت اس وقت ہوئی جبکہ اکبر بادشاہ کے عہد حکومت میں آپ کی دعا سے چتوڑ کا قلعہ فتح ہوا۔

قلعہ چتوڑ کی فتح کا واقعہ

حضرت میراں موج دریا بخاری کے زمانہ میں ایک دفعہ اکبر بادشاہ کو قلعہ چتوڑ کی مہم درپیش ہوئی۔ بہت سے امیران بادشاہ وہاں پہنچے لیکن قلعہ فتح نہ ہوا۔ آخر خود اکبر بادشاہ وہاں پہنچا اور ہر چند تدبیر کی لیکن فتح قلعہ ممکن نہ تھی۔ بالآخر نجومیوں سے پوچھا کہ یہ قلعہ فتح نہیں ہوتا، بتاؤ کہ اس قلعہ کی فتح کس شخص کے نام ہے۔ نجومیوں نے بیان کیا کہ

سید بخاری حضرت میراں محمد شاہ موج دریا بخاری کے اور وہ اوچ میں رہتے ہیں، اگر وہ آئیں تو یہ قلعہ ان کے نام سے فتح ہوگا۔ لہٰذا اکبر نے اپنے مشیر بھیج کر ان کو طلب کیا اور سواری کے واسطے سانڈھنی بھیجی۔ جب وہ لوگ حضرت کی خدمت میں پہنچے اور اکبر بادشاہ کی عرض بیان کی تو آپ نے فرمایا کہ تم سانڈھنی لے کر چلو ہم آپ ہی چتوڑ گڈھ پہنچ جائیں گے۔ چلتے وقت انھوں نے حضرت کا نشان آوری دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ جس روز تم بادشاہ کے لشکر میں داخل ہو گے اُس روز بڑی آندھی آئے گی اور تمام ڈیرے اور قناتیں گر جائیں گی اور سب لشکر کی مشعلیں اور چراغ گل ہو جائیں گے مگر ہمارے ڈیرے کا ایک چراغ روشن ہوگا اور اُس چراغ کے پاس ہم بیٹھے ہوں گے۔ غرض جب وہ لوگ چتوڑ گڈھ پہنچے اور حضرت کا پیغام بادشاہ کے پاس عرض کیا تو سرشام سخت اندھیری آئی اور تمام خیمے اور شامیانے گر پڑے اور ہوا کی شدت سے مشعلیں اور چراغ گل ہو گئے۔ اس وقت بادشاہ حسب وعدہ حضرت کی تلاش کے درپے ہوا تو دُور سے ایک چراغ نظر آیا۔ بادشاہ پا برہنہ اُن کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض تسلیم کی۔ حضرت نے فرمایا کہ جاؤ کل کو قلعہ فتح ہو جائے گا۔ دوسرے روز حضرت خود بھی علی الصباح قلعہ کے پاس تشریف لے گئے اور تین بار بآواز بلند اسم مُبارک "اللہ" زبانِ مُبارک سے فرمایا۔ اسی وقت قلعہ فتح ہو گیا۔ اس کے بعد حضرت نے اوچ کی طرف مراجعت کا ارادہ فرمایا تو اکبر بادشاہ نے عرض کی کہ حضرت اب میرے پاس رہیں۔ مَیں آپ کا خادم ہوں اور اس ملک میں جہاں مرضی چاہیں تشریف رکھیں آخر آپ نے لاہور میں رہنا قبول کیا۔[1]

لاہور میں قیام

چتوڑ کی فتح کے بعد آپ اوچ شریف سے لاہور تشریف لے آئے اور یہاں سکونت اختیار کر لی۔ اکبر بادشاہ نے آپ کو بٹالہ میں دو لاکھ روپے کی جاگیر کا علاقہ دے دیا۔ جاگیر دینے کا مقصد یہ تھا کہ اللہ کے فقیروں کا گزر اوقات آسانی سے چلتا رہے کہا جاتا ہے کہ وہ فرمان جس کی رو سے یہ جاگیر حضرت

---

[1] تحقیقاتِ چشتی ص ۲۵۲ از مولوی نور احمد چشتی

سید میراں محمد شاہ کی نذر ہوئی تھی عرصہ دراز تک آپ کی اولاد میں پشت در پشت رہا۔

سلسلہ رشد و ہدایت کا قیام آپ نے لاہور کے قیام کے دوران جہاں آجکل آپ کا مزار ہے خانقاہ قائم کی۔ اس خانقاہ کا مقصد اہلیان لاہور میں علوم ظاہری و باطنی کی ترویج تھا۔ تاکہ اس علاقے میں زیادہ سے زیادہ لوگوں کو اتباع قرآن و سنت کا پابند بنایا جائے اور حلقہ ارادت میں آنے والوں کے عقائد اور اخلاق کی اصلاح کی جائے۔ اس مقصد کے لیے آپ نے اس خانقاہ میں درس و تدریس کا بھی اہتمام کیا آپ نے طلباء فقرا اور خادموں کی رہائش کے لیے مکانات تعمیر کروائے۔ اور دور دراز سے آنے والوں کے لیے رہائش اور خوراک کا بندوبست کیا عرصہ دراز تک آپ کے بعد بھی لاہور اور بٹالہ میں آپ کا قائم کردہ لنگر خانہ چلتا رہا۔

قیام لاہور کے دوران دور و نزدیک آپ کی بزرگی کی بے پناہ شہرت ہوئی۔ بے شمار لوگ آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوتے اور آپ کی صحبت سے سیراب ہوتے۔ آپ نے لوگوں کو اتباع شریعت اور تقویٰ کا درس دیا۔ آپ اخلاق حسنہ کے مالک تھے اور آپ کی مجلس میں بیٹھنے والے آپ کے اخلاق سے متاثر ہو کر اخلاق صالح کو اپنانے پر مجبور ہو جاتے آپ کی تربیت سے سلسلہ سہروردیہ میں اور خاص کر آپ کی اولاد درجہ ولایت تک جا پہنچی۔ آپ کی اولاد سے تینوں صاحبزادگان ولی کامل ہوئے۔ علاوہ ازیں کئی دیگر حضرات بھی آپ کے روحانی فیض سے مالا مال ہوئے۔

کرامات کرامت اگرچہ پختگی ولایت کی دلیل ہے لیکن ہر اللہ کے بندے نے اس کے اظہار سے گریز کیا مگر اہل دُنیا میں عزت اور اظہار بزرگی کے لیے اللہ تعالیٰ کی ذات بزرگوں سے کرامت کا اظہار کر دیتی ہے۔ ایسے حضرت میراں موج دریا بخاری سے بے شمار خوارق اور کرامات کا اظہار ہوا۔ ان میں سے حضرت کی ایک

کرامت یہ بھی تھی۔ اکبر بادشاہ کے امیروں نے اُس سے کہا کہ آپ نے اس قدر جاگیر کثیر ایک سید فقیر کو دے دی ہے اگر یہ جاگیر بہت سے لوگوں کو تقسیم کر دی جاتی تو اس جاگیر میں خلقِ کثیر کا گزارہ ہونا ممکن تھا، اب جو ایک ہی شخص کو اس قدر جاگیر ملتی ہے تو اور بہت لوگ کہ شریف و خاندانی ہیں اس سے محروم رہ جاتے ہیں کہ آپ نے جواب دیا کہ ان حضرت کو اوروں سے کیا نسبت ہے، کیونکہ یہ حضرت صاحب عرفان و کرامت ہیں۔ امیروں نے عرض کی کہ اگر ہم آپ کی کرامت بچشم خود دیکھیں تو یقین کریں۔ اکبر نے کہا کہ کیا مضائقہ ہے جو کرامت چاہو حضرت دکھاویں گے تب امیروں نے کہا یہ بات مشہور ہے کہ جو سید حسبی نسبی ہو آگ میں نہیں جلتا تو آپ سید ہیں تو آگ میں جائیں، اگر نہ جلیں گے تو ہم معتقد ہوں گے کہ آپ سید اور ولی صاحب کرامت ہیں۔ حضرت نے قبول فرمایا اور قلعہ شاہی میں ایک بڑا لوہے کا تنور گرم ہوا جب حضرت کے صاحبزادہ سید شہاب الدین نے سُنا کہ آج حضرت کے لیے قلعہ شاہی میں تنور گرم کیا گیا ہے تو آپ بھی قلعہ کی طرف گئے۔ دروازہ قلعہ کے محافظ سپاہیوں نے اندر نہ جانے دیا تو آپ فی الفور بصورتِ شیر متمثل ہو گئے اور اِس صورت سے اندرون قلعہ دربار شاہی میں پہنچے اور اکبر کی طرف ایک طمانچہ اُٹھایا۔ اکبر خوفزدہ ہوا اور حضرت موج دریا سے پناہ مانگی۔ حضرت نے آواز دی کہ اے شہاب الدین کیا تو نہرا ہو گیا، فقیروں کو ایسی گرمی نہیں چاہیئے۔ یہ سُن کر آپ اصلی شکل پر آئے اور عرض کی کہ یا حضرت امیرانِ اکبر اور اکبر آپ سے کرامت چاہتے ہیں کہ آپ اس تنور میں جائیں، اوّل بندہ جو آپ کا فرزند ہے تنور میں جاتا ہے، اگر مجھ کو آگ کی تاثیر ہو گئی تو آپ کو اختیار ہو گا کہ آپ خود تنور میں جائیں۔ حضرت نے فرمایا کہ کچھ حاجت نہیں کہ تم اور ہم تنور میں جائیں، بلکہ یہ کرامت ایک ادنیٰ خادم سادات سے سرزد ہو سکتی ہے۔ یہ بات کہہ کر آپ نے اپنے خدمت گار فرید کو جو خدمتِ باورچی اور وضو کرانے پر مقرر تھا ارشاد کیا کہ تنور میں جاؤ۔ میاں فرید یہ ارشاد سنتے ہی اللہ اکبر کہہ کر آگ میں کود کر مشغول

بذکرِ الٰہی ہوا۔ یہ حال دیکھ کر اکبر بادشاہ کے امیر نہایت نادم ہوئے اور تنور پر جمع ہو کر ہر چند میاں فرید کو آواز دی کہ باہر آئے مگر وہ اپنی جگہ سے جنبش نہیں کرتا تھا۔ آخر الامر حضرت کی خدمت میں آکر ملتجی ہوئے کہ حضرت خود شیخ فرید کو آواز دیں کہ وہ تنور سے باہر آئے۔ حضرت نے اس کو آواز دی۔ فی الحال وہ باہر آکر حضرت کے قدموں پر گر پڑا۔ ہندی زبان میں نہرا شیر کو کہتے ہیں، جس روز سے کہ حضرت سید شہاب الدین بصورتِ شیر مبتل ہوئے اس روز سے شہاب الدین نہرا کے خطاب سے مشہور ہوئے[1]۔

خلفاء آپ کے مشہور خلیفہ سید عبد الرزاق کیؒ تھے جن کا مزار نیلا گنبد میں ہے اور انھیں آپ ہی سے خلافت اور مسند ارشاد کی اجازت عطا ہوئی۔

شادی اور اولاد آپ نے زندگی میں دو شادیاں کیں ایک کا نام بی بی کلاں تھا اور دوسری کا نام نورنگ بی بی تھا جو ایک مسلمان راجہ کی بیٹی تھی۔ پہلی بیوی سے دو بیٹے اور دوسری بیوی سے ایک بیٹا تھا۔ آپ کی اولاد کے بارے میں تحقیقاتِ چشتی میں لکھا ہے کہ حضرت موج دریا بخاری کی زوجہ مسمّی بہ بیوی وڈّی خاندان ساداتِ گیلانی سے حضرت سید عبد القادر ثالث (جن کا مزار اندرونِ مقبرہ حضرت شاہ چراغ کے ہے) کی بیٹی تھیں اور اُن کے بطنِ عفت سے حضرت کے صاحبزادہ سید صفی الدین و سید بہاؤ الدین متولّد ہوئے۔ بعد ازاں حضرت موج دریا بخاری نے کسی مسلمان راجہ کی لڑکی سے نکاح ثانی کیا اور اُس بی بی منکوحہ کو گھر میں لے آئے۔ بی بی صاحبہ کلاں کو حضرت کا نکاحِ ثانی ناگوار گزرا اور حضرت کی خدمت میں عرض کی گرچہ بموجب اجازتِ شرع شریف آپ کو نکاحِ ثانی کا اختیار تھا اور کچھ جائے شکوت نہیں، لیکن میں نہیں چاہتی ہوں کہ آپ کی یہ بی بی میرے گھر

---

[1] تحقیقاتِ چشتی ص ۲۵۵ از مولوی نور احمد چشتی

میں رہے۔ آپ کو چاہیئے کہ اس کو علیحدہ رکھیں۔ پس حضرت نے حسب رضا جوئی بی بی کلاں اس بی بی کو بمقام بٹالہ بھیج دیا اور اسی مقام میں اُن کے لیے حویلیاں تعمیر کرائیں اور بی بی صاحبہ خود وہاں رہنے لگیں اور خود حضرت کبھی بٹالہ میں اور کبھی لاہور میں رہتے تھے۔ پس اُن کے بطن سے حضرت سیّد شہاب الدین نہرا پیدا ہوئے کہ ولی کامل و شیخ مکمل تھے۔

وصال آپ کا وصال ۷۱ سال کی عمر میں اکبر بادشاہ کے زمانے میں بتاریخ ۱۷ ربیع الاول سنہ ۱۰۱۳ھ بمطابق سنہ ۱۶۰۴ء ہوا۔ آپ کی وفات بمقام خان فتاکر بٹالہ میں ہوئی لیکن آپ کے بڑے صاحبزادے آپ کی نعش مبارک کو لاہور لے آئے اور بمقام خانقاہ عالیہ دفن کر دیا۔

مزار اقدس آپ کا مزار اقدس ایڈورڈ روڈ پر ایک بہت بڑے گنبد میں کسٹم ہاؤس کے پاس واقع ہے۔ جو شہنشاہ اکبر نے آپ کی وفات سے قبل ہی تعمیر کروا دیا تھا۔ قبہ میں گیارہ قبریں ہیں۔ ساتھ ہی ایک مسجد بھی ہے۔ قبریں آپ کے رشتہ داروں کی ہیں۔ گنبد مغلیہ طرز نہایت مضبوط اور شاندار ہے۔

حضرت سیّد جلال الدین سہروردیؒ

آپ حضرت میراں محمد شاہ المشہور سیّد موج دریا بخاری کے حقیقی بھائی تھے۔

والدِ ماجد آپ کے والدِ ماجد سیّد صفی الدین سادات اوچ شریف سے تھے۔ لیکن جب آپ کے بھائی موج دریا بخاری شہنشاہ اکبر کے حکم سے لاہور تشریف لائے تھے اور ان کو جاگیر عطا ہوئی۔ تو آپ بھی بعد میں لاہور میں تشریف لے آئے۔

پیدائش آپ کی پیدائش اوچ شریف میں ہوئی کیونکہ آپ کا خاندان وہیں رہتا ہے اس لیے زندگی کا کچھ حصّہ آپ نے وہاں ہی گزارا۔ اور تعلیم و تربیت

بھی وہیں حاصل کی۔

سلسلہ طریقت آپ سلسلہ سہروردیہ میں اپنے والد ماجد کے مرید تھے۔ اور انہی سے باطنی تعلیم حاصل کی۔ آپ کو بے شمار روحانی مشاہدات ہوئے۔ آپ نے کثرت سے عبادت کی کیونکہ آپ کا محبوب مشغلہ عبادت اور ذکر الٰہی تھا۔

سیرت آپ دُنیا کو اللہ کی محبت کے بالمقابل بالکل حقیر جانتے تھے۔ اس لیے دُنیا داروں سے تعلق نہ رکھتے تھے یہی وجہ تھی آپ اپنے بڑے بھائی حضرت موج دریا بخاری کے پاس بھی بہت کم رہتے تھے بلکہ اکثر اوقات دن رات باغوں اور ویران جگہوں پر گزارتے اور یاد الٰہی میں مصروف رہتے۔ آپ عشق و محبت اور ترک و تجرید میں لاثانی تھے۔ اگرچہ آپ کے بھائی کو شہنشاہ وقت نے کافی جاگیر دے رکھی تھی۔ مگر آپ کو دنیاوی آسائشوں سے بالکل دلچسپی نہ تھی۔

وصال آپ کا وصال ۱۰۱۶ھ بمطابق ۱۶۰۷ء میں ہوا۔ اس وقت شہنشاہ نور الدین جہانگیر برسر اقتدار تھا۔

مزار آپ کو حضرت بیبیاں پاک دامناں واقع محمد نگر میں دفن کیا گیا۔ جہاں آپ کا مزار پُر انوار ایک گنبد کے نیچے احاطہ بی بی حاج و بی بی تاج واقع ہے۔ اور آپ کے روضہ کو جانے کا دروازہ خانقاہ بی بی پاک دامناں کے اندر ہے۔

حضرت سید صفی الدین سہروردیؒ

آپ ولی کامل اور صاحب کمال بزرگ حضرت سید میراں محمد شاہ المعروف موج دریا بخاری کے سب سے بڑے بیٹے تھے۔ حضرت موج دریا بخاری کی دو بیویاں تھی ایک کا نام بی بی نورنگ تھا اور دوسری کا نام حضرت بی بی کلاں تھا جو سید محمد غوث بالا پیر گیلانی کی اولاد سے تھیں آپ حضرت بی بی کلاں کے بطن سے تھے۔

آپ ساری عمر لاہور میں سکونت پذیر رہے۔ آپ کے والدِ ماجد نے آپ کی تربیت بڑے عمدہ خطوط پر کی اور آپ کو سلسلہ سہروردیہ میں منسلک کر کے اپنا جانشین بنایا اور آپ نے اپنے والدِ ماجد کی وفات کے بعد صحیح معنوں میں، جانشینی کے فرائض کو بخوبی سر انجام دیا۔

آپ کے والد حضرت سید میراں محمد شاہ نے قیام لاہور کے دوران اپنی خانقاہ پر درس و تدریس کا سلسلہ جاری کیا تھا آپ نے ان کے وصال کے بعد اس سلسلہ کو جاری رکھا آپ بذات خود بچوں کو پڑھایا کرتے تھے اور قرآن پاک کا درس دیا کرتے تھے۔

والدِ ماجد کی وفات کے بعد آپ حلقہ ارادت حضرت موج دریا بخاری کی تربیت کیا کرتے تھے آپ دل کھول کر خرچہ کرتے اور اپنے والدِ ماجد کا سالانہ عرس مبارک کرواتے۔

آپ بڑے اچھے منتظم تھے اس لیے آپ کے والد نے معافیاں لاہور اور دیگر اضلاع کا انتظام آپ کے سپرد کیا اور آپ نے اپنے فرائض بخوبی سر انجام دیئے۔

آپ کے والد ماجد نے لاہور میں فقرا اور طالبان طریقت کی تربیت کے لیے خانقاہی نظام قائم کیا تھا جس میں اُنھوں نے لوگوں کی روحانی تربیت اور اصلاح کا بندوبست کیا ان کے قیام و طعام کے لیے کئی کمرے بنوائے اور ایک وسیع لنگر خانہ قائم کیا آپ نے والد محترم کے بعد اسی خانقاہی نظام کو برقرار رکھا اور زندگی کا زیادہ حصّہ لوگوں کی اصلاح اور دینی تربیت میں صرف کیا۔ آپ کی خانقاہ کا ماحول تقویٰ پرہیزگاری خلوص اور توکل پر مبنی تھا۔ لہذا ایسے ماحول میں آنے والے پر نیکی کا اثر پڑتا بلکہ بڑے بڑے گنہگاروں کا ذہن بدلا اور وہ تائب ہو کر طالب مولیٰ بن گئے۔

آپ کو اپنے والدِ ماجد سے بے حد محبت تھی۔ حتیٰ کہ جب آپ کے والدِ ماجد کا انتقال ہوا تو وہ ایک قصبہ خان فتا میں تھے یہ قصبہ بٹالہ کے قریب تھا آپ اسی پدری محبت کے تحت اپنے والدِ ماجد کی لاش کو لاہور لائے اور یہاں دفن کیا۔

آپ نے ایک نیک خاتون سے شادی کی اور ان سے تین فرزند پیدا ہوئے پہلے

صاحبزادے کا نام عبدالرحیم تھا دوسرے کا نام سید حسن اور تیسرے کا نام سید حسین تھا۔ سید حسن اور حسین دونوں لاولد فوت ہوئے۔

آپ کا انتقال لاہور ہی میں ہوا اور آپ کو روضہ حضرت موج دریا بخاری کے احاطہ میں دفن کیا گیا آپ کا مزار ایڈورڈ روڈ پر مرجع خلائق ہے۔

حضرت سید بہاؤالدین سہروردیؒ

حضرت سید بہاؤالدین پر جو اللہ کا کرم ہوا وہ صرف آپ کے والد کی توجہ کا نتیجہ تھا۔ آپ چونکہ ایک ولی کامل کے فرزند اور خاندان سادات کے چشم و چراغ تھے۔ اس لیے اس نسبت پدری اور شفقت و تربیت سے آپ صاحب روحانیت بنے لیکن جس مقام اور درجہ ولایت پر آپ کے والد تھے اس مقام کو نہ پاسکے۔ آپ حضرت میراں موج دریا بخاری سہروردی کے فرزند ثانی تھے آپ کے بڑے بھائی کا نام شاہ صفی الدین تھا حضرت میراں موج دریا بخاری نے اپنی حیاتی میں دو شادیاں کی تھیں آپ پہلی بیوی سے تھے۔ آپ کی والدہ کا نام بی بی کلاں تھا[1] جو حضرت سید عبدالقادر ثالث قادری کی صاحبزادی تھی۔ آپ کی والدہ ایک نیک اور عابدہ خاتون تھیں۔ اس طرح آپ کا نسبی تعلق یعنی والد اور والدہ کی طرف سے خاندان سادات سے تھا۔

آپ کو ریاضت اور عبادت سے بے حد شغف تھا۔ آپ سلسلہ سہروردیہ میں اپنے والد حضرت میراں موج دریا بخاری کے مرید تھے اور انہی کی زیر ہدایت ذکر و فکر اور عبادت الہٰی سے روحانیت میں تکمیل پائی۔ آپ کا شجرہ طریقت یوں ہے۔ آپ مرید و خلیفہ حضرت میراں محمد شاہ المعروف موج دریا بخاری کے وہ مرید حضرت سید صفی الدین کے وہ مرید حضرت سید نظام الدین کے وہ مرید حضرت سید علم الدین ثانی کے وہ

---

[1] تحقیقات چشتی ص ۲۵۷ از مولوی نور احمد چشتی

مرید جمال الدین کے وہ مرید حضرت سیّد علم الدین اولیٰ کے وہ مرید حضرت سیّد ناصر الدین کے اور وہ مرید حضرت جلال الدین مخدوم جہاں جہانیاں جہاں گشت کے۔ آپکا شجرہ نسبی بھی یہی ہے۔ شرافت اور ولایت آپ کے خاندان میں نسل در نسل کافی عرصہ قائم رہی۔ آپ بڑے متقی اور پرہیز گار تھے۔

آپ نے زندگی کا زیادہ عرصہ لاہور میں اپنے والد ماجد کے زیر سایہ گزار اگر آپ کے والد جب کبھی بٹالہ ضلع گورداسپور ہندوستان میں جاتے اور وہاں ان کا قیام زیادہ عرصہ کے لیے ہو جاتا تو آپ بھی ان کے پیچھے بٹالہ میں چلے جایا کرتے تھے۔

آپ کی زندگی کا بیشتر حصہ والدین اور مخلوق خدا کی خدمت میں گزرا آپ نے سنت نبوی کی اتباع میں والدین کی خواہش کے مطابق شادی کی اور اس سے تین صاحبزادے تولد ہوئے جن میں پہلے کا نام سیّد نظام دوسرے کا نام میر مومن اور تیسرے کا نام سیّد صادق علی تھا۔ لیکن یہ تینوں صاحبزادے لاولد ہوئے۔

آپ کی وفات لاہور میں ہوئی اور آپ کو والد کے مقبرہ میں دفن کیا گیا آپ کی قبر ایڈورڈ روڈ لاہور پر گنبد موج دریا بخاری میں ہے۔ گنبد کے شرق رویہ ایک مسجد ہے۔

حضرت سیّد شہاب الدین سہروردیؒ

پیدائش | آپ کی ولادت بٹالہ میں ۹۶۵ھ مطابق ۱۵۵۸ء بعہد نصیر الدین ہمایوں ہوئی۔

والدین | آپ کے والد ماجد لاہور کے مشہور ولی اللہ حضرت میراں موج دریا بخاری حضرت میراں موج دریا بخاری نے زندگی میں دو شادیاں کیں پہلی بیوی کا نام بی بی کلاں تھا اور دوسری زوجہ محترمہ کا نام بی بی نورنگ تھا حضرت شہاب الدین نہرا

بی بی نور رنگ کے بطن سے تھے۔ آپ کی والدہ بٹالہ ضلع گورداسپور میں رہتی تھیں آپ کے والد کبھی لاہور اور کبھی بٹالہ میں رہا کرتے تھے۔ آپ ساری زندگی بٹالہ میں اپنی والدہ کے ساتھ رہائش پذیر رہے آپ کے والدِ ماجد نے آپ پر خاص توجہ دی اور اس توجہ باطنی کے باعث بچپن ہی میں ولی اللہ بن گئے۔

تعلیم

آپ کی تعلیم کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ جب حضرت سید شہاب الدین نہرا چار سال چار ماہ چار روز کے ہوئے تو حسبِ دستور شرعِ محمدی ان کے والد نے ان کو تحصیل علومِ ظاہری کے لیے ایک معلم مسمّی فضل رسول لاہوری کے حوالے کیا۔ جب اُستاد پڑھانے لگا تو اُس نے کہا، کہو الف، آپ نے فرمایا، الف، پھر اُس نے کہا کہ آگے کہو بے، آپ چُپ رہے اور کچھ نہ بولے۔ پھر اُس نے کہا کہ پڑھو، تو بھی آپ چُپ رہے۔ الغرض اُستاد نے خفا ہو کر کہا کہ پڑھو ب۔ آپ نے ناراض ہو کر ایک طمانچہ اُستاد کے مُنہ پر مارا اور فرمایا کہ اے بیوقوف اُستاد! ہم کو ایک ہی الف اللہ کا کافی ہے۔ ہم بے سے واقف نہیں، اُستاد یہ ذکر سُن کر حضرت موج دریا بخاری کے پاس گیا اور رنجیدہ ہو کر کہا کہ حضرت آپ کے صاحبزادہ نے مجھ کو ایسا طمانچہ مارا ہے کہ مجھے سخت تکلیف ہوئی ہے، اور الف سے زیادہ نہیں پڑھا۔ حضرت موج دریا بخاری نے یہ حال سُن کر آپ کو بُلوایا اور کہا کہ آپ سے یہ کیا حرکت ہوئی ہے کہ اُستاد کو طمانچہ مارا ہے۔ آپ نے کہا کہ سچ ہے ہم کو ایک الف اللہ کا کافی ہے اور ماسوا اس کے ہم کو سب علم حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ، شکمِ مادر میں تعلیم فرما گئے ہیں، چنانچہ تمام قرآن شریف اسی وقت نوکِ زبان سُنا دیا۔ اس پر حضرت موج دریا بہت خوش ہوئے اور دوگانہ شکر ادا کیا اور اُستاد بھی حیران ہو کر چلا گیا۔

خصائل

آپ خوبصورت اور بارعب تھے ملنے جلنے والوں میں آپ کا دبدبہ تھا علوم باطنی میں صاحب کمال اور یکتائے روزگار بزرگ تھے آپ

نے ساری عمر ریاضت و عبادت میں گزاری۔ آپ پابند شرع اور صوم والصلوٰۃ تھے۔ آپ ساری عمر ہدایت خلق میں مصروف رہے والد ماجد کی توجہ خاص سے آپ کو یہ مقام حاصل تھا کہ جو بھی آپ کے حلقۂ ارادت میں آتا بہت جلد روحانی منازل طے کرنے لگتا۔ لہٰذا بے شمار لوگ آپ کے حلقہ ارادت میں آئے اور آپ سے رشد و ہدایت اور تعلیم و تلقین حاصل کی۔

آپ کے والد ماجد کو بادشاہ وقت نے بہت سی زمین دی تھی اور آپ کے والدِ ماجد نے اپنی زندگی ہی میں بٹالہ کے نواح میں اپنی زمینوں کا انتظام آپ کے حوالے کر دیا تھا آپ نے اپنے حسن تدبر سے اُن کا انتظام بہت عمدہ طریقے سے چلایا اور اس زمین کی آمدن سے اپنا خرچ چلاتے اور ضرورت سے زائد رقم اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا کرتے تھے۔

وفات

آپ کی وفات گیارہ ذوالحجہ ۱۱۸۰ھ کو بمقام بٹالہ ہوئی ہے۔ شبِ وفات آپ نے اپنے صاحبزادے شاہ مصطفیٰ کو فرمایا کہ ہم صبح کو فوت ہو جائیں گے تو تم ہمارا جنازہ بٹالہ سے اُٹھا کر لاہور کی طرف لے جانا بس جہاں ہمارا جنازہ رُک جائے وہیں دفن کر دینا، چنانچہ جب یہاں بمقام مزارِ موجودہ جنازہ آ پہنچا تو رُک گیا۔ مشہور ہے کہ اُن ایام میں یہاں ایک ہندو سادھو جوگی رہتا تھا اس کو بعالم رؤیا حضرت کی طرف سے آگاہی ہوئی کہ تو یہاں سے دہلی کو چلا جا کہ یہاں ہمارا مقبرہ ہوگا۔ اُس نے جواب میں عرض کی کہ بچشم چلا جاؤں گا مگر امیدوار ہوں کہ زیارتِ جنازہ کر لوں، جب یہاں جنازہ آ پہنچا تو وہ ہندو فقیر باہر آیا اور جنازہ کی زیارت کر کے چلا گیا اور حضرت یہاں دفن ہوئے اور قبر خام تیار ہوئی۔ چونکہ آپ کے خادم بہت امیر امراء تھے اُنھوں نے ارادہ کیا کہ حضرت کا مقبرہ عالیشان بنائیں تو اُن کو بعالم خواب آپ سے حکم ہوا کہ خبردار ہماری قبر خام رہنے دو پختہ نہ بناؤ، جو کوئی ہماری قبر پختہ بنائے گا تکلیف پائے گا۔ اس لیے کافی عرصہ آپ کی قبر خام

رہی۔

قطعہ تاریخ وفات یہ ہے[1]

ماہِ روئے زمن شہاب الدین | شیخ اہلِ یقین شہاب الدین
عقل تاریخ انتقاش گفت | پیر نور شاہِ دین شہاب الدین

مزار اقدس آپ کا مزار اقدس بھوگیوال نزد باغبانپورہ میں ایک قبرستان میں واقع ہے آپ کا مزار پر انوار ایک اونچے چبوترے پر واقع ہے اور آج بھی مرجع خلائق ہے۔

حضرت سیّد زندہ علی سہروردیؒ

حضرت سیّد زندہ علی کا نسبی تعلق حضرت سیّد جلال الدین مخدوم جہاں جہانیاں جہاں گشت سے ملتا ہے آپ کے پردادا حضرت میراں موج دریا بخاری تھے وہ دسویں صدی ہجری کے آخر میں لاہور میں قیام پذیر ہوئے اس وقت سے لے کر ان کا خاندان لاہور کا رہائشی بن گیا۔ حضرت میراں موج دریا بخاری کی اولاد میں سے ایک لڑکے کا نام صفی الدین تھا حضرت صفی الدین کے تین لڑکے تھے ان میں سے ایک کا نام عبدالرحیم تھا اور عبدالرحیم آپ کے والد تھے۔

پیدائش آپ کے والدِ ماجد درگاہ حضرت میراں موج دریا کے سجادہ نشین تھے۔ اس لیے ان کی رہائش درگاہ کے ساتھ ہی تھی ۔ آپ اسی رہائش میں جو محلہ میراں موج دریا بخاری کہلاتا تھا سنہ ۱۰۵۰ھ میں پیدا ہوئے۔

تعلیم و تربیت آپ کے والد چونکہ پیر طریقت اور سہروردی سلسلہ کے خلیفہ مجاز تھے۔ اس لیے آپ کی تربیت دینی ماحول میں ہوئی

---

[1] خزینۃ الاصفیاء۔

قرآن مجید کی تعلیم اپنے والدِ ماجد ہی سے حاصل کی۔ اس کے بعد مروجہ تعلیم حاصل کی۔ گھریلو ماحول کے زیر اثر آپ بچپن ہی سے صوم و الصلوٰۃ کے پابند تھے۔ جوانی میں بھی آپ نیکی کی طرف مائل رہے آپ درگاہ کے انتظام میں اپنے والدِ ماجد کا ہاتھ بٹایا کرتے تھے۔ آپ کا خرچہ موروثی جاگیر کی آمدن سے چلتا تھا۔

سجادہ نشینی آپ سلسلہ سہروردیہ میں اپنے والدِ ماجد ہی کے مرید تھے۔ اور انہی سے سلسلہ عالیہ کے اوراد اور ذکر و فکر کی تعلیم حاصل کی۔

پھر آپ کے والد نے آپ کو اپنے بعد میراں موج دریا کی درگاہ کا جانشین اور اپنا خلیفہ مقرر کیا۔ والدِ ماجد حضرت عبد الرحیم کی وفات کے بعد آپ سجادہ نشین بن گئے اور بقیہ زندگی درگاہ کی خدمت میں گزاری۔ آپ رحم دل اور مہمان نواز تھے۔ اپنے مریدوں اور حضرت موج دریا بخاری کے عقیدت مندوں کی بے پناہ خدمت کرتے۔ سالانہ عرس مبارک کے موقعہ پر دل کھول کر عرس میں شرکت کرنے والوں کی خدمت کرتے۔ آپ بڑے زاہد اور متقی تھے۔

خزینۃ الاصفیاء جلد دوم صفحہ ۱۱۱ پر آپ کے متعلق مفتی صاحب تحریر فرماتے ہیں۔ "شیخ عابد و زاہد و متقی و جامع سیادت و نجابت و شرافت بود و سلسلہ ارادت بخدمت اباے کرام خود داشت۔"

کرامت آپ کی ایک کرامت یہ ہے کہ مقبرہ حضرت موج دریا بخاری کے قریب ایک کنواں کھودا اس کا پانی کھاری تھا وہاں کے لوگوں نے آپ سے استدعا کی کہ دعا فرمائیں پانی میٹھا ہو تو آپ انھیں کہا کہ اس کے قریب ہی نیا کنواں کھودو انشاءاللہ میٹھا پانی نکلے گا چنانچہ ایسے ہی کیا گیا نئے کنویں کا پانی میٹھا تھا۔

اولاد آپ کے دو لڑکے تھے ایک کا نام سید اچا اور دوسرے کا نام سید مجھا تھا۔ آگے ان کے اولاد نہ ہوئی۔ اس لیے آپ کا سلسلہ نسب آگے نہ بڑھا بلکہ ختم ہو گیا۔

وفات | آپ ۱۱۱۱ھ بمطابق ۱۶۹۹ء میں فوت ہوئے۔

مزار | آپ کا مزار حضرت موج دریا بخاری کے مزار کے بالمقابل ایڈورڈ روڈ پر واقع ہے مزار ایک اونچے چبوترے پر ہے۔

قطعہ تاریخ وفات | مفتی غلام سرور لاہوری نے آپ کی تاریخ وفات میں اس طرح لکھی ہے[1]

پیر زندہ علی ولی خدا	مرشد رہنمائے خاص و عام
خازن است ترحیلش	نیز نور بہشت زندہ امام
	۱۱۱۱ھ

حضرت عبدالرزاق مکی سہروردیؒ

حضرت شاہ عبدالرزاق کا آبائی وطن سبز وار تھا اور آپ کا نسبی تعلق خاندان سادات سے تھا۔ آپ سبز وار میں پیدا ہوئے اور وہاں پر ہی تعلیم و تربیت حاصل کی جوانی کے عالم میں سیاحت فرماتے ہوئے سبز وار سے غزنی آئے غزنی سے پشاور آئے اور وہاں سے براستہ لاہور دہلی چلے گئے ان دنوں مغل بادشاہ اکبر کا دورِ حکومت تھا چنانچہ وہاں انھوں نے فوج میں ملازمت اختیار کر لی۔ لیکن اس کے بعد ملازمت چھوڑ کر لاہور آگئے اور یہاں اقامت اختیار کر لی۔

بیعت و خلافت | قیام لاہور کے دوران آپ نے حضرت میراں محمد شاہ موج دریا بخاری سے بیعت کی آپ نے اپنے پیر و مرشد کی بہت خدمت کی۔ اور انھیں کی خدمت میں زندگی کا بیشتر حصہ بسر کیا۔ کثرت سے عبادت کیا کرتے تھے، اور پیر روشن ضمیر کی خدمت کو ہر بات پر ترجیح دیتے تھے۔

---

[1] خزینۃ الاصفیاء۔

حضرت موج دریا نے آپ کو خرقۂ خلافت بھی عطا فرمایا۔ اور انہی سے فیض پانے کی بدولت قطب زمانہ ہو گئے۔[1]

ریاضت و عبادت پیر و مرشد کے وصال کے بعد بھی آپ ان کے روضہ پر جا کر رات گزارتے اور عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے تھے، اور دن کو اس جگہ پر جہاں اب آپ کا روضہ ہے آرام فرماتے[1] آپ دُنیا داروں کی طرف بالکل توجہ نہ دیتے بلکہ آپ دُنیا داروں سے الگ تھلگ رہنا پسند کرتے تھے۔ آپ اغنیا اور امرا سے میل جول رکھنے کے بھی قائل نہ تھے آپ خلوت کی طرف زیادہ مائل تھے۔ اور یہی وجہ تھی کہ عبادت میں ہی دن رات کا بیشتر حصّہ گزارا کرتے تھے، آپ نہایت ہی متقی پرہیزگار اور پابند شرع بزرگ تھے اسی لیے آپ کے مرشد میراں محمد شاہ سہروردی لاہوری بھی آپ کی علمیت اور کمال کے زہد و تقویٰ کو تسلیم کرتے تھے۔

قیام گاہ آپ کی قیام گاہ اس جگہ پر تھی جہاں آجکل آپ کا مزار ہے کسی زمانہ میں اس آبادی کو ایک زمیندار نے آباد کیا تھا یہی آبادی بعد میں نیلا گنبد کے نام سے مشہور ہوئی۔ آخری عمر میں آپ نے زیادہ وقت قیام گاہ پر گزارا اپنی زندگی میں آپ نے وہاں ایک حجرا اور دالان بنوا رکھا تھا۔ جس میں آپ کی رہائش تھی۔ وصال کے وقت آپ نے اپنے عقیدت مندوں اور مریدوں سے فرمایا کہ جب ہماری وفات ہو جائے۔ تو ہمیں یہاں ہی دفن کرنا۔ چنانچہ حسب وصیت ایسا ہی کیا گیا۔ کافی عرصہ تک قبر خام ہی رہی۔ اس زمانہ میں مشہور تھا کہ جمعرات کو یہاں شیر آتا ہے۔ اور دُم سے جاروب کشی کرتا ہے۔ کچھ زمانہ کے بعد متولی خانقاہ حضرت موج دریا بخاری کو خواب میں ارشاد ہوا، کہ حضرت غوث الاعظم نے ارشاد فرمایا۔ کہ اس خام قبر پر عظیم الشان مقبرہ تعمیر

---

[1] حدیقۃ الاولیاء، ۲۵۰، مفتی غلام سرور مطبوعہ لاہور

کیا جائے۔ چنانچہ عبد الغفور نامی ایک معمار کے اہتمام سے یہ مقبرہ بنا[1]۔

وصال آپ کا وصال اورنگ زیب عالمگیر کے عہد حکومت میں بروز جمعرات ۱۰۸۴ھ بمطابق ۱۶۷۳ء میں ہوا۔ اور اسی جگہ پر آپ کو دفن کیا گیا جہاں پر محو عبادت رہا کرتے تھے۔

قطعہ تاریخ وفات مفتی غلام سرور لاہوری نے یوں لکھا ہے۔

عبد الرزاق آں شہ والا مکان اہل کمال ۔۔۔۔ سید ابرار آگاہ مکی متقی

سال سن رحلتش سرور چو پرسید از خرد ۔۔۔۔ گفت ہادی سید دین شاہ مکی متقی[2]

مزار آپ کا مزار چوک نیلا گنبد انار کلی بازار میں مسجد نیلا گنبد کے متصل ایک بڑے نیلگوں گنبد کے نیچے ہے اس گنبد میں سات قبریں ہیں لیکن کسی قبر پر نام نہیں لکھا ہوا سب سے قدیم قبر شیخ عبد الرزاق مکیؒ کی ہے۔

حضرت سید شاہ جمال سہروردیؒ

آپ مغلیہ دور کے اکابر مشائخ سے تھے۔ آپ ایک صاحب کمال ولی کامل جو جمال اور جلال میں یکساں تھے۔

نام و نسب آپ کے بارے میں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ دو بھائی سے جمالؒ اور کمالؒ تھے سادات خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور آپ کا سلسلۂ نسب حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملتا ہے۔ آپ کے والد کا نام حضرت عبد اللہ تھا۔

---

[1] تحقیقات چشتی ص ۴۵۹ ، مولوی نور محمد چشتی ، مطبوعہ لاہور

[2] لاہور کے اولیائے سہروردیہ صفحہ ۲۰۸ از میاں محمد دین کلیم

ابتدائی حالات آپ کے والد لاہور میں جفاکشی کے ذریعے اپنا گزر اوقات بسر کرتے تھے۔ حضرت شاہ جمالؒ نے ابتدائی دور میں تعلیم کی طرف توجہ نہ دی۔ ایک روز کا واقعہ ہے کہ آپ بازار میں کھیل رہے تھے وہاں سے ایک درویش کا گزر ہوا اس نے آپ سے کہا اچھے بچے وقت ضائع نہیں کیا کرتے اس دن سے آپ حصولِ علم کی طرف متوجہ ہوئے اور باقاعدہ درس سے دینی علم حاصل کیا۔

بیعت آپ نے سلسلہ عالیہ سہروردیہ میں حضرت شیخ لکرا بیگؒ کے دستِ حق پر بیعت کی۔ اور انہی کی صحبت اور نگاہِ فیض سے روحانیت حاصل کی، مجاہدہ کی وجہ سے آپ کی طبیعت میں بے حد جلال تھا۔ مجاہدہ کی تکمیل کے بعد آپ کو پیر و مرشد نے خرقۂ خلافت عطا فرمایا

اور لوگوں کو روحانی فیض رسانی کی تلقین کی۔

شجرۂ طریقت آپ کا شجرہ طریقت حضرت بہاؤ الدین زکریاؒ ملتانی سے جا ملتا ہے اور وہ یہ ہے۔ حضرت شاہ جمال مرید شیخ لکرا بیگ کے وہ شاہ شرف کے وہ شاہ معروف کے وہ جعفر الدین کے وہ فہیم الدین کے وہ شیخ جمالؒ کے وہ شیخ صدر الدین عارف کے اور وہ حضرت شیخ بہاء الدینؒ زکریا ملتانی سہروردی کے وہ شیخ شہاب الدین سہروردی کے اور وہ حضرت جنید بغدادی کے اور وہ حضرت سری سقطی کے وہ حضرت معروف کرخی کے وہ حضرت حبیب عجمی کے وہ حضرت داؤد طائی کے وہ حضرت خواجہ حسن بصری کے وہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے۔

سلسلۂ ارشد و ہدایت خرقۂ خلافت کے بعد آپ نے اس جگہ ارشد ہدایت کا سلسلہ جاری کیا جہاں آپ کا مزار مبارک

ہے۔ آپ کی زندگی بالکل درویشانہ تھی آہستہ آہستہ آپ کی بزرگی کا چرچا پورے لاہور میں ہوا۔ اور بے شمار لوگ آپ کی خدمت میں اپنی ضروریات کے لیے حاضر ہوتے حتیٰ کہ مسلم اور غیر مسلم لوگوں کو آپ سے فائدہ پہنچا۔ اور بے شمار غیر مسلم آپ کے ہاتھوں پر دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔

کرامات حضرت شاہ جمالؒ ایک بلند پایہ صاحب کرامت بزرگ تھے، آپ سے بے شمار کرامات ظاہر ہوئیں اور بے شمار لوگ آپ کے گرویدہ ہوئے شاہی خاندان کی عقیدت آپ سے تھی آپ کی سب سے مشہور کرامت تعمیر دمدمہ کا تعمیر کرنا ہے

تعمیر دمدمہ کی کرامت آپ جس علاقہ میں سکونت پذیر تھے اس علاقہ میں اس زمانہ میں آپ کے گرد و نواح شاہی باغات اور عمارات کی تعمیر شروع ہوگئی، آپ نے بھی اس کے مقابلہ میں بلند عمارت تعمیر کرانے کا ارادہ کیا جسے آپ نے دمدمہ کے نام سے منسوب کیا۔ اس کی تعمیر کا واقعہ دراصل یوں کہ حضرت شاہ جمال نے ایک عمارت سات منزل تعمیر کروانا شروع کی۔ اور اسی دور میں آپ کے قریب سرائے گوئیاں بن رہی تھی۔ جس کی وجہ سے راج مزدور کا ملنا ذرا مشکل تھا۔ چنانچہ جو راج مزدور صبح کو سرائے گوئیاں والی میں کام کرتے تھے وہی لوگ رات کو حضرت کے دمدمہ کی عمارت میں مشغول رہتے تھے۔ حضرت کا یہ معمول تھا کہ اگر کوئی ایک پہر کام کرے خواہ دو پہر حضرت اسے کامل یوم کی مزدوری معمول سے دگنی عطا فرماتے تھے۔ جب یہ ایسا بلند ہفت منزلہ دمدمہ ۱۰۷۱ھ میں تیار ہو چکا تو اس کے اوپر سے بڑے بڑے بلند مکانات پر نگاہ پڑنے لگی۔ اتفاق سے

ل حدیقۃ الاولیاء صفحہ ۱۰۳ از مفتی غلام سرور لاہوری۔

اس دمدمہ کے نواح میں سلطان بیگم ہمشیرۂ شہنشاہ اکبر نے جس کا باغ دمدمہ کے قریب تھا۔ اس نے دیکھا کہ اس سے ہماری بے ستری متصور ہے، چنانچہ وہ ناراض ہوئی اور حضرت کو کہلا بھیجا کہ اگر کوئی امیر ایسی حرکت کرتا تو سزا پاتا، مگر تو فقیر ہے، تجھے کچھ نہیں کہا جاتا، لازم ہے کہ اس کو گرا دو، آپ نے فرمایا کہ اچھا ہم اس مکان کو نیچا کرا لیتے ہیں مگر یاد رہے کہ تیری حویلی کا بھی عنقریب نام و نشان نہ رہے گا۔ ازاں بعد آپ نے بوقتِ شب وجد عارفانہ کیا اور دمدمہ دو منزلہ جواب موجود ہے باقی رہ گیا۔ بقیہ پانچ منزلیں زمین بوس ہو گئیں لیکن سکھوں کی عملداری میں اس مقبرہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا کیونکہ سکھ اس مقبرہ کے پاس آنے سے ڈرتے تھے۔ حالانکہ انھوں نے سرائے گوریاں والی پر قبضہ کر کے ایک توپ خانہ بھی قائم کر لیا تھا اور شاہی باغات اجاڑ دیئے تھے۔ مگر آپ کے دمدمے کی طرف رُخ کرنے کی ان میں ہمت نہ پڑ سکی۔

ایک بات یہ بھی مشہور ہے کہ دمدمہ کی تعمیر ہی کے وقت معمار شاہی عمارات کی تعمیر میں مصروف تھے اور شاہ جمال کو میسر نہیں آتے تھے۔ آخر وہ آمادہ ہوئے کہ رات کو آپ کا کام کریں گے۔ چنانچہ مشعلیں جلا کر دمدمے کا کام کیا جانے لگا۔ ایک دفعہ تیل ختم ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ چراغوں میں پانی ڈال کر دیے روشن کرو چنانچہ آپ کی کرامت سے پانی نے تیل کا کام دیا۔[۱]

اس کرامت کو بے شمار لوگوں نے دیکھا اور یہ واقعہ بہت مشہور ہوا اور لوگ آپ کے معتقد اور مرید ہوئے۔

آپ کی دعا سے دو لڑکوں کا پیدا ہونا

" حضرت شاہ جمال کا ایک ہندو کھتری وو دمل نام معتقد لاولد تھا۔ اور اکثر آپ کے پاس بغرض دعا آیا کرتا تھا۔ ایک دفعہ وہ چند تازہ خربوزے

---

[۱] اوبستہ لاہور صفحہ ۱، از محمد لطیف ملک

بطور تحفہ لایا۔ آپ نے قبول فرمائے اور وہ اس کے حوالے کر کے خود نمازِ عصر پڑھنے لگے۔ اُس نے خیال کیا۔ کہ شاید آپ نے مجھے یہ خربوزے چھلکا اتارنے کے لیے دیے ہیں۔ چنانچہ اُس نے ایک کو تراشا ہی تھا کہ آپ نماز سے فارغ ہو گئے اور کہا۔ تو نے یہ کیا کیا!! میں نے تو اس لیے دیے تھے کہ تم اپنی بیوی سے مل کر کھاؤ گے تو خداوند تعالیٰ تمھیں دو بیٹے عطا کرے گا۔ اب تو نے ایک تراش لیا ہے۔ خوب ہُوا۔ اب ایسے ہی یہ خربوزے لے جاؤ اور میاں بیوی مل کر کھاؤ۔ ایک لڑکا مسلمان پیدا ہوگا اور ایک ہندو۔ چنانچہ دودمل نے حسب فرمان شیخ خربوزے استعمال کیے تو بیوی کو اسی رات حمل ہو گیا۔ اور نو ماہ بعد واقعی دو لڑکے پیدا ہوئے ایک مسلمانی ختنہ کردہ اور دوسرا نامختون دودمل مختون بیٹے کو شیخ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوا۔ آپ نے اپنا بیٹا بنالیا اور بہ اسم فخر الدین موسوم فرمایا۔ اور تربیت فرما کر ظاہری اور باطنی دولت سے سرفراز کیا۔ جب وہ بڑا ہُوا تو حضرت نے اس کو محلہ جوڑے موری لاہور میں ایک مکان خرید کر دیا۔ شیخ فخر الدین حضرت کا دل و جان سے خادم جانثار، صاحب عیال و اطفال ہو کر اُس مکان میں رہنے لگا۔[1]

مکان گرنے کی خبر پہلے دے دی

"ایک دن شیخ فخر الدین اپنے مکان میں بال بچوں سمیت بیٹھے تھے کہ شاہ جمال آگئے اور آواز دی کہ فخر الدین بال بچے اور اسباب لے کر باہر آجاؤ۔ چنانچہ آگئے تو اسی وقت مکان گر گیا، فرمایا مجھے پتہ لگ گیا تھا کہ مکان گرنے والا ہے۔ لہٰذا میں خانقاہ سے آکر یہاں بر وقت پہنچ گیا۔ الحمد اللہ کہ تم نے اللہ کے فضل سے خلاصی پائی"[2]

---

[1] خزینۃ الاصفیاء از مفتی غلام سرور لاہوری

[2] بزرگان لاہور ص ۱۴۴ از غلام دستگیر نامی مطبوعہ لاہور

بے کفن روٹی کہنے والے کو کفن

"حضرت شاہ جمال کے وصال کے تیس سال بعد آپ کے عرس پر ایک مُنہ پھٹ فقیر آیا۔ اُسے لنگر سے دو روٹیاں دی گئیں۔ اُس نے کہا تم عجیب آدمی ہو۔ کہ بے کفن روٹیاں دیں (مطلب یہ کہ سالن بغیر) سجادہ نشین کے مُنہ سے نکلا کہ اچھا تمہیں کفن بھی مل جائے گا۔ چنانچہ اُسی وقت اُسے کپکپی لگی اور زمین پر گر کر مر گیا۔ چنانچہ اس کی قبر اسی خانقاہ میں عبرتِ آموزِ خلق ہے اولیاء کے غضب سے اللہ کی پناہ۔"

وصال حضرت شاہ جمال

جہاں آپ کا تعویذ مزار ہے اس کے نیچے حجرہ میں آپ چلّہ کاٹا کرتے تھے۔ آخری چلّہ میں حسب معمول دروازہ بند کیے بیٹھے تھے۔ کہ تیس دن کے بعد بارش کے صدمہ سے حجرہ کے آگے کی دیوار گر پڑی۔ خادموں نے چاہا کہ حجرے کا دروازہ کھول کر آپ کو باہر نکالیں تو ناگاہ اندر سے آواز آئی کہ جو کچھ ہونا تھا ہو چکا میری قبر اُوپر بنا دو اور اس حُجرے کو میرا مدفن تصور کرو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

کہ یہ حجرہ اُس وقت بھی اسی طرح تھا، آپ اس میں بوقتِ ظہر تشریف لے جا کر بوقتِ عصر باہر آیا کرتے تھے۔ ایک روز چہارم ربیع الثانی سنہ ۱۰۶۱ھ کو بروز پنجشنبہ حضرت نے حسب معمول اندر تشریف لے جا کر خدّام کو حکم دیا کہ دروازہ باہر سے بند کر دو۔ شیخ فخر الدین نے تعمیل کی۔ پھر خواب میں ارشاد فرمایا کہ اُوپر نشانِ قبر بنا دو۔

تاریخ وفات

تاریخ لاہور کے مؤلف عبد اللطیف مرحوم نے آپ کی تاریخ وفات سنہ ۱۰۶۱ھ درج کی ہے لیکن اس کے برعکس مفتی غلام سرور نے آپ کی وفات سنہ ۱۰۴۹ھ بعہد شہاب الدین شاہ جہان قرار دی ہے۔

تاریخ وفات شاہ جمال سُہروردی۔

"رفت از دُنیا بخلدِ جاوداں — چوں جمال الدین کمال المعرفت
وصلتش فیاض محسن شد عیاں — ہم ولی حق جمال المعرفت"

روضہ مُبارک آپ کا روضہ مُبارک اچھرہ روڈ کے غرب رویہ شاہ جمال کالونی میں مرجع خلائق ہے آپ کا مقبرہ بہت اونچی جگہ پر ہے ۔ اور مزار کے اُوپر سبز گنبد ہے جسے میاں خیر الدین امرتسری نے تعمیر کروایا تھا۔ اور آپ کے پاس ایک عالی شان مسجد بھی ہے شیخ فخر الدین اور اس کی زوجہ کی قبریں گنبد کے باہر ہیں ۔ ہر سال آپ کے مزار مبارک پر ایک عالی شان عرس منایا جاتا ہے۔

حضرت سیّد شاہ کمال سہروردیؒ

حضرت شاہ کمال حضرت شاہ جمال کے بھائی تھے، آپ ایک صاحب علم بزرگ تھے۔

ابتدائی حالات آپ سادات حسینی سے تھے اور آپ کے والد ماجد کا نام حضرت عبداللہ تھا۔ آپ نے ابتدائی تعلیم بڑی محنت اور جانفشانی سے حاصل کی۔ اور اس وقت کے کئی علماء سے استفادہ کیا اور دینی تعلیم پر کامل عبور حاصل کیا۔

بیعت و خلافت آپ بھی اپنے بھائی کی طرح سلسلہ سہروردیہ میں حضرت لکہ ابیگ کے مرید ہوئے اور آپ کا شجرہ طریقت یوں ہے۔ خرقہ خلافت بھی عطا ہوا ۔ آپ لکرا بیگ سہروردی کے مرید تھے وہ شاہ شرف کے وہ شاہ معروف کے وہ شیخ جعفر الدین کے۔ وہ شیخ فہیم الدین کے وہ حضرت جمال خنداں رو اُچوی کے۔ وہ شیخ الاسلام حضرت صدر الدین عارف کے اور وہ حضرت خواجہ بہاؤالحق سہروردی ملتانی کے مرید اور خلیفہ تھے ۔

درس و تدریس خلافت ملنے کے بعد آپ نے لاہور میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری کیا اور تعلیمی میدان میں آپ بہت مشہور ہوئے۔ آپ

نے بے شمار تشنگان کو علم دینی اور روحانی علم سے آراستہ کیا آپ کا شمار اپنے زمانے کے سب سے اکابر علماء میں سے ہوتا تھا اور آپ کی ساری زندگی اسی درس و تدریس میں گزری۔ اس درس و تدریس کے ساتھ ساتھ آپ نے اپنے حلقہ ارادت میں آنے والوں کی دینی تربیت پر زور دیا آپ ارکان اسلام کی پابندی پر خاص زور دیا کرتے تھے۔ کیونکہ ارکانِ دین پر پابندی کے بغیر باطنی اور روحانی ترقی ناممکن ہے۔ بلکہ راہ سلوک کی یہ پہلی منزل ہے اسی لیے آپ اتباع شریعت پر خاصا زور دیتے پھر آپ ان کے اخلاق کی طرف توجہ دیتے اور اخلاق صالحہ سے مریدین کو آراستہ کرتے کیونکہ روحانی تربیت میں اخلاق تعلیم ایک محور کی حیثیت رکھتی ہے اور ہر ایک نیک اور صالح انسان میں بلند اخلاق کا پایا جانا ضروری ہوتا ہے آپ بذات خود حسن اخلاق کمال درجے کا تھا۔ عفو اور ایثار کی خوبیاں بھی آپ میں بدرجہ اتم موجود تھیں۔

وفات آپ مغل بادشاہ شاہجہاں کے دور حکومت میں ۱۰۸۰ھ بمطابق ۱۶۶۹ء میں فوت ہوئے وصال کے بعد آپ کو آپ کی قیام گاہ میں دفن کیا گیا آپ کی قیام گاہ شہر لاہور سے متصل موضع راواں میں تھی۔ اب یہ آبادی بالکل شہری آبادی میں شامل ہو گئی ہے اور رحمانپورہ اچھرہ کے نام سے مشہور ہے آپ کا مزار رحمانپورہ میں مرجع خلائق ہے۔

حضرت شیخ حسو تیلی سہروردیؒ

آپ مغل شہنشاہ جلال الدین اکبر کے زمانے میں گزرے ہیں آپ اللہ کے برگزیدہ بندے تھے آپ کا مزار ایبٹ روڈ پر مغل سینما کے عقب میں گراؤنڈ اور لیڈی ہسپتال کے درمیان ایک چار دیواری کے اندر ہے۔

بیعت آپ حضرت شاہ جمال کے مرید تھے ۔ اور انہی سے خرقۂ خلافت بھی عطا ہوا کمال درجہ کے آپ اولیاء اللہ تھے ہزارہا ہزار مخلوق آپ سے فیض یاب ہوئی ۔

شجرہ طریقت آپ کا سلسلہ سہروردیہ ہے اور شجرہ طریقت یوں بیان کیا جاتا ہے ۔ آپ حضرت شاہ جمال کے مرید تھے وہ مخدوم لکوا بیگ کے، وہ شاہ شرف کے اور وہ معروف شاہ، اور وہ حضرت جعفر دین کے اور وہ حضرت فہیم الدین کے وہ جمال کے وہ صدر الدین عارف کے اور وہ حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردی کے تھے ۔

واقعہ بیعت پہلے لاہور میں غلہ فروشی کی دوکان کرتے تھے، ایک دن شاہ جمال لاہوری کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دعائے خیر چاہی ۔ اُنھوں نے نصیحت کی کہ غلہ پورے قول تولا کرو چنانچہ آپ نے کم دنی ترک کر دی اور پورا تولنے لگے یہ طریقہ اختیار کر لیا کہ جو گاہک آتا ۔ ترازو اس کے ہاتھ میں دے دیتے کہ خود تول لو ۔ چنانچہ جو زیادہ تول کرے جاتا اُس کا غلہ گھر جا کر کم نکلتا اور جو پورا تولتا اُس کا بڑھ جاتا ۔ کئی سال آپ کا یہی معمول رہا ۔ اور کاروبار میں اس قدر ترقی ہوئی کہ آپ نے باٹ سونے کے بنا لیے ۔

پھر ایک دن یہ باٹ لے کر شاہ جمال کی خدمت میں لے گئے اور عرض کیا کہ آپ کی توجہ سے اس قدر کشائش اور برکت ہوئی ہے کہ سنگھائے ترازو بھی سونے کے بنا لیے ہیں حضرت صاحب نے فرمایا کہ انہیں لے جا کر دریا میں پھینک دو ۔ آپ تعمیل حکم کے لیے فوراً دریا پر گئے اور باٹ دریا میں ڈال دیے دو روز بعد دیہات سے غلہ فروش لاہور آتے ہوئے دریا سے گزرے تو وہ سنہری باٹ ان کے پاؤں کے نیچے آ گئے ۔ اُن کو معلوم تھا کہ یہ باٹ شیخ کے ہیں ۔ لہذا اُنھوں نے لا کر انھیں دے دیے ۔ شیخ حسن پھر یہ

باٹ شاہ جمال کے پاس لے گئے کہ دیا سپرد کیے ہوئے پھر میرے پاس آ گئے۔ شاہ صاحب نے فرمایا یہ راستی کا معمول تھا۔ جب تو نے کم تولنا چھوڑ دیا تو مال میں برکت آئی اور جو تو نے حلال کمائی سے پیدا کیا تو دریا میں بھی ڈالا تو بھی ضائع نہ ہوا اور تیرے پاس لوٹ آیا۔

یہ بات سُن کر حسن اسی وقت تارکِ دنیا ہو گئے اور اپنی دوکان فی سبیل اللہ لٹا دی اور شاہ جمال کی ارادت اختیار کر کے زہد و ریاضت میں مشغول ہو گئے اور چند سال میں کمال کو پہنچ کر ولایت کے درجہ پر فائز ہوئے۔[1]

تیلی مشہور ہونے کی وجہ آپ نے گندم کا کاروبار چھوڑ کر تیل فروخت کرنا شروع کر دیا تھا اسی نسبت سے آپ تیلی مشہور ہوئے دراصل تیل کا کام اپنانے کے بارے میں یوں بیان کیا جاتا ہے کہ ایک روز آپ گندم تول رہے تھے اور دھانیں گنتے جا رہے تھے۔ جب بارہ دھانیں ہو گئیں اور تیرھویں کا نمبر آیا تو کسی نے آپ کو بلایا اس مداخلت سے آپ کے مُنہ سے نکلا تیراں میں تیراں انھوں نے وہ الفاظ جو ان کے مُنہ سے نکلے تھے اس کا مطلب سمجھا کہ یا الٰہی میں تیرا ہوں۔ اسی روز سے آپ نے گندم فروشی ترک کر دی لیکن کچھ عرصہ کے بعد تیل بیچنا شروع کر دیا اس لیے تیلی مشہور ہو گئے۔

حضرت لال حسین کی عقیدت حضرت لال حسین آپ کے ہم عصر تھے حضرت لال حسین اکثر پیر علی ہجویری کے مزار پر جایا کرتے تھے اور جس راستے سے گزرتے سے وہ حسو تیلی کی دوکان کے آگے سے گزرتا تھا۔ حضرت حسین اکثر مجذوبانہ کیفیت میں شور مچاتے ہوئے گزرا کرتے تھے ایک دن حضرت حسو نے لال حسین کو کہا کہ اتنا شور و غل مچاتے ہوئے یہاں سے

---

[1] تحقیقات چشتی ص ۱۴۲ از مولوی نور محمد چشتی

گزر ا کرو۔ ساتھ جو حضرت حسو تیلی کے پاس بیٹھے تھے اُنھوں نے ان سے کہا کہ اس فقیر کو میں نے کبھی مجلس نبوی میں نہیں دیکھا۔ حضرت لال حسین نے آپ کی اس بات پر غور نہ کیا اور حسب معمول اپنے طریقے سے شور و غل کرتے گزر جاتے۔ ایک رات حضرت حسو تیلی مجلس نبی میں حاضر تھے کہ اُنھوں نے دیکھا کہ لال حسین رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں بیٹھا ہوا ہے اور رسول اکرم اس سے پیار فرما رہے ہیں بعد ازاں وہ وہاں سے اٹھ کر حسو تیلی کی گود میں آ بیٹھا اس لڑکے نے حضرت حسو تیلی کی ڈاڑھی پر ہاتھ مار کر چند بال اکھاڑ لیے پھر ایک روز حضرت لال حسین بلند آواز کرتے ہوئے چوک جھنڈا سے گزرے حسو تیلی نے کہا کہ بیٹے شور نہ ڈالو یہ سُن کر حضرت حسین کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے میاں تم اس بات سے باز نہیں آتے ادھر دیکھو جب حضرت حسو نے دیکھا تو اس کے ہاتھ میں وہی بال پکڑے ہوئے تھے جن کو مراقبہ میں حضرت حسو کی ڈاڑھی سے مجلس نبوی میں نوچا تھا۔ وہ دیکھ کر پہچان گئے کہ یہ تو وہی لڑکا ہے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں بیٹھا ہوا دکھائی دیا تھا۔ حضرت حسو نے حضرت لال حسین کو گلے لگا لیا اور کہا حسو حسین اور حسین حسو جو شخص ہمارا خادم ہو وہ حسین کا ادب پیروں کی طرح کرے۔

وفات حضرت حسو تیلی ۲۰ شوال ۱۰۱۲ھ میں فوت ہوئے یہ اکبر بادشاہ کا زمانہ تھا۔ آپ کا مزار ایبٹ روڈ پر جانکی دیوی جمیت سنگھ خیراتی ہسپتال کے متصل ایک احاطے میں ہے۔

قطعہ تاریخ وفات مفتی غلام سرور نے لکھا ہے

رحلتش ہست شیخ اہل اللہ
نیر محسن حسن ولی مخدوم
۱۰۱۲ھ

حضرت محمد اسمٰعیل المعروف میاں وڈا سہروردیؒ

حضرت شیخ محمد اسماعیل مغلیہ دور کے ایک بلند پایہ عالم دین اور صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے۔ آپ کا اصل اسم گرامی حضرت محمد اسماعیل تھا جو میاں وڈا کے نام سے مشہور ہوئے۔

خاندان حضرت حافظ محمد اسمٰعیل کا خاندان موضع ٹرگڑ علاقہ پوٹھوہار کا رہنے والا تھا اور قوم کے کھوکھر زمیندار تھے۔ پھر جتریا چنبہ میں آباد ہوا یہ موضع دریائے چناب کے کنارے واقع تھا لیکن بعد میں وہاں سے اٹھ کر موضع لنگر مخدوم میں آکر آباد ہو گئے، آپ کے آباؤ اجداد کا کسبِ معاش زراعت پر تھا۔

والد ماجد آپ کے والد کا نام فتح اللہ بن عبداللہ خاں بن سرفراز خاں تھا جس کا بھائی شہ نواز خاں بڑا معزز منصبدار تھا۔ مگر ان کے والد میاں فتح اللہ صاحب علم ظاہری و باطنی اور ان کا مزار موضع میں برلب دریائے چناب زیارت گاہِ خلق اللہ ہے۔

پیدائش حضرت محمد اسمٰعیل شہنشاہ اکبر کے زمانہ میں ۹۹۵ھ بمطابق ۱۵۸۶ء میں موضع چنبہ واقع برلب دریا چناب پیدا ہوئے[۱] آپ میاں فتح اللہ کے سب سے بڑے بیٹے تھے آپ چار بھائی تھے آپ کے دیگر بھائیوں کے نام میاں محمد خلیل۔ محمد ابراہیم اور محمد حسین تھا۔

حصول علم بچپن میں ہی آپ کے والدین ترک سکونت کر کے دریائے چناب کے پاس موضع لنگر مخدوم میں رہنے لگے تو آپ نے ابتدائی تعلیم

۱؎ تحقیقات چشتی ص ۴۵۸

وہاں مخدوم عبدالکریم سے حاصل کی جو صاحب روحانیت تھے جب آپ مخدوم عبدالکریم کی شاگردی میں آئے تو اس وقت آپ کی عمر پانچ سال تھی۔ بارہ برس کے ہونے تو استاد نے انھیں درویشوں کے لیے آٹا پیسنے پر لگا دیا۔ ایک دن جبکہ استاد صاحب اپنے حجرے میں مشغول درس تھے۔ تو میاں صاحب حسب معمول پیسکر بروقت شریک درس نہ ہوتے لہذا استاد صاحب نے ایک درویش کو بھیجا کہ ان سے وقت پر آٹا پیس کر باورچی خانہ میں نہ پہنچانے اور درس میں شریک نہ ہونے کا سبب معلوم کرو۔ درویش مذکور جب چکی والے حجرے میں آیا تو دیکھا کہ شیخ موصوف کو علوم ظاہرہ کی کچھ خبر نہیں مشغولِ حق ہیں اور چکی خود بخود چل رہی ہے۔ وہ حیران ہوکر لوٹا۔ اور شیخ عبدالکریم کو اس واقعہ کی خبر دی۔ چنانچہ وہ خود موقع پر آئے۔ اور دیکھا کہ شیخ اسماعیل مراقبہ میں دنیا و مافیہا سے بے خبر ہیں اور چکی غیبی طاقت سے آٹا پیس رہی ہے۔ یہ دیکھ کر استاد صاحب بہت خوش ہوئے۔ اور شاگرد کے اس شغل پر آفرین کہی۔ اور اس کو اسی حال میں چھوڑ کر اپنے حجرے میں آگئے۔ کچھ دیر کے بعد شیخ اسماعیل عالم صحو میں آئے۔ آٹا جمع کیا اور باورچی خانے میں پہنچایا اور استاد کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ آج سے آٹا پیسنے کی خدمت تمھیں معاف ہے کیونکہ یہ خدمت تجھے سپرد کرنا عالم بالا کے فرشتوں کو تکلیف دینا ہے[1]

اِس روز سے ان کے لیے یہ خدمت مقرر ہوئی کہ تمام روز تحصیلِ علوم میں مشغول رہا کرو اور فقط دو وقت ہمارے مویشیوں کا دودھ دوہ کر ہمارے یہاں پہنچایا کرو، وہ چندے اِس خدمت کو بھی بجا لاتے رہے۔ بعد ازاں مخدوم صاحب کے ہمسایوں نے اِن حضرت کو امین وصالح و ہردلعزیز تصور کر کے استدعا کی کہ ہمارے یہاں کا دودھ بھی تم ہی دوہ لایا کرو۔ وہ اِن کا دودھ بھی دوہ لایا کرتے۔

---

[1] نقوش لاہور نمبر ص ۳۴۴

اُن کی عادت تھی کہ تمام ظروفِ شیر کو ایک مجمع میں رکھ کر سر پہ اٹھا لایا کرتے تھے۔

سلسلۂ طریقت
ظاہری علوم کے حصول ساتھ ہی آپ حضرت شیخ عبد الکریم کے مرید ہوئے اور انہی سے اکتساب فیض کر کے ولی کامل بنے۔

آپ کا شجرہ طریقت یہ ہے۔ آپ سلسلۂ عالیہ سہروردیہ میں شیخ عبد الکریم کے شاگرد اور مرید تھے۔ یہ مرید مخدوم طیبؒ کے۔ اور یہ مخدوم برہان الدین کے۔ اور یہ مرید شیخ چنن کے۔ اور یہ شیخ میلون کے۔ اور یہ شیخ حسام الدین متقی چشتی سہروردی کے۔ اور یہ سید شاہ عالم کے۔ اور یہ سید برہان الدین قسب کے۔ اور یہ سید ناصر الدین کے۔ اور یہ سید جلال الدین مخدوم جہانیاں کے۔ اور یہ مرید شیخ رکن الدین ابو الفتح ملتانی کے۔ اور یہ فرزند و مرید شیخ صدر الدین عارف ملتانی کے۔ اور یہ مرید شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کے[1]

مرشد سے رخصتی کا واقعہ
ایک روز ایسا ہوا کہ مخدوم صاحب اپنے کوٹھے پر بیٹھے ہوئے کیا دیکھتے ہیں کہ دودھ کے برتنوں کا مجمع میاں وڈا صاحب کے سر پر سے قدرے بلند اٹھا ہوا چلا آتا ہے اس سے اِن کو یقین ہوا کہ وہ ولی کامل ہو گئے ہیں، اُسی وقت اِن کو باعزاز تمام بُلا کر فرمایا کہ آپ ولی کامل ہو گئے ہیں۔ اور یہاں رشتہ شاگردی و اُستادی میں آپ کے حال تکلیف ہوتی ہے، مناسب ہے کہ تم یہاں سے تشریف لے جاؤ۔ اُنھوں نے ہر چند حاضر باشی کی استدعا کی مگر اُنھوں نے قبول نہ فرمایا، اُنھوں نے مقام و طرفِ روانگی پوچھی تو آپ نے اشارہ لب دریائے چناب فرمایا آپ وہاں سے روانہ ہو کر برلب دریائے چناب جہاں ایک شیشم کا درخت سایہ فگن تھا آکر بیٹھ گئے۔ دو تین روز کے بعد چند طالب علم اِن کے پاس آکر شاگرد ہوتے

---

[1] حدیقۃ الاولیاء ص ۱۷۶

بعد ازاں تھوڑے عرصے میں ان کے پاس ایک سو چالیس طالب علم جمع ہو گئے اس کے بعد قدرتِ الٰہی سے وہاں قحط پڑ گیا حتیٰ کہ آپ کے شاگرد بھی گرسنگی سے تکلیف پانے لگے ۔ ایک روز کوئی ضعیفہ ایک روٹی پکا کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ حضرت نے اس سے روٹی لے کر اس طالب علم کو جو آپ کے نزدیک بیٹھا ہُوا تھا عنایت کی اور اس نے دوسرے کو دی ، القصہ اتنا تسلسل واقع ہُوا کہ وہ روٹی پھر حضرت کے پاس آپہنچی ، آپ محبّتِ باہم دیگر کا یہ حال دیکھ کر بہت خُوش ہوئے اور فرمایا کہ اگر تم میں یہ محبّت پیدا ہو گئی ہے تو تم بے شک علائقِ جسمانی سے آزاد ہو گئے ہو۔ اب اگر تم چاہو تو بطورِ طیور اُڑ سکتے ہو، اس حالت میں آپ یکدم مقام حال میں آگئے اور بول اُٹھے کہ تم سب کے سب اُڑ جاؤ۔ یہ سُنتے ہی وہ تمام اُڑ گئے اور اپنے اپنے مقاماتِ متوطنہ میں پہنچ کر عارفِ کامل ہو گئے ۔ بوقتِ طیر آپ نے ایک طالب علم کو کہ جس کا نام محمد فاضل تھا عصائے مُبارک مار کر کہا کہ تُو تو ہمارے پاس رہ ، وہ گر پڑا مگر ضربِ عصا کے صدمہ سے لنگڑا ہو گیا ۔ واضح ہو کہ پنجابی زبان میں لنگڑے کو "لنگا" کہتے ہیں ، اسی وجہ سے اب جو موضع وہاں درختِ شیشم کے مقام پر آباد ہے اس کا نام موضع لنگے مشہور ہے ۔ اب تک وہاں تدریس ہوتی ہے اور وہیں محمد فاضل لنگے کی قبر زیارت گاہِ خلائق ہے۔[1]

لاہور میں سکونت

مندرجہ بالا واقعہ کے بعد باطنی طور پر آپ کے مرشد نے حکم دیا کہ اب تم لاہور چلے جاؤ اور وہاں مخلوقِ خُدا کو درسِ قرآن سے فیض یاب کرو چنانچہ آپ ۴۵ سال کی عمر میں لاہور تشریف لائے ۔ تو چالیس دن مخدوم سیّد علی ہجویری المعروف حضرت داتا گنج بخش کے مزارِ اقدس پر معتکف رہے اور حضرت داتا گنج بخش سے باطنی فیوض برکات حاصل کرنے کے بعد محلہ تیل واڑہ یا

---

[1] تحقیقاتِ چشتی ص ۴۶۰ از مولوی نور احمد چشتی۔

تیل پورہ میں قیام فرمایا یہ علاقہ وہی تھا جہاں آجکل آپ کا مزار اقدس ہے۔

مسجد سے ہندو جوگی کا اخراج اس محلہ تیل پورہ علاقہ گنج پورہ میں ایک پرانی مسجد تھی جس میں ایک ہندو جوگی صاحب استدراج متمکن تھا۔ جب شیخ اسماعیل یہاں تشریف لائے تو آپ نے اُسے کہا کہ یہ مسلمانوں کا عبادت خانہ ہے تجھے یہاں رہنا حرام ہے ہمیں یہاں رہنا ہے اور درس دینا ہے۔ جوگی نے انکار کیا۔ آپ نے اسے مکرر کہا تو وہ بولا کہ یہ مسجد ہمارے ساتھ مانوس ہے۔ اگر میں یہاں سے جاؤں گا تو یہ بھی ساتھ چلے گی یہ کہہ کر وہ جوگی مسجد سے نکلا تو مسجد میں ایک جنبش سی پیدا ہوئی۔ شیخ اسماعیل نے اپنا دستی عصا اس کی دیوار پر مارا اور فرمایا کہ حرکت نہ کر چنانچہ وہ ساکن ہو گئی جوگی نے جب یہ کرامت دیکھی تو اُس نے آپ کے قدموں میں سر رکھ دیا اور چل دیا۔ آپ نے اس جگہ سلسلۂ درس و تدریس شروع فرمایا[1]

مدرسے کا قیام محلہ تیل پورہ میں آپ نے ایک مدرسہ قائم کیا۔ جس نے آہستہ آہستہ ایک عظیم مدرسہ کی حیثیت اختیار کر لی۔ جہاں پر قرآن و حدیث اور فقہ کی تعلیم دی جاتی تھی۔ ۱۰۰۸ھ مطابق ۱۵۹۹ء میں آپ نے یہاں ایک مسجد بھی تعمیر کرائی۔ اورنگ زیب عالمگیر نے اخراجات مدرسہ کے لیے سات چاہ بمعہ اراضی مزروعہ عنایت کیے آپ تینتالیس سال کی عمر میں لاہور تشریف لائے تھے اور جہاں آپ نے رہائش اختیار کی۔ وہاں گورستان تیلیاں تھا۔ جو آجکل بھی موجود ہے، آپ کے مزار اقدس کی چار دیواری کے باہر کھیتوں میں ایک روضہ سید محمود ہے، وہ اس وقت یہاں موجود تھے، انھوں نے ہی آپ کو تلقین کی تھی۔ کہ لاہور مقیم ہونے سے قبل حضرت سید علی ہجویری کے مزار پُرانوار پر جائیں

---

[1] بزرگان لاہور ص ۱۴۹ از غلام دستگیر نامی

روز اعتکاف کرو۔ چنانچہ آپ نے ویسا ہی کیا۔ اور تسکین کلی حاصل کی۔ حضرت میر سید محمود اُس زمانہ میں اس محلہ کے رئیس تھے۔ اور نجابت اور تقویٰ میں اپنا خاص مقام رکھتے تھے۔

سکھوں کے زمانہ میں مدرسہ کی حالت

مہاراجہ رنجیت سنگھ اپنے زمانہ میں اس خانقاہ کی بہت عزت کرتا تھا۔ نذرانہ پیش کرتا تھا، مگر اس کے مرنے پر اس کی اولاد نے خانقاہ کی عزت نہ کی۔ تاریخوں میں مذکور ہے کہ ۱۸۴۰ء میں جب راجہ گلاب سنگھ والیٔ جموں و کشمیر کے بھائی راجہ سوچیت سنگھ اور لاہور کی خالصہ فوجوں کے درمیان خانقاہ میاں وڈا کے مقام پر زبردست جنگ ہوئی تھی۔ جس میں راجہ سوچیت سنگھ قتل ہوگیا۔ اصل میں یہ واقعہ اس طرح پیش آیا کہ مہاراجہ دلیپ سنگھ کے راج میں جب کہ راجہ ہیرا سنگھ وزارتِ عظمیٰ پر فائز تھا، راجہ سوچیت سنگھ جموں سے آکر یہاں ٹھہرا۔ حافظ شرف دین مدرسِ اعلیٰ نے بہت زور لگایا۔ کہ سکھ فوج یہاں قیام نہ کرے۔ مگر وہ نہ مانے چنانچہ لاہور کی خالصہ فوج نے راجہ ہیرا سنگھ کے حکم کے مطابق حملہ کر دیا۔ اور وہ مارا گیا۔ خانقاہ کی دیواریں توپوں کے گولوں سے تباہ و برباد ہوگئیں نیز خانقاہ کے بہت سے درویش مارے گئے۔ کتب خانہ جس میں ہزارہا نادر و نایاب کتب تھیں جل کر خاک ہوگیا۔ انگریز کے زمانہ میں سجادہ نشینوں نے اس درس کی حالت درست کی۔ میاں محمد سلطان ٹھیکیدار نے اس خانقاہ کے لیے رکھ جلو کی زمین میں سے کچھ حصّہ اس خانقاہ کے لیے وقف کیا تھا۔ جس کی آمدنی سے مدرسہ کے اخراجات پورے ہوتے تھے، ایک صدی قبل اس جگہ تقریباً دو سو فقراء بستے تھے۔ جن کو یہاں خوراک وغیرہ دی جاتی تھی۔ نیز نابینا مسلمانوں کو قرآن مجید حفظ کرایا جاتا تھا[1]

---

[1] تاریخ لاہور ص ۲۴۶ از کنہیا لال ہندی۔

حفظِ قرآن کا واقعہ

آپ کی زبان کی تاثیر اور برکت سے چند ماہ میں ان پڑھ اشخاص قرآن حفظ کر لیتے تھے۔ ایک دن درس دے رہے تھے کہ ایک اُمّی شخص نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا کہ میرا نکاح ہوا ہے اور میری زوجہ حافظہ قرآن ہے وہ مجھے پاس آنے نہیں دیتی کہ میرے دل میں قرآن محفوظ ہے اور تم جاہل ہو۔ تمہاری صحبت سے قرآن کی بے ادبی ہو گی لہذا میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ مجھے قرآن مجید حفظ کرا دیں۔ آپ نے فرمایا یہاں چھ مہینے رہو۔ قرآن یاد ہو جائے گا۔ اُس نے مکرر عرض کیا کہ اتنی مدت تک میں کس طرح صبر کروں۔ چھلنی میں پانی رہ سکتا ہے نہ عاشق کے دل میں صبر۔ جب اُس نے رو رو کر اپنی حالتِ بے خودی ظاہر کی تو آپ کو اس پر رحم آ گیا اور فرمایا کہ صبح کی نماز میں میرے پاس بیٹھنا جب آخری رکعت کے بعد دائیں طرف سلام کے لیے رُخ کروں تو آگے آ جانا انشاء اللہ مقصد حاصل ہو جائے گا۔ چنانچہ اُس نے تعمیلِ ارشاد کی اور اُس وقت نہ صرف وہ بلکہ اور بھی جتنے تھے انہیں قرآن حفظ ہو گیا اور بائیں طرف والے ناظرہ خواں ہو گئے۔ اور سائل مذکور شکریہ ادا کر کے مرید بن گیا۔

کرامات

آپ روحانیت میں بلند مقام رکھتے تھے اور آپ سے کئی کرامات اور خوارق ظاہر ہوئے جن میں سے چند ایک مندرجہ ذیل ہیں۔

لوحِ محفوظ کا مشاہدہ

حضرت حامد قادری صاحب اپنے اُستاد حافظ تیمور کی زبانی نقل فرماتے ہیں کہ جب حضرت میاں وڈا صاحب بحالتِ خورد سالی اُستاد کے پاس پڑھنے بیٹھے تو اتفاقاً کوئی لفظ قرآن میں ایسا آیا کہ اُستاد اس لفظ کو مفتوح یعنی زبر کے ساتھ پڑھنے کو کہتا تھا اور وہ مکسور یعنی زیر کے ساتھ پڑھتے تھے۔ اس معاملہ میں استاد و شاگرد کے مابین تکرار واقع ہُوا۔ ازاں بعد اُستاد نے حسبِ عادت قیلولہ کیا تو خواب میں دیکھا کہ ایک فرشتہ آیا اور اُستاد و شاگرد دونوں کو لوحِ محفوظ پر لے گیا اور وہاں جا کر وہ لفظ کہ جس پر تکرار تھا اُستاد

کو دکھایا۔ جب اُستاد نے وہ لفظ دیکھا تو نادم ہوا کہ حضرت میاں وڈا صاحب حق پر ہیں۔ جب اُٹھا تو حضرت کو بہت پیار کیا اور آپ کے والدین کو بُلا کر کہا کہ تمھارا یہ لڑکا صاحبِ کمال اور ولیٔ کامل ہے مجھ کو طاقت نہیں کہ اس کو پڑھاؤں بلکہ ہم کو لازم ہے کہ اُس سے استفادہ کریں۔ تم اس کو کسی اُستادِ کامل کے پاس لے جاؤ پھر ان کو تمام حالِ گزشتہ کہہ سُنایا۔

بعدہٗ حضرت کے والد نے ان کو حضرت عبدالکریم صاحب کی خدمت میں حاضر کیا۔ وہاں اِن کا یہ معمول تھا کہ ایک شخص میاں نور محمد صاحب سے کہا وہ حضرت کے دودھ بھائی نیز پیر بھائی اور اُستاد بھائی بھی تھے باہم مل کر حضرت اُستاد کی گائیں چراتے تھے، اور اُستاد کا معمول تھا کہ ایک چوبدستی پر چند آیاتِ قرآن شریف تحریر کر کے فرمایا کرتے کہ جاؤ گائیں بھی چراؤ اور سبق بھی یاد کرو، غرض وہ اِسی طرح سبق یاد کراتے تھے اور طعام کے بجائے ان دونوں کو اوگرای جواری ملتا تھا اور وہ ایسا پتلا ہوتا تھا کہ بغیر جُرعہ نوشی کے کھایا نہ جاتا تھا۔

چھت پر شہتیر خود بخود چڑھ گیا

بعد چندے جب وہ دونوں حضرات اُستاد سے رخصت ہو کر موضع لنگے میں پہنچے، تو وہاں ایک مسجد تھی جس کا شہتیر شکستہ و بوسیدہ تھا۔ اُنھوں نے ارادہ کیا کہ اِس میں نیا شہتیر ڈالیں۔ اِس نیت سے اُنھوں نے ایک بڑا شہتیر طلب کیا، جب اِس کو اُٹھانے لگے تو بہت لوگ جمع ہو گئے مگر وہ نہ اُٹھ سکا۔ تب حضرت نے کہا تم سب لوگ ہٹ جاؤ میں اکیلا اُٹھا لوں گا۔ یہ کہہ کر حضرت اُٹھے اور اپنا عصا اُس شہتیر پر مارا۔ وہ عصا اس شہتیر میں گھُس گیا۔ چنانچہ اب تک ضربِ عصا کا وہ سوراخ موجود ہے، اور وہ شہتیر خود بخود چھت پر چڑھ گیا۔[1]

---

[1] تحقیقاتِ چشتی ص ۴۶۲

شیخ اسماعیلؒ کے ایک کامل خلیفہ حافظ الہ بخش تھے ۔ جب وہ پہلی دفعہ مرید ہونے کے لیے آئے تو آپ نے ان کے جسم کی فربہی (موٹاپا) میں اُن کے پستان کی کلائی دیکھ کر تبسم فرماتے ہوئے کہا الہ بخش لویرہ (بزبان پنجابی معنے شیر دار) ۔ آپ کے یہ فرماتے ہی اُن کے پستان میں دودھ بھر آیا اور وہ فی الحقیقت لویرہ (شیر دار) اور اسی خطاب سے مخاطب ہو گئے ۔ اور ان کا گاؤں بھی لویرہ مشہور ہے[1]

ایک روز کا ذکر ہے کہ آپ نماز میں کھڑے ہوئے تھے، ہاتف مانع ہوا کہ ادب کر ۔ حضرت نادم ہو کر رونے لگے اور پھر توبہ کر کے مستعد ادائے نماز ہوئے ۔ ہاتف پھر مانع ہوا کہ اے محمد اسماعیل تیری پشت کی طرف قرآن شریف کی ایک رحل ہے اس کو سنبھال ۔ یہ سُن کر حضرت نے درویشوں کو کہا کہ تلاش کرو ۔ ایک درویش نے عرض کی کہ یا مولا توت کے اس درخت میں جو مسجد کے اندر کھڑا ہے فلاں درویش نے رحل رکھی تھی ۔ آپ نے کہا کہ اس کو اُٹھا لاؤ ۔ اس کے بعد آپ نے نماز ادا کی ۔ اب توت کی بجائے اس مسجد میں دن کا درخت کھڑا ہے[1]

خلفاء حضرت میاں وڈا صاحب کے حلقہ ارادت میں بے شمار لوگ داخل ہوئے اور اُنھوں نے آپ کی نگاہ التفات سے روحانی فیوض و برکات حاصل کیے لیکن آپ کے چند مرید ایسے بھی تھے جو روحانیت میں درجہ ولایت تک پہنچے اور آپ نے انھیں خرقہ خلافت عطا فرمایا یوں تو آپ کے خلفاء بہت سے تھے لیکن ان میں زیادہ مشہور مندرجہ ذیل حضرات ہوئے ۔

آپ کے پہلے اکمل خلیفہ محمد صالح آپ کے ہم جدی ہیں اور ان کے علاوہ میاں

---

[1] تحقیقات چشتی ص ۴۶۴

جان محمد لاہوری، جان محمد ثانی، شیخ محمد ہاشم، شیخ عبدالحمید و عبدالکریم قصوری اور اخوند محمد عثمان، اخوند محمد عمر، امانت خان، حافظ محمد خوشابی اور مولوی تیمور لاہوری کے اسماء گرامی قابلِ ذکر ہیں۔

تجرد آپ نے زندگی بھر کسی عورت سے شادی نہ کی بلکہ مجرد رہے اس لیے آپ کی کوئی اولاد نہ تھی۔

وفات آپ نے ۵ شوال سنہ ۱۰۸۵ھ مطابق ۲۳ دسمبر سنہ ۱۶۷۴ء کو اورنگ زیب عالمگیر کے عہد حکومت میں وفات پائی۔ ہوئے۔ آپ کا مزار پُرانوار لاہور کے مشہور ترین مزارات میں سے زیارت گاہِ خلق ہے قطعہ تاریخ وفات مزار کے دروازہ پر یہ لکھا ہے۔

شنو تاریخ آں دریائے معنے — سرِ عمرش گذشت در عشقِ خدا صرف
دل و جاں کرد قربانِ الٰہی — کہ اسماعیل ثانی بود بے حرف

سلسلۂ درس میاں وڈا شیخ اسماعیل قدس سرہ نے فرمایا تھا کہ حفظ قرآن کا فیض میرے وصال کے بعد میری خاکِ قبر سے بھی جاری رہے گا۔ چنانچہ ایسا ہی وقوع میں آیا۔ شیخ موصوف کی وفات کے بعد آپ کے یکجدی بھائی شیخ محمد صالح پچپن ۵۵ سال، حافظ محمود بیالیس ۴۲ برس، حافظ معزالدین پینتیس ۳۵ سال اور حافظ شرف الدین ساٹھ ۶۰ برس علم قرآنی کے درس و تدریس میں یہاں مصروف رہے۔ جب حافظ شرف الدین سنہ ۱۲۱۱ھ میں فوت ہو گئے تو اُن کے فرزند ارجمند حافظ احمد الدین نے اس کارِ خیر کو جاری رکھا۔

قبر مبارک آپ کی خانقاہ شالامار باغ سے جنوب کی طرف شالامار لنک روڈ پر واقع ہے اور درس میاں وڈا کے نام سے مشہور ہے۔ خانقاہ کے اندر ایک احاطہ میں ایک چبوترہ پر چار غیر مسقف خام قبریں ہیں، حضرت میاں وڈا صاحب کی قبر پر سبز گھاس اُگی ہوئی ہے باقی قبروں میں ایک قبر حضرت جان محمد صاحب کی۔ دوسری حضرت نور محمد صاحب کی اور تیسری

میاں حافظ محمد صالح کی ہے۔

حضرت میاں جان محمد سہروردیؒ

آپ حضرت محمد اسماعیل المشہور میاں وڈا کے خادموں میں سے تھے حضرت میاں وڈا صاحب کے دو خادم ایسے تھے جن کا نام جان محمد تھا مگر آپ شیخ جان محمد کے نام سے مشہور ہوئے۔

سلسلۂ طریقت آپ کا سلسلۂ طریقت سہروردیہ تھا اور حضرت میاں وڈا کے خلفاء میں سے تھے۔ آپ نہایت نیک اور متقی تھے۔ عقیدت مند جوق در جوق آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر فیض یاب ہوتے رہے۔

فریضۂ امامت درس میاں وڈا کے قریب کسی زمانے میں ایک قصاب خانہ تھا۔ اور وہاں کے رہنے والوں نے ایک مسجد بنائی جب حضرت میاں وڈا صاحب کا چرچا پھیلا تو یہاں کے لوگوں نے آپ سے درخواست کی کہ آپ ہماری مسجد میں تشریف لے چلیں اور وہاں چل کر درس پڑھائیں۔ آپ نے خود آنا قبول نہ کیا اور میاں جان محمد کو کہ وہ بھی ولی کامل تھے اور حضرت کے خلیفہ تھے یہاں مقرر کیا۔ چنانچہ وہ یہاں آکر مشغولِ امامت وہدایت وتدریس ہوئے مسجد قصاباں کا موجودہ نام مسجد مولوی تاجدین ہے جو گاف گراؤنڈ گڑھی شاہو میں ہے۔

ذریعہ معاش مسجد میں فرائض امامت سرانجام دینے کے باوجود آپ چکی پیس حلال روزی کمایا کرتے تھے جس سے آپ اور لنگر خانے کی کفالت فرماتے۔

عطائے تعویذ

ایک دن حضرت شیخ اسماعیلؒ نے آپ سے پوچھا کہ گزارے کی کیا صورت ہے عرض کیا کہ اللہ کا شکر ہے۔ آسودگی سے گزر ہوتی ہے۔ فرمایا میں نے حق تعالیٰ سے معلوم کیا ہے۔ کہ چکی پیس کر گزارہ کرتے ہو۔ اب اس کام کو چھوڑ دو۔ پھر ایک تعویذ دیا کہ اسے گھر میں رکھو جب دُنیا کی نعمتوں سے سیر ہوجاؤ تو یہ تعویذ مجھے واپس دے دینا۔ چنانچہ تعویذ گھر لے جا رکھا۔ تین ہی دن میں ریل پیل ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور تعویذ پیر روشن ضمیر کی خدمت میں لاکر حاضر کر کے عرض کیا کہ فی الحال میں دُنیا کے نعمتوں سے مالا مال ہوگیا اگر یہ تعویذ لکھنے کی اجازت دیں تو حضور کی عین عنایت اور مرحمت ہے۔ چنانچہ آپ حضرت اسماعیل نے اجازت دے دی۔[1]

ایک شخص کی راہنمائی کا واقعہ

ایک شخص نے شیخ جان محمد کی خدمت میں حاضر ہوکر فقر وفاقہ کی شکایت کی کہ عسرت و تنگی سے پریشان ہوں۔ میرے حال پر رحم فرما کر دعا فرمائیں۔ آپ نے ارشاد کیا کہ ہر نماز کے بعد رو بقبلہ ہوکر سو دفعہ کلمۂ سُبحان اللہ پڑھو۔ اور ایک ہفتہ کے بعد مجھے اطلاع دو۔ چنانچہ اُس نے یہ عمل کر کے ہفتہ بعد بتایا کہ اس تسبیح کی برکت سے مجھ پر اسباب فتوحات پیدا ہوگئے ہیں اور لازوال دولت پر فائز ہوگیا ہوں۔ فرمایا ایک ہفتہ اور یہی تسبیح پڑھو۔ چنانچہ ہفتہ بعد حاضر ہوکر وہ عرض پرداز ہوا کہ زمین کے خزانے جہاں بھی ہیں مجھ پر ظاہر ہوگئے ہیں مگر میرا دل اب ان کی طرف مائل نہیں میں چاہتا ہوں کہ آپ کے وسیلے سے دولت عقبیٰ سے بہرہ ور ہوں پس وہ سب کچھ ترک کر کے حضرت جان محمد کے حلقہ ارادت میں داخل ہوکر کمالاتِ ظاہری اور باطنی پر فائز ہوا۔[2]

وفات حضرت جان محمد ۱۰۸۲ھ (مطابق ۱۶۷۱ء میں بعہد عالمگیر) فوت ہوئے۔

---

[1] بزرگان لاہور، ص ۱۴۶، غلام دستگیر نامی مطبوعہ لاہور

[2] بزرگانِ لاہور از غلام دستگیر نامی

تاریخِ وفات

شد ازیں دنیا چو در خلدِ بریں — پیرِ دیں جانِ محمد جانِ جاں
"شیخ دینِ حق" بگو تاریخ او — نیز فرما از زباں "عرشِ آستاں"[1]
۱۰۸۲ — ۱۰۸۲

اولاد

آپ کے نو صاحبزادے تھے۔ جن کی قبریں بھی آپ کے مزار کے گرد و نواح میں واقع ہیں۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کا صاحبزادہ حاجی صاحب سجادہ نشین مقرر ہوا۔ حاجی صاحب کی وفات کے بعد ان کا لڑکا عبد الحمید سجادہ نشین ہوا۔ چونکہ آپ کی کچھ اولاد موضع چک مجاہد (غرب رویہ دریائے چناب) رہائش پذیر ہوئی۔ اور ۱۸۵۴ء میں آپ کی اولاد میں سے ایک شخص حافظ درویش محمد لاہور آئے تھے تو وہ میاں احمد دین صاحب سجادہ نشین دربار میاں وڈا کو مسجد اور خانقاہ کی تولیت سپرد کر گئے تھے۔ اس وقت سے یہ درگاہ ان کے زیرِ تصرف ہے۔ ریلوے لائن سے پار گڑھی شاہو کی طرف مزار اقدس قبلہ و کعبہ میاں شہاب الدین قادری قبرستان گڑھی شاہو میں موجود ہے[2]

قبرِ مبارک

آپ کی قبر مسجد قصاب خانہ قدیم کے متصل ہے۔ قصاب خانہ ایک بہت بڑا محلہ شہر کے باہر محلہ گنج و تیلی پورہ کے شمال مغرب کی طرف آباد تھا جس کی حدود خانقاہ میاں وڈا سے ملتی تھیں، اب صرف یہ مسجد اس محلے کی یادگار باقی رہ گئی ہے۔

---

[1] خزینۃ الاصفیاء از مفتی غلام سرور لاہوری
[2] لاہور کے اولیائے سہروردیہ از میاں محمد دین کلیم

حضرت میاں جان محمد سہروردیؒ

شیخ جان محمد موصوف ایک فاضل و عالم جامع کمال ظاہر و باطن مرد تھے آپ حضرت حافظ شیخ محمد اسماعیل المعروف میاں وڈا سہروردی لاہوری کے ممتاز خلفاء میں سے تھے۔ آپ منڈوی پرویز کے رہنے والے تھے منڈوی پرویز کسی زمانے میں کوٹ خواجہ سعید اور چاہ میراں کے درمیان واقع تھی ابتدائی تعلیم آپ نے عبد الحمید لاہوری سے حاصل کی جو حضرت میاں صاحب کے خلیفہ تھے[1]

حضرت میاں صاحب سے ملاقات کا واقعہ

ایک روز کا ذکر ہے کہ میاں عبد الحمید صاحب اپنے شاگرد میاں جان محمد کو اپنے ساتھ حضرت میاں وڈا صاحب کی خدمت میں لے گئے جب حضرت کے پاس پہنچے تو آپ نے جان محمد کو فرمایا کہ اے لڑکے اگر اللہ تعالیٰ تجھے عالم و فاضل کرے تو تو ہم کو بھی علم پڑھائے گا۔ وہ ادب کے باعث خاموش رہا۔ میاں عبد الحمید صاحب نے اس کو کہا کہ اے لڑکے تو آپ کی خدمت میں عرض کر کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھ کو صاحب علم کرے گا تو میں آپ کو ضرور پڑھایا کروں گا۔ اس کے بعد حضرت میاں وڈا صاحب نے ان کے سر پر مہربانی سے ہاتھ پھیرا۔ اس دن سے ان کو ترقی علم ہونے لگی۔ بعد ازاں جب میاں عبد الحمید نے دیکھا کہ یہ لڑکا قابل ہو چلا ہے تو اس کو اپنے استاد میاں تیمور کے پاس لے جا کر سپرد کیا۔ قدرت الٰہی سے وہ چند عرصہ میں فاضل کامل ہو گئے اور علم فقہ و حدیث میں ید طولیٰ حاصل کیا حتیٰ کہ میاں تیمور صاحب نے ان کو اپنا قائم مقام کر کے عہدۂ تدریس عنایت کیا۔ انھوں نے یہ عہدہ اس شرط پر

---

[1] خزینۃ الاصفیاء از مفتی غلام سرور لاہوری

قبول کیا کہ بوقتِ تدریس آپ میرے پاس بیٹھا کریں تاکہ اگر کوئی عقدہ در پیش ہو تو عرض کر کے حل کر لیا کروں۔ اُنھوں نے یہ امر قبول کیا[1]

واقعۂ بیعت ایک شب کا ذکر ہے کہ میاں وڈا صاحب بمقام گنج پورہ یادِ الٰہی میں مصروف تھے کہ یکایک ان کے دل میں خطرہ ہُوا کہ میاں جان محمد نے ہم سے اقرار کیا تھا کہ اگر خُدا اس کو علم عطا کرے گا تو وہ ہم کو عنایت کرے گا، اب خُدا نے اس کو صاحبِ علم کیا مگر اس نے اپنا وعدہ فراموش کر دیا ہے۔ اس وقت میاں جان محمد صاحب بمقام پرویز آباد یاد الٰہی میں مصروف تھے کہ ان کو الہام ہوا کہ میاں صاحب کو تمھاری کشش ہے۔ وہ وہاں سے اُٹھ کر اُن کی خدمت میں بمقام گنج پورہ حاضر ہوئے اور دروازہ کے باہر کھڑے ہو کر عرض کی کہ یا حضرت بندہ حاضر ہے۔ میاں صاحب نے اُٹھ کر دروازہ کھول دیا۔ جب میاں جان محمد صاحب اندر آئے تو آپ نے اُن سے معانقہ کیا۔ اس معانقہ سے ان کو بہت فیض حاصل ہوا۔ بعدازاں آپ نے ان سے کہا کہ وہ اقرار پورا کرو۔ میاں جان محمد نے عرض کی کہ یا حضرت بندہ حاضر ہے۔ آپ نے ہفتہ میں دو دن مقرر فرمائے کہ ہم کو پڑھا جایا کرو ہم علمِ حدیث پڑھا کریں گے۔ پھر آپ نے آنکھیں بند کر لیں۔ میاں جان محمد صاحب اپنے تذکرے میں لکھتے ہیں کہ بعض لاینحل عقدے جو مجھ کو حضرت استادی میاں تیمور صاحب سے حل نہیں ہوئے تھے آنحضرت کی برکتِ صحبت سے خود بخود حل ہو جاتے تھے۔

حضرت میاں صاحب کی صحبت کا اثر آپ علوم ظاہری و باطنی کے متبحر عالم تھے اس لیے اس زمانے کے بڑے بڑے علماءِ کرام بحیثیت عالم دین آپ کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے آپ حضرت میاں کے پاس رہ کر دورۂ حدیث پڑھا کرتے تھے اور یہ سلسلہ

---

[1] خزینۃ الاصفیاء

میاں صاحب وفات تک جاری رہا۔

حضرت سید شاہ محمد غوث نے بھی آپ سے حدیث پاک کا درس لیا۔ اور تکمیل کی غرض سے آپ کی خدمتِ اقدس میں رہے۔[1]

آپ کے بارے ایک فقیر کا واقعہ مشہور ہے کہ ان ایام میں پرویز آباد اور گنج پورہ کے مابین ایک فقیر رہا کرتا تھا۔ اس کا معمول تھا کہ جب کوئی صاحب کمال فقیر ادھر سے آیا جایا کرتا تو وہ باآواز بلند کہا کرتا تھا کہ "اللہ غنی" جب وہ فقیر اس کی طرف دیکھتا تو وہ آنکھ ملاتے ہی اس کی برکت کھینچ لیتا تھا۔ ایک روز میاں جان محمد صاحب سے بھی یہی معاملہ درپیش آیا۔ وہ خالی ہو کر میاں وڈا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انھوں نے یہ حال دیکھ کر براہ مہربانی ان کو اپنے ہمراہ لیا اور اس فقیر کرامت کش کی خدمت میں تشریف لا کر اس کو کہا کہ بھائی بیگانی دولت پر فخر کرنا درویش کو لازم نہیں ہوتا اس بیچارے کا سرمایۂ حیات یعنی برکت اندوختہ واپس دے دو۔ اس نے ان کے بپاسِ خاطر کرامتِ مغصوبہ واپس دے کر کہا کہ اچھا یہ اپنی دولت بے شک لے جا مگر ہمارا تمغہ بھی تجھ پر جاری رہے گا۔ ایک تو تیری اولاد نہ ہوگی اور دوسرے تیری قبر ایک جگہ سے اکھڑ کر دوسری جگہ بنے گی۔ چنانچہ آخر کار ایسا ہی ہوا۔

ذریعہ معاش آپ کے ذریعہ معاش کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ آپ بڑی محنت سے روزی کمایا کرتے تھے۔

وفات آپ کی وفات سنہ ۱۱۲۰ھ بمطابق سنہ ۱۷۰۸ء میں ہوئی۔ اور منڈوی پرویز میں دفن ہوئے۔

---

[1] صوفیائے پنجاب تذکرہ مشائخ علماء سرحد

دوبارہ مدفن وصال کے چند روز بعد اس علاقہ کے نمبردار کو خواب میں آپ نے فرمایا کہ ہمارا صندوق یہاں سے نکال کر خانقاہ میاں وڈا صاحب کے متصل دفن کر، اگر اس میں فرق کرے گا تو شہر پر بلائے عظیم پڑے گی۔ چونکہ لوگ ان کو بزرگ جانتے تھے اس لحاظ سے دوسرے روز نمبردار نے ان کا صندوق وہاں سے نکال کر حضرت میاں وڈا صاحبؒ کی قبر کے متصل بطرف غرب دفن کیا مگر ان کی قبر کو بلحاظ ادب ذرا چھوٹا کیا۔ دوسرے روز رات گزرنے کے بعد وہ قبر میاں وڈا صاحب کی قبر کے برابر ہو گئی۔ اس سے تمام لوگوں کو یقین ہوا کہ ان کا رتبہ جناب الٰہی میں میاں وڈا صاحبؒ کے برابر ہے۔[1]

حضرت شیخ محمد صالح سہروردیؒ

ان کی قبر میاں وڈا صاحب کے تھڑے پر ہے۔ ان کی بابت میاں احمدین سجادہ نشین یوں بیان کرتا ہے کہ یہ محمد صالح صاحب میاں شہنواز خاں برادر میاں سرافراز خاں جدِ کلاں میاں وڈا صاحب کی اولاد سے ہیں اور نیز کہتا ہے کہ حضرت کے آباؤ اجداد خان کرکے مشہور تھے۔ جب محمد صالح نے اپنے وطن میں میاں وڈا صاحب کا چرچا سنا تو وہاں سے تحصیلِ علم کے لیے یہاں لاہور میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جس روز کہ محمد صالح نے یہاں داخل ہونا تھا اس روز میاں وڈا صاحب مسجد سے بار بار اُٹھ کر باہر آتے تھے، جب لوگوں نے پوچھا کہ حضرت آج اس تردد اور بے چینی کا کیا باعث ہے تو اُنھوں نے فرمایا کہ آج ہمارا مالک ورثہ یہاں آئے گا، چنانچہ ایک ساعت کے بعد

---

[1] تحفۃ الخواطر میں آپ کا تذکرہ موجود ہے۔

محمد صالح آ پہنچے اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر علوم ظاہری و باطنی کی تحصیل میں مصروف رہے اور تھوڑے عرصہ میں بڑے صاحب کمال ثابت ہوئے حضرت میاں وڈا صاحب نے اُن کی شادی بھی یہاں کرائی مگر اس کے اولاد نہ ہوئی پھر دوسری شادی کرائی مگر بیوی بقضائے الٰہی مر گئی۔ جب میاں وڈا صاحب نے تیسری شادی کا اہتمام کر دیا تو اس نے عرض کیا کہ میں غریب درویش مفلس ہوں اور آپ میری شادی اولاد کے لیے کراتے ہیں، اگر اولاد ہوئی تو اوقات گزاری کہاں سے کروں گا آپ نے فرمایا کہ تم ہماری قبر پر بیٹھے رہنا رزق کی کچھ پرواہ نہ رہے گی بلکہ تمہاری اولاد سے بھی جو کوئی سجادہ نشین ہوگا خوش و خرم رہے گا اور یہ ان کی کرامت ہے کہ یہاں کے سجادہ نشین ہمیشہ خوش حال ہیں۔[1]

حضرت سیّد شاہ محمد سہروردیؒ

آپ سیّد بہاؤ الدین جھولن شاہ المشہور گھوڑے شاہ کے والدِ ماجد ہیں۔ آپ اوچ شریف کے باشندہ تھے آپ کا نسبی تعلق سادات خاندان سے تھا۔

حسب و نسب آپ کے والد کا نام حضرت سیّد عثمان المعروف شاہ جھولہ تھا آپ کے والد کا مزار لاہور کے شاہی قلعہ کے تہہ خانہ میں ہے۔ آپ اپنے والد بزرگوار کی وفات کے بعد لاہور تشریف لائے تھے۔ سلسلہ نسب مخدوم جہانیاں جہاں گشت حضرت سیّد جلال الدین بخاری تک جاتا ہے۔

---

[1] اولیائے لاہور از ملک محمد لطیف۔

سلسلۂ سہروردیہ آپ طریقت میں اپنے والد ہی کے بیعت تھے۔ اور سلسلۂ سہروردیہ میں خرقۂ خلافت پایا۔

وعظ و ارشاد اوچ شریف سے آپ سیر و سیاحت کی غرض سے نکل کر کلانور گئے اور وہاں پر بہت سے غیر مسلم مسلمان ہوئے۔ وہاں سے ہوتے ہوئے آپ لاہور تشریف لائے۔ لاہور میں والدِ ماجد کی وفات پر اُن کی مسندِ رشد و ہدایت کو زینت بخشی۔ اور لاہور کے اردگرد کے تمام دیہات اور دُور دراز کے مقامات پر بھی وعظ و ارشاد کی غرض سے جایا کرتے تھے۔ ہزارہا لوگ آپ کے وعظ و نصیحت سے راہِ حق پر آئے۔

آپ کی زندگی بڑے جذب و سکر کی تھی۔ اور اکثر عبادت و ریاضت میں مصروف رہتے۔ سیر و سیاحت کافی کی۔ اور تبلیغ اسلام کے لیے لاہور اور مضافات لاہور میں تشریف لے جایا کرتے تھے۔ علاقہ کلانور (بھارت ضلع گورداسپور) بھی اسی مقصد کے لیے گئے تھے، جب سردار دیہہ نے آپ کی کرامت دیکھی۔ تو وہ بمعہ اپنے اہلِ و عیال و قوم کے مسلمان ہو گیا۔[۱]

اولاد آپ کے پانچ صاحبزادے تھے (۱) سید عمادی الملک (۲) سید بہاؤ الدین جھولن شاہ المشہور گھوڑے شاہ۔ (۳) شاہ عالم (۴) بہادن شاہ (۵) شاہ نورنگ۔

وفات آپ جلال الدین اکبر کے عہد میں ۱۰۱۱ھ بمطابق ۱۶۰۲ء میں فوت ہوئے۔

مزار آپ کا مزار موضع ہلکہ ضلع لاہور میں مرجعِ خلائق ہے۔

---

[۱] لاہور کے اولیائے سہرورد ص ۲۴۵ از میاں محمد دین کلیم۔

حضرت گھوڑے شاہ سہروردیؒ

حضرت گھوڑے شاہ کا اصل نام سید بہاؤ الدین جھولن شاہ ہے اور شمالی لاہور میں آپ کا مزار کافی مشہور ہے اور آپ مادر زاد ولی تھے۔

خاندان حضرت جھولن شاہ کا سلسلۂ نسب حضرت سید جلال الدین مخدوم جہانیاں جہان گشت سے ملتا ہے۔ آپ کے والدِ ماجد کا نام سید شاہ محمد تھا۔ آپ اوچ شریف کے رہنے والے تھے حضرت شاہ محمد کے دادا اپنے بزرگوار کی وفات کے بعد لاہور کے نواح کی طرف آئے اور پھر ان کی اولاد میں سے سید عثمان لاہور میں آکر آباد ہو گئے۔

شجرہ نسب حضرت جھولن شاہ المعروف گھوڑے شاہ کا شجرہ نسب یوں بیان کیا جاتا ہے سید شاہ محمد بن سید عثمان المعروف جھولے شاہ بن سید محمود اوچی بن سید بہاؤ الدین بن سید حامد بن سید محمد شاہ بن سید رکن الدین بن سید حامد الملقب بہ نو بہار بن سید ناصر الدین بن سید جلال الدین مخدوم جہانیاں۔

سید محمد شاہ کی اولاد سید محمد شاہ کے پانچ بیٹے تھے ان میں پہلے کا نام سید عماد الملک دوسرے کا نام سید بہاؤ الدین جھولن شاہ المعروف گھوڑے شاہ تیسرے کا نام سید شاہ عالم چوتھے کا نام بہادن شاہ اور پانچویں بیٹے کا نام نورنگ شاہ تھا۔ آپ کی اولاد میں سے اکثر نیک صاحب کرامت بزرگ تھے۔

مادرزاد ولی حضرت جھولن شاہ کے دادا کا نام سید عثمان المعروف جھولے شاہ تھا۔ وہ اپنے زمانے کے کامل ولی تھے اور دعا سے آپ پیدا ہونے وہ آپ سے بے پناہ محبت کرتے تھے۔ آپ کے والد

اور دادا کی خاص نگاہ سے آپ مادر زاد ولی پیدا ہوئے آپ ذرا بڑے ہوئے تو آپ عموماً اللہ کی محبت میں گمن رہتے اور گاہے بگاہے پھرتے رہتے۔ اور بچپن ہی میں آپ سے کئی کرامات اور خوارق ظاہر ہوئے۔

گھوڑے سے پیار

آپ کو بچپن ہی سے گھوڑوں سے پیار تھا اور اسی نسبت کی وجہ سے آپ گھوڑے شاہ مشہور ہوئے اور آپ کے دادا سید عثمان شاہ جھولا کی نسبت سے آپ کو جھولن شاہ بھی کہا جاتا ہے آپ کو گھوڑے سے اتنا پیار تھا کہ جب کسی سے بھی مانگتے تو گھوڑے کی فرمائش کرتے۔ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ آپ کے لیے ایک آدمی اسپ چوبی لایا آپ اس پر سوار ہوئے اور جوش میں آکر کہنے لگے چل میرے گھوڑے چل۔ قدرت الٰہی سے وہ لکڑی کا گھوڑا دوڑ پڑا اسی دن سے آپ کا نام گھوڑے شاہ مشہور ہو گیا۔

آپ کی شہرت

گھوڑے کی سواری کا شوق آپ کو بے حد تھا۔ چنانچہ جو بھی آپ کے پاس مٹی کا گھوڑا بنا کر لاتا تو آپ اس کے حق میں دعا فرما دیتے۔ آپ کی دعا بارگاہِ رب العزت میں مقبول ہوتی اور ہر آنے والا شخص اس طرح اپنی مراد کو پہنچتا۔ اس طرح آپ کے مجیب الدعوات ہونے کی شہرت پھیل گئی۔ اور خلقت کا ہجوم رہنے لگا۔ تو حاجت مند جوق در جوق آپ کے پاس فیض حاصل کرنے کے لیے حاضر ہوتے اور اپنے مقصد کو حاصل کرتے۔

وصال

جب آپ کے والد سید محمد شاہ کو آپ کے بارے میں علم ہوا کہ آپ فیض کو وقت سے قبل ہی لٹا رہے ہیں تو آپ نے بہت برا محسوس کیا اور فرمایا کہ یہ لڑکا اسرار الٰہی کو راز میں نہیں رکھ سکتا اور نہ ہی اس قابل ہے تو انھوں نے کہا بس بیٹے بس۔ ان کا کہنا تھا آپ اللہ کو پیارے ہو گئے اس وقت آپ کی عمر ١٠ سال تھی۔

تاریخ وفات آپ کی تاریخ وفات ۱۱ ربیع الاول ۱۰۰۳ھ بمطابق ۲۴ نومبر ۱۵۹۴ء ہے یہ مغل شہنشاہ اکبر کا زمانہ تھا۔

تاریخ وفات جھولن شاہ از مفتی غلام سرور مرحوم ؎

شاہ جھولن چوں زدنیا رخت بست — سالِ وصلِ آں ملیِ بحر و بر

عالم اسرار جھولن شاہ" واں — نیز "جھولن شاہ شاہ نامور"

مزار مبارک آپ کا مزار ایک اونچے چبوترے پر واقع ہے یہ چبوترہ گھوڑے شاہ روڈ پر جو ریلوے اسٹیشن لاہور سے نکل کر سیدھی باغبانپورہ کو جاتی ہے۔ مزار اقدس برلب سڑک واقع ہے۔ اس چبوترہ پر تین قبور ہیں۔ جن میں سے ایک آپ کی اور دوسری دو آپ کے اقربا کی ہیں۔ مزار کے اُوپر ایک قدیم پیپل کا درخت موجود ہے۔ نیچے ایک دوسرے احاطہ میں بھی آپ کے اہل خاندان کی قبور ہیں۔

حضرت سیّد عماد الملک سہروردیؒ

سلسلۂ سہروردیہ کی ایک عظیم شخصیت حضرت سیّد عماد الملک سہروردی تھے۔ آپ کا خاندانی تعلق سادات اوچ سے تھا۔

والد ماجد آپ کے والد کا اسم گرامی سیّد شاہ محمد سہروردی تھا جو اپنے زمانے کے ایک بزرگ تھے۔ آپ کا سلسلہ حضرت مخدوم جہانیاں جہان گشت سے جا ملتا ہے آپ پانچ بھائی تھے۔ حضرت گھوڑے شاہ بھی آپ کے حقیقی بھائی تھے۔

بیعت آپ نے اپنی باطنی اصلاح اور تربیت کے لیے اپنے والدِ ماجد سیّد محمد شاہ کی سلسلہ سہروردیہ میں بیعت کی اور بیعت

کے بعد یادِ الٰہی میں مصروف ہو گئے عرصہ دراز کی ریاضت اور عبادت کے بعد
طریقت میں کامل ہوئے تو آپ کے والد نے سلسلہ سہروردیہ میں آپ کو
خرقہ خلافت سے سرفراز کیا۔ بعد ازاں آپ مخلوق خدا کی خدمت اور فیض رسانی
میں محو ہو گئے اور آخری دم تک لوگوں کی اصلاح و تربیت میں مصروف رہے۔
ایک دفعہ ایک شخص آپ کے پاس پارس پتھر کا ایک ٹکڑا لایا۔ تاکہ آپ کے
سپرد کر کے آپ کا امتحان لیا جائے۔ آپ نے فرمایا کہ اس کو میرے سجادہ
کے نیچے رکھ دو۔ وہ رکھ کر چلا گیا۔ اور کافی مدت کے بعد پھر آیا۔ اور اس ٹکڑے
کو طلب کیا۔ آپ نے فرمایا۔ جہاں رکھا تھا۔ وہاں سے اٹھا لو۔ جب اس نے
سجادہ اٹھایا تو دیکھا۔ کہ وہاں کئی سنگ پارس کے ٹکڑے پڑے ہیں۔ اور پہچان نہ سکا۔
کہ کون سا سنگ پارس کا ٹکڑا اس کا ہے اس سے وہ بہت پشیمان ہوا۔ اور آپ کے
حلقہ ارادت میں آ گیا۔[1]

اولاد آپ صاحب اولاد تھے۔ آپ کے صاحبزادوں کے نام سید شہباز اور سید
عارف شاہ تھا۔ اور مرنے کے بعد گھوڑے شاہ کے قبرستان میں دفن
ہوئے۔

وصال آپ کا وصال ۱۰۳۹ھ بمطابق ۱۶۲۹ء میں ہوا آپ کو ابتدا میں
قبرستان گھوڑے شاہ کے بالمقابل دفن کیا گیا تھا اور آپ کی قبر پر
پختہ روضہ بنایا گیا تھا لیکن ایک سکھ جس کا نام تیجا سنگھ تھا نے آپ کے روضہ کو گرا
دیا مگر آپ کے مریدوں نے آپ کے جسد مبارک کو وہاں سے نکال کر تھوڑے سے
فاصلے پر ایک مقام پر دفن کر دیا یہ مقام حضرت شاہ بلاول قادری کے مزار کے آگے کافی
ہے جہاں آپ کا مزار مبارک ہے۔ آپ کی قبر ایک اونچے چبوترے پر واقع ہے۔

---

[1] بزرگان لاہور ص ۱۳۹ از غلام دستگیر نامی مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور

مفتی غلام سرور لاہوری نے آپ کی تاریخ وصال کے بارے میں یہ قطعہ لکھا ہے۔

چو از دنیا بفردوس برین رفت | عمادی الملک معصوم زمانہ
زدل سال وصالش جلوہ گر شد | عمادی الملک مخدوم زمانہ

حضرت سیّد محمود شاہ سہروردیؒ

آپ سیّد جھولن شاہ المشہور گھوڑے شاہ کے سگے بھائی تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب سیّد جلال الدین بخاری مخدوم جہاں جہانیاں جہاں گشت سہروردی سے ملتا ہے۔

خاندان آپ کے والد ماجد کا نام سیّد شاہ محمّد تھا اور دادے کا نام سیّد عثمان لاہوری المعروف شاہ جھولا بخاری تھا جن کا مزار قلعہ لاہور میں ایک تہہ خانہ میں ہے۔ آپ حضرت شاہ محمّد کے پانچویں صاحبزادے تھے۔

سیرت آپ طریقت میں اپنے والد حضرت شاہ محمد کے مرید ہوئے اور ان کی زیر نگرانی باطنی منازل طے کیں۔ یہ والد محترم کی صحبت کا اثر تھا کہ تلاش حق کی راہ میں بہت جلد پایہ تکمیل تک جا پہنچے۔ کیونکہ آپ کے والد بڑے ذی علم اور صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے۔ اس لیے ان کی توجہ خاص نے آپ کو ولی کامل بنا دیا۔ تکمیل سلوک پر والد سے سلسلہ سہروردیہ میں خرقہ خلافت ملا۔

آپ دُنیا داروں سے زیادہ میل رکھنا پسند نہ کرتے تھے بلکہ ساری عمر اہل دُنیا سے بے نیاز رہے آپ طالب دُنیا کی طرف کوئی خاص توجہ نہ دیتے تھے مگر طالب مولیٰ کی طرف خصوصی توجہ دیا کرتے تھے۔ آپ کی دعا میں حد درجہ کی تاثیر تھی جس بیمار یا دردمند کے لیے دعا کرتے وہ بارگاہ رب العزت سے شفا پاتا آپ نے ارشاد فرما دیا تھا کہ ہماری وفات کے بعد جو بیمار تا۔ ہی قبر کی خاک کھانے یا مدفن سے کنکری لے

کر گلے میں باندھے گا تو اللہ شافی کے حکم سے شفا پائے گا۔ چنانچہ اب تک یہ رسم باقی ہے۔ اور اکثر اوقات لاہور اور اس کے گرد و نواح کے باشندے آپ کے مزارِ پر انوار سے سنگریزے لاکر بیماروں کے گلے میں باندھتے۔

وفات آپ کی وفات ۱۰۵۲ھ بمطابق ۱۶۴۳ء میں شاہ جہاں کے زمانے میں ہوئی۔ قطعہ تاریخ وفات حسب ذیل ہے[1]

شاہ محمود سیّد عالی — رحلت از دہر در جناں فرمود

گفت تاریخ رحلتش سرور — "شمع عشاق سیّدِ محمود"

"ہم شہِ مستقیم محمود است — سالِ ترحیلِ آں شہِ باجود

پئے تاریخ او ہاتف بگفتا نامی حامد — کہ "نورِ خاندانِ نورنگ جھولہ شاہ" گو
۱۶۴۳ء

مزار مبارک آپ کا مزار باغبانپورہ لاہور کی آبادی سے آگے محمود بوٹی میں ہے محمود بوٹی کا گاؤں دراصل آپ ہی کے نام سے آباد ہوا تھا اور آپ کے نام نامی پر موسوم اور مشہور ہے۔

حضرت شیخ حامد قاری سہروردیؒ

آپ مغلیہ دور کے آخری لاہور میں ایک شہرہ آفاق عالم دین اور ولی کامل تھے۔ آپ قاری القرآن تھے اور قرآن پاک کی قرأت ایسی دلکش آواز میں کرتے تھے کہ ہر شخص آپ کی تلاوت سن کر آپ کا گرویدہ ہوجاتا۔

پیدائش آپ لاہور شہر کے محلہ نور میں ۱۰۷۱ھ بمطابق ۱۶۶۰ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد کا نام حسن عالم تھا جو اپنے

---

[1] بزرگان لاہور صفحہ ۱۴۵ از غلام دستگیر نامی

زمانے کے فقیر کامل تھے۔

تعلیم و تربیت آپ نے علوم ظاہری کے اکتساب میں بہت محنت کی اور قرأت و تجوید میں وہ مقام حاصل کیا کہ پورے پنجاب میں آپ اپنی نظیر نہ رکھتے تھے قرأت قرآن کے علاوہ آپ نے فقہ حدیث اور صرف نحو میں بھی دسترس حاصل کی۔ اسی لیے آپ اپنے زمانے میں یگانہ آفاق استاد سمجھے جاتے تھے۔

بیعت و خلافت آپ نے باطنی علوم کے حصول کے لیے سلسلہ عالیہ سہروردیہ میں اس زمانے کے مشہور بزرگ حضرت مولوی تیمور لاہوری کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ اور انہی کی زیر نگرانی منازل سلوک طے کیں۔ جب آپ طریقت میں مکمل ہو گئے تو آپ کے پیر و مرشد نے آپ کو خرقہ خلافت عطا فرمایا۔

شجرہ طریقت آپ کا شجرہ طریقت یہ ہے۔ مولوی تیمور لاہوری مرید شیخ عبدالکریم مرید مخدوم طیب مرید مخدوم برہان مرید مخدوم چنن مرید شیخ میلون مرید حسام الدین متقی مرید شیخ صدرالدین مرید شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی مرید شیخ شہاب الدین سہروردی مرید شیخ ضیاءالدین ابو نجیب سہروردی مرید شیخ وجیہہ الدین مرید محمد بن عمویہ مرید احمد اسود دینوری مرید حضرت جنید بغدادی مرید خواجہ سری سقطی مرید خواجہ معروف کرخی حضرت داؤد طائی مرید حضرت امام علی موسیٰ رضا مرید خواجہ حسن بصری مرید حضرت علی المرتضیٰ اسداللہ غالب۔

تعمیر مسجد اور درس و تدریس آپ کی خانقاہ کے قریب کسی عقیدت نے ایک عظیم الشان مسجد تعمیر کروائی اور یہ قدیم مسجد آج بھی موجود ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی آپ نے ایک مدرسہ قرآن پاک و ناظرہ و حفظ کے لیے بھی یہاں کھولا ہوا تھا۔ جس کے اخراجات کے لیے

محمد شاہ بادشاہ نے بچاس بیگہ زمین مزروعہ وقف کی ہوئی تھی۔ اور بعد ان کے جو حاکم بھی آتا رہا۔ یہ معافی بحال رکھتا رہا۔ اور سکھوں کے عہد میں یہ معافی ضبط ہوئی۔ نواب ابوالحسن آصف خاں نے جو مدرسہ بنوایا تھا۔ آپ اس کے ناظم اعلیٰ تھے۔ اور لاکھوں روپوں کے سالانہ اخراجات آپ کے ہاتھوں ہوتے تھے۔

وفات آپ احمد شاہ مغل بادشاہ کے دور میں ۱۴ جمادی الثانی ۱۱۶۶ھ بمطابق ۱۷۵۲ء میں فوت ہوئے اور آپ کا مزار پر انوار آج بھی مرجع خلائق ہے۔

مفتی صاحب نے تاریخ وفات اس طرح لکھی ہے۔

حامد آں قاریٔ قرآن عظیم
بود محبوب جناب ذوالمنن
افضل و اقطاب والد جاہ گو
سال تولیدش باقول ضمن
بہر تاریخ وصال آنجناب
گفت سرور حافظ و حامد حسن

سیرت آپ بڑے عالم فاضل اور پرہیزگار بزرگ تھے۔ شاہی حکام آپ کی خدمت سے بہت فیض یاب ہوا کرتے تھے قرآن خوانی آپ پر ختم تھی۔ اس وجہ سے قاری کا خطاب ملا تھا۔ آپ نے ایک رسالہ حرمت حقہ و تمباکو میں تحریر فرمایا۔ اور آپ کے ایک مرید نے آپ کے ملفوظات اکٹھے کیے۔ محمد شاہ رنگیلا کے عہد میں آپ کا فتویٰ لاہور میں چلتا تھا۔ بہت ناموری اور شہرت حاصل تھی۔[1]

---

[1] تحقیقات چشتی ص مولوی نور احمد چشتی، مطبوعہ لاہور۔

حضرت شیخ طاہر بندگی لاہوری سہروردیؒ

لاہور شہر کے قدیم قبرستان میانی صاحب کی مشہور ترین درگاہ حضرت طاہر بندگیؒ ہے آپ نقشبندی سلسلہ کے جلیل القدر بزرگ تھے اور مغلیہ دور کے شہرہ آفاق مبلغ اور مدرس تھے۔

پیدائش آپ کی پیدائش اکبر کے بادشاہ کے زمانے میں ۹۸۴ھ بمطابق ۱۵۷۶ء میں لاہور میں ہوئی اور زندگی کا بیشتر حصہ بھی لاہور ہی گزارا۔ آپ کی رہائش اندرون شہر محلہ شیخ اسحاق میں تھی جہاں آج کل موتی بازار ہے۔[1]

تعلیم آپ کے والد سادہ لوح اور نیک انسان تھے آپ کی ابتدائی تعلیم و تربیت لاہور کے علمی ماحول میں ہوئی جب آپ پڑھنے لکھنے کے قابل ہوئے تو آپ کے والدِ ماجد نے ایک قریبی مسجد میں قرآن پاک پڑھنے کے لیے بٹھایا آپ نے تھوڑے ہی عرصہ میں قرآن پاک پڑھ لیا اس کے بعد مختلف علماء سے دینی علوم حاصل کیے حتیٰ کہ جوان ہونے تک آپ قرآن حدیث تفسیر کے ایک بلند پایہ عالم دین بن گئے۔

بیعت دینی علم کے حصول کے بعد آپ تلاش حق میں نکلے پہلے اِدھر اُدھر گھومتے رہے لیکن کوئی کامل رہنما نہ ملا آخر ایک دن شاہ سکندر بن شاہ کمال کیتھلی کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہو گئے اور اُن کی صحبت سے اطمینان قلب حاصل ہو

---

[1] آثار لاہور از محمد دین فوق

پھر کچھ عرصہ حضرت شیخ عبدالاحد سرہندی کی خدمت میں گزرا حضرت شاہ سکندر کمال کتیھلی آپ کو طاہر بندگی کے نام سے پکارا کرتے چنانچہ آپ اسی نام سے مشہور ہوئے۔ بعد میں آپ نے حضرت مجدد الف ثانی کی مریدی اختیار کی اور ان کی رہنمائی میں سلوک و معرفت کی اعلیٰ ترین منازل طے کیں۔

شجرہ طریقت

حضرت شیخ طاہر بندگی مرید حضرت خواجہ مجدد الف ثانی کے وہ مرید حضرت خواجہ باقی باللہ کے وہ مرید خواجہ ہم کنگی کے وہ مرید حضرت مولانا درویش محمد کے وہ مرید خواجہ محمد زاہد ولی کے وہ مرید حضرت عبید اللہ حوار کے وہ مرید مولانا محمد یعقوب چرخی کے وہ مرید خواجہ علاؤ الدین عطار کے وہ مرید خواجہ بہاؤ الدین نقشبند کے جو سلسلہ نقشبندیہ کے بانی ہیں۔

لاہور کی قطبیت

تذکرہ مجددیہ میں ہے کہ آپ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے صاحبزادگان حضرت شیخ محمد معصوم اور شیخ احمد سعید کے اتالیق مقرر ہوئے اور کچھ عرصہ انہیں تعلیم دی۔

ایک روز حضرت مجدد صاحب نے تمام حاضرین محفل سے فرمایا کہ ہماری مجلس کے حاضرین میں سے ایک شخص مرد مسلمان کی پیشانی پر کافر ہونا لکھا ہوا ہے یہ ذکر سن کر حضرت کے تمام مریدان با اعتماد اپنی اپنی جگہ خوفزدہ ہو گئے ہر ایک اس اندیشہ و غم میں حیران و پریشان تھا حتیٰ کہ سب نے آپ کی خدمت میں مودبانہ عرض کی کہ یا حضرت! وہ شخص کون ہے جو ایمان چھوڑ کر کفر اختیار کرے گا۔ اس شخص کا نام فرمایئے کیوں کہ ہم سب پریشان اور متفکر ہیں۔ تب حضرت مجدد صاحب نے حضرت شیخ طاہر کا نام لے دیا اس پر سب حیران ہوئے کیونکہ شیخ طاہر مجدد صاحب کے بچوں کے استاد تھے اس لیے کسی کو بھی اس بات پر یقین نہ آتا تھا کہ ایسا ہو کے رہے گا حتیٰ کہ کچھ عرصہ بعد شیخ طاہر ایک کھتر انی ماہ پیشانی پر عاشق شیدا ہو گئے اور عشق یہاں تک پہنچا کہ حضرت

نے زنار پہنا اور قشقہ کھینچ کر بتخانہ میں جا بیٹھے اور کہتے تھے کہ شعر

کافر عشقم مسلمانی مرا در کار نیست　　　　ہر رگ من تار گشتہ حاجت زنار نیست

وہ کھتر انی ماہ پیشانی بت خانے میں ماتھا ٹیکنے کو جایا کرتی تھی لیکن جب حضرت کو دیدارِ دلدار کا کوئی وسیلہ بہم نہ پہنچا تو اپنی صورت بدل کر اور ہندو ہو کر بت خانے میں مقیم ہوئے۔ حضرت مجدد الف ثانی کی اس پیش گوئی کا بہت چرچا ہوا لیکن ہر کوئی حیران تھا کہ شیخ طاہر راہ راست سے کس طرح بھٹک گئے۔ جب یہ خبر مجدد صاحب کے صاحبزادگان کو جو اُن کے شاگرد تھے پہنچی تو اُنھوں نے بہت غم کھایا اور کہتے تھے کہ افسوس ہمارا اُستاد کافر ہو گیا۔ آخر کار بعد عجز و نیاز والد گرامی کی خدمت میں حاضر ہو کر مدد چاہی اور التجا کی کہ ہمارا اُستاد برباد ہو گیا ہے اللہ کے لیے اس کے حال پر توجہ کیجیے ہمارے اُوپر ان کا حقِ اُستادی ہے، چنانچہ حضرتِ مجدد نے اُن کے حق میں دُعا کی، دعا مستجاب ہوئی شیخ طاہر ہوش میں آئے اور حضرت مجدد کی خدمت میں حاضر ہو کر تائب ہوئے، اور مرید ہو کر یدِ طُولیٰ پایا، یہاں تک کہ ولی کامل مکمل ہوئے۔ اور اِن کو پیش گاہ حضرت مجدد سے لاہور کی قطبیت عطا ہوئی[1]

یوں تو آپ پہلے ہی فاضل اجل اور ایک بلند پایہ عالم دین تھے لیکن مجدد صاحب کی نگاہ التفات نے آپ کو ولی کامل کر دیا۔

لاہور میں قیام جب آپ نے علوم ظاہری و باطنی میں تکمیل کر لی۔ تو آپ کو حضرت امام ربانی نے لاہور کی خلافت پر فائز فرمایا۔ اور حکم دیا کہ وہاں جا کر ارشاد و تلقین کریں۔ چنانچہ آپ اپنے مرشد کے ارشاد کے مطابق لاہور تشریف لے آئے۔ شروع شروع میں آپ نے سرہند سے آنے کے بعد محلہ شیخ اسحاق

---

[1] نقوش تاریخ لاہور ص ۳۲۹

اندرون شہر لاہور جہاں آپ پہلے رہا کرتے تھے رہائش اختیار کی۔ اور بعد ازاں آپ میانی صاحب کے رئیس حافظ جان محمد کے ایماء پر میانی صاحب میں آ گئے اور یہاں رہائش اختیار کر لی۔ لیکن تاریخ لاہور میں ہے کہ شاہ جہانگیر بادشاہ کے وقت شیخ محمد طاہر قادری ونقشبندی نے شہر سرہند سے آکر اس مقام (محلہ میانی) پر سکونت اختیار کی۔ چونکہ محمد طاہر عالم وفاضل وفقیر کامل تھا۔ چند سال میں ہزاروں لوگ اُس کے مرید شاگرد ہو گئے۔ دن بدن رونق بڑھتی گئی اور ایک عالی شان بستی آباد ہو گئی۔ قیام لاہور میں لوگ نذر نذرانے کر آتے۔ تو آپ قبول نہ فرماتے[1]

درس وتدریس علاقہ میانی صاحب میں سکونت اختیار کرنے کے بعد وہاں آپ نے ایک دینی درس گاہ قائم کی اور اس درس گاہ میں قرآن تفسیر حدیث فقہ پڑھانے کا بندوبست کیا آپ درس وتدریس کا کسی سے معاوضہ نہ لیتے بلکہ آپ نے دین اسلام کی تبلیغ کی خاطر سب کچھ کیا۔ آپ طلباء کو خود پڑھایا کرتے تھے۔ اس درس گاہ میں آپ نے ایک کتب خانہ بھی قائم فرمایا تھا۔ جس میں قرآن وحدیث کی ہزارہا کتب تھیں۔ عہد اسلامی کے آخیر تک یہ کتب خانہ باقی رہا۔ مگر جب سکھوں کی حکومت لاہور پر قائم ہوئی۔ تو غارتگروں نے جس روز اس مدرسہ کو لوٹا ہزاروں قرآن وکتابیں لوٹ کر لے گئے۔ مگر جب جانا کہ یہ ناکارہ جنس ہے تو باہر گاؤں کے پھینک کر چلے گئے۔ اور جاتی دفعہ مارے غصہ کے محلہ کو آگ لگا دی۔ جس سے وہ جل کر خاکستر ہو گیا۔ بعد ویرانی اس محلہ کے لوگوں نے اس جگہ کو قبرستان بنا لیا۔ اس مدرسہ کی عمارت ۱۸۸۴ء تک

---

[1] تاریخ لاہور از کنہیا لال ہندی

کسی قدر موجود تھی۔

کسب معاش قیام لاہور کے دوران آپ اپنی معیشت تفسیر۔ حدیث اور فقہ کی کتابیں لکھ کر یا اُن کی تصحیح کر کے یا ان کتابوں پر حاشیہ لکھ کر پوری کرتے۔

حدیقۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ شیخ محمد طاہر لاہوری قادری و نقشبندی مرید و خلیفہ شاہ اسکندر بن کمال کیتھلی جامع عبادات و ریاضات و علوم دینی و دنیوی رموزاتِ صوری و معنوی و خوارق و کرامت و جذبات و الہامات تھے۔ پہلے انھوں نے اپنے مُرشدِ ارشد شاہ اسکندر کیتھلی کی خدمت میں تکمیل پائی پھر بخدمت امام ربانی مجدد الف ثانی پیر احمد فاروقی سرہندی حاضر ہو کر فوائد عظیمہ حاصل کیے اور ان کے ارشاد سے لاہور میں آ کر بہدایتِ خلق مصروف ہوئے۔ ہزاروں لوگ اِن کے ارشاد کی برکت سے مراتب عالیہ پر پہنچے۔ یہ حضرت تمام عمر کسی دولت مند کے پاس نہ گئے اور نہ ان کو اپنے دربار میں بار دیا۔ حضرت کتب احادیث و تفسیر کی کتابت کرتے اور ہدیہ لے کر گزارۂ اوقات کرتے[1] ملا بدرالدین لکھتے ہیں۔ کہ آپ لاہور سے سال میں ایک مرتبہ یا دو سال میں ایک مرتبہ اور کبھی ایک سال میں کئی مرتبہ سرہند میں آنجناب کی خدمت اقدس میں حاضری دیا کرتے تھے۔ اور فیوض و برکات سے مالا مال ہُوا کرتے تھے اور پھر با جازت واپس لاہور تشریف لاتے۔

تبلیغی خدمات قیام لاہور کے دوران آپ نے گراں قدر تبلیغ اسلام کی جس کے بے حد اثرات مرتب ہوئے آپ نے درس گاہ کے ساتھ ایک مسجد بنائی تھی جس میں آپ وعظ و تلقین بھی کیا کرتے تھے۔ آپ

---

[1] حدیقۃ الاولیاء۔

نے روحانیت کے اعلیٰ مدارج طے کیے تھے اس لیے آپ کی صحبت اور وعظ نصیحت میں بہت زیادہ اثر تھا اس لیے ایک بار آپ کے پاس جو بھی آتا وہ آپ کی گفتگو اور اخلاق متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتا۔ گنہگار پناہ تلاش کرتے آتے اور راہ حق پا کر جاتے۔

ہزارہا تشنگانِ علم و معرفت نے آپ کے دربارِ عالی مقام سے سیرابی حاصل کی اور ہزارہا لوگ آپ کے ارشادِ عالیہ کی برکات سے مراتب عالی پر پہنچے۔ آپ اپنے عہد کے قطبِ وقت تھے۔ کوئی سائل آپ کے در پر آیا خالی نہ گیا۔ حضرت سید آدم بنوری نے جب آپ کی بزرگی کا شہرہ سُنا۔ تو پا پیادہ بنور سے لاہور تشریف لائے۔ اور فیض یاب ہوئے۔

شادی آپ نے زندگی کا زیادہ حصّہ تجرد میں گزارا لیکن آخری عمر میں آپ نے دو شادیاں کیں۔ پہلی شادی ماہ خانم دختر مرزا احسان اللہ اور دوسری شادی عصمت النساء دختر سید عبداللہ سے کی۔ جن کی قبریں آپ کے مقبرہ میں گنبد کے نیچے ہیں۔

سیرت آپ جامع عبادات و ریاضات اور علوم دینی و دنیاوی میں یکتائے زمانہ تھے۔ حضرت تمام عمر کسی دولت مند کے پاس نہ گئے۔ اور نہ ہی ان کو اپنے دربار میں حاضر ہونے کا موقع دیا ساری ساری رات خدام کی تلقین اور عبادت الٰہی میں گزارتے آپ بڑے صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے آپ اپنے دور میں لاہور کے علماء صلحا اور عوام میں آپ بے حد مقبول ہوئے۔

خلفاء آپ کے نامور خلفاء میں سے شیخ ابو محمد قادری نقشبندی لاہوری (میانی قبرستان)، سید صوفی (دہلی)، شیخ مکھن یا کھلن مست (مزار موری دروازہ کے باہر) میونسپل باغ کے اندر ہے یہ قبر نواب غلام

محبوب سبحانی رئیس لاہور نے تیار کرائی تھی۔ شیخ ابوالقاسم نقشبندی (مزار جبّہ) شیخ آدم نبوری (مزار مدینہ منورہ) مشہور ہیں۔

وصال آپ بروز جمعرات ۸ محرم الحرام ۱۰۴۰ھ بمطابق ۱۶۳۰ء میں فوت ہوئے اور اسی جگہ دفن ہوئے جہاں آپ کی درس گاہ تھی۔ کتب میں لکھا ہے کہ وصال کے وقت آپ کی عمر ۵۶ سال تھی۔

مفتی غلام سرور لاہوری کا لکھا ہوا قطعہ تاریخ وفات حسب ذیل ہے۔

شہ شیخ طاہر سراپا طہور	کہ در شہر لاہور مثلش کم است
خرد بعدِ ترحیل آں شاہِ دیں	بگفتا کہ سالِ وفاتش غم است

چنانچہ بحساب ابجد لفظ غم سے ایک ہزار چالیس برآمد ہوتے ہیں۔

مزار اقدس آپ کا مزار اقدس لاہور کے مشہور قبرستان میانی صاحب میں شہر خموشاں کے لیے باعث برکات ہے۔ حدیقۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ حضرت فرماتے ہیں۔ کہ میری وفات کے بعد جو شخص میرے احاطہ مزار میں مدفون ہوگا۔ میں نے خدا سے مانگا ہے کہ وہ جنتی ہو۔ آپ کا مقبرہ شیخ ابو محمد قادری رئیس میانی نے تعمیر کرایا تھا۔ پھر شہزادہ غلام محمد ایوب شاہی نے چبوترہ بنوایا۔ بعد ازاں فقیر فضل دین ملازم راجہ دھیان سنگھ نے چاردیواری بنوا دی۔ آپ کی چاردیواری کے اندر بہت سے قبریں ہیں۔ وہ خطہ میانی جو علماء صلحا کا مسکن تھا آہستہ آہستہ ایک قبرستان بن گیا۔

آپ کے مزار اقدس پر ایک چھوٹا سا نہایت ہی خوبصورت گنبد ہے مزار کے غربی ذویہ ایک چھوٹی سی مسجد ہے۔

حضرت عبدالواحد نقشبندیؒ

حضرت مولانا عبدالواحد نقشبندی ایک بلند پایۂ عالم دین تھے، علوم ظاہری کے حصول کے بعد باطنی علم کے حصول کے لیے حضرت باقی باللہؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے لیکن انھوں نے آپ کو حضرت مجدد الف ثانی کے پاس بھیج دیا چنانچہ آپ انہی کے مرید ہوئے اور کافی عرصہ اپنے مرشد کی خدمت میں رہے جو تکمیل سلوک کے بعد خرقۂ خلافت عطا ہوا۔

سلسلۂ رشد و ہدایت حضرت مجدد الف ثانی سے علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل کے بعد آپ لاہور تشریف لے آئے اور یہاں پر تشریف لاکر سلسلۂ رشد و ہدایت شروع کیا مسجد میں لوگوں کو درس دیتے جس سے بے شمار لوگوں نے آپ سے باطنی راہنمائی حاصل کی[۱]

عادت میں ذوق وشوق آپ صاحب علم وفضل تھے آپ عبادت نہایت خشوع وخضوع اور ذوق وشوق سے کرتے تھے۔

نماز میں ایک مرتبہ ایسا ذوق ہوا۔ کہ مولانا محمد ہاشم کشمی سے جو جامع کتاب زبدۃ المقامات ہیں۔ فرمایا بہشت میں نماز ہوگی یا نہیں انھوں نے فرمایا کہ بہشت دار الجزا ہے نہ کہ دار العمل اس لیے وہاں نماز کہاں، آپ نے ایک سرد آہ کھینچی اور کہا۔ بغیر نماز و بندگی کے وہاں کیا مزہ آئے گا۔

روحانی تصرف کسب حلال کے لیے آپ کا معاشی سلسلہ تجارت تھا، آپ حسب معمول بخارا میں اپنا مال لے کر تشریف لے

---

[۱] تذکرہ علمائے لاہور محمد دین فوق

21 گئے اور عشاء کی نماز کے بعد ایک مسجد میں نوافل پڑھ رہے تھے کہ خادم مسجد نے کہا مسجد کا دروازہ بند ہونے والا ہے۔ نفل گھر جا کر پڑھو۔ آپ چلے آئے۔ حضرت خواجہ باقی باللہ رات کو خادم کے خواب میں آئے ارشاد فرمایا۔ وہ درویش کہ سوداگر ہندی ہے۔ ہمارے دوستوں سے ہے۔ اس سے جا کر معذرت کرو چنانچہ اُس نے آپ سے معافی مانگی۔

مکتوباتِ امام ربانی میں آپ کا تذکرہ ہے مکتوب گرامی نمبر ۷۰ اور ۲۰۷ آپ ہی کے نام ہیں۔ جس سے آپ کی عظمت اور تقدس کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

مزار آپ کا مزار لاہور میں تھا لیکن انقلاباتِ زمانہ کی نذر ہو گیا۔

حضرت شیخ ابو محمد نقشبندیؒ

مغلیہ دور میں قدیم لاہور سے تین میل کے فاصلے پر ایک گاؤں تھا جس میں زیادہ تر آبادی بڑے بڑے علماء فضلا اور مشتمل تھی۔ چونکہ اُس زمانہ میں علماء کے لیے پنجابی میں میاں لفظ استعمال کرتے تھے۔ اس لیے علماء کی یہ بستی عوام الناس میں میانی (علماء کے رہنے کی جگہ) کے نام سے مشہور ہو گئی۔ کہا جاتا ہے کہ اس بستی کے رہنے والے عالم کسی نہ کسی طرح شاہی دربار سے منسلک رہتے تھے۔ اس لیے سرکاری طور پر اس گاؤں کا نام شاہ پور تھا۔

پیدائش حضرت شیخ ابو محمد نقشبندی قادری کے والد اسی گاؤں کے ایک رئیس تھے ان کا نام حضرت حافظ جان محمد تھا جو اس گاؤں کی آمدنی وصول کرتے تھے اور پھر علماء اور فضلا میں تقسیم کر دیتے تھے۔

پیدائش حضرت ابو محمد اسی گاؤں میانی میں پیدا ہوئے آپ کے والدِ ماجد بذاتِ خود قرآن پاک کے حافظ تھے لہذا اُنھوں نے اپنے

بچے کو سب سے پہلے قرآن پاک ناظرہ پڑھایا۔ اس کے بعد دیگر علوم کی تعلیم میانی
کے علماء سے دلائی۔ میانی ان دنوں علماء کی آبادی تھی اس لیے آپ کو علماء و فضلا
کا ماحول میسر آیا تو آپ نے بہت جلد علوم ظاہری حاصل کیے۔

بیعت آپ نے حضرت طاہر بندگی کے ہاتھ پر بیعت کی اور اس کے بعد
خلافت پائی حضرت طاہر بندگی نے میانی میں مدرسہ قائم کر رکھا تھا چنانچہ
آپ حضرت شیخ طاہر بندگی کے خلفائے نامدار کی حیثیت سے اپنے پیر و مرشد
کی وفات ۱۹۳۰ء کے بعد آپ اس عظیم الشان مدرسہ کے مہتمم مقرر ہوئے۔ نزدیک
ہی حضرت سید خیر شاہ کی قبر بھی ہے جو ان کے بعد اس مدرسہ کے مہتمم تھے۔[1]

علمی مقام عہد شاہ جہانی میں حافظ جان محمد کے فرزند ارجمند حضرت ابو محمد
قادری جو مشائخ لاہور میں ایک بلند مقام رکھتے تھے۔ اور حضرت
طاہر بندگی نقشبندی کے خلفا میں سے تھے۔ یہاں کے رئیس مقرر ہوئے۔

علماء کا اختلاف علوم باطنی میں آپ کی ذات اقدس یگانۂ آفاق تھی کسی وجہ
سے علماء کا آپ سے اختلاف ہو گیا۔ جس کی وجہ سے بہت
سے عالم اس بستی کو چھوڑ گئے یہاں تک کہ آپ کا خاندان ہی رہ گیا۔ اس طرح آمدنی
بھی بہت کم ہو گئی۔ کچھ مدت کے بعد کھمڈ کے ایک بزرگ عالم میر علی شاہی حکم
کے مطابق اس گاؤں میں آکر سکونت پذیر ہوئے۔ ان کا اور حضرت ابو محمد قادری کا
اتفاق رائے ہو گیا اور میر علی نے اپنے پانچ بزرگوں کے صندوق کھمڈ سے منگوا
کر یہاں دفن کیے اور ان کی قبریں بنوائیں۔ ان لوگوں کی وجہ سے یہ گاؤں میانی پنج ڈھیرا
کے نام سے مشہور ہو گیا۔ پنجابی میں ڈھیری کو قبر کہتے ہیں۔

مقبرہ آپ کا مقبرہ حضرت طاہر بندگی کی چار دیواری کے گوشہ جنوبی میں ایک
پختہ چبوترے پر واقع ہے۔

---

[1] نقوش لاہور نمبر ص ۴۹۸

حضرت سیّد خاوند محمود نقشبندی المعروف حضرت ایشانؒ

اسم والقاب آپ کا اصل نام خاوند محمود تھا لیکن آپ کو جامع کمال اور صاحب حال وقال ہونے کی وجہ سے حضرت ایشاں کہا جاتا تھا۔ آج بھی آپ تاریخ میں اپنے اصل نام کی بجائے اسی نام سے مشہور ہیں، آن شان فارسی زبان کا لفظ ہے جس کے لفظی معنی " وہ شان" یعنی عوام کے نزدیک بڑی شان والا۔ جس طرح رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مُبارک نام کو اکثر مقامات پر آنحضرت کے خطاب سے مزین کیا جاتا ہے۔ اس طرح آپ کو بھی آپ کے مرید اور عقیدت مند ادب واحترام کے لحاظ سے حضرت ایشاں کے نام گرامی سے پکارتے ہیں۔

نسبت جدی آپ کا نسب شریف والد کی طرف سے خواجہ علاؤ الدین عطارؒ سے ملتا ہے جو شاہ بہاء الدین نقشبندؒ کے خلیفہ تھے۔ آپ کے والد ماجد کا نام میر سیّد شریف بن خواجہ ضیاء بن خواجہ میر محمد بن تاج الدین حسین بن خواجہ علاؤ الدین عطار ہے۔ اور یہ خوارزم کے ساداتِ مقام سے تھے۔ ان کا نسب پاک ایک طرف سے حضرت آقا سے اور دوسری جانب سے شیخ فرید الدین عطار سے ملتا ہے۔

ولادت آپ ۹۷۱ھ میں سیّد شریف کے گھر بخارا میں پیدا ہوئے آپ کے والد سادات عظام سے تھے۔ آپ کا اصل وطن بخارا ہے۔

تعلیم و تربیت ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے والد ماجد کے زیر سایہ پائی اپنے باپ کے ارشاد کے مطابق مدرسہ سلطانیہ میں داخل ہو کر علوم متداولہ کی تحصیل کی آپ پڑھائی میں بہت ہوشیار تھے۔ بارہ برس کی عمر میں قرآن شریف حفظ کیا اور چودہ سال کی عمر میں ظاہری علوم میں مکمل عبور حاصل کر لیا۔ آپ کو علم میں اتنا عبور حاصل ہوا کہ اس زمانے کے بڑے بڑے علماء بھی آپ کے سامنے دم نہ مارتے تھے۔

عربی اور فارسی میں آپ کو کامل ملکہ حاصل تھا۔

بیعت وخلافت

آپ اٹھارہ برس کی عمر میں حضرت خواجہ محمد اسحاق سفید کی کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے اور مرشد کی خدمت میں کچھ عرصہ گزارہ اُنھوں نے سلسلہ نقشبندیہ میں آپ کو بیعت کرکے کچھ اشغال و اذکار سکھائے اور ان کی زیر نگرانی آپ نے منازل سلوک طے کیں۔ آپ نے بے حد زہد وتقویٰ اور ریاضت کی۔ آپ شرع کے سختی سے پابند تھے۔ آپ جب ذوق و شوق عجز۔ ونیاز حال وقال زہد وتقویٰ میں پوری طرح کامل ہو گئے تو آپ کے پیر ومرشد نے آپ کو خرقہ ولایت عطا فرمایا۔

فیض اویسی کا حصول

اس کے علاوہ حضرت خواجہ بزرگ سید بہاء الدین نقشبند سے بھی نسبت اویسہ رکھتے تھے۔ اویسی اصطلاح تصوّف میں اسے کہتے ہیں جس نے کسی بزرگ کی وفات کے بعد اس کی رُوح سے فیض حاصل کیا ان کے علاوہ حضرت خواجہ حاجی محمّد قبادانی سے بھی فیض یاب ہوئے تھے

حاکم بخارا کی عقیدت

اوائل عمر ہی میں آپ اپنے علم وفضل، زہد وتقویٰ اتباع قرآن وسنّت اور رفع بدعت کے باعث مشہور زمانہ ہو گئے تھے۔ ان فضائل پسندیدہ اور اوصاف حمیدہ نے آپ کو مرجع خلائق بنایا تھا خواص وعوام سر آنکھوں پر بٹھاتے تھے۔ چنانچہ حاکم بخارا عبد اللہ خاں اور اس کا بیٹا عبد المومن حاضر خدمت ہو کر پند ونصائح سے سعادت حاصل کرتے تھے۔ اس فضل وکمال کے ساتھ آپ کو سیر وسیاحت کا بھی بے حد ذوق وشوق تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کا یہ اشتیاق بھی پورا کر دیا۔ عبد اللہ خاں جب حاکم بخارا ہُوا تو آپ بہ اشارہ ربانی کابل کی طرف روانہ ہوئے۔

سلسلہ اویسی خواجہ خاوند محمود اگرچہ بظاہر مرید خواجہ ابو اسحاق سفید کے نقشبندی کے تھے مگر علاوہ ازیں خواجہ شاہ بہاء الدین نقشبند سے نسبتِ اویسیہ رکھتے تھے۔ چنانچہ محمد معین الدین کتاب رضوانی میں فرماتے ہیں کہ حضرت ایشاں کو خواجہ بہاء الدین سے جو نسبت ہے وہ اویسی ہے جو اوّل امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے خواجہ حسن بصریؒ کو ہوئی۔ ان سے خواجہ حبیب عجمیؒ کو۔ ان سے داؤد طائی کو۔ ان سے معروف کرخیؒ کو۔ ان سے سری سقطیؒ کو۔ ان سے جنید بغدادیؒ کو۔ ان سے ابو علیؒ رودباری کو۔ ان سے ابو علی کاتب کو۔ ان سے ابو عثمان مغربی کو۔ ان سے شیخ ابو القاسم گرگانی کو۔ ان سے ابو علی فارمدی کو۔ ان سے خواجہ یوسف ہمدانی کو۔ ان سے خواجہ عبد الخالق غجدوانیؒ کو ان سے خواجہ بہاء الدین نقشبند کو۔ اور ان سے خواجہ خاوند محمود رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کو پہنچی۔

سلسلہ بیعت نقشبندیہ عالیہ حضرت ایشاں

اسمائے گرامی

الٰہی بحرمت حضرت سید المرسلین خاتم النبییّن شفیع المذنبین رحمۃ اللعالمین شفاعت دستگاہ اُمّت پناہ احمد مجتبیٰ سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم۔

الٰہی بحرمت صدیق اکبر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت امام قاسم بن محمد بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ۔

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ۔

الٰہی بحرمت حضرت قاسم گورگانی رحمۃ اللہ علیہ۔

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابوعلی فارندی رحمۃ اللہ علیہ۔

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابویوسف بن ایوب ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ۔

الٰہی بحرمت خواجہ خواجگان حضرت عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ۔

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد عارف ریوگری رحمۃ اللہ علیہ۔

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی رحمۃ اللہ علیہ۔

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابوعلی رامتنی رحمۃ اللہ علیہ۔

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمود بابا سماسی رحمۃ اللہ علیہ۔

الٰہی بحرمت خواجہ سید میر کلال رحمۃ اللہ علیہ۔

الٰہی بحرمتِ امام الطریقت حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ۔

الٰہی بحرمتِ حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ۔

الٰہی بحرمت حضرت مولانا یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ۔

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ عبیداللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ۔

الٰہی بحرمت حضرت مولانا محمد قاضی رحمۃ اللہ علیہ۔

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ خواجگی احمد کاشانی رحمۃ اللہ علیہ۔

الٰہی بحرمت حضرت مولانا لطف اللہ رحمۃ اللہ علیہ۔

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد اسحاق وہ بیدی رحمۃ اللہ علیہ۔

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ خاوند محمود المعروف حضرت ایشاں رحمۃ اللہ علیہ۔

تبلیغی سفر

آپ صوفیانہ ذوق کے باعث تیئس سال کی عمر میں سنہ ۹۹۴ ھ ۱۵۸۵ء
پہلے شہر خش میں جو ختلان کا مشہور شہر ہے۔ تشریف لائے۔
کچھ عرصہ یہاں قیام فرمایا۔ پھر بلخ سمرقند، ہرات و قندھار سے ہوتے ہوئے کابل پہنچے۔

کابل میں فتح

کابل میں پہنچنے کے بعد پہلے جمعہ کے روز آپ نے شہر کی جامع مسجد میں تشریف لے گئے اور وعظ فرمایا۔ وعظ کا انداز بیان اتنا مؤثر تھا کہ سامعین پھڑک اُٹھے اور اکثر حاضرین پر وجد کی کیفیت طاری ہو گئی۔ جب تک آپ وعظ فرماتے رہے لوگ دم بخود بیٹھے رہے۔ وعظ اتنا موثر تھا کہ سُننے والوں کی آنکھوں سے آنسو بہتے چلے جاتے تھے۔ خود حاکم کابل بھی اس محفل میں حاضر تھا اور اس پر بھی وجد کی کیفیت طاری تھی۔ امراء وزراء و دیگر مصاحب جو اس وعظ کی محفل میں شریک تھے۔ دل و جان سے آپ کے گرویدہ ہو گئے۔ روز بروز بادشاہ، امراء مصاحب اور عوام کے دلوں میں آپ کی عقیدت و محبت کے جذبات بڑھتے گئے۔ چندسال آپؒ کابل میں قیام رہا۔ ایک خلق کثیر نے آپ سے اکتساب فیض کیا۔ حاکم کابل آپ کے حلقۂ ارادت میں شامل ہُوا۔

کشمیر میں قیام

پھر آپ کشمیر تشریف لائے۔ اور نواب عبدالرحمٰن کے ہاں قیام پذیر ہوتے۔ نواب موصوف کا والد آپ کا مرید خلیفہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بڑی مقبولیت عطا فرمائی۔ بے شمار افراد آپ کے حلقۂ ارادت و عقیدت میں شامل ہوئے۔ اہل بدعت و ضلالت کی ایک جماعت کثیر آپ کے دستِ حق پر تائب ہوکر شریک زمرۂ اہل سنت ہوئی۔ آپ نے یہاں مدرسہ و خانقاہ تعمیر فرمائی۔ درس و تدریس اور وعظ و ہدایت کا سلسلہ شروع کیا۔ دُور دُور سے طالبانِ علم و ہدایت خانقاہ میں حاضر ہوکر دینی و دُنیوی فیوض و برکات سے مالا مال ہو کر جاتے۔

والئ کشمیر سے کشمکش

جب آپ کشمیر میں تھے تو اس وقت شیعہ سُنی کا تکرار زوروں پر تھا۔ اور والئ کشمیر شیعہ تھا اتفاق سے شیعہ اور سنیوں میں بلوہ ہوا وہ آپ کی عزت اور رعب و ادب سے گھراتا تھا چنانچہ

اُس نے اس خوف سے کہ کہیں آپ کی خانقاہ سنیوں کا اڈا نہ بن جائے اور آئے دن بلوہ نہ ہو چنانچہ آپ کو کشمیر چھوڑنے کا حکم دیا۔ آپ نے ایک ماہ کی مہلت چاہی اور ابھی پندرہ روز ہی گزرے تھے کہ اکبری فوج نے کشمیر پر قبضہ کر لیا۔

عہد اکبری کے آخری دور میں آپ آگرہ تشریف لے گئے۔ وہاں کچھ اور امراء آپ کے مرید ہو گئے۔ جن میں خان اعظم مرزا عزیز کوکلتاش بھی تھا۔

شاہی خاندان کی عقیدت

شاہی خاندان کے کئی افراد آپ کے عقیدت مند ہوئے کئی شہزادیاں آپ کی مرید ہوئیں شہزادی سلیمہ بیگم بابر کی نواسی تھی اور شہزادی گل رخ بابر کی بیٹی تھی دونوں حضرت کی مرید ہو گئیں۔ گل رُخ بیگم نے آپ کے لیے ایک چوغہ سیا اور ہر سلائی پر لا الٰہ کا ورد کرتی تھی۔ اکبر بادشاہ نے آپ سے درخواست کی کہ اس کی بھلائی کے لیے دعا فرمائیں۔ چنانچہ آپ نے دعا فرمائی۔

اس کے بعد آپ پھر کشمیر چلے گئے لیکن وہاں سے شیعہ سُنی جھگڑے کے سلسلے میں آپ کو پھر وہاں سے جہانگیر نے بلا لیا آخر جہانگیر نے آپ سے بات چیت کی اور مطمئن ہو کر آپ کو اجازت دی کہ جہاں دل چاہے رہیں لیکن آپ نے لاہور میں قیام کر لیا لیکن کچھ عرصے کے بعد آپ پھر کشمیر چلے گئے۔

چند سال کے بعد جب جہانگیر کشمیر گیا تو اس نے بارہ مولا میں آپ کے متعلق استفسار کیا۔ آپ کے کاموں میں گہری دلچسپی کا اظہار کیا۔ اور آپ کی ہمراہی کو ہمیشہ باعث فخر سمجھا کرتا تھا۔ پھر فرط عقیدت کے باعث آپ کو اپنے ہمراہ ہندوستان چلنے کی درخواست کی۔ جو آپ نے قبول فرمائی اور مدرسہ و خانقاہ کا اہتمام اپنے فرزندوں کے سپرد کر کے جہانگیر کے ساتھ ہندوستان آ گئے۔ دہلی، آگرہ اور لاہور میں کافی عرصہ قیام رہا۔ عوام و خواص نے آپ کے علمی و روحانی فیوض و برکات سے حصۂ وافر حاصل کیا۔ اس دوران میں آپ کو دو تین مرتبہ کشمیر جانے کا اتفاق ہوا ایک دفعہ آپ کشمیر

تشریف لے گئے ہوئے تھے ۔ جہانگیر بھی وہیں تھا کہ وہ بمقام بہرام گل ۱۰۳۷ھ (۱۶۲۷ء) میں انتقال کر گیا ۔ چنانچہ آپ اس کی لاش کے ہمراہ لاہور آگئے ۔ چند روز لاہور قیام فرمایا ۔ عہد شاہجہان میں آپ ایک مرتبہ کشمیر آئے ہوئے تھے کہ اتفاقاً یہاں شیعہ سُنی فساد ہو گیا ۔

تمام حالات و واقعات سے شاہجہان کو مطلع کیا ۔ اس پر بادشاہ نے آپ کو لکھا کہ ہندوستان تشریف لے آئیں اور لاہور میں قیام پذیر ہو جائیں ۔ چنانچہ آپ مصلحت وقت کے پیش نظر ۱۶۳۴ء (۱۰۴۴ھ) میں مدرسہ و خانقاہ فیض پناہ (سری نگر) اور لنگر کی خدمت کو اپنے فرزند ارجمند خواجہ معین الدین کی نگرانی میں دے کر ہمیشہ کے لیے لاہور تشریف لے آئے اور آپ کی خدمت میں ایک لاکھ ٹنکہ ارسال کیا ۔ مگر آپ نے قبول نہ فرمایا اس نے دوبارہ کہا اور نواب آصف خاں کو خدمت میں بھیجا ۔ تو آپ نے وہ روپیہ قبول فرمایا ۔ اور اُس سے لاہور میں اپنی خانقاہ تعمیر کرائی ۔ کچھ روپیہ خانقاہ کشمیر کو ارسال کیا ۔ اور باقی ماندہ غربا اور مساکین میں تقسیم کر دیا نواب وزیر خاں آپ کی ہی دُعا سے اس بلند مرتبہ پر فائز ہُوا تھا ۔ لاہور سے آپ اکبر آباد اور دہلی گئے ۔ اور پھر شاہجہان کے حکم سے آپ لاہور تشریف لے آئے کیونکہ بادشاہ نے حکم دیا تھا کہ آپ لاہور تشریف لے جاویں وہاں ہی اقامت گزیں ہوں اور لوگوں کو راہ ہدایت کی طرف بلائیں ۔ چنانچہ آپ لاہور آگئے ۔ جب آپ لاہور تشریف لائے ۔ تو اس وقت جہاں اب آنجناب کا مقبرہ ہے باغ تعمیر ہو رہا تھا ۔ اور خانقاہ بھی بن رہی تھی ۔ آپ اقامت گزیں ہو گئے ۔ قیام لاہور میں صوبہ لاہور نواب وزیر خاں اکثر اوقات آپ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہُوا کرتا تھا ۔

تبلیغی خدمات آپ کی دینی خدمات قابل ستائش ہیں آپ جہاں پر ٹھہرے آپ نے اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے کام کیا ۔ سب سے پہلے آپ نے بخارا میں تحصیل علم کے بعد اسی علم کو پھیلانے کی جدوجہد کی ۔ اس کے

بعد جتنا عرصہ آپ کشمیر میں رہے آپ درس و تدریس کے ذریعے لوگوں کو باطنی فیض سے نوازتے رہے بے شمار لوگ آپ کے حلقہ درس سے فیض یاب ہوئے اور کئی غیر مسلم مسلمان ہوئے۔

جب آپ لاہور تشریف لائے تو لاہور میں بھی آپ کا سلسلہ درس و تدریس بدستور قائم رہا۔ ہر جمعہ کے روز آپ وعظ فرمایا کرتے تھے۔ اس روز لاہور کے علماء و فضلاء و طلبا شریک وعظ ہو کر آپ کے ارشاداتِ گرامی سے مستفیض ہوتے تھے۔ لاہور میں ۹ سال تک آپ کا فیضان جاری رہا۔ ایک خلقِ کثیر نے آپ سے علمی و روحانی فیض حاصل کیا۔

کراماتِ حضرت ایشاں

یہ ضروری نہیں کہ ولایت کی دلیل کشف و کرامات سے ہو۔ اور نہ ہی سندِ ولایت کے لیے اولیاءِ کرام نے اپنے لیے کشف و کرامت کو لازم قرار دیا۔ بلکہ جب اللہ تعالیٰ لوگوں میں ولی کی ولایت کا اظہار چاہتا ہے تو اولیاء سے کشف و کرامات سرزد ہوتے ہیں۔ آپ ولی کامل تھے اور آپ سے بے شمار کرامات کا اظہار ہوا ان میں سے چند ایک مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ عقیدت مند کی صحت یابی

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ کا ایک عقیدت مند کسی کام کے لیے کابل گیا آپ نے اسے ایک کام کرنے کے لیے کہا جس سے اس نے غفلت کی اس کی۔

اس بے پرواہی پر حضرت خواجہ رنجیدہ خاطر ہوئے۔ جس کے نتیجہ پر وہ مرض تپ میں مبتلا ہو گیا۔ تین مہینے گزر گئے علاج کے باوجود صحت یاب نہ ہُوا۔ آخر اس کا بھائی عوض بیگ اُسے لے کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور دعائے صحت

کی درخواست کی۔ آپ نے تکبیر کہی اور فرمایا۔ "اگر خدا نے چاہا تو شفا ہو جائے گی۔"
حاضرین مجلس نے سمجھا۔ کہ آپ نے دعائے صحت نہیں فرمائی۔ اس کا گھر آپ کی
خانقاہ کے قریب ہی تھا۔ رات کو اس کے گھر سے رونے کی آواز آئی کہ وہ مر گیا ہے
اسی اثناء اس کا بھائی عوض بیگ حاضر خدمت ہو کر قدموں پر گر پڑا۔ اور عرض کیا
کہ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند مردے زندہ کرتے تھے۔ میں بھی امیدوار ہوں کہ
میرا بھائی زندہ ہو جائے۔ حضرت خواجہ نے تبسم فرمایا اور کہا کہ گھر جاؤ اور دیکھو
شاید شرف بیگ زندہ ہی ہو۔ یہ بات ہو رہی تھی کہ اس کے گھر سے رونے کی آواز
بند ہو گئی۔ اور خبر آئی کہ اس نے آنکھیں کھول دی ہیں۔ اس واقعہ کے بعد وہ شفایاب
ہو گیا۔

۲- ملکہ نور جہاں کی صحت یابی

بیان کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت ایشاںؒ جہانگیر کے ہمراہ سفر کشمیر پر
تھے۔ اس سفر میں نور جہاں ملکہ بھی ہمراہ تھی۔ جب شاہی قافلہ کشمیر پہنچا۔ تو بوجہ تھکان
سفر، بادشاہ اور ملکہ کی صحت خراب ہو گئی۔ زندگی کی امید باقی نہ رہی۔ بادشاہ نے
حضرت ایشاںؒ سے دعائے صحت کی استدعا کی۔ آپ نے فرمایا۔ "دونوں میں
سے ایک اچھا ہو جائے گا۔" بادشاہ کو نور جہاں کی زندگی ہر صورت منظور تھی۔ چنانچہ
نور جہاں صحت یاب ہو گئی اور بادشاہ کی حالت اور بگڑ گئی۔ تھوڑے ہی دنوں بعد
وفات پائی۔ بادشاہ کی لاش لاہور میں لائی گئی۔ آپ بھی ہمراہ تھے۔

۳- حضرت ایشاںؒ پر خون بہا کا دعویٰ

جہانگیر کی وفات کے بعد شاہجہاں تخت نشیں ہوا۔ آپ
بھی حضرت ایشاںؒ کے بہت معتقد تھے۔ مگر درباریوں میں آنحضرت کو زیر کرنے کے
اکثر منصوبے تیار ہوتے اور اس دشمنی کے باعث آپ کو سخت مصیبت کا سامنا کرنا
پڑتا۔ دشمنی کی وجوہات کا صحیح علم تو نہ ہو سکا۔ لیکن شکایات شاہجہاں تک پہنچ گئیں

مخالفین آپ پر طرح طرح کے سوال کرتے اور آپ کی شان میں گستاخیاں کرتے۔ پہلے تو آپ برداشت کرتے رہے۔ جب معاملہ حد سے گزرا تو آپ کی طبیعت میں ایک ایسا تغیر رونما ہوا کہ ادھر سرغنہ مسمی محمد محسن منہ کے بل زمین پر گرا اور مرگیا۔ لوگوں نے خون بہا کا دعویٰ کیا۔ شاہ جہاں حالات سے آگاہ ہوا۔ اور آپ کو باعزت و آبرو بری کیا۔ آنحضرت کا مقام تصرف بہت بلند تھا۔

کتاب رضوانی کے مؤلف آپ کے فرزند خواجہ خاوند معین الدین رقمطراز ہیں کہ حضرت لاہور میں قیام پذیر تھے۔ عید کے روز نماز پڑھنے کے لیے عیدگاہ تشریف لے گئے۔ کافی عرصہ تک حاکم لاہور کا انتظار رہا۔ اسی اثناء گفتگو ہوئی کہ نماز عید کا آخری وقت کب تک ہے۔ حضرت خواجہ نے فرمایا۔ "زوال تک" ملا صالح لاہوری بڑے جید عالم تھے اور عوام میں بلقب ابر مشہور تھے۔ اس بات پر بگڑے اور کچھ بے ادبانہ اور گستاخانہ کلمات زبان سے نکالے۔ حضرت خواجہ نے فرمایا۔ "اے ملا ابر! تم اپنی زندگی کے سورج کو موت کے ابر کے نیچے آجانے سے نہیں ڈرتے۔ چنانچہ جب ملا ابر نماز عید سے فارغ ہوکر گھوڑے پر سوار ہوئے اور گھر کی جانب چلے۔ راستے میں گھوڑے سے نیچے گر پڑے اور گردن ٹوٹ گئی۔ بڑی مشکل سے گھر پہنچے۔ سمجھے کہ یہ حضرت ایشاں کی گستاخی کی شامت ہے۔ نور دین قاضی لاہوری اور امیر حسین شیخ الاسلام کو تقصیر کی معافی کے لیے حضرت خواجہ کی خدمت میں بھیجا۔ ان دونوں حضرات نے حاضر ہوکر ملا کی صحت کے لیے دعا کی التجا۔ آپ نے فرمایا۔ تیر کمان سے نکل چکا ہے۔ وہ اب واپس نہیں آسکتا۔ میں راضی ہو بھی جاؤں مگر خواجگان راضی نہیں ہوتے۔ پس ہمیں ملا کی سلامتی ایمان کے لیے فاتحہ پڑھنی چاہیے"۔ یہ کہہ کر آپ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے فاتحہ پڑھی اور فرمایا۔ "ملا صالح دُنیا سے ایمان بہ سلامت گئے"۔ قاضی اور شیخ الاسلام مجلس سے نا امید لوٹے۔ دوسرے روز ملا صالح اللہ کو پیارے ہوگئے۔

منکرِ اولیاء اللہ کو سزا حضرت ایشاں کو بیس سال کے سن میں ذوق و شوق الٰہی دامنگیر ہوا۔ بخارا سے وخش آئے ایک دن باقی بیگ حاکم وخش کی مجلس میں جانا ہوا۔ وہ سخت مزاج تھا۔ اُس نے خواجہ کو دیکھ کر کہا یہ لوگ جو خواجہ زادہ کہلاتے ہیں فی الحقیقت خلقت کو گمراہ کرتے ہیں۔ ناک کان کاٹ کر ان کی تشہیر کرنا چاہیئے۔ میں باقی بیگ نہیں اگر یہ کام نہ کروں۔ یہ بات سُن کر حضرت ایشاں نے فرمایا کہ مجھے امید ہے۔ کہ ایک دن تیرے ناک کان کاٹے جائیں گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ایک سبب پیدا کر دیا اور وہ یہ کہ عبداللہ خاں شاہ بخارا کا میر شکار اپنے شکاری جانور لے کر وخش آیا۔ اُس سے کوئی خطا ہوئی جو معلوم نہیں ہو سکی باقی بیگ نے اسے پٹوایا۔ اور وخش سے نکال دیا۔ اس نے آکر عبداللہ خان شاہ بخارا سے شکایت کی کہ حاکم وخش نے مجھے بے گناہ پٹوایا ہے اور بادشاہ کے خاص شکاری کو مار ڈالا ہے بادشاہ نے باقی بیگ کو بلوایا اور حکم دیا کہ اس کے دونوں کان اور ناک کاٹ دو چنانچہ حکم کے مطابق اس کے کان اور ناک کٹوا دیئے گئے۔[1]

اولاد آپ کے چھ لڑکے تھے۔ اور پانچ لڑکیاں تھیں۔ لڑکوں کے نام یہ ہیں۔

۱۔ خواجہ معین الدین احمد ۲۔ خواجہ تاج الدین خاوند ۳۔ خواجہ خاوند احمد ۴۔ خواجہ خاوند محمّد۔ ۵۔ خواجہ قاسم خاوند ۶۔ خواجہ بہاؤ الدین خاوند۔

معاصرین آپ کے معاصرین میں حضرت مجدد الف ثانی۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی۔ شاہ حسین۔ حضرت بلاول قادری مفتی عبدالسلام شیخ محمّد طاہر نقشبندی اور ملّا عبدالحکیم سیالکوٹی کے اسماء گرامی قابل ذکر ہیں۔

---

[1] تذکرہ اولیائے پاک و ہند۔

وصالِ مبارک

صاحب کتاب رضوانی لکھتے ہیں کہ جب آپ کی وفات کے دن قریب آئے تو آپ نے پندرہ دن پہلے عصر کی نماز کے بعد اپنے مرید نواب افتخار الدین خاں عالی جاہ کو فرمایا کہ میں پندرہ دن کے بعد اس دار الفنا سے دار البقا کی طرف رحلت کر جاؤں گا۔ جب سولہواں دن پہنچا۔ تو بروز شنبہ ۱۲ شعبان ۱۰۵۲ھ نماز مغرب ادا کرنے کے بعد چند بار مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر پڑھا۔

الٰہی غنچۂ امید بکشاد | گلے از روضۂ جاوید بنما

پھر عشاء سے پہلے سجدہ میں سر رکھا اور جان عزیز جاں آفریں کے سپرد کر دی۔

قطعاتِ تاریخِ وفات از مولانا غلام سرور لاہوری

۱۔ بحمد اللہ کہ در جنت مکان کرد | ولیٔ بے ریا خاوند محمود

سرور گفت رضوان ارتحالش | کہ "قطب الاصفیا" خاوند محمود ۱۰۵۲

مقبرہ آپ کا روضہ جی۔ٹی روڈ پر بیگم پورہ میں یتیم خانہ دار الفرقان کے متصل واقع ہے گنبد بہت بلند وبالا ہے گنبد کے اندر چبوترے پر تین قبریں ہیں پہلی قبر حضرت ایشان کی ہے دوسری قبر حضرت میر جان نقشبندی کی ہے اور تیسری قبر ان کے چھوٹے بھائی سید محمود آغا کی ہے۔ اسی گنبد کے جنوب مشرقی کونے میں حضرت ایشاں کے صاحبزادے خواجہ بہاؤ الدین خاوند کی قبر ہے۔ یہ گنبد نواب سعید خان نے تعمیر کروایا تھا۔ یہ نواب شاہجہان کے زمانہ میں امراء سے تھا مقبرہ کے غرب میں ایک مسجد ہے جو قدیم زمانے کی بنی ہوئی ہے۔

حضرت شیخ محترم نقشبندیؒ

آپ اکبری دور کے اکابرین نقشبند میں سے ہیں آپ اکبر کے زمانہ میں باہر سے لاہور تشریف لائے اور تبلیغ دین کے سلسلے میں لاہور ہی میں آباد ہو گئے آپ بڑے نیک اور صالح بزرگ تھے بے شمار لوگ آپ کے عقیدت مند تھے آپ نے قول عمل کے ذریعے ان لوگوں کے دل روشن کیے آپ اپنے پاس آنے والوں کو پابندی شریعت کا درس دیتے تھے آپ کی آخری عمر تک کئی لاہور متمول اور صاحب حیثیت حضرات بھی آپ کے حلقہ عقیدت میں داخل ہوئے آپ کے کردار میں تقویٰ اور خدا پرستی بہت نمایاں تھیں۔ حتیٰ کہ آپ نے لاتعداد حضرات کو دینی اور روحانی فیض پہنچایا۔ آخر آپ اورنگ زیب کے زمانے میں ۱۶۹۰ء میں خالق حقیقی سے جا ملے اور آپ کے عقیدت مندوں نے آپ کو اس جگہ دفن کیا جہاں آپ کا مقبرہ ہے۔

آپ کے مزار کا گنبد جی ٹی روڈ کیپ سٹور کی آبادی کے نزدیک سوامی نگر میں ہے جی ٹی روڈ میں سے جہاں سے ایک سڑک گڑھی شاہو کے پل کو چلی جاتی ہے وہاں شاذو لباڑی ہے اس لباڑی کے اندر ایک گنبد ہے جس میں آپ کے مزار کی قبر تھی۔ لیکن چند سال قبل لوگوں نے اس کو اپنے رہنے کی جگہ بنالیا تھا جو کہ کسی طرح بھی اہلِ اسلام کے لیے مناسب نہیں تھا عربی اور فارسی کی کوئی تحریر موجود نہیں ہے۔ سفیدی کر کے ان کو مٹا دیا گیا ہے۔ افسوس صد افسوس۔

اب کچھ عرصے سے یہ مقبرہ اندرون چار دیواری آگیا ہے اور اس تک پہنچنے کے سب راستے مسدود ہیں کیونکہ مقبرہ کوٹھی کی حدود کے اندر آگیا ہے۔ آپ کے

مقبرے کا گنبد کسی زمانے میں بہت خوبصورت تھا اور بناوٹ کے لحاظ سے مغلیہ طرز کا ہے تاریخ لاہور از کنہیا لال میں آپ کے مقبرہ کے بارے میں لکھا ہے کہ مقبرہ کی مربع عمارت بختہ چونہ گچ شقف کے برابر چاروں گوشوں پر چار گنبدیاں مربع چاروں طرف چار در محرابی قابوتی درمیان ان کے مقبرہ کا گنبد عالیشان مدور نہایت خوبصورت بنا ہوا ہے۔ مقبرہ کے چاروں طرف چار محرابیں ہیں۔ مقبرہ کی اندرونی عمارت میں چار محرابیں چاروں گوشوں میں بنائی گئی ہیں اور چار محرابی دروازے دیواروں پر بخطِ عربی اور فارسی بہت سے آیات و اشعار منظوم لکھے ہیں جن میں سے کچھ پڑھے جاتے ہیں اور کچھ نہیں پڑھے جاتے۔

هادی سالکان راه نجات　　آن سلیمان دل و خرد آصف
سال تاریخ رحلتش جستم　　گفت طبع سلیم نیک خلف
بسنج بر چین زنخل وفق و بگو　　قدس الله سره اشراف

ایسے ہی مولوی نور احمد چشتی کے دور میں ایسی عبارات تھیں جو پڑھی جاتی تھیں۔ انھوں نے لکھا ہے کہ درج ذیل مصرعہ جات بھی پڑھے جاتے ہیں۔

ایں سوختہ را چوں محترم

دروازۂ غربی کے اوپر زیرِ محراب اتنا لکھا ہوا نظر آتا ہے۔ اللہ۔ محمدؐ۔ علی۔ عثمان اور باقی بوسیدہ ہو گیا ہے۔ نیز یہ بھی لکھا ہے

علاوہ ازیں "افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ" "یا اللہ یا اللہ" "یا محمد۔ یا محمد" بھی لکھا ہوا ہے۔

سید محمد لطیف ہسٹری آف لاہور میں کہ درج ذیل کلمات بھی پڑھے جاتے ہیں

اللھم اغفر لامتہ محمد　　اللھم ارحم لامتہ محمد

بر آستان تو ام سر ارادت ما
واللہ انیس و متابعین

مقبرہ کے اندر تین قبور تھیں ایک حضرت محترم نقشبندی کی اور دو آپ کے عزیزوں کی تھیں انگریزی عہد میں اس مقبرہ کو ایک انگریز کی درخواست پر نیلام کیا گیا اور انگریز مذکور نے خرید کر اس کے چاروں طرف ویرانڈہ بنا کر کوٹھی کی صورت بنالی نیز قبریں گرادیں۔ بعد ازاں اس میں نارتھ ویسٹرن ریلوے کو اپریٹو سٹور نے سوڈا واٹر فیکٹری کھول لی۔ یہ متبرک مقبرہ اس لیے انگریزوں نے نیلام کیا تھا کہ سرکاری نزول کے رجسٹر میں بوجہ لاوارث ہونے کے اس کا اندراج تھا۔

حضرت سعدی بخاری نقشبندیؒ

حضرت شیخ سعدی ایک سعادت مند ولی اللہ تھے ، کیونکہ یہ ان کی سعادت مندی تھی کہ انھیں بچپن سے یاد الہٰی کا شوق تھا وہی شوق اور جستجو ایک ولی کامل یعنی حضرت آدم کی خدمت میں لے گئی ۔ حضرت آدم بنوری حضرت مجدد الف ثانی کے خلیفہ تھے۔

حضرت آدم بنوری کی خدمت میں حاضری

روضۃ السلام میں شرف الدین مجددی کشمیری نے خود آپ کی زبانی ان کے حالات تفصیلاً بیان کیے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ "آپ فرماتے تھے کہ میری عمر ابھی آٹھ سال کی ہوگی ۔ کہ میں اپنے گاؤں کے باہر ایک کنوئیں پر وضو کر رہا تھا کہ اتفاقاً ادھر سے سید آدم بنوری کے خلیفہ حاجی سعداللہ وزیر آبادی بنور جاتے ہوئے وہاں سے گزرے۔ اور مجھے نہایت احتیاط سے وضو کرتے ہوئے دیکھ کر متعجب ہوئے ۔ کہ اس کمسنی میں یہ بچہ کس قدر انہماک سے وضو کر رہا ہے اس کے بعد آپ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ روانہ ہوگئے ۔ مگر میرے دل میں شوق پیدا ہُوا ۔ کہ ایسے بزرگ آدمی کا ساتھ نہیں چھوڑنا چاہیئے۔ چنانچہ میں بھی ان کے پیچھے پیچھے چل پڑا ۔ لیکن میں نے یہ احتیاط کی ۔ کہ ان سے کافی فاصلے

پر پیچھے پیچھے چلتا رہا۔ یہاں تک کہ بنور آ گیا۔ جب حاجی سعد اللہ حضرت سید صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے تمام ساتھیوں کے بارے میں استفسار فرمایا۔ پھر میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ یہ لڑکا انلی سعادت مند ہے۔ اور میرا نام پوچھا۔ میں نے کہا کہ سعدی۔ آپ نے فرمایا۔ جہاں کہیں بھی جاؤ۔ اور جہاں کہیں بھی رہو۔ تم سعدی ہو۔ تم دُنیا میں بھی سعدی ہو۔ اور آخرت میں بھی سعدی۔ پھر مجھ پر بے حد شفقت فرمائی۔ اور اپنے گھر لے گئے۔ اور اس طرح میں نے کئی سال تک آپ کے گھر میں رہ کر تعلیم و تربیت اور فیوض روحانی حاصل کیے۔ آپ مادر زاد ولی تھے۔[1]

بیعت اور خلافت

آپ نے حضرت سید آدم بنوری کے دست حق پرست پر بیعت کی اور انہی سے روحانی فیض حاصل کیا آپ کی تربیت چونکہ حضرت آدم بنوری کے گھر پر ہوئی تھی۔ اس لیے آپ کی توجہ ہوتی رہی اور اُن کی توجہ سے چند سالوں ہی میں ولی کامل بن گئے، آپ کا معمول تھا کہ ہمیشہ رات دن ذکر الٰہی میں مشغول رہتے۔ آخر ریاضت اور مجاہدہ کے بعد آپ کے پیرومرشد نے خرقہ خلافت عطا فرمایا۔[2]

لاہور میں قیام

آپ کے متعلق کتابوں میں مرقوم تھے کہ آپ اپنے پیرومرشد حضرت سید آدم کی وفات حسرت آیات کے بعد سعدی لاہور تشریف لے آئے لاہور میں قیام کرنے کا اصل واقعہ یہ ہے کہ جب شیخ آدم بنوری براہ لاہور بیت اللہ روانہ ہوئے تو ان کو لاہور میں چھوڑ گئے کہ تو لاہور میں رہ، اور خلق خدا کو دعوت بخدا کر۔ الغرض وہ اپنے مرشد کے حسب الارشاد لاہور میں رہے اور چالیس سال تک لاہور میں رہ کر خلق خدا کو ہدایت کرتے رہے۔

---

[1] حدیقۃ الاولیاء صفحہ ۱۲۷ [2] تحقیقات چشتی، صفحہ ۳۱۱

خدمتِ خلق کا سلسلہ مولینا محمد یحییٰ زنگی شیخ آدم کے خلفاء میں سے ہیں اور "سرّالاعظم" کے خطاب سے مخاطب تھے اپنی کتاب میں فرماتے ہیں کہ جب حضرت شیخ آدم نے مدینہ میں وفات پائی تو حضرت شیخ سعدی ایمائے ربانی سے لاہور تشریف لائے اور یہیں توطن اختیار کر کے ہدایتِ خلق میں معروف ہو گئے اور ہزاروں طالبانِ خدا کو خدا تک پہنچایا، بلکہ خود فرماتے تھے کہ ہمارے مرید آسمان کے ستاروں کے مانند حیطہ شمار میں نہیں آسکتے، ان میں سے سیکڑوں تکمیل کامل سے اجازت و ارشاد کے رتبہ پر پہنچ گئے، اور حضرت کے چاروں فرزندانِ ارجمند خواجہ محمد سلیم، خواجہ محمد غنی، خواجہ محمد یوسف اور خواجہ محمد عارف نے جو چاروں خانۂ دین متین کے چار ستون تھے والدِ بزرگوار کی دستگیری سے اس قدر کمالاتِ ظاہری و باطنی حاصل کیئے کہ تمام مشائخ متاخرین سے گوئے سبقت لے گئے۔ آپ کی وجہ سے لاہور میں اس سلسلہ کو غیر معمولی فروغ حاصل ہوا۔ ہزارہا طالبانِ حق نے آپ سے سلوک و معرفت کی منزلیں طے کیں۔ مستجاب الدعوات تھے۔ مریدان کی تعداد کا کوئی شمار ہی نہ تھا۔ خود فرمایا کرتے تھے۔

"مریدانِ مانند ستارہ ہائے آسمان از حیطۂ شمار خارج اند"[1]

آپ لاہور میں چالیس سال تک خلق خدا کو ظاہری و باطنی علوم کی تعلیم دیتے رہے۔

کرامات شیخ محمد عمر پشاوری نے اپنی کتاب جواہر السرائر اور شرف الدین کشمیری مجددی نے اپنی کتاب روضۃ السلام میں آپ کے بے شمار

---

[1] خزینۃ الاصفیا فارسی، مفتی غلام سرور لاہوری

مناقب وخوارق بیان کیے ہیں نیز کتاب تُحاریہ میں بھی آپ کی بے شمار کرامات مندرج ہیں۔

آسیب زدوں کو شفا آپ کامل بزرگ تھے اور آسیب زدہ لوگوں پر آپ کی توجہ نہایت مؤثر ہوتی تھی جب کسی آسیب زدہ کو آپ کی خدمت میں لایا جاتا۔ تو نظر ملانے سے ہی آسیب زدہ دُرست ہوجایا کرتا تھا۔ اور بعض اوقات ایسا بھی ہوتا۔ کہ آپ فرماتے کہ آسیب زدہ کے کان میں جا کر کہہ دو۔ کہ شیخ سعدی فرماتے ہیں کہ اگر خیریت مطلوب ہے۔ تو یہاں سے چلا جا ورنہ بُرا ہوگا۔ اور اس طرح بھی آسیب زدہ ہوجایا کرتا تھا آپ کی دعائیں مُشکلیں حل کرنے کے لیے بھی نہایت مؤثر ثابت ہوتی تھیں[1]

فیض یافتہ حضرات آپ سے بے شمار لوگوں کو روحانی فیض پہنچا۔ حاجی محمد اسماعیل غوری نقشبندی پشاوری آپ کے جلیل القدر خلفاء میں سے تھا جن کا مزار پشاور میں زیارت گاہ خواص وعام ہے۔ خواجہ محمد سلیم نقشبندی اور خواجہ محمد غنی نقشبندی بھی آپ کے خلفاء میں سے تھے۔ مخدوم حافظ خواجہ عبدالغفور پشاوری نے بھی آپ سے استفادہ فرمایا تھا اور خرقۂ خلافت پایا۔

شادی اور اولاد آپ نے زندگی میں ایک نیک خاتون سے شادی کی اور اُن سے آپ کی اولاد ہوئی، آپ کی اولاد نیک اور صالح تھی جو اپنے والدِ محترم کے نقشِ قدم پر چل کر ماہتاب روحانیت پر جلوہ فگن ہوئی۔ آپ کے چار صاحبزادے تھے۔ خواجہ محمد سلیم خواجہ محمد غنی۔ خواجہ محمد عارف

---

[1] تحقیقات چشتی، ص ۳۱۱،

اور خواجہ محمد یوسف۔ تمام صاحبزادے علم و عمل اور زہد و ورع میں اپنے والدِ بزرگوار کے صحیح طور پر جانشین تھے۔

وصال آپ کا وصال بروز بدھ ۲ ماہ ربیع الثانی ۱۱۰۸ھ میں ہوا۔

"شد چوں سعدی از جہاں اندر بہشت | دل بسالِ رحلت آن شیخ پیر
گفت سعدی تاج نعمت کُن رقم | نیز سعدی عارف اکبر فقیر
ہم شہنشاہِ ولایت شد عیاں | سالِ وصلِ آں زشہ روشن ضمیر"[1]

مزارِ مبارک مزار عالی مزنگ میں سعدی پارک ترمذی سٹریٹ میں واقع ہے لٹن روڈ سے دلفروز سٹریٹ نکلتی ہے اور یہاں سے ترمذی سٹریٹ آجاتی ہے۔ جس کے آخر میں آپ کا مزار اقدس ایک چار دیواری میں واقع ہے جو تقریباً دس بارہ فٹ اُونچی ہے چار دیواری کے اندر اُونچے چبوترے پر آپ کا مزار ہے۔ مشرقی کونے میں ایک قبر اور بھی ہے۔ کسی زمانہ میں یہاں بہت سی عمارات اور باغ تھا۔ مگر اب صرف ایک چار دیواری رہ گئی ہے۔ جس میں آپ کا مزار ہے سکھوں کے عہد میں اس مزار پر بھی تباہی آئی تھی شمال کی دیوار میں چراغ روشن کرنے کے لیے بے شمار سوراخ بنائے گئے ہیں۔

حضرت پیر زہدی نقشبندیؒ

نام آپ کا اصل نام وجیہہ الدین تھا، لیکن آپ نے اتنا زہد و تقویٰ اور مجاہدہ کیا کہ آپ بجائے اصل نام کے زُہدی (زُہد کرنے والا) کے نام سے مشہور ہو گئے۔ آپ لاہور کے رہنے والے تھے اور یہیں پر ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ جوانی کے عالم

---

[1] خزینۃ الاصفیا فارسی جلد اوّل، مفتی غلام سرور لاہوری۔

میں حصول معرفت کا ایسا شوق پیدا ہوا تلاش حق میں گھومتے رہے۔

تلاش حق

آپ نے حصول معرفت کے لیے اپنے دور کے مشہور بزرگ شیخ سعدی بلخاری کی سلسلہ نقشبندیہ میں مریدی اختیار کر لی اور ان کی وفات تک ان کی صحبت میں باطنی فیض حاصل کیا لیکن آپ کی روحانی منازل کی ابھی تکمیل نہ ہوئی تھی کہ آپ کے پیر و مرشد فوت ہو گئے چنانچہ حضرت سعدی بلخاری کے وصال کے بعد آپ نے فیض طریقہ عالیہ سہروردیہ میں شیخ جان محمد سہروردی لاہوری سے حاصل کیا۔

سیر و سیاحت

پھر حضرت جان محمد کی وفات کے بعد آپ لاہور سے دُنیا کی سیر و سیاحت کے لیے روانہ ہوئے۔ مکہ معظمہ مدینہ منورہ۔ نجف اشرف۔ کربلا معلّٰی۔ بیت المقدس اور بغداد شریف میں تشریف لے گئے۔ وہاں پر مقدس مقامات کی زیارت کی۔ اس طویل سیر و سیاحت کے بعد آپ واپس لاہور میں تشریف لائے اپنی روحانی تربیت گاہ بنا کر لوگوں کو مستفیض فرمانا شروع کر دیا۔

چشتی اور قادری خلافت

"واپسی پر حضرت میراں شاہ بھیکہ چشتی سے خرقہ حاصل کیا اور لاہور تشریف لائے۔ یہاں حضرت شاہ محمد غوث قادری لاہوری سے سلسلہ عالیہ قادریہ میں کلاہ حاصل کی۔ آپ شیخ کامل تھے لوگ آپ کی بے انتہا عزت اور تکریم کرتے تھے"[1]

سیرت

آپ کی زندگی متوکلانہ تھی لہٰذا اور جو بھی حاصل ہوتا اُسے کھا لیتے، آپ کے بارے میں یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ ابتدا میں آپ نے اپنے نفس کی خواہشات کو کم کرنے کے لیے یہ طریقہ اختیار کیا کہ شہر میں گزرتے ہوئے

---

[1] تحقیقات چشتی ص، مولوی نور احمد چشتی۔

اگر کوئی کھانے کی چیز گری ہوتی تو اسے اُٹھا کر صاف کر کے کھا لیتے لیکن بعد میں آپ نے یہ طریقہ ترک کر دیا۔ آخری عمر میں آپ کی بے پناہ شہرت ہوئی۔

وفات

سنہ ۱۱۴۰ھ بمطابق سنہ ۱۷۲۷ء میں آپ کی وفات لاہور میں ہوئی۔ تو آپ کو میانی قبرستان میں دفن کیا گیا۔ آپ کا مزار آج بھی زیارت گاہِ خلق اللہ ہے کسی زمانہ میں آپ کی قبر پر گنبد تھا۔ جو انقلابِ زمانہ کے باعث گر گیا۔ آپ کے مزار پر لوگ نمکین اور شیریں روٹیاں بطور نذر نیاز لے کر جاتے ہیں۔

حضرت حاجی سعید نقشبندیؒ

حضرت حاجی محمد سعید لاہور کے مشہور بزرگ اور متوکل تھے آپ سنہ ۱۰۵۶ھ میں پیدا ہوئے طریقت میں آپ نے مختلف حضرات سے کسب فیض کیا، سلسلۂ نقشبندیہ میں آپ حافظ سعد اللہ مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے اور انہی سے آپ نے معرفت حاصل کی تکمیلِ سلوک پر آپ کو خلافتِ نقشبندیہ سے نوازا گیا۔ آپ شریعت کے پابند تھے۔ معرفت اور حقیقت میں بے نظیر ہے۔

قادری فیض

صاحب کتاب تشریف الشرفا فرماتے ہیں کہ حاجی محمد سعیدؒ کو خرقہ خلافت قادریہ سید محمود بن سید علی حسین گردی سے ملا۔ جن سے آپ کی ملاقات مدینہ منورہ میں ہوئی۔ اور وہاں ہی آپ سے بیعت فرمائی، حاجی محمد سعید دو دفعہ حرمین شریفین تشریف لے گئے اور شرف حج و زیارت روضہ مطہرہ نبوی سے مشرف ہوئے اور بہت سے مشائخ طریق سے فائدہ عام اور فیض تام حاصل کیا۔ چنانچہ آپ کی بیعت کا سلسلہ خاندانِ عالیہ قادریہ سے چند درمیانی واسطوں سے سید عبد القادر گیلانی سے اس طرح پہنچتا ہے کہ آپ مرید شیخ سید محمود گردی

کے ۔ (جن سے مکّہ معظمہ میں بیعت فرمائی) اور یہ (سیّد محمودؒ) سیّد جلال الدین کے ۔ اور یہ مرید سیّد شہاب الدین کے ۔ اور یہ سیّد جمال الدین کے ۔ اور یہ سیّد شمس الدین ابو العرفا کے ۔ اور یہ شہاب الدین احمدؒ کے ۔ اور یہ سیّد قاسمؒ کے ۔ اور یہ عبدالباسطؒ کے ۔ اور یہ سیّد بہاؤ الدینؒ ابو العباس کے ۔ اور یہ سیّد بدرالدین ابوالحسنؒ کے ۔ اور یہ سیّد علاؤالدینؒ کے ۔ اور یہ سیّد شرف الدین یحییٰ تاتاری کے ۔ اور یہ مرید سیّد ابوصالح نفر کے ۔ اور یہ مرید قطب الافاق سیّد عبدالرزاق بن غوث الاعظم محی الدین ابو محمد عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کے۔[1]

لاہور میں آمد اطرافِ عالم کی سیر و سیاحت کے بعد جب آپ لاہور تشریف لائے ۔ تو آپ نے محلّہ وو لاواڑی میں رہائش اختیار فرمائی اور لوگوں کو درس و تدریس اور رشد و ہدایت کی تعلیم و تربیت دینے لگے آپ سے بہت سی کرامات ظاہر ہوئیں جس سے آپ کی شہرت ہوگئی جس کرامت سے آپ کا چرچا ہوا وہ یہ ہے کہ جب احمد شاہ ابدالی نے لاہور پر پہلی مرتبہ حملہ کیا۔ اور صوبہ لاہور کو شکست ہوئی۔ تو لاہور کے لوگ بخوف غارت اِدھر اُدھر بھاگ کھڑے ہوئے ۔ آخر محلّہ لکھی اور عبداللہ واڑی کے رہنے والے آنجناب کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ اور عرض کی ۔ کہ سب لوگ بھاگ گئے ہیں اور ہم آپ کے بھروسے پر ابھی تک اپنے گھروں میں بیٹھے ہیں فرمایا ہاں ہم نے اللہ تعالیٰ سے امداد طلب کی ہے ۔ کہ ہماری سکونت کا محلہ غارتگری سے محفوظ رہے ۔ تم کھلے دروازے اپنے اپنے گھروں میں بیٹھے رہو۔ آخر جب شہر فتح ہوگیا اور افغان شہر میں لوٹ مار کرنے لگے تو احمد شاہ ابدالی جو شاہدرہ میں مقیم تھا ۔ نے پوچھا کہ کیا اس شہر میں کوئی صاحب شریعت و طریقت ہے ۔ لوگوں نے حضرت کا نام لیا ۔ تو بادشاہ محلہ عبداللہ واڑی میں

---

[1] حدیقۃ الاولیاء ص ۲۰۲

آنجناب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور بعد زیارت حکم دیا۔ کہ دونوں محلوں میں غارتگری نہ ہو۔ بلکہ وہاں اپنی سپاہ مقرر کردی[1] سید محمد لطیف مصنف ہسٹری آف لاہور نے احمد شاہ ابدالی کی تیسری مہم کا ذکر کیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ آپ نے ابدالی کو خط لکھا تھا جس سے وہ بہت متاثر ہوا۔ اور خدمت عالیہ میں حاضر ہوا تھا۔ نقل ہے کہ احمد شاہ ابدالی آپ کا مرید ہو گیا تھا۔ اور آنجناب کو لوگ "پیر افغاناں" کہنے لگے، اور اس کے بعد یہ اہم واقعہ مشہور ہے کہتے ہیں کہ جب احمد شاہ ابدالی کابل واپس چلا گیا تو ایک لاہوری شخص نے حضرت حاجی کی خدمت میں عرض کیا کہ میری ایک لڑکی تھی جسے احمد شاہ کے لشکری لوٹ کر لے گئے ہیں۔ میری اور کوئی اولاد نہیں اس بیٹی کے لیے بڑا بیقرار ہوں اگر اس میں میری مدد فرمائیں تو آپ کی عنایت سے بعید نہیں یہ سن کر آپ مراقبہ میں چلے گئے اور سر اٹھا کر سائل سے کہا کہ آنکھیں بند کرے۔ اس نے آنکھیں بند کرلیں۔ جب کھولیں تو لڑکی کو اس حالت میں اپنے پاس کھڑی پایا کہ اس کے ہاتھ میں روغن کا برتن اور چار پیسے تھے۔ سائل مراد پا کر بڑا خوش ہوا۔ اور اس لڑکی سے اس کی سرگزشت دریافت کی، اس نے کہا کہ بادشاہ کے لشکری جب مجھے لاہور سے پکڑ کر کابل لے گئے اور ایک بادشاہی امیر نے مجھے اپنی لونڈی بنا لیا اور اپنے گھر میں رکھا۔ میں اس وقت کابل میں تھی، گھر کے مالک نے مجھے روغن کا برتن اور چار پیسے دیئے کہ بازار سے روغن خرید کر لے آ۔ جب میں بازار پہنچی تو یہی شیخ کہ یہاں تشریف رکھتے ہیں۔ مجھے ملے اور کہا آنکھیں بند کرو۔ میں نے بند کرلیں ایک لمحے کے بعد کان میں آواز آئی کہ آنکھیں کھول دے۔ جب کھولیں تو اپنے آپ کو تمہارے پاس پایا۔ اس کے سوا اور مجھے کچھ معلوم نہیں کہ میں کس طرح آئی۔

درس و تدریس آپ سے علوم و معارف حاصل کرنے کے لیے لوگ آپ کے پاس حاضر ہوتے رہتے، آپ کی قیام گاہ کے پاس ایک

عالی شان مسجد تھی لوگ اس میں حاضر ہوتے آپ وہاں درویشوں اور حاضرین کو درس دیا کرتے تھے، صبح سے نماز ظہر کے بعد تک درس و تدریس میں مشغول رہتے اور نماز عصر کے بعد علم باطن کی تعلیم دیتے اور ذکر و فکر کرتے۔

شادی اور اولاد زندگی میں آپ نے ایک شادی کی۔ اس بیوی سے کوئی نرینہ اولاد نہ تھی صرف آپ کی دو صاحبزادیاں تھیں۔ جن کی اولاد آگے بڑھی آپ کے خاندان کے کچھ لوگ جلال آباد (افغانستان) میں بھی رہتے ہیں اور کچھ لاہور میں۔ آپ کے ہاں اولاد نرینہ نہ تھی، صاحبزادیوں میں سے ایک کا نام بیوی صاحب جان اور دوسری کا نام رحمت بیوی تھا۔ صاحب جان تو حافظ محمد مقیم لاہوری سے بیاہ دی اور رحمت بیوی حافظ محمد مراد صوفی سے بیاہی گئی۔

وفات آپ پانچ ربیع الاول ۱۱۸۱ھ میں فوت ہوئے آپ نے طویل عمر پائی۔

شاہجہاں۔ اورنگ زیب۔ اعظم شاہ۔ شاہ عالم۔ معز الدین۔ جہاندار شاہ فرخ سیر۔ رفیع الدرجات۔ رفیع الدولہ۔ نکوسیر۔ ابراہیم۔ محمد شاہ اور احمد شاہ مغلیہ بادشاہوں کا زمانہ پایا۔ یعنی تیرہ[۱۳] کا۔ گو ان میں سے رفیع الدرجات۔ رفیع الدولہ۔ نکوسیر۔ ابراہیم کا عہد ایک سال ہی میں ختم ہوگیا جیسے سلاطین کارخانہ پایا اور آپ آخری بادشاہ کی حکومت کے آخری سال واصل بحق ہوئے۔

قطعہ تاریخ از مفتی غلام سرور لاہوری۔

"محمد سعید آں سعیدِ زماں	کہ بیروں است وصفش زگفت وشنید
تاریخ ترحیلِ آں شیخ دیں	ندا شد ز دل واصلِ سعید"[۱]
	۱۱۸۱

---

[۱] خزینۃ الاصفیاء۔

مزار اقدس حضرت محمد سعید لاہوری کا مزار کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج کے قریب نیپئر روڈ پر ایک احاطے میں واقع ہے جو گومعل کے قبرستان کے متصل ہے۔

حضرت شیخ اسحاق کاکو چشتی رح

آپ لاہور کے مشہور چشتی بزرگ حضرت شاہ کاکو کے صاحبزادے تھے، آپ بھی اپنے والد ماجد کی طرح ولیٔ کامل اور صوفی تھے۔ علاوہ ازیں آپ ایک صاحب کشف و کرامات بزرگ تھے۔

ابتدائی حالات آپ لاہور ہی میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے والدِ ماجد ہی سے حاصل کی۔ آپ نے بڑی کاوش سے علوم ظاہری حاصل کیے آپ کو عربی اور فارسی پر کامل عبور حاصل تھا قرآن اور حدیث اور تفسیر میں اعلیٰ صلاحیت رکھتے تھے۔

سلسلۂ طریقت آپ سلسلۂ چشتیہ میں اپنے والد محترم کے مرید تھے اور والدِ محترم ہی کی خلافت و اجازت کے بعد مسند رُشد و ارشاد پر متمکن ہوئے اور اپنا سلسلۂ روحانیت پھیلایا۔

درس و تدریس آپ نے ساری عمر درس و تدریس میں بسر کی آپ ہمہ وقت اپنے شاگردوں کو علوم ظاہری و باطنی کی تعلیم دیتے تھے۔ حتیٰ کہ تھوڑے ہی عرصہ میں انھیں علمِ شریعت اور طریقت کا بحرِ ذخار بنا دیتے آپ کے تلامذہ میں شیخ سعد اللہ بنی اسرائیلی۔ شیخ منصور لاہوری اور شیخ منوّر لاہوری بہت مشہور بزرگ تھے۔ بدایونی کے علاوہ فیضی اور ابوالفضل بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ (اگرچہ وہ اکبری دین کے بانیوں میں سے تھے)۔

ملّا عبدالقادر بدایونی تحریر فرماتے ہیں کہ اُنھوں نے ۹۵۵ھ ہجری مطابق ۱۵۴۸ء میں شیخ موصوف سے لاہور میں ملاقات کا شرف حاصل کیا۔

شوق شکار

شیخ عارف چشتی لاہوری آپ کے ہی مریدانِ باکمال میں سے تھے۔ جوانی میں شکار کا بہت شوق تھا۔ جب درس سے فارغ ہوتے۔ تو عقاب، باز اور شکاری کتّے لے کر شہر سے باہر شکار کو نکل جاتے۔

سیرت و کردار

آپ عمر بھر کسی امیر کے دروازے پر نہیں گئے اور بے نیازی میں ہی اپنی عمر بسر کی آپ حق و صداقت کا مظہر تھے۔ نیز صوفی اور بزرگ تھے۔ اہل لاہور " آپ کی ولایت کے بہت قائل تھے"۔ طبقاتِ اکبری میں ملّا نظام الدین لکھتے ہیں کہ آپ نہایت عالم اور متبحّر فاضل تھے بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ آپ اپنے معاصرین پر سبقت لے گئے ہر وقت یادِ حق میں محو رہتے۔ اور جب تک کوئی بات نہ کرتا تو اُسی وقت تک آپ کلام نہ فرماتے۔

شفقت کا ایک واقعہ

بدایونی لکھتے ہیں کہ ایک دن ایک نامعقول شخص نے راستہ میں آپ کو پکڑ لیا۔ اور آپ کے سر پر مٹی کا ایک دیگچہ رکھ کر اپنے ساتھ چلنے کو کہا۔ آپ نے بلا تامل اسے سر پر اٹھا لیا۔ اور اس کے مکان تک اس کو پہنچا آئے۔ جس سے وہ شخص آپ کا غلام بن گیا۔ اور دُنیاداری چھوڑ کر عالمِ دین بن گیا۔

وفات

تقریباً ایک سو سال کی عمر پا کر ۹۹۶ ہجری مطابق ۱۵۸۸ء لاہور میں آپ کا وصال ہوا یہ اکبری دور تھا اور اپنے والد گرامی حضرت شاہ کاکو چشتی کے مزار کے نزدیک موجودہ لنڈا بازار میں دفن ہوئے ۱۹۳۵ء میں سر سکندر حیات کی حکومت کے زمانۂ وزارت میں مزار اور مسجد (شہید گنج) کو شہید کر دیا گیا۔

حضرت مولوی نظام الدین چشتیؒ

حضرت مولوی نظام الدین مغلیہ دور کے ایک دینی مدرس تھے۔ آپ قرآن تفسیر حدیث اور فقہ میں خاصی دسترس رکھتے تھے۔ آپ نے ابتداء ہی سے دینی علوم کی تحصیل کی پھر جب دینی تعلیم میں اکمل ہو گئے تو آپ نے اورنگ زیب عالمگیر کے زمانے میں ایک دینی مدرسہ قائم کیا اور مدرسے کے قیام سے آپ کی شہرت دور و نزدیک پھیلی۔ آپ اسی مدرسے میں دینی علوم پڑھاتے تھے اس مدرسے کے ساتھ ایک مسجد بھی تھی اور اس مسجد میں امامت اور خطابت کے فرائض بھی سرانجام دیتے رہے۔

علوم ظاہری کی اشاعت اور درس و تدریس کے ساتھ آپ نے علوم باطنی کے لیے سلسلہ چشتیہ میں بیعت کی اور اسی نسبت سے آپ کو چشتی کہا جاتا ہے تاریخ لاہور موسومہ تحقیقات چشتی کے مصنف مولوی نور محمد چشتی آپ کی اولاد سے تھے۔

لاہور کے اکثر رئیس اور امراء آپ کے قدردان ہوئے آپ کچھ عرصہ نواب خان بہادر کے لڑکے نواب یحییٰ خان کے اتالیق بھی رہے۔ اسی لیے شاہان حکومت میں آپ کا کافی اثر و رسوخ تھا۔

عقیدت کی بنا پر عوام میں آپ پیر پھکا کے نام سے معروف ہیں جن لوگوں کے جسم پر پھکے وغیرہ ہوں، وہ مزار پر جا کر منت مانتے ہیں۔ اور جب یہ پھکے جھڑ جاتے ہیں تو مزار پر پھولوں کے ہار وغیرہ نذر کیے جاتے ہیں۔

آپ ۱۱۱۷ھ بمطابق ۱۷۰۷ء میں فوت ہوئے اس وقت محمد شاہ رنگیلے کا دورِ حکومت تھا۔

وفات کے بعد آپ کا مقبرہ فرمانِ شاہی کے مطابق نہایت عالیشان اور مستحکم تعمیر ہُوا، جو (علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو) میں ریلوے کالونی میں واقع ہے۔

حضرت سیّد رحمت اللہ چشتی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت رحمت اللہ سادات کرام سے تھے آپ کا خاندان صاحب علم وفضل تھا اور آپ کا سلسلۂ طریقت چشتیہ تھا آپ کی یہ عنایت تھی آپ کے پاس اگر کوئی مارگزیدہ حاضر ہوتا تو آپ دم کر دیتے تو فوراً آرام آجاتا۔ اس لیے آپ سانپوں والے پیر کے نام سے مشہور ہوئے۔

حاکم وقت کی عقیدت

آپ لاہور ہی کے باشندے تھے آپ صاحبِ زہد وتقویٰ تھے، بے شمار لوگ آپ کی بزرگی کے معتقد تھے حتیٰ کہ لاہور کا حاکم آپ کی بزرگی کا معترف ہو کر آپ کا مرید ہوا جس کا نام نواب عبد الصمد خان تھا۔ نواب صاحب محمد شاہ کی طرف سے سکھوں کی سرکوبی کے لیے خاص طور پر ناظم لاہور مقرر ہوئے تھے۔

سانپوں والی کرامت

" سکھوں کی غارت گری کے زمانہ میں رنجیت سنگھ نے اپنی فوج کے ایک حصّہ کی چھاؤنی آپ کے مزار کے قرب وجوار میں بنا دی تھی۔ فوجیوں نے مزار کے تقدس کا کوئی خیال نہ رکھا۔ تو وہاں سے سانپ نکلنے شروع ہو گئے۔ جنھوں نے کئی سکھ فوجیوں کو کاٹ کھایا۔ اور وہ مر گئے۔ اس دہشت سے فوجی خوف زدہ ہو گئے اور انھوں نے یہ جگہ خالی کر دی۔ اس لیے آج سے سو سال قبل زمیندار لوگوں نے آپ کو "سپانوالہ پیر" کے نام سے موسوم کیا۔"

وصال

سیّد رحمت اللہ ۱۱۲۰ھ بمطابق ۱۷۰۸ء میں سیّد اسلم خان نائب ناظم لاہور کے عہدِ اقتدار میں فوت ہوتے اور بیگم پورہ میں آپ کا

مزار شریف ہے۔

مزار

آپ کا مزار موجودہ وقت میں ایک معمولی سے احاطہ میں واقع ہے، جو ایک کنوئیں کے نزدیک ٹوٹی پھوٹی حالت میں مزروعہ کھیتوں کے درمیان واقع ہے۔ مزار کے شمال میں سرو والا مقبرہ (نواب شرف النسا بیگم) مغرب کی طرف بیگم پورہ اور جنوب کی طرف مقبرہ دائی انگہ گلابی باغ واقع ہے۔ چار دیواری کے اندر دوسری قبر آپ کے صاحبزادے سید برکت اللہ شاہ کی ہے۔

مصنف تحقیقاتِ چشتی لکھتے ہیں کہ آپ کی وفات کے بعد نواب عبدالصمد خاں نے اپنے دورِ اقتدار میں آپ کا مقبرہ بنوایا تھا۔ مگر اب تو مقبرہ کا نام و نشان تک باقی نہیں ہے۔ صرف کنوئیں کے پاس کھیتوں میں ایک چھوٹی سی چار دیواری میں دونوں مزارات واقع ہیں۔

حضرت شیخ محمد سلیم چشتیؒ

آپ مشائخ چشتیہ صابریہ میں سے ایک نامور بزرگ، صاحب طریقت و شریعت گزرے ہیں۔ خرقۂ خلافت آپ کو شیخ محمد صدیق چشتی لاہوری سے مرحمت ہوا تھا۔ سماع سے غیر معمولی شغف رکھتے تھے۔ اور حالتِ سماع میں اپنے پیرانِ طریقت کی طرح ان پر بھی ایسی کیفیت طاری ہو جایا کرتی تھی۔ کہ بعض اوقات معلوم یہ ہوتا تھا کہ ان کی رُوح قفسِ عنصری سے پرواز کر چکی ہے۔ محمد شاہ بادشاہ دہلی کے زمانہ میں علمائے لاہور بوجہ آپ کے سماع کے دشمن ہو گئے۔ اور انھوں نے بادشاہ سے درخواست گزاری کہ ایسے شخص کو قتل کرنا ہی مناسب ہے۔ بادشاہ نے وہ عرضی صوبہ لاہور کے پاس برائے تحقیق ارسال کر دی۔ مگر جب صوبہ لاہور آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، تو اصلیت پا کر آپ کا مرید ہو گیا۔ اس کے علاوہ بے شمار خلقت کو آپ نے بیعت سے مشرف فرمایا۔

وفات آپ کا انتقال پُر ملال ۳ - ذی الحجہ ۱۱۵۱ھ (مطابق ۴ مارچ ۱۷۳۹ء) کو لاہور میں ہوا۔ مزار لاہور میں تھا لیکن تغیرات زمانہ نے مٹا دیا۔

منظوم تاریخ ــ

چوں سلیم از قضائے ربانی	شد ز دنیائے دوں بباغ جناں
سال وصلش "سلیم اعظم" گو	بار دیگر "سلیم شیخ کلاں"
۱۱۵۱ھ

حضرت محمد سلیم چشتیؒ

حضرت محمد سلیم چشتی صابری لاہور کے رہنے والے تھے، آپ کی تعلیم و تربیت بھی لاہور ہی میں ہوئی طریقت میں آپ کا تعلق سلسلہ چشتیہ صابریہ سے تھا۔ جو لاہور میں آسودۂ خاک بزرگ حضرت شاہ سروانی سے تھا۔

آپ ہر وقت عبادت الٰہی میں مشغول رہتے تھے بعض اوقات آپ پر جذب کی کیفیت ایسی طاری ہو جاتی کہ آپ کو اپنی خبر تک نہ رہتی۔ آپ میں عشقِ الٰہی کا جذبہ بے پناہ تھا آپ فرمایا کرتے تھے کہ انسان کو چاہیئے کہ وہ نفس کو پہچانے کیونکہ نفس کی پہچان ہی انسان کو عشق حقیقی تک پہنچا دیتی ہے۔

آپ کا مشرب فقیرانہ تھا جو کچھ میسر آتا تو کھا لیتے ورنہ صبر اور توکل پر قائم رہتے آپ کو سماع کا بھی بہت زیادہ شوق تھا اور آپ سماع میں صوفیانہ کلام پسند کرتے تھے۔ خاص کر حضرت مولانا جامیؒ کا کلام آپ کو بہت پسند تھا۔ سماع میں بعض اوقات

۱؎ حدیقۃ الاولیاء ص ۴۸۔

۲؎ خزینۃ الاصفیاء فارسی جلد اول ص ۴۹۷

23 آپ پر وجدانہ کیفیت طاری ہوجاتی اور کئی کئی دن تک حالتِ وجد ختم نہ ہوتی۔[1]

تذکرۃ الصلحا میں لکھا ہے کہ آپ ۲۷۔ رمضان ۱۰۳۰ھ مطابق ۹۔ اکتوبر ۱۶۲۱ء) عہد نور الدین جہانگیر میں لاہور ہی میں اس دنیائے فانی سے کوچ فرما گئے۔ مگر حدیقۃ الاسرار فی اخبار الابرار میں آپ کی تاریخ وفات ۱۰۰۳ھ بعہد اکبر بادشاہ درج ہے۔ اور بیرون موچی دروازہ میدان زین خاں میں دفن ہوتے۔ آپ کا مزار سطح زمین سے دس سیڑھیاں اُتر کر نیچے آتا ہے قدیم قبر معلوم ہوتی ہے۔

تاریخ وفات مفتی صاحب نے اس طرح لکھی ہے۔

چو از دنیا بہ فردوس بریں رفت
سلیم آں شاہ عالم شاہ حق بیں
"حبیب کبریا مرد سلامت"
بگو سالِ وصال آں شہِ دیں[2]

حضرت حاجی جان اللہ چشتی

آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ کے صاحب ارشاد بزرگ تھے آپ کی ولادت لاہور ہی میں ہوئی ابتدائی تعلیم و تربیت لاہور ہی میں حاصل کی۔ دینی و دنیاوی علوم پر مکمل طور پر دسترس حاصل تھی۔

حضرت نظام الدین کی بیعت علوم ظاہری کے بعد آپ نے علم روحانی کی تلاش شروع کی اور آپ نے اپنے دوستوں حاجی

---

[1] حدیقۃ الاسرار فی اخبار الابرار فارسی، مؤلفہ مولانا امام بخش پشروری۔

[2] خزینۃ الاصفیاء فارسی حصہ اوّل۔

عبدالکریم چشتی اور شیخ دوست محمد لاہوری سے بھی ذکر کیا تو انھوں نے مشورہ دیا کہ شیخ نظام الدین بلخیؒ کے مرید ہو جاؤ چنانچہ آپ ان کی بیعت کرنے کے لیے تھانیسر پہنچے۔ حضرت نظام الدین ان دنوں تبلیغ کے سلسلہ میں تھانیسر موجود تھے۔ وہاں پر آپ دست بیعت ہوئے۔

سفرِ حج

کچھ عرصہ ان کی خدمت میں گزارنے پھر ان کے ساتھ وہاں سے سفر حج کیا واپسی پر بلخ میں آپ کے مرشد نے خرقہ خلافت عطا فرمایا اور لوگوں کو راہ حق پر لانے کا سلسلہ شروع کیا آپ لاہور تشریف لائے[1]

حلقہ ارادت

آپ نے لاہور میں تشریف لانے کے بعد لوگوں کو روحانی فیض پہنچانا شروع کیا آپ سخی تھے اور جو بھی آپ کی دعا کے لیے خدمت میں حاضر ہوتا وہ دل کی مراد حاصل کرتا اور تھوڑے عرصہ میں آپ کی شہرت ہوگئی اور بے شمار عقیدت مند آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے۔

آپ کے پیر بھائی

آپ شیخ بلخی کے پندرہویں خلیفہ تھے لاہور میں آپ کے پیر بھائی مندرجہ ذیل حضرات تھے۔

۱۔ حضرت شیخ عبدالکریم چشتی لاہوریؒ مدفون نواں کوٹ نزد باغ زیب النساء۔
۲۔ بندگی الٰہ بخش لاہوری چشتیؒ۔
۳۔ سید الٰہ بخش بھکریؒ چشتیؒ۔
۴۔ شیخ دوست محمد لاہوری چشتیؒ۔

وفات

آپ نے ۹ جمادی الآخر ۱۰۳۹ھ (مطابق ۱۴۔ جنوری ۱۶۳۰ء) عہد شہاب الدین شاہجہان لاہور میں ہی وفات پائی۔ مفتی محمد سرور لاہوری نے آپ کے بارے میں قطعہ تاریخ وفات یہ لکھا ہے۔

---

[1] خزینۃ الاصفیاء فارسی جلد اوّل۔

"شیخ جان اللہ چوں بحکم قضا
زین جہاں رفت سوئے دارِ جناں
ہست "فیض الحسن" بتاریخش
۱۰۴۹ھ
ہم دگر" اہل فیض جہان جہاں"[1]

قبر مبارک آپ کی قبر بست روڈ پر دیال سنگھ لائبریری کے قریب ایک گلی میں ہے۔

حضرت حاجی عبدالکریم چشتی رح

حضرت حاجی عبدالکریم جو مضافات لاہور کے رہنے والے تھے آپکا تعلق سلطانپور کے انصاریوں سے تھا آپ حضرت مخدوم الملک عبد اور سلطان پوری علیہ الرحمۃ کے خلفائے رشید آپ کا تعلق تھے۔

والد ماجد آپ کے والد عبد اکبر کے جید عالم تھے۔ اور تمام علوم و فنون میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ ہمایوں بادشاہ نے اپنے ابتدائی دور میں ان کو شیخ الاسلام کا خطاب دیا تھا۔ تمام عمر کفر اور الحاد کے خلاف معرکہ آراء رہے۔[2]

پیدائش لاہور کی کسی نواحی بستی میں آپ کی ولادت ہوئی۔

تعلیم و تربیت آپ کے والد نے آپ کو بذاتِ خود علوم دریہ کی تعلیم دی اور جوانی ہی میں آپ دینی علوم میں ماہر ہو گئے قرآن حدیث تفسیر اور فقہ میں پوری طرح کامل عبور حاصل تھا۔

---

[1] خزینۃ الاصفیاء فارسی جلد اوّل۔
[2] نقوش لاہور لاہور نمبر ص ۵۰۱ بہ

سلسلہ چشتیہ کی خلافت آپ نے اس زمانے کے قطب جناب شیخ نظام الدین بلخی علیہ الرحمت سے دست بیعت کی۔ اور انہی سے خرقۂ خلافت پایا۔ آپ طریقت میں شیخ جان اللہ چشتیؒ کے پیر بھائی تھے۔

حج کی سعادت جب آپ کے والد بزرگوار کو اکبر بادشاہ نے ملک ہند سے نکال دیا تو حضرت انصاری مذکور کے ساتھ شیخ عبدالکریم بھی حرمین شریفین (مکۃ معظمہ و مدینہ منورہ) کو تشریف لے گئے۔ اور حج و زیارت سے مستفیض ہوئے۔ جب والد ماجد صدمۂ زہر سے شہید ہو گئے تو آپ لاہور آ گئے[1]

درس و تدریس قیام لاہور کے دوران آپ نے درس و تدریس اور وعظ و نصیحت کا سلسلہ شروع کر دیا اور ایک مدرسہ قائم کر لیا، جس کے آپ صدر مدرس تھے۔ چونکہ آپ علم و فضل میں معروف و ممتاز شخصیت کے مالک تھے۔ اس لیے آپ کے مدرسے کی شہرت بہت جلد پھیل گئی۔ اور بے شمار طالبانِ علمِ حق آپ کے مدرسہ میں داخل ہو کر فیض حاصل کرنے لگے۔ آپ نے ساری عمر وعظ و نصیحت اور رشد و ہدایت میں ہی گزار دی۔ مدرسہ کے ساتھ آپ نے ایک خانقاہ بھی بنوائی تھی آپ فقہ و اصول کے نامور علماء میں سے تھے۔

تصنیفات قیام لاہور میں آپ نے کئی ایک کتب تصنیف کیں، جن میں شرح "فصوص الحکم" خاص طور پر مشہور ہے، جو کہ فارسی زبان میں ہے آپ کا تصنیف کردہ ایک رسالہ "اسرارِ عجیبہ" پیرانِ چشت کے ذکر و شغل کے بارے میں ہے[2]

---

[1] خزینۃ الاصفیاء حصہ اوّل۔

[2] حدیقۃ الاولیاء ص ۹۲۔

کرامات آپ کے مریدین میں آپ کی بے شمار کرامات مشہور ہیں مگر اُن میں سے چند ایک کا یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔

وجۂ ترکِ شکارِ درّاج حاجی صاحب موصوف جب دوسری دفعہ پا بپیادہ خشکی کی راہ حج کرنے روانہ ہوئے۔ چند احباب ساتھ تھے راستہ بھول گئے اور ایسے بیابان میں جا پڑے جہاں پانی نہ تھا۔ ساتھیوں پر پیاس نے غلبہ کیا تو آپ نے آسمان کی طرف منہ کر کے دعا کی جو قبول ہوئی۔ اسی وقت ایک تیتر آپ کے سر پر آکر بولنے لگا۔ آپ نے سمجھ لیا کہ یہاں جالور میں پانی ضرور ہوگا۔ چند قدم چلے تو پانی کے چشمے پر پہنچ گئے۔ شکر الٰہی بجالائے پانی پیا۔ وضو اور غسل کیا۔ پھر فرمایا کہ چونکہ تیتر ہماری سلامتی کا موجب بنا ہے تو ہمارے مریدوں میں سے نہ کوئی اس پرندے کو شکار کرے نہ اس کا گوشت کھائے۔ پس اُس دن سے مریدوں نے تیتر کا گوشت کھانا ترک کر دیا۔[1]

یکدم لاہور سے عرفات ایک دن شیخ صاحب موصوف اپنی خانقاہ سے جو باغ زبیدہ بیگم کے متصل ہے پیر زُہدی کے مزار کی طرف جا رہے تھے کہ راہ میں شیرا ریشم باف ملا۔ اُس دن عرفہ، غیما ضُحیٰ تھا شیرا نے عرض کیا کہ آج روزِ حج ہے کیا ہی خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو آج طواف حج کر رہے ہیں اور افسوس ہم جیسوں کی حالت پر کہ اس سعادت سے محروم ہیں۔ یہ بات سُن کر آپ نے فرمایا۔ کیا تم حج کرنا چاہتے ہو۔ عرض کیا۔ ہاں۔ فرمایا۔ آنکھ بند کر لو اور پیچھے پیچھے قدم بقدم چلو۔ وہ اسی طرح گام زن ہوا۔ ایک دم بعد آپ نے فرمایا کہ آنکھ کھول دو۔ آنکھ کھولی تو دیکھا کہ شیخ کے ساتھ عرفات میں ہے۔ فراغِ خاطر سے مناسکِ حج ادا کر لیے تو اسی طور پھر لاہور پہنچ گیا۔

---

[1] حدیقۃ الاسرار فی اخبار الابرار، مولانا امام بخش شیروی۔

اولاد حضرت حاجی عبدالکریم کے چار فرزند تھے۔ (۱) شیخ یحییٰ (۲) اللہ نور (۳) عبدالحق اور چوتھے اعلیٰ حضور۔ ان میں سے شیخ یحییٰ بہت صاحب کمال اور اہلِ حال و قال تھے۔

وفات اور مزار آپ کی وفات ۷۔ رجب ۱۰۴۵ ہجری (مطابق ۲۵۔ دسمبر ۱۶۳۵ء) بعہد شہاب الدین شاہجہان ہوئی۔ ان دنوں نواب وزیر خاں لاہور کے گورنر کے عہدے پر فائز تھا۔ اور باغ زیبندہ بیگم کے باہر نواں کوٹ میں مدفون ہوئے جو آج کل اس علاقہ کو قادر پارک کہا جاتا ہے۔

منظوم تاریخ رحلت ؎

شیخ اکرم کریم با اکرام!
"مقتدائے شفیق" وال سالش عیاں
۱۰۴۵

کرمت یافت چوں بخلد بریں
نیز "برحق کریم کاشف دیں" ہے
۱۰۴۵

حضرت عبدالخالق چشتیؒ

آپ حضرت شیخ جان اللہ چشتی کے مشہور خلفاء میں سے تھے، علوم ظاہری و باطنی میں یگانۂ آفاق تھے، سماع کا بے انتہا شوق تھا۔ حالت سماع میں ایسا معلوم ہوتا کہ آپ کے جسم سے رُوح پرواز کر چکی ہے۔ اور لوگوں کو شبہ ہو جاتا، کہ آپ کا وصال ہو چکا ہے۔ نیز حالت سماع میں جس پر نظر ڈالتے اس کو مدہوش کر دیتے، جو شخص بھی آپ کے سلسلہ میں شامل ہوتا، کامل ہو جاتا۔

آپ کا لنگر خانہ عام لوگوں پر ہر وقت کھلا رہتا تھا۔ اور دونوں وقت فقراء اور مساکین آپ کے لنگر خانہ سے کھانا کھاتے تھے۔

وفات آپ کا انتقال لاہور میں ۱۲ جولائی ۱۶۴۹ء (۱۲۔ رجب ۱۰۵۹ھ) کو بعد شہاب الدین شاہ جہان ہوا۔ اس وقت لاہور کا گورنر قاضی افضل تھا، آپ کا مزار پر انوار میدان زین خاں (بیرون موچی دروازہ) میں واقع ہے۔

" چو رشد عبد خالق زدار فنا — مکاں کرد در دارِ خلدِ بریں
و ماش بگو " فیض حقانی " است — دگر " عبدِ خالق امام یقین "[1]
۱۰۵۹ھ — ۱۰۵۹ھ

حضرت شیخ عارف چشتی رح

آپ مغل شہنشاہ شاہجہان کے زمانے کے بزرگ تھے آپ کا زہد و تقویٰ بے مثال تھا۔ آپ جو لاہور ہی کے باشندے تھے آپ کے والد نیک اور متقی تھے اس لیے آپ کو بچپن ہی سے حصول معرفت کا ذوق پیدا ہوا۔ آپ کو نیک اور صالح حضرات کے پاس بیٹھنے کا بڑا شوق تھا اور یہی شوق آپ کو عارف باللہ بنانے میں کارگر ثابت ہوا۔

بیعت و خلافت آپ لاہور ہی میں اس زمانے کے مشہور چشتی بزرگ شاہ کاکو کے دست اقدس پر بیعت ہوئے اور ان کی نظرِ کرم سے آپ فیض یاب ہوئے۔ آپ ذکر الٰہی بکثرت کرتے تھے۔ تکمیل سلوک کے بعد آپ کو حضرت شاہ کاکو سے خرقۂ خلافت ملا اپنے روحانی فیض سے لوگوں کو سیراب کرتے رہے۔

اعتکاف آپ کی محبوب عبادت اعتکاف تھا جس کے بارے میں یہ حوالہ پیش

---

[1] حدیقۃ الاولیاء، مفتی غلام سرور لاہوری، ص ۹۴
[2] خزینۃ الاصفیاء۔ مفتی غلام سرور لاہوری جلد اوّل۔

خدمت ہے۔

"شیخ موصوف حضرت شیخ اسحاق بن شاہ کاکو چشتی کے خلیفہ مجاز تھے۔ زہد وتقویٰ اور فقر واستغنار کی وجہ سے میاں عارف کے نام سے معروف تھے۔ آپ کے مریدوں کا حلقہ نہایت وسیع تھا۔ لکھا ہے کہ آپ جامع کرامات تھے۔ ہر مہینے کے آخری عشرہ میں اعتکاف بیٹھتے، اور اپنے حجرے کا دروازہ دس دن تک بند کرکے عبادت و ریاضت میں مصروف رہتے اور کھانا تک نہ کھاتے۔ جب اگلے ماہ کی پہلی تاریخ کو حجرہ سے باہر تشریف لاتے۔ تو تمام لوگوں کو جو آپ کے دیدار کے لیے حاضر ہوتے دُور کر دیا جاتا۔ اگر کوئی وہاں رہ جاتا، تو آپ کی نظر جلالت سے اس پر تین دن تک بے ہوشی طاری رہتی۔ اور تارک الدنیا ہوجاتا اس لیے آپ اُس دن تنہا بیٹھے رہتے اور کسی کو پاس آنے نہ دیتے۔[1]"

سماع بحثیت چشتی آپ کو سماع کا بہت شوق تھا اور سماع میں اکثر عالم استغراق میں چلے جاتے اور آپ کی حالت غیر ہی رہتی۔ اور یہاں تک نوبت پہنچ جاتی، کہ لوگوں کو شائبہ ہوتا کہ آپ انتقال فرما چکے ہیں۔

وفات آپ کی وفات ۱۰۶۴ ہجری (مطابق ۱۶۵۴ء) میں بعہد شہاب الدین شاہ جہان لاہور میں ہوئی۔ شیخ عبد الکریم صوبہ لاہور تھے اور قبرستان میانی میں دفن ہوئے۔ آپ کی وفات حالتِ اعتکاف میں ہوئی۔ جس کا آپ نہایت التزام سے اہتمام فرمایا کرتے تھے۔

مفتی صاحب نے تاریخ وفات یہ لکھی۔

" چوں جناب عارف چشتی ولی!
سوئے جنت شد ازیں عالم رواں

---

[1] خزینۃ الاصفیاء جلد اوّل، مفتی غلام سرور

سالِ وصلش گو "فرید حق پرست"
۱۰۶۴ھ [۱]
بارِ دیگر "عارف چشتی بخواں" [۲]
۱۰۶۴ھ

حضرت محمّد عارف چشتی صابریؒ

نام | آپ کا نام "محمّد عارف تھا۔

ابتدائی حالات | آپ نے لاہور ہی میں آنکھ کھولی اور ساری عمر یہاں بسر کر دی آپ نے بچپن سے جوانی تک علوم شرعیہ حاصل کیے اس لیے آپ صاحب علم وفضل تھے۔ آپ کو بچپن سے قوالی سننے کا بڑا شوق تھا چنانچہ یہی ذوق آپ کو کوئے یار میں لے آیا۔

حصول معرفت | آپ نے لاہور ہی میں شیخ عبدالخالق چشتی سے بیعت کی اور خلافت حاصل کی آپ اپنے شیخ کے جلیل القدر خلیفہ تھے۔

شان فقری | آپ کی شان فقری بہت بلند ہے صابر اور شاکر تھے جو میسر آتا تناول فرما لیتے لیکن مہمانوں کی دل کھول کر خدمت فرماتے۔

سیرت مبارک | آپ صاحبِ کشف وکرامت درویش فقیر اور ولیٔ کامل تھے آپ پر بے شمار اسرارِ ربّانی منکشف تھے۔ علوم شریعت اور طریقت کے یکتا ماہر تھے [۱]

ذوق سماع | آپ کو سماع کا بہت شوق تھا سماع میں آپ پر کیفیت طاری

---

[۱] خزینۃ الاصفیاء حصّہ اوّل   [۲] بحوالہ مذکور

ہو جاتی تو آپ ذوق محبت میں رقص کرنے لگے۔ ایک روز خانقاہ میں سماع ہو رہا تھا اور آپ وجد کی حالت میں تھے، قوال یہ بیت پڑھ رہے تھے۔

ع آں مسیحائے کہ جاں در دستِ اوست
می دہد جاں گر نہ بیند چند یار

اچانک اس وقت ایک شخص اپنے بیمار لڑکے کو جو قریب مرگ تھا۔ چارپائی پر ڈال کر اس مجلس میں لے آیا اور التجا کی، کہ حضرت اس کی صحت کے لیے دعا فرمائیں۔ آپ نے اپنا دستِ مبارک اس کے چہرے پر پھیرا تو اُسے اسی وقت شفا ہو گئی۔

وفات آپ کی وفات ۷۔ ذی الحجہ ۱۰۷۱ ہجری (مطابق ۲۴۔ جولائی ۱۶۶۱ء) میں بعہد اورنگ زیب عالمگیرؒ لاہور میں ہوئی۔ اس وقت نواب جمیل اللہ خاں گورنر لاہور تھا۔ مفتی صاحب نے تاریخِ وفات یوں قلمبند کی ہے۔

"شیخِ عارف عارفِ اہلِ کمال
شد چو از دُنیا بخلدِ جاوداں
رحلتش عارف ثریا جاہ گو
ہم بخواں "عارفِ شہنشاہِ جہاں"[1]
۱۰۷۱ھ

مزار میدانِ زین خاں، بیرون موچی دروازہ واقع ہے۔

---

[1] خزینۃ الاصفیا جلد اوّل مفتی غلام سرور لاہوری۔

حضرت محمد صدیق چشتی صابریؒ

شیخ موصوفؒ، عظیم المرتبہ چشتی بزرگ ہیں۔ فقر میں آپ کی شان عالی اور رتبہ بلند تھا علوم شریعت اور طریقت میں بے مثال تھے۔

حصول علم آپ لاہور ہی کے باشندہ تھے اور لاہور ہی میں آپ کی پیدائش ہوئی بچپن میں علم حاصل کرنے کا بڑا شوق تھا۔ چنانچہ بیان کیا جاتا ہے کہ ۱۲ برس کی عمر میں آپ علوم ظاہری کو حاصل کرنے میں کوشاں ہوئے اور پھر عالم شباب میں اس وقت کے تمام علوم حاصل کیے مروجہ علوم کی تحصیل کے بعد آپ نے قرآن وحدیث اور فقہ کا علم بھی حاصل تھا۔

شیخ محمد عارف کی بیعت شیخ محمد عارف لاہور میں سلسلۂ چشتیہ کے ایک نامور بزرگ حضرت شیخ محمد عارف چشتی کے مرید ہوئے جن کی روحانیت کا ان دنوں بہت چرچا تھا۔ اور انہی سے روحانی فیض پایا آپ نے سماع اور مجاہدوں کے ذریعے رُوحانی ترقی حاصل کی آپ نے ان کی بہت زیادہ خدمت کی آپ کو اپنے پیرومرشد سے بے حد پیار تھا۔ تکمیل سلوک پر آپ کے پیر شیخ محمد عارف چشتی نے آپ کو اپنا خلیفہ مقرر فرمایا۔

دینی و تعلیمی خدمات بیان کیا جاتا ہے کہ "علوم ظاہری و باطنی میں یکتائے آفاق تھے۔ تمام دن بچوں کی تعلیم و تربیت میں مصروف رہتے۔ اور رات کو طالبان حق کی تربیت فرماتے۔ ہزارہا کی تعداد میں خلقت خدا نے آپ سے علوم دینی و دنیوی کی تکمیل کی آپ نے لوگوں کی اصلاح اور تربیت کا سلسلہ جاری کیا اور تمام وقت ارشاد و تلقین اور درس و تدریس ہی ہوتا تھا۔"[1]

[1] خزینۃ الاصفیاء حصّہ اوّل ص ۴۸۳

ذوق سماع یوں تو سلسلہ چشتیہ تمام بزرگ سماع کے دلدادہ ہوتے ہیں لیکن آپ کو سماع سے خاص ہی شغف تھا اور اکثر اوقات سماع میں بے خود ہوجایا کرتے تھے اور حالت وجد میں جس پر نظر پڑ جاتی۔ وہ تارک الدنیا ہوجاتا تھا۔

انتقال آپ نے ۸۔ ذی الحجہ ۱۰۸۴ھ (مطابق ۵ مارچ ۱۶۷۴ء) بعہد محی الدین اورنگ زیب عالمگیر لاہور میں انتقال فرمایا۔

مزار تاریخوں میں آپ کے مزار کا جائے مدفن میدان زین خان بیرون موچی دروازہ بتایا جاتا ہے لیکن آج کل آپ کی قبر چیمبرلین روڈ پر احاطہ قادر بخش میں لکڑی کی دوکانوں کے پاس ہے۔ اس کے نزدیک مندر بالمیکاں بھی ہے۔ مزار سے شمال مغربی گوشہ میں مسجد بھی ہے۔ نزدیک ہی پیپل کے دو قدیم درخت ہیں وسیع احاطہ ہے جس جگہ پر اب قبور ہیں، شہنشاہ اکبر کے زمانہ میں یہاں نواب زین خاں کا باغ تھا۔

حضرت پیر بھولا

حضرت پیر بھولا کا مزار اندرون شہر لوہاری منڈی کے نزدیک کوچہ پیر بھولا میں ہے۔ حضرت پیر بھولا تغلق دور کے مست بزرگان میں سے تھے۔ آپ کا مشرب فقیرانہ تھا عالم شباب ہی سے درویشی اور فقیری کا راستہ اختیار کیا۔ دراصل آپ جب جوان ہوئے تو آپ کو ایک اللہ کے برگزیدہ فقیر کا قرب حاصل ہوا جن کی نظر عنایت سے آپ صاحب کشف و کرامت بزرگ بن گئے آپ پر اکثر مستی کا عالم رہتا تھا۔ آخری عمر میں آپ ایک مقام پر بیٹھے رہتے اور اللہ کی محبت میں کھوئے رہتے۔ آپ کا فیض بہت تھا بلکہ آپ کی زبان سے جو لفظ بھی نکلتا وہ پورا ہوجاتا لہٰذا بے شمار لوگ اپنی مشکلات میں آسانی کے لیے آپ سے اللہ کے حضور دعا کرواتے چنانچہ جن حضرات کی خواہشات آپ کی دعاؤں سے پوری ہوجائیں وہ آپ

پیسے سے آپ کی خدمت کرتے مگر بیشتر لوگ آپ کی خدمت میں فروٹ اور شیرینی بھی پیش کرتے لیکن آپ کو دُنیا کی ان چیزوں سے بالکل کوئی غرض اور طمع نہ تھا بلکہ آپ ان اشیاء کو بچوں میں تقسیم کر دیتے کیونکہ آپ کے بارے میں مشہور ہے کہ دورِ شباب کے بعد آپ کی زندگی میں ایک ایسا دور بھی آیا کہ آپ شہر میں سارا دن پھرتے رہتے اور چھوٹے چھوٹے بچے آپ کے پاس آجاتے اور آپ سے شیرینی لے کر واپس چلے جاتے بلکہ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جب کوئی بچہ آپ کے پاس آتا تو آپ بغل سے شیرینی نکال کر اس کو دے دیتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ کو بچوں سے بڑا پیار تھا۔ آپ کا وصال تغلق دور میں ہوا اور قدیم لاہور میں دفن ہوئے موجودہ صورت میں آپ کا مزار کوچہ پیر بھولا میں گلی کے درمیان واقع ہے۔ قبر پر چھت نہیں۔ اور عموماً قبر پر سبز رنگ کا غلاف پڑا رہتا ہے۔

حضرت پیر عزیزؒ مزنگ

حضرت پیر عزیز افغانی النسل تھے اور کابل کے رہنے والے تھے آپ نے زندگی کا کچھ وہیں گزارا اور اپنے آبائی وطن ہی میں منازل شریعت اور طریقت طے کیں حتیٰ کہ جب آپ اتباع قرآن سنت میں کامل ہو گئے تو آپ کابل کو خیر باد کہہ کہ لاہور میں آکر آباد ہو گئے کہا جاتا ہے کہ آپ نے جہاں آجکل مزنگ کی آبادی سے سکونت اختیار کی آپ سے پہلے اس علاقے میں بالکل آبادی نہ تھی لیکن آپ کے ڈیرہ لگانے سے بہت جلد آپ کے ارد گرد آبادی ہو گئی۔ اور اس آبادی کا نام محلہ پیر عزیز پڑ گیا۔ اور اسی آبادی کا نام بعد میں مزنگ ہو گیا مگر اب مزنگ بہت بڑی آبادی بن گئی ہے۔

حضرت پیر عزیز نیک زاہد اور عابد تھے انھوں نے جتنا عرصہ بھی لاہور میں گزارا

ہمیشہ مخلوق خدا کی بھلائی میں بسر کیا اپنے پاس آنے والوں کو نیکی کا درس دیا۔ آپ خلوت پسند تھے یہی وجہ ہے کہ آپ نے لاہور کی قدیمی آبادی سے باہر ڈیرہ لگایا۔ آپ خاموش طبع بزرگ تھے۔ اور رات دن یاد الٰہی میں مگن رہتے۔ آخر ۱۰۲۳ھ مطابق ۱۶۱۴ء میں شہنشاہ نورالدین محمد جہانگیر کے دور میں آپ کا انتقال ہوگیا۔ اور آپ کو اسی علاقے میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ آپ کا مزار اقدس لٹن روڈ پر میانی قبرستان میں پٹرول پمپ کے عقب میں ایک اونچے ٹیلے پر مرجع خلائق ہے۔ جس کے بارے میں مولوی نور احمد چشتی مصنف تحقیقات چشتی لکھتا ہے کہ قبر پیر عزیز بہ طرف جنوب موضع مزنگ کے شکستہ سی موجود ہے۔ حضرت پیر عزیز کی وفات کے بعد ان کی اولاد یہاں آباد ہو گئی۔ آبادی مزنگ کے وسط میں کوٹ عبداللہ شاہ میں کوچہ پیر عزیز اب بھی موجود ہے۔ اس کے ایک مکان جو کہ معراج دین کی ملکیت ہے یہیں آپ کی بیٹھک موجود ہے جس میں ہر جمعرات کو چراغ جلائے جاتے ہیں اور جس جگہ آپ کا قیام تھا اس کو محفوظ کر لیا گیا ہے۔

حضرت حاجی نورؒ

خدا اسے ضرور ملا جس نے اسے تلاش کیا تلاش وہ ہے جس میں مایوسی کا نام نہیں جستجو وہ ہے جس میں قدم رکھتے ہوئے احساس ناکامی ہی ختم کر ڈالا ہو۔ نہیں اے میرے دوست تو بھی اس منزل کا مسافر بن پھر دیکھ تجھے راہ کون بتلاتا ہے۔ تیری منزل تیرے کتنی قریب ہے۔ جسے منزل مل گئی وہ جاوداں ہو گیا پھر زمانہ اسے مٹاتا رہے لیکن وہ مٹ نہیں سکتا ایسے ہی اللہ کا ایک بندہ خاندان پراچہ سے اٹھا زہد و تقویٰ اختیار کیا فضل ربی کا طالب ہوا کسی اللہ والے کا اسیر ہوا اسیر ایسا ہوا کہ اس اسیری نے اسے پر بہار کیا۔ جب فیض کی بہار آئی۔ سب نے دیکھ لیا۔ طالب مراد مل گئے خدا نے اس اللہ والے کے قریب آنے والوں کو سیراب کیا۔

ایک اہم واقعہ

حاجی نور زاہد و عابد تھے، مالدار ہونے کے باوجود نہایت سخی تھے اور آپ کا دروازہ ہر وقت کھلا رہتا جو بھی حاضر ہوتا آپ اس کی حاجت روائی فرما دیتے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ شاہجہان بادشاہ کو کسی مہم عظیم کے لیے ضرورت ہوئی کہ چار کروڑ روپیہ کسی سے قرض لے، شہر میں بہت تلاش کی مگر کسی سے یہ روپیہ بہم نہ پہنچا۔ آخر کار لوگوں نے ان کا نام لیا شاہجہان نے آپ کو بلایا اور روپیہ مانگا اور کہا کہ باواجی ہم کو مہم کے لیے ہمیں روپیہ درکار ہے جو مہم کی کامیابی کے بعد آپ کو واپس کر دیا جائے گا تو آپ نے اسی وقت چار کروڑ شاہجہان کو قرض دیا۔ جب مہم سر ہوگئی اور شاہجہان نے وہ روپیہ آپ کو واپس دینا چاہا تو آپ نے فرمایا کہ تو نے مجھ کو باوا کہا ہے پس تو میرا فرزند ہو چکا اب یہ روپیہ تیرا مال ہے مجھ پر حرام اور تجھ پر حلال ہے۔[1]

اللہ کے بندے نے کعبۃ اللہ کا سات مرتبہ حج کیا اور رسول خدا کے ہاں حاضری دی۔ فریضہ حج سے سرخرو ہوا پھر خدا نے اسے رسول اکرم کی بدولت مالا مال کیا۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)

آپ ۱۰۵۵ھ میں اس دار فانی سے رخصت ہوگئے۔

"آپ کا مزار میانی صاحب میں بہاول پور روڈ پر قبرستان پراچیاں میں ایک چار دیواری کے اندر ہے۔ چار دیواری میں چار مصلے بنے ہوئے ہیں اور اس کے اندر بہت سی قبریں ہیں"

---

[1] اولیائے لاہور، محمد حنیف ملک (ص ۱۹۶، طبع لاہور)

حضرت صابر شاہ لاہوریؒ

صابر شاہ اللہ کا ایک فقیر تھا لاہور کا رہنے والا تھا لاہور میں پیدا ہوا اور ساری عمر یہیں رہا۔

ابتدائی حالات صابر شاہ کے والد حسین شاہ تھے وہ بھی کامل فقیر تھے صابر شاہ نے جب آنکھ کھولی تو اسے بچپن ہی سے فقیرانہ ماحول میسر آیا اس فقیرانہ ماحول میں پرورش پانے سے آپ پر بھی فقیری کا غلبہ تھا۔ اور باپ کے پاس جو اللہ کی عنایت تھی اس نے بیٹے کو عطا کر دی۔

سیر و سیاحت صابر شاہ پر جذب و مستی ذوق شوق کا غلبہ رہتا اور اسی جذب و مستی میں مختلف علاقوں میں سیر و سیاحت کی آخر اسی حالت میں آپ ایک مرتبہ مشہد میں تھے اور حضرت سلطان ابوالحسن کے روضہ پر بیٹھے تھے کہ آپ کی ملاقات احمد شاہ سے ہوئی۔ آپ نے احمد شاہ کو بادشاہت کی بشارت دی آخر ویسا ہی ہوا اللہ کے فقیر کی پیشن گوئی پوری ہو گئی اور احمد شاہ وارث تخت و تاج بن گیا۔ بادشاہ بننے کے بعد احمد شاہ آپ کو عموماً ساتھ رکھا کرتا تھا۔

صابر شاہ کی شہادت جب احمد شاہ درانی نادر شاہ کو قتل کر کے لاہور پر آیا تو حضرت بھی اس کے ہمراہ آئے، جب شاہدرہ میں پہنچے تو اُنھوں نے احمد شاہ سے فرمایا کہ یہ میرا شہر ہے میں نہیں چاہتا کہ اس میں قتل و غارت ہو اس لیے میں چاہتا ہوں کہ تُو مجھے وکیل کر کے شہنواز خاں بن خان بہادر ناظم لاہور کے پاس روانہ کر۔ احمد شاہ نے آپ کی تجویز مان کر حضرت کو اس کے پاس بھیجا۔ جوں ہی حضرت صابر شاہ لاہور میں داخل ہوئے تو یہاں کے بے فکروں نے یہ بے پر کی اڑائی کہ احمد شاہ کے پاس توپ خانہ کم ہے اس لیے اس نے اپنا

24 جادوگر بھیجا ہے۔ تاکہ جادو کے زور سے ناظم لاہور کا توپ خانہ بیکار کر دے آپ نے حاکم لاہور شاہنواز خان کے دربار میں حاضر ہو کر کہا کہ اے شاہنواز خان اپنے کیے ہوئے معاہدہ پر قائم رہو اور بیوقوفی سے کام نہ لو ورنہ احمد شاہ لاہور کو پامال کر دے گا اور تم شہر کو تباہی سے نہ بچا سکو گے۔ شاہنواز خان ایک بد دماغ اور ناعاقبت اندیش تھا اس نے درویش کی بے باکانہ گفتگو کو اپنے حضور گستاخی قرار دیا اور حکم دیا کہ اس زبان دراز کے منہ میں پگھلی ہوئی چاندی ڈال دو چنانچہ ایسا کیا گیا اللہ کا درویش اس سزا کو برداشت نہ کر سکا اور گرم چاندی کے منہ میں ڈالتے ہی اللہ کو پیارا ہو گیا۔ عقلمندوں کو صابر شاہ کی موت کے پس پردہ بربادی نظر آنے لگی شاہنواز نے صابر شاہ کی لاش کو بے گور و کفن پھینک دیا جسے افغانوں نے شاہی مسجد کے عقب میں دفن کر دیا۔[1]

حاکم لاہور کی گرفتاری

جب یہ خبر احمد شاہ درانی کو پہنچی تو اسی وقت دریائے غم و غصہ میں ڈوب کر دریائے راوی کو عبور کیا اور قتل عام کا حکم دیتا ہوا شہر کے پاس آ پہنچا اور علاقہ حضرت ایشانؒ میں خوب قتل ہوئے کہتے ہیں کہ ناظم لاہور کے پاس ایک لاکھ مغل نوکر تھے، ان کو ایسی ہیبت آئی کہ مسجد بادشاہی کے میناروں سے گر کر ہزار ہا فوت ہو گئے۔ از انجا کہ مراد فدوی کی مؤرخی نہیں ہے لہٰذا مختصر کر کے عرض کرتا ہوں کہ جب شاہ نواز خاں اسیر پنجہ ملا زمانِ احمد شاہی ہوا تو اُس وقت احمد شاہ درانی نخاس کے دروازہ پر بیٹھ کر تماشائے قتل کر رہا تھا کہ خواجہ شاہ نواز کو پنجرہ آہنی میں قید کر کے اِس کے رُوبرو لائے۔ اس کے دل میں قتل پیر کے سبب بہت غصہ بھرا ہوا تھا۔ دیکھتے ہی اس کو کہنے لگا کہ اے ظالم بیوقوف تو نے میرے پیر کو قتل کیا، بول اب تیری کیا سزا ہے۔ اُس نے

---

[1] نقوش لاہور نمبر ص ۹۲

جواب دیا کہ اگر جلاد ہے تو مار ڈال، اور اگر تاجر ہے تو بیچ ڈال، اور اگر ظالم ہے تو قید کر دے اور اگر بادشاہ ہے تو معاف کر احمد شاہ کو اُس کی یہ بات نہایت پسند آئی اور اس کی جان و تاج بخشی کر کے روانہ ہوا۔

مزار حضرت صابر شاہ مجذوبؒ نے ۱۱۶۱ھ میں شہادت پائی۔ ان کا مزار شاہی مسجد کے غربی جانب لیڈی، ولنگٹن ہسپتال کے متصل ایک تکیہ میں بلند چبوترے پر واقع ہے۔

حضرت فتح شاہ سرمستؒ

آپ کے والدین برہانپور کے رہنے والے تھے والد اور والدہ نیک اور عبادت گزار تھے۔ آپ کے گھر کا ماحول دینی تھا اور اسی مذہبی ماحول میں آپ نے آنکھ کھولی۔

حصول روحانیت آپ کے زمانہ میں شاہ لطیف برہان پوری کے علم و فضل اور روحانیت کا بڑا چرچا تھا چنانچہ آپ کے والدِ ماجد آپ کو سات سال کی عمر میں حضرت شاہ لطیف برہانپوری کے پاس لے گئے اور ان کے حلقہ ارادت میں داخل کروا دیا۔

شجرہ طریقت حضرت شاہ لطیف برہانپوری کا سلسلہ طریقت چند واسطوں سے سید محمد غوث گوالیاری تک اس طرح ملتا ہے شیخ فتح شاہ سرمست مرید حضرت شاہ لطیف برہان پوری کے وہ مرید شیخ برہان اسرار الٰہی کے وہ مرید حضرت شیخ عیسیٰ زندہ دل کے وہ مرید شیخ وجیہہ الدین گجراتی کے وہ مرید حضرت سید محمد غوث گوالیاری کے۔

زہد و تقویٰ آپ نے بچپن ہی میں اپنے شیخ طریقت کی صحبت میں زہد و تقویٰ کا راستہ اختیار کیا ان کی باطنی رہنمائی سے ذکر و فکر اور عبادت

میں بہت زیادہ کثرت کی تکمیل روحانیت پر آپ اپنے مرشد کے ارشاد کے مطابق لاہور تشریف لائے اور گڑھی شاہو میں مقیم ہو کر سلسلہ رشد و ہدایت شروع کر دیا۔

عالم جذب و مستی | قیام لاہور کے دوران آپ پر آخری عمر میں جذب اور مستی کا غلبہ ہو گیا آپ اپنی جائے قیام پر بیٹھے رہتے یا ارد گرد کے علاقے میں عالم مستی میں پھرتے رہتے مگر اس دور میں آپ کی شہرت میں اضافہ ہوا کیونکہ آپ کی زبان سے جو لفظ بھی نکلتا وہ پورا ہو جاتا اس لیے بے شمار لوگوں کو آپ کی دعا اور توجہ سے دینی اور دنیاوی فیوض و برکات حاصل ہوئے اس لیے آپ شاہ سرمست کے نام سے مشہور ہو گئے۔

وصال | آپ کا وصال محمد شاہ رنگیلے کے دور میں ۱۱۵۰ھ مطابق ۱۷۳۷ء میں لاہور میں ہوا اور آپ کو گڑھی شاہو کے علاقے میں دفن کیا گیا۔ مگر بعد ازاں جب لوکو ورکشاپ کی توسیع کی گئی تو آپ کے مزار کو گرا دیا گیا۔ اور اب ان کی خانقاہ کا کوئی نشان نہیں ملتا۔

دورِ ثالث کے صوفیاء

لاہور پر مغلوں کی حکومت کے بعد احمد شاہ درانی کی حکومت قائم ہوئی۔ اس نے یہاں ۱۷۵۲ء سے ۱۷۶۲ء تک حکومت کی اس کے بعد اس کا بیٹا تیمور شاہ حاکم بنا اس کے بعد زمان شاہ درانی نے حکومت کی۔ آخر خاندانِ درانی کا دورِ حکومت ۱۷۹۹ء میں ختم ہو گیا۔

احمد درانی کے پے در پے حملوں سے ہندوستان کی متحدہ سلطنت کا شیرازہ بکھر گیا اور اس کا خاندان بھی زیادہ عرصہ حکومت نہ چلا آخر درانی حکومت کے بعد سکھوں نے متحد ہو کر پنجاب میں حکومت قائم کر لی۔ اس حکومت کا بانی رنجیت سنگھ تھا۔ سکھ حکومت تقریباً پچاس سال تک قائم رہی اور آخر ۱۸۴۹ء میں ختم ہو گئی۔

سکھوں کا دورِ حکومت اہل لاہور کے لیے پر آشوب تھا۔ بڑے فتنوں اور ہنگاموں سے دوچار ہونا پڑا آئے دن لوگ سکھ راج کی غارت گری اور بربادی سے متاثر ہوئے۔ اس پر آشوب دور میں بھی لاہور میں اللہ کے بندے موجود تھے۔ لیکن قدرتی طور پر ان صوفیا میں اکثریت مجاذیب کی تھی۔ وہ صوفیا جو درانی اور سکھوں کے دور میں ہوئے ان میں حضرت عبداللہ شاہ بلوچ قادری حضرت خیر شاہ چشتی حضرت سکندر شاہ سہروردی نظام شاہ مجذوب مستان شاہ مجذوب فضل شاہ مجذوب معصوم شاہ مجذوب اور فقیر تابے شاہ مجذوب کا نام قابل ذکر ہے۔

سکھوں کے بعد ہندوستان پر انگریز راج کا دور شروع ہوا ۱۹۴۷ء تک

رہا، ۱۹۴۷ میں پاکستان معرض وجود میں آیا تو اس روز سے لاہور مسلمان حکومت کے زیر سایہ آگیا۔ انگریز راج اور حکومت پاکستان کے عہد حکومت میں جو صوفیا لاہور میں ہوئے ہیں۔ ان میں سے مشہور بزرگوں کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

سلسلہ قادریہ

حضرت عبداللہ شاہ بلوچ قادری۔ حضرت محمد عبداللہ مسافر صحرائی۔ حضرت فضل شاہ۔ حضرت صوفی قمر دین قادری نوشاہی حضرت سید ابو برکات قادری اشرفی۔

سلسلہ نقشبندیہ

حضرت سید منور علی شاہ نقشبندی۔ حضرت سید میر جان کابلی نقشبندی۔ حضرت سید سید محمود آغا نقشبندی۔ حضرت غلام مرتضےٰ نقشبندی۔ حضرت پیر عبدالغفار شاہ نقشبندی۔ حضرت سید دیدار علی شاہ نقشبندی۔ حضرت شاہ حاکم علی نقشبندی۔ حضرت خواجہ خُدا بخش نقشبندی۔ حضرت نبی بخش حلوائی نقشبندی۔ حضرت مہر محمد صوبہ نقشبندی۔ حضرت خواجہ نور محمد نقشبندی۔ حضرت خواجہ محمد بخش نقشبندی۔

سلسلہ سہروردیہ

حضرت پیر سکندر شاہ سہروردی۔ حضرت سید قلندر علی سہروردی۔

سلسلہ چشتیہ

حضرت خیر شاہ چشتی۔ حضرت فیض بخش چشتی۔ حضرت پیر چراغ علی شاہ چشتی۔ حضرت پیر نوازش علی چشتی۔ حضرت شاہ شکور چشتی۔ حضرت بابا فیروزدین۔

حضرت سید منوّر علی شاہ نقشبندیؒ

حضرت سید منور شاہ کا تعلق سادات گیلانی سے تھا۔ آپ لاہور کے رہنے والے تھے یہیں پرورش پائی اور یہاں ہی علم دین حاصل کیا۔ آپ کے والد کا نام سید صابر تھا جو سلسلہ سہروردیہ میں میر عبد الرزاق کے خلیفہ تھے آپ کا سلسلہ نسب چند واسطوں سے حضرت غوث الاعظم سے ملتا ہے۔

آپ کو روحانی فیض طریقت کے دو سلسلوں یعنی نقشبندیہ سہروردیہ سے ہوا۔ سلسلہ سہروردیہ میں آپ اپنے والد کے ہاتھ پر روحانی نسبت رکھتے تھے آپ کا شجرہ طریقت یہ ہے کہ آپ اپنے والد سید صابر کے مرید تھے اور یہ اپنے والد میر عبد الرزاق کے۔ اور یہ اپنے پدر میر عبدالرحیم کے۔ اور یہ اپنے والد میر صدرالدین کے۔ اور یہ اپنے والد میر حیدر کے۔ اور یہ مرید شاہ نصیب الدین غازی کشمیری کے اور یہ شیخ داؤد خاکی کے۔ اور یہ مخدوم حمزہ کشمیری کے اور یہ سید جمال الدین بخاری کے مرید تھے جو سید عبد الوہاب بخاری دہلوی کے بھائی تھے۔ سلسلہ سہروردیہ کے علاوہ آپ نے سلسلہ نقشبندیہ میں بھی اکتساب فیض کیا اور آپ اس سلسلہ کی طرف زیادہ مائل تھے کیوں آپ دُنیا اور دنیا داروں سے بہت بچنے کی کوشش کرتے آپ کا نظریہ تھا کہ اہل طریقت کو اہل دُنیا اور دُنیا سے بالکل غرض نہ رکھنی چاہیئے۔ آپ بڑے متقی اور پرہیز گار تھے آپ جامع شریعت و طریقت بزرگ تھے آپ بڑے شوق و ذوق سے رات دن یادِ خُدا میں مصروف رہتے آپ پر حال قلوب اس قدر مکشوف تھا کہ جو حاجتمند اور سائل حاضر خدمت ہوتا اسے اظہارِ حال کی ضرورت نہ پڑتی اور اپنے دلی سوال کے مطابق جواب پالیتا۔

سیّد منور شاہ جامع الکمالات کی وفات ۱۲۶۴ھ (مطابق ۱۸۴۸ء) میں ہوئی مزار مبارک شیخ محمد طاہر نقشبندی لاہوری کے مزار کی چار دیواری میں ہے۔

منظوم تاریخ وفات از مفتی غلام سرور لاہوری۔

پرتو افگن چو شد منور شاہ	درجناں ہم چو ماہ پارۂ نور
گشت تاریخ رحلتش روشن	از " منور ولی ستارۂ نور

حضرت سیّد میر جان کابلی نقشبندیؒ

حضرت میر جان کابلی سلسلہ نقشبندیہ کے جامع شریعت و طریقت بزرگ تھے۔

نام و نسب آپ کا اصل نام سیّد میر جان تھا لیکن آپ بڑے پیر صاحب کے نام سے مشہور تھے کابلی آپ کو اس لیے کہا جاتا کہ آپ کا تعلق کابل سے تھا۔ والد کا نام سیّد میر حسن بن عبید اللہ تھا۔ سلسلہ نسب ننھیال کی طرف سے حضرت ایشانؒ سے ملتا ہے۔

ولادت آپ کے آباؤ اجداد عرصہ سے کابل میں آباد تھے۔ اس لیے آپ اپنے اسی آبائی وطن میں پیدا ہوئے۔

تعلیم و تربیت آپ نے ابتدائی تعلیم کابل ہی میں حاصل کی۔ قرآن پاک ناظرہ کے بعد عربی اور فارسی پڑھی اس کے بعد آپ نے دینی علم کی طرف رجوع کیا اور اس زمانے کے اکابر علماء سے تحصیل علم کیا تفسیر حدیث اور فقہ پر آپ کو عبور حاصل تھا۔

تحصیل علم سے جب فارغ ہوئے تو ہدایتِ خلق اور تبلیغ دین اسلام میں

معروف ہو گئے ! تمام احوال و مقامات کو شرعی نگاہ سے دیکھتے اور جو کچھ بیان کرتے تھے قرآن و حدیث سے اسناد کرتے۔

روحانی منازل کی تکمیل علوم رسمیہ کے حصول کے بعد آپ نے طریقت میں قدم رکھا اگرچہ حصول معرفت کا جذبہ آپ میں ابتدائے بلوغت سے موجزن ہو چکا تھا لیکن صوفیا کے اصول کے مطابقت سلوک میں قدم رکھنے سے شرعی علوم کا حاصل کرنا ضروری ہے چنانچہ آپ نے طریقت میں ابتدا سے قبل حصول علم میں کمال پیدا کیا پھر آپ سوات میں حضرت اخوند صاحب قادری کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت ہونے کی التجا کی انھوں نے باطنی نگاہ سے دیکھ کر بتایا کہ آپ پنجاب میں امرتسر جائیں وہاں سے فیض حاصل ہوگا چنانچہ آپ کابل سے نکل کر پشاور آئے اور وہاں سے امرتسر پہنچے۔ اور وہاں پر اس دور کے مشہور نقشبندی بزرگ حضرت مولانا سید احمد یار بخاری اوچی کے مرید ہو گئے۔ سید احمد یار بخاری اپنے دور کے نامور صوفی تھے اور سادات بخاری سے تعلق رکھتے تھے بیعت کے بعد حضرت میر جان کابلی نے سلسلہ نقشبندیہ کے اوراد کے مطابق بے حد مجاہدہ کیا اور ذکر و فکر سے روحانی منازل عبور کیں۔ اور خدمت مرشد میں رہ کر مقاماتِ سلوک کی تکمیل کی آخر خرقۂ خلافت و ارشاد ہدایت سے سرفراز ہوئے۔ آپ جامع کمالات صوری و معنوی اور کاشف اسرار شریعت و طریقت تھے۔ فقر اور استغنا میں بے نظیر و بے عدیل تھے کتاب مصباح الحقیقت میں لکھا ہے کہ جب مولانا سید احمد یار نے خلافت نامہ تحریر فرمایا تو لکھا کہ جب میں نے حضرت میر جان کابلی کو سیر سلوک میں خوب آزمایا اور کئی بار مشائخ کرام کی طرف سے اجازت دینے کا حکم ہوا تو تب میں نے اجازت نامہ لکھ کر ان کو دیا۔

سلسلہ بیعت نقشبندیہ

آپ کا سلسلہ طریقت حضرت مجدد الف ثانی سے ملتا ہے اور یوں بیان کیا جاتا ہے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ۔
حضرت خواجہ شیخ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ۔
حضرت سید نور محمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ۔
حضرت شمس الدین حبیب اللہ حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ۔

حضرت شاہ غلام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔
حضرت شاہ ابوسعید صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔
حضرت مولانا مولوی محمد شریف قندھاری رحمۃ اللہ علیہ۔
حضرت مولوی احمد یار صاحب بخاری رحمۃ اللہ علیہ۔
حضرت سیدنا و مرشدنا و ہادینا حضرت سید میر جان کابلی رحمۃ اللہ علیہ۔

لاہور میں قیام

لاہور تشریف لانے سے پہلے آپ نے دُور دراز ممالک اسلامیہ کی سیر و سیاحت کی۔ اشاعتِ دین کی گراں بہا خدمات سرانجام دیں۔ سلسلہ نقشبندیہ کو فروغ دیا سیر و سیاحت کے بعد آپ لاہور تشریف لائے اور پھر یہیں کے ہو رہے آپ کا خاندانی تعلق حضرت ایشان سے تھا لہٰذا آپ نے حضرت صاحب کی درگاہ کو رشد و ہدایت کے سلسلے کا مرکز بنایا۔

اشاعت دین درگاہ حضرت ایشاں کی مسجد میں آپ حسب عادت مسجد کے محراب میں جلوہ گر رہتے اور طالبان حق و صداقت کا ایک اجتماع آپ کے ارد گرد رہتا۔ آپ انھیں اتباع قرآن و سنت کی ریاضت و عبادت، مراقبہ، ذکر و فکر، سماع سے اجتناب، غیر شرعی امور سے احتیاط اور اعلاء کلمۃ الحق کی ہدایت فرماتے تقریباً ۳۰ سال لاہور میں آپ کا فیضان جاری رہا۔ خلق کثیر نے آپ سے علمی اور روحانی فیض حاصل کیا۔ اہل لاہور کے علماء و صلحاء میں مولوی شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ و مولوی غلام قادر خطیب بیگم شاہی مسجد لاہور عموماً جمعرات یا جمعہ کے روز تشریف لاتے۔ مسجد کے محراب کے پاس بیٹھ جاتے اور آپ کے ارشادات گرامی سے مستفیض ہوتے۔ مسجد کے پاس ہی ایک عمارت جس کو نواب یحییٰ خان نے تسبیح خانہ کے نام سے تعمیر کروائی تھا۔ اس میں فاتحہ خوانی اور ختم خواجگاں ہوا کرتا تھا۔

کشمیر میں تبلیغ دین آپ کا معمول تھا کہ آپ گرمیوں کے موسم میں اکثر اوقات کشمیر چلے جاتے اور وہاں کے لوگوں کو رشد و ہدایت کی دعوت دیتے اور خصوصاً کشمیر کے قیام کے دوران آپ اہل تشیع کو صراط مستقیم کی طرف لانے کی کوشش کرتے۔ اور اس مشن میں آپ کسی حد تک کامیاب بھی ہوئے۔ آپ اپنے حلقہ ارادت میں عموماً صوفیانہ مسائل پر بات چیت کیا کرتے تھے جس سے لوگ بہت محظوظ ہوتے بسا اوقات آپ تصوف کے ایسے لطیف مسائل بیان کر دیتے کہ سننے والے دنگ رہ جاتے۔ کشمیر میں آپ زیادہ تر خانقاہ شاہ ہمدان یا خواجہ خاوند معین الدین نقشبندی میں قیام کرتے۔ کبھی کبھی اپنے مرید خاص میاں محمد حسین باغبانپوری جو ان دنوں کشمیر میں حکومت برطانیہ کی طرف سے ملازمت پر تھے۔ تشریف لے جاتے

اور قیام کرتے کشمیر میں بھی عقیدت مندوں کی ایک بڑی تعداد آپ کے اردگرد رہتی اور ارشاداتِ گرامی سے فیض حاصل کرتی۔ ان میں رئیس شہر کاشمیر خواجہ حسن شاہ نقشبندی بن خواجہ عبدالرسول شاہ مقبل قابلِ ذکر بزرگ ہیں۔

سلسلہ رشد وہدایت آپ نے درگاہ حضرت ایشان پر درس و تدریس کا سلسلہ بھی جاری کیا جو آپ نے آخری دم تک جاری رکھا۔ آپ جمعہ کے روز وعظ بھی فرمایا کرتے تھے۔ اور بے شمار لوگ آپ کے وعظ سے مستفید ہوتے آپ نے جو تدریس کا سلسلہ جاری کیا تھا اس میں طلبہ کو قرآن مجید تفسیر فقہ اور عقائد اسلامیہ کی تعلیم دی جاتی تھی۔ حتیٰ کہ کئی طالب علموں نے اپنے علم کی تکمیل آپ کے درس سے کی لوگ آپ کا بڑا احترام کرتے تھے۔ اکثر حلقہ درس میں شریک ہوتے تھے۔ آپ نے طالبانِ علم و عقیدت مندوں کی رہائش کے لیے بہت سے حجرے بنوائے اور ان کے ساتھ ایک حویلی اور مسافر خانہ بھی تعمیر کرایا۔ قبرستان کے لیے زمین وقف کی جو قبرستان حضرت ایشانؒ کے نام سے مشہور ہے۔ ان میں آپ کے مریدوں اور عقیدت مندوں کی قبریں ہیں۔ دُور دراز ممالکِ اسلامیہ کے مسافر اور طالب علم آکر قیام کرتے تھے۔ آپ مسجد کے شمالی حجرہ یا محراب میں تشریف رکھتے آپ کے مریدوں کی تعداد کافی تھی۔ آپ نے اپنے مریدوں کو ہمیشہ اتباع شریعت کا درس دیا آپ نے ان میں وعظ و تلقین کے ذریعے سیرت کی پختگی، کردار و عادات کی بلندی اور جذبۂ اخلاص و محبت پیدا کرنے کی کوشش کی۔ غرضیکہ آپ نے اپنے علمی کمالات اور روحانی فیوضات سے سرزمین کشمیر لاہور، بیگم پورہ اور باغبانپورہ کو مالا مال کیا۔

شوق شعر گوئی آپ کو شعر کہنے کا بھی شوق تھا۔ آپ کا زیادہ کلام فارسی میں تھا۔ لیکن آج نایاب ہے آپ مشکل الفاظ بندی

سے گریز کیا کرتے تھے۔ بالکل نہایت ہی سادہ زبان استعمال کرتے۔ آپ کے اشعار کا نمونہ حسب ذیل ہے۔

در مسجد گشودم باز دیدم — جواں زخلی افتادہ بیمار
سرش را بر سر زانو نہادم — جبینش را بوسیدم پدروار
بگفتم ای جواں اصل از کجائی — بگفتا اصل من شہر خراساں
ہمشیر بشنود مرگ برادر — بگریست بروار مسکین گریہ نالہ

یہ اشعار آپ نے اپنے چھوٹے بھائی سید محمود آغا کی وفات پر اپنی ہمشیرہ کو ایک مراسلہ میں کابل لکھے تھے۔ جن سے آپ کے دلی جذبات کا اظہار ہوتا ہے۔

سیرت

حضرت سید میر جان پیر طریقت، واقف اسرار حقیقت جامع علوم ظاہر و باطن، کاملانِ وقت و صاحب کرامات تھے آپ ایک برگزیدہ اللہ کے محبوب انسان تھے۔ آپ علم اور حلم کا ایک حسین مرقع تھے۔ آپ لوگوں کے ساتھ بڑی شفقت سے پیش آتے۔ ریاضت اور عبادت میں یکتا تھے۔ آپ صوم صلواۃ کی مکمل پابندی کرتے یعنی کہ آپ جامع شریعت و طریقت تھے۔ آپ شغل باطن اور ذکر خفی پر زیادہ زور دیا کرتے تھے لیکن بعض اوقات مریدین میں ذکر بالجہر کی بھی محفل گرم کرتے آپ اپنے آپ کو خادم خلق سمجھا کرتے تھے اور لنگر وسیع تھا۔ جو کچھ آتا خرچ کر دیا کرتے تھے۔ آپ نے کئی مرتبہ حج کیا۔

شادی اور اولاد

مصباح الحقیقت میں آپ کی شادی کے بارے میں لکھا ہے کہ آپ ہر سال حج کے لیے مکہ معظمہ اور زیارت نبی کے لیے مدینہ شریف تشریف لے جاتے انہی سالوں میں آپ نے ایک نیک خاتون سے نکاح کیا اور اس سے اولاد بھی ہوئی آپ کے دو صاحبزادے

تھے وہ بھی سفر میں ساتھ تھے لیکن ہندوستان کو واپس آتے وقت جہاز کی تباہی کے سبب زوجہ محترمہ اور دونوں بچے سمندر میں ڈوب گئے لیکن آپ ایک تختہ پر تین یوم تیرتے رہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے خصوصی فضل وکرم سے آپ کو صحیح سلامت بمبئی کے کنارے پر لگا دیا وہاں سے آپ واپس لاہور تشریف لائے۔

وفات آپ کا وصال یکم شعبان ۱۳۱۹ھ بمطابق ۱۴ نومبر ۱۹۰۱ء میں ہوا۔ اور آپ کو حضرت ایشان کے گنبد میں دفن کیا گیا گنبد کے اندر داخل ہوتے ہوئے حضرت ایشان کے پہلو میں دوسری قبر آپ کی ہے۔ اور تیسری قبر آپ کے چھوٹے بھائی کی ہے۔ آپ کا روضہ بیگم پورہ نزد باغبانپورہ لاہور میں مرجع خلائق ہے۔

حضرت سید سید محمود آغا نقشبندیؒ

حضرت سید سید محمود آغا کا اصل وطن کابل تھا۔ کیونکہ آپ کے والد سید میر حسن بن عبید اللہ وہاں کے رہنے والے تھے۔ آپ حضرت ایشانؒ کے رشتہ دار تھے۔ اور حضرت میر جان کابلی کے حقیقی چھوٹے بھائی تھے۔ آپ کی ولادت کابل میں ہوئی اور ابتدائی تعلیم بھی وہاں حاصل کی آپ نے فارسی زبان میں خوب مہارت حاصل کی۔ آپ کا بچپن ہی رجحان حصول معرفت کی طرف تھا۔

لاہور میں آمد اور قیام حضرت میر جان کابلی جب لاہور میں آکر ہدایت خلق میں مصروف ہو گئے تو ان کے چھوٹے بھائی، حضرت سید سید محمود آغا ان کی تلاش میں کشمیر سے ہوتے ہوئے لاہور پہنچے

خانقاہ حضرت ایشاں میں ملاقات ہوئی۔ بڑے بھائی کے پاس مستقل قیام نہ کیا۔ شالامار باغ میں شاہی حمام کے پاس والے بُرج میں رہنے لگے۔

جذب و مستی

آپ کا معمول تھا کہ زیادہ وقت اپنی قیام گاہ پر گزارے اور یادِ الٰہی میں مصروف رہتے آپ پر عشقِ حقیقی حد درجے کا غالب تھا اور آپ اسی میں کھوئے رہتے۔ آپ دنیا کے دھندوں سے بے نیاز تھے جو میسر آتا اسی پر گزارہ کرتے اکثر اوقات فاقہ بھی ہو جاتا لیکن کسی سے سوال نہ کرتے۔ آپ زیادہ تر استغراق میں محو رہتے۔ لیکن جب دل میں آتا تو اپنی قیام سے اٹھ کر ارد گرد کے علاقے میں گھوم پھر لیتے۔ آہستہ آہستہ لوگ آپ کی بزرگی کے قائل ہوئے۔ اور کچھ حضرات آپ کے حلقہ عقیدت میں داخل ہوئے۔ لیکن آپ کے پاس جو بھی آیا آپ نے اسے عشقِ حقیقی کا درس دیا اور اللہ کا راہ بتلایا۔ آپ گاہے بگاہے خانقاہ حضرت ایشاں میں بھی تشریف لاتے اور اپنے بھائی سے ملتے کیونکہ آپ کو درگاہِ حضرت ایشان سے والہانہ عقیدت تھی۔

عارفانہ کلام

آپ فارسی کے نہایت عمدہ شاعر تھے۔ آپ کا تخلص ترلب تھا آپ کے کلام میں سوز و گداز جوشش عقیدت اور دردمندی ہے۔ بعض اشعار میں جذب مستی بھی بڑی نمایاں ہے آپ کے اشعار کا نمونہ ذیل ہے۔

(۱) بدہ دستِ یقیں اے دل کہ شاہ راہ نمائیں جا — مے ایں جا وحدت ایں جا ساقی مشکل کشا ایں جا

(۲) نہ تابم سر ازیں درگاہ بر واسے مدعی ناداں — سر ایں جا سجدہ ایں جا بندگی ایں جا خدا ایں جا

(۳) مکن گردن کشی با خود بدن چنگل بدامانش — محمد مشرب ایں جا مہ یوسف لقا ایں جا

(۴) بخاک درگہش خو کن گر مقصود مے خواہی — ترلب اینجا شراب اینجا کباب ایں جا طلبا ایں جا

درگاہ حضرت ایشاں میں قیام

اس دور کے امراء اور رؤسا اکثر شالامار کی سیر کو آیا کرتے تھے۔

یہ عظیم یادگار شاہجہان بادشاہ نے نواب علی مردان خان اور خلیل اللہ خان کی نگرانی میں ایک سال چار ماہ اور پانچ دن میں چھ لاکھ روپیہ کی لاگت سے تیار کروائی تھی جب کبھی وہ شاہی حمام والے بُرج سے گزرتے تو اس مستغنی المزاج اور سادہ لباس درویش کو اپنے عقیدت مندوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے حیرانی سے دیکھتے تو باغ کا انگریز نگران آپ کی موجودگی کو اس باغ کی خوشنمائی میں ایک دھبہ خیال کرتا۔ ہمیشہ اس کوشش میں رہتا کہ اس دھبہ کو دُور کرے۔ آخر آپ کو خالی جگہ کرنے پر مجبور کیا گیا آپ نے تنگ آکر شالا مار باغ کو چھوڑ دیا اور اپنے بڑے بھائی کے پاس خانقاہ حضرت ایشاں میں چلے آئے۔

امرتسر میں تشریف اور واپسی کچھ عرصہ کے بعد امرتسر تشریف لے گئے اور مریدوں کے ہاں قیام کیا اسی دوران میاں امین الدین باغبانپوری بیل خریدنے کی غرض سے میلہ مویشیاں بمقام امرتسر گیا جب وہ بازار سے گزر رہا تھا۔ اتفاقاً آپ کی نظر اس پر پڑی۔ اپنے مریدوں میں سے ایک کو کہا کہ جاؤ اس مسافر کو میرے پاس لے آؤ۔

میاں امین الدین آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آداب بجا لایا۔ آپ نے دعا فرمائی اور پوچھا۔ "شاہی حمام والے بُرج کا کیا حال ہے" اس نے جواب دیا۔

"یا حضرت! آپ کے چلے جانے کے بعد وہ گر گیا۔ نگران اور ناظم شالا مار باغ دونوں سخت مصیبت میں مبتلا ہیں۔ حکومت ان پر سختی کر رہی ہے آپ ان کی بھلائی کے لیے دعا فرمائیں۔"

وفات امرتسر سے واپسی پر آپ آخری دم تک درگاہ حضرت ایشاں پر رہے اور وہیں آپ کا وصال ہوا۔ آپ نے ۱۱۔ ذوالحجہ ۱۲۹۱ھ بمطابق ۱۸۸۴ء میں وفات پائی آپ نے ساری زندگی تجرید میں گزاری کیونکہ

آپ نے ساری عمر شادی نہیں کی اور نہ کی آپ کی کوئی اولاد ہوئی۔

روضہ مبارک آپ کا روضہ مبارک بیگم پورہ نزد باغبانپورہ میں حضرت ایشاںؒ کے گنبد کے اندر ہے گنبد میں تین قبریں ہیں۔ تیری قبر مبارک آپ کی مرجع خلائق ہے۔

حضرت غلام مرتضیٰ نقشبندیؒ

عشق رسول متاع لازوال ہے جسے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق مل جائے اسے اور کیا چاہیے حضرت غلام مرتضیٰ نقشبندی ایسے بزرگ گزرے ہیں جو عشق رسول کی دولت سے مالا مال تھے۔ بلکہ آپ تو فنانی الرسول کے مقام پر فائز تھے۔ اسی عشق رسول کی بنا پر آپ صاحب کمال اور صاحب جمال تھے۔

خاندان آپ کا تعلق ارائیں خاندان سے تھا جو ضلع شیخوپورہ کے ایک گاؤں بھینی میں آباد تھا آپ کے والد کاشتکاری گزر اوقات کرتے تھے لیکن کچھ عرصہ کے بعد آپ کے والد نے موضع بھینی کو خیر باد کہہ کر موضع قلعہ لال سنگھ میں رہائش اختیار کر لی۔ یہ گاؤں شرقپور کے قریب واقع ہے۔

ولادت آپ موضع بھینی ضلع شیخوپورہ میں ۱۸۱۳ء کے لگ بھگ پیدا ہوئے۔ آپ کے والد بڑے نیک انسان تھے انھوں نے آپ کی پیدائش پر اللہ کے حضور دعا کی کہ میرا بیٹا زندگی بھر نیک اور صالح رہے۔

تعلیم سب سے پہلے آپ نے اپنے گاؤں میں ایک امام مسجد سے قرآن پاک پڑھا اس کے بعد دوسرے علوم حاصل کرنے کی طرف

متوجہ ہوئے اسی اثنا میں آپ کے والد نے موضع بھینی سے قلعہ لال سنگھ آگئے کچھ عرصہ آپ نے قلعہ لال سنگھ میں تعلیم حاصل کی اس کے بعد جب ذرا بڑے ہوئے تو حصول علم کے لیے بہاولپور چلے گئے وہاں ایک دینی مکتب میں داخل ہو گئے کچھ عرصہ وہاں قیام کرکے آپ نے تفسیر حدیث اور فقہ کا علم پڑھا عربی اور فارسی زبان پر کامل عبور حاصل کیا حتیٰ کہ تھوڑے عرصہ میں دینی علوم میں کامل ہو کر اپنے گاؤں واپس لوٹ آئے۔ واپسی پر آپ نے اپنے والد کے ساتھ کاشتکاری میں ان کا ہاتھ بٹانا شروع کر دیا۔

بیعت

طبیعت ابتدا ہی سے حصول معرفت کی طرف مائل تھی اور علوم دینی کے حصول نے سونے پر سہاگے کا کام کیا حتیٰ کہ آپ میں تلاش مرشد کا جذبہ پیدا ہو گیا اگرچہ آپ بچپن ہی سے صوم والصلوٰۃ کے پابند تھے مگر آپ حقیقت کو پا گئے تھے کہ مرشد کامل کی توجہ کے بغیر ریاضت و مجاہدہ زیادہ رنگ نہیں لاتا اور نہ ہی مرشد کامل کے بغیر منزل کا نشان ملتا ہے۔ آخر حصول معرفت کا ذوق وشوق آپ کو ایک ولی کامل کے پاس لے گیا ان کا نام میاں بدرالدین تھا۔ میاں بدرالدین سلسلہ نقشبندیہ کے ایک بزرگ تھے۔ اور قلعہ لال سنگھ سے چند میل کے فاصلے پر مخلوق خدا کی رہنمائی میں مصروف تھے۔ آپ نے ان کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ اور ان کی باطنی توجہ سے فوراً اطمینان قلب نصیب ہوا۔

شجرہ طریقت

آپ کا شجرہ طریقت چند واسطوں سے حضرت مجدد الف ثانی مدفون سرہند شریف سے ملتا ہے اور شجرہ طریقت یہ ہے۔

خواجہ غلام مرتضیٰ مرید تھے حضرت خواجہ بدرالدین نقشبندی کے وہ مرید تھے حضرت عبدالرسول کے وہ مرید تھے حضرت غلام علی مدفون دہلی کے وہ

مرید حضرت مظہر جان جاناں شہید کے وہ حضرت مجدد الف ثانی کے مرید و خلیفہ تھے۔

ریاضت و عبادت

(حض)رت خواجہ غلام مرتضےٰ نقشبندی بیعت کے بعد مرشد کی ہدایت وارشاد کے مطابق اشغال نقشبندیہ میں مصروف ہو گئے۔ حتیٰ کہ سلوک کی منازل طے کرنے کے لیے آپ نے بہت زیادہ مجاہدہ کیا۔ سلوک کے ابتدائی مدارج میں صحبت مرشد اور مددگار ثابت ہوتی ہے۔ لہٰذا صحبت مرشد سے فیض یاب ہونے کے لیے آپ پانچ سال تک روزانہ مرشد کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔ آپ کے گاؤں اور مرشد کی جائے قیام کے دوران پانچ میل کا فاصلہ تھا آپ بلا ناغہ رات کے پچھلے پہر اپنے گاؤں سے روانہ ہوتے اور صبح کی نماز پیر و مرشد کی اقتدا میں جا کر ادا کرتے۔ پھر تھوڑا وقت خدمت مرشد میں گزار کر واپس اپنے گاؤں آجاتے اور حصول معاش میں مصروف ہو جاتے۔ اس عرصہ کے دوران آپ نے موسموں کے تغیر و تبدل کے اثرات کی مطلق پروانہ کی۔ حتیٰ کہ اس صحبت مرشد کا آپ پر یہ اثر ہوا کہ آپ مرشد کی توجہ کا مرکز بن گئے۔ اس کے بعد آپ کے مرشد نے ایک ویران مسجد میں آپ کو چلہ کاٹنے کے لیے کہا چنانچہ آپ اس مسجد میں پہلے ایک چلہ کاٹا لیکن پھر روحانیت میں استقامت کے لیے کئی کاٹے یہ مسجد غیر آباد تھی اس لیے وہاں عبادت میں دن رات مشغول ہونا آسان تھا اس سہولت کے پیش نظر آپ نے چلوں کے دوران ذکر الٰہی میں بے حد محنت کی۔ آپ تمام رات یاد الٰہی میں مصروف رہتے البتہ دن کے وقت کچھ آرام فرما لیتے۔ چنانچہ ان چلہ کشیوں سے آپ نے منازل روحانیت کو عبور کیا اور درجہ تکمیل تک پہنچے۔

خرقہ خلافت

چلہ کشیوں کے بعد آپ اپنے گاؤں میں آ گئے اور بحکم مرشد اتباع کے مطابق ازدواجی زندگی اختیار کر لی آپ نے اپنے گاؤں پر ایک جگہ پر عبادت کے لیے ایک کمرہ مخصوص کر لیا۔ اور فارغ وقت وہاں عبادت میں گزارتے۔ حتیٰ کہ جب آپ ہر طرح سے سلسلہ نقشبندیہ میں کامل ہو گئے تو آپ کے مرشد نے آپ کو خرقہ خلافت عطا فرمایا اور کہا کہ بیٹا جاؤ اب مخلوق خدا کی خدمت کرو۔

قلعہ لال سنگھ میں سلسلہ ہدایت

خرقہ خلافت کے پانے کے بعد آپ نے اپنے گاؤں میں ہنگامہ مشیخیت گرم کیا آپ دن کا کچھ حصہ کاشتکاری میں گزارتے اور زیادہ وقت ارشاد تلقین میں محو رہتے تھے رفتہ رفتہ آپ سے کئی لوگوں کو فیض پہنچنا شروع ہوا اور وہ آپ کے حلقہ میں داخل ہوئے۔ موضع قلعہ لال سنگھ میں اس زمانے میں سکھ بھی رہتے تھے ان میں کئی سکھ آپکے خلق سے متاثر ہو کر مسلمان ہوئے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ تین دن سے فاقہ مستی سے تھے کیونکہ آپ ایک ہندوؤں کے گاؤں میں گئے وہاں آپ نے تین دن تک کچھ نہ کھایا جب واپس اپنے گھر آئے تو آپ کی خدمت میں دو روٹیاں اور اچار پیش کیا گیا عین اس وقت جب کہ آپ لقمہ اٹھانے لگے ایک سائل آ گیا اور اس نے کہا کہ میں چار روز سے بھوکا ہوں مجھے کچھ کھانے کے لیے دو آپ نے وہ دونوں روٹیاں اور اچار اٹھا کر اللہ کی راہ میں دے دیں۔ بارگاہ رب العزت میں آپ کا یہ فعل بہت مقبول ہوا۔

قیام لاہور

۱۸۵۵ء میں آپ تبلیغ اسلام کے سلسلے میں اپنے گاؤں سے لاہور میں تشریف لے آئے اور یہاں مستقل قیام کر لیا شروع میں آپ علاقہ عثمان گنج میں اہلی والی مسجد میں رہے لیکن کچھ عرصہ کے بعد

آپ کے ایک مرید نے مستری احمد بخش نے چار کنال اور ۱۳ مرلے زمین آپ کو خرید دی اور اس جگہ پر آپ نے سلسلہ نقشبندیہ کی ترویج اور تبلیغ کے لیے قیام کر لیا۔

ذریعہ معاش

آپ کا ذریعہ معاش زمینداری تھا۔ ضلع شیخوپورہ میں آپ کی تقریباً تین مربعے زمین تھی یادِ الٰہی کے ساتھ ساتھ آپ اس زمین پر کاشت کرواتے اور اس کی آمدن سے اپنا گزر اوقات کرتے۔ دُنیا سے رخصت ہونے سے قبل آپ نے یہ زمین اللہ کی راہ میں وقف کر دی۔

تبلیغی جدوجہد

آپ نے قول کی بجائے عمل سے زیادہ تبلیغ کی آپ کا زمانہ وہ تھا جبکہ لاہور پر انگریز پوری طرح چھائے ہوئے تھے اور انگریزی تعلیم کے ذریعے مسلمانوں کے ایمان میں خرابی پیدا کرنے کے درپے تھے لیکن آپ کے فیض عام سے جو حضرات آپ کے حلقہ ارادت میں آئے آپ نے ان پر یہ حقیقت واضح کی کہ انسانی فلاح صرف اتباع شرع میں ہے بے دینی اور غیر شرعی دنیا داری کبھی کام نہ آئے گی۔ آہستہ آہستہ آپ کے مریدوں میں بے حد اضافہ ہوا۔ حتیٰ کہ آخری عمر میں بہت زیادہ عقیدت مندوں کا ہجوم ہوتا اور آپ سے فیوض و برکات حاصل کرتے آپ چونکہ عاشق رسول تھے اس لیے آپ نے اپنے مریدوں کو ہمیشہ اخلاق مصطفیٰ میں رنگنے کی کوشش کی۔ اور آپ نے ہمیشہ اپنے مریدوں کو یہی درس دیا کہ کسی صورت میں بھی سنتِ رسول کے تارک نہ بنیں۔ بلکہ حصول روحانیت کا سارا راز اتباع شریعت میں ہے۔ متابعت رسول ہی ایک ایسا راستہ ہے کہ جس سے انسان کے دین و دُنیا سنور سکتے ہیں۔ لہٰذا آپ نے اپنے دور میں اس امر پر از حد زور دیا کہ مسلمانوں کی تمام مشکلات کا حل عشقِ رسول اور متابعت رسول میں ہے گویا کہ آپ نے علم و عرفان کا وہ چشمہ جاری کیا جس سے ہزاروں لوگ فیض یاب ہوئے۔

آپ کا معمول تھا کہ رات کے پچھلے پہر تہجد کی نماز ادا کرتے اور پھر صبح کی نماز تک ذکر و اذکار میں مشغول رہتے پھر صبح کی نماز ادا کرتے اور سارا دن یادِ الٰہی اور مخلوقِ خدا کی خدمت میں صرف کرتے۔ آپ کو نعت رسول سننے کا بہت شوق تھا اور نعت سنتے ہوئے اکثر اوقات اشک بار ہو جاتے۔

آپ کے ہمعصر بزرگ آپ کے ہمعصر بزرگوں میں حضرت میاں شیر محمد شرقپوری حضرت پیر جماعت علی شاہ اور حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی کے اسمائے گرامی قابلِ ذکر ہیں۔ حضرت میاں شیر محمد صاحب سے آپ کی کئی بار ملاقات بھی ہوئی۔

خلفاء آپ کے خلفاء میں مہر محمد صوبہ اور آپ کے صاحبزادے خواجہ نور محمد صاحب فیض بزرگ ہوئے۔ یوں تو آپ کے ہزاروں مرید تھے لیکن آپ نے ان پر خاص توجہ فرما کر انھیں ولئ کامل بنا دیا ان کے علاوہ آپ کے خلفاء میں مولانا چراغ شاہ کوٹلی لوہاراں حضرت میاں قادر بخش تحصیل چونیاں اور مولوی نور دین امرتسر کے اسماء گرامی قابلِ ذکر ہیں۔

شادی اور اولاد آپ نے پہلی شادی اپنے والدین کے اصرار پر کی اور اس سے پانچ لڑکے اور تین صاحبزادیاں پیدا ہوئیں صاحبزادے تو اللہ کو پیارے ہو گئے مگر لڑکیاں زندہ رہیں۔ آپ نے دوسرا نکاح رحمت بی بی المشہور اماں جی سے کیا۔ جس سے نور محمد ولی کامل پیدا ہوئے۔ دوسرے نکاح کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ جس دور میں آپ ریاضت اور عبادت کی وجہ سے بے حد کمزور اور دبلے ہو گئے تھے تو ایک روز کہیں جا رہے تھے راستے میں رحمت بی بی نے کہا کہ بڑا پیر بنا پھرتا ہے اس کی شکل تو دیکھو آپ نے یہ بات سن لی آپ نے اس کے حق دعا کی اور آخر وہ آپ سے اپنے کیے پر معافی کی طلبگار ہوئی اور آپ سے شادی کی درخواست کی اس کے بہت زیادہ اصرار پر آپ نے اسے زوجیت میں لے آئے۔

وصال آپ نے بروز ہفتہ ۲۲ ذیقعدہ ۱۳۲۰ھ بمطابق ۲۱ فروری ۱۹۰۳ء کو وصال فرمایا اور آپ کو آپ کی قیام گاہ پر دفن کیا گیا۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ۹۰ سال تھی۔

روضہ مبارک آپ کا روضہ مبارک محلہ عثمان گنج میں ریلوے لائن کے بالکل ساتھ ہے۔ آپ کے مزار پر ایک گنبد ہے عمارت نہایت ہی عالی شان ہے۔ مغرب کی جانب مسجد ہے۔ آپ کا روضہ آپ کے مرید خاص مستری احمد بخش نے بنوایا تھا۔ گنبد کے اندر اور باہر نقاشی کا کام نظیر ہے۔

حضرت پیر عبدالغفار نقشبندیؒ

آباؤ اجداد آپ کے خاندان کے جد امجد کشمیر کے رہنے والے تھے آپ کے دادا حضرت پیر مصطفےٰ شاہ وہاں سے سیر و سیاحت کے لیے نکلے اور پھرتے ہوئے ملتان کے قریب ایک ویرانے میں آکر پناہ گزین ہوگئے پھر یہی علاقہ ان کے رہنے کی وجہ سے آباد ہوگیا اور وہاں ایک گاؤں بن گیا آپ کے والد کا نام پیر احمد شاہ تھا جو اسی گاؤں میں رہتے تھے۔ آپ اسی گاؤں میں پیدا ہوئے۔

لاہور میں سکونت ابتدائی تعلیم آپ نے اپنے والدِ ماجد سے حاصل کی ۱۱ سال کی عمر تک قرآن مجید پڑھا۔ اس کے بعد آپ کے والد ماجد گاؤں سے آکر لاہور میں آباد ہو گئے چنانچہ لاہور میں قیام پذیر ہونے سے آپ کو حصولِ علم میں کافی آسانی میسر آئی کیوں کہ یہاں کے علمی ماحول میں دینی علوم کا حاصل کرنا بہت ہی آسان تھا اسی لیے غفار صاحب نے مروجہ

دینی علوم حدیث تفسیر اور فقہ کی تعلیم حاصل کی اور لاہور کے مختلف اساتذہ سے استفادہ حاصل کیا۔

امامت اور خطابت

علوم دینیہ سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے مسجد صفیہ تکیہ سادھواں میں امامت کے فرائض سر انجام دینے شروع کر دیئے آپ جمعہ کا خطبہ دیتے اور آپ کے خطبہ میں بڑے اہل علم قسم کے لوگ شامل ہوتے اور آپ کے مواعظ حسنہ سے مستفید ہوتے اور باقاعدہ ایک ماہواری رسالہ وعظ بھی نکالتے تھے۔

دینی خدمات

آپ کی زندگی کا مقصد تھا کہ زیادہ سے زیادہ مسلمانوں کو عشق رسول کی طرف مائل کیا جائے کیونکہ جو عشق میں گرفتار ہوگا وہی دین اسلام کا سچا پیروکار بنے گا۔ اس مقصد کے حصول کے لیے آپ تمام درود شریف کے مجموعے چھاپ کر تقسیم کرتے رہے، آپ کے مرتبہ درود شریف کے دس حصوں کا نام عشرۂ کاملہ ہے، علاوہ ازیں وظائف اور تصوف کی متعدد کتابیں شائع کیں اس سلسلے میں آپ کا عظیم کارنامہ یہ بھی ہے کہ عشرۂ کاملہ کے علاوہ دو ضخیم جلدوں میں درود شریف کا ایک مجموعہ بنام خزائن البرکات مرتب کر کے نہایت خوشخط لکھوایا مگر اس کی اشاعت کا موقعہ آنے سے قبل آپ کا وصال ہو گیا آپ نے اس کتاب کا دیباچہ عربی میں لکھا ہے۔

مدرسہ غوثیہ کا قیام

آپ نے دینی علوم کے پھیلاؤ اور تدریس کے لیے ایک دینی مدرسہ ۱۹۰۰ء مسجد حنفیہ تکیہ سادھواں میں قائم کیا اور اس کا نام مدرسہ غوثیہ رکھا۔ اس مدرسے میں طلباء کی تربیت کا انتظام بہت اعلیٰ طریقے سے کیا گیا۔ پھر اس مدرسے کی ایک امتیازی خصوصیت یہ تھی کہ اس میں لاہور کے نہایت ہی قابل اور فاضل مدرس

پڑھاتے تھے۔ ایک مدت تک اس مدرسہ میں مفتی عبد القادر جہانگیری
صدر مدرس رہے اور مولانا سید احمد شاہ علی بٹالوی مرحوم اعزازی طور پر
ہر ہفتہ بعد ترمذی شریف پڑھایا کرتے تھے۔ یہاں کے طلباء کو مثنوی مولانا روم
بھی پڑھائی جاتی تھی اور اس کا درس پیر صاحب خود دیا کرتے تھے۔

سلسلہ نقشبندیہ سے وابستگی آپ کا سلسلہ طریقت نقشبندیہ تھا بے شمار
لوگ آپ کے عقیدت مند تھے لیکن آپ نے چند لوگوں کو مرید کیا۔ اور
جنھیں مرید کیا ان کی اچھی طرح تربیت کی۔

وفات آپ کا وصال بروز بدھ ۱۷ جمادی الآخر سنہ ۱۳۴۰ھ بمطابق سنہ ۱۹۱۱ء
میں ہوا۔
آپ کا مزار میانی صاحب (لاہور) کے قبرستان میں باغ گل بیگم
کے نزدیک واقع ہے۔

حضرت سیّد دیدار علی شاہ نقشبندیؒ

سید یعنی آل رسول کا مقام بڑا بلند ہے بشرطیکہ سید حقیقی لحاظ سے نسباً
سید ہو۔ ریاست الور سے ایک سید اٹھا جس کے قول و فعل سے علمی دنیا
میں بہار آئی۔ تشنگان علم نے اپنے من کی پیاس بجھائی۔ جس کے آباؤ اجداد
ایران کے شہر مشہد کے رہنے والے تھے جس کے پردادا سید خلیل شاہ نے
مشہد کو خیر آباد کہا اور ہندوستان میں آکر ریاست الور میں آباد ہوا۔
آپ کا سلسلہ نسب حضرت امام سید موسیٰ رضا سے ملتا ہے۔ آپ کے
والد کا نام سید نجف علی شاہؒ تھا۔

پیدائش حضرت سید دیدار علی شاہ الور کے محلہ نواب پورہ میں بروز پیر ۱۲۷۳ھ میں اس دارفانی میں تشریف لائے۔ آپ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ آپ اپنے عم بزرگوار سید نثار علی شاہ کی دعا سے پیدا ہوئے تھے۔ آپ نے آپ کی پیدائش سے کچھ عرصہ پہلے ہی آپ کی والدہ کو بشارت دی تھی کہ بیٹے کی پیدائش پر اس کا نام "دیدار علی" رکھنا اور ایسے ہی ہوا۔

دینی تعلیم آپ کے والدِ ماجد بذات خود عالم دین تھے۔ اور ان کے گھر کا ماحول دینی تھا اس علمی ماحول کی فضا میں جب آپ نے ذرا ہوش سنبھالا تو آپ کو حصولِ علم کا بہت شوق پیدا ہوا آپ نے سب سے پہلے قرآن مجید پڑھا اس کے بعد ابتدائی دینی کتب اور ابتدائی صرف و نحو کی کتب مولوی قمرالدین سے الور میں پڑھیں پھر مزید علم کے لیے آپ نے دہلی کا رُخ کیا اور مولانا کرامت اللہ خاں مرحوم سے درس نظامی کا کچھ حصہ پڑھا۔ مولانا عبدالولی رام پوریؒ، مولانا ارشاد حسین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے زانوئے ادب تہ کیا ان سے فقہ و منطق کی تعلیم حاصل کی۔

اس زمانہ میں سہارن پور میں مولانا احمد علی محدثؒ سہارن پوری تدریسِ حدیث میں بڑے یگانۂ روزگار مانے جاتے تھے۔ مولانا نے آپ کے ہی درسِ حدیث سے دورۂ حدیث پڑھا۔ ان دنوں آپ کے ہم سبق مولانا وصی احمد سورتیؒ، حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی تھے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو آسمانِ علم و شہرت پر آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے۔ دورۂ حدیث سے فارغ ہو کر معقولات کا بڑا وقت نظر سے مطالعہ کیا۔

سلسلۂ نقشبندیہ میں بیعت دینی علوم کے ساتھ ساتھ آپ کو آخرت کی فکر لاحق ہوئی اور حصول

معرفت کی غرض سے آپ نے سلسلہ نقشبندیہ میں حضرت گنج مراد آبادی کے دست مبارک کی اور بعدازاں انہی سے خرقہ خلافت پایا۔ سلسلہ چشتیہ میں پیر سید علی حسین چشتی کچھوچھہ شریف اور سلسلہ قادریہ میں اعلیٰ حضرت مولانا احمد خاں قادری بریلوی کے خلیفہ مجاز ہوئے۔ آپ حضرت مولانا کی وساطت سے حضرت کی خدمت میں پہنچے تھے اور ان کی صحبت فیض سے فائدہ اٹھایا اور اجازت پائی۔

دینی اور ملی خدمات آپ اپنے استاد مکرم مولانا ارشاد حسین کے ارشاد کی تعمیل میں مدرسہ ارشاد العلوم رام پور" میں مدرس اوّل مقرر ہوئے۔ چند برس بعد ۱۹۰۶ء میں بمبئی روانہ ہوئے۔ وہاں پورا ایک سال کام کرنے کے بعد ۱۹۰۷ء میں وطن مالوف آگرہ میں تشریف لائے اور یہاں مسجد واڑہ میں " قوت الاسلام" کے نام سے ایک دینی دار العلوم کی بنیاد رکھی۔ یہ مدرسہ آپ کی عملی زندگی کا سنگِ اوّلین قرار دیا جاتا ہے جو آپ کے علوم و فنونِ دین کی اشاعت کے لیے اپنے ارادے سے قائم کیا۔

سنہ ۱۹۱۷ء میں مولانا ارشاد حسین کے حکم سے آگرہ کی شاہی مسجد کے خطیب مقرر ہوئے۔ اور سنہ ۱۹۲۲ء تک وہیں رہے۔

لاہور میں تشریف آوری جب آپ سنہ ۱۹۲۳ء میں دوسری بار لاہور تشریف لائے۔ تو مسجد وزیر خاں کی خطابت آپ کے سپرد ہوئی۔ نیز درس و تدریس اور با قاعدہ دار الافتاء قائم کیا جس سے ہزاروں افراد نے اپنی ضرورت کے مطابق نتائج حاصل کیے خلق خدا کو جس سے بے شمار فائدہ پہنچا۔

انجمن حزب الاحناف کا قیام

مولانا نے اجتماعی زندگی کو اعتقادی رنگ دینے کے لیے ایک فعال ادارہ کی ضرورت کے پیشِ نظر حزب الاحناف کی تشکیل کی۔ یہ انجمن ۱۹۲۴ء میں اہل سنت والجماعت کے اعتقادی تحفظ کے لیے قائم کی گئی۔ اس انجمن کے زیرِ اہتمام ایک بلند پایہ دارالعلوم ۱۹۲۶ء میں قائم کیا گیا۔ دارالعلوم حزب الاحناف نے تھوڑے ہی عرصہ میں مرکزی علمی حیثیت اختیار کر لی۔ پہلے یہ دارالعلوم مسجد وزیر خاں میں قائم ہوا جس میں مولانا دیدار علی شاہ اور ان کے صاحبزادے علامہ سید ابوالبرکات سید احمد قادری دامت برکاتہ، مولانا عبدالرحمٰن ہزاروی، مولانا عبدالواحد ملتانی اعزازی مدرس مقرر ہوئے۔ چنگڑ محلّہ کی جامع مسجد میں منتقل ہو گیا۔ اس دارالعلوم نے اپنی علمی کارکردگی سے غیر اعتقادی تحریکوں کے سیلاب کے سامنے ایک مضبوط بند کھڑا کر دیا۔ پنجاب میں بلند کردار واعظ، پُراثر خطیب، جید مناظر اور قابل مدرس پیدا کیے۔

تصانیف

حضرت دیدار علی شاہ صاحب نے وعظ و تقدیر کے ساتھ علمی خدمات بھی انجام دیں اور فنِ مناظرہ کے بے مثال عالم تھے علاوہ ازیں آپ بڑے عمدہ شاعر بھی تھے اور آپ نے جذبۂ عشقِ رسول کے تحت کئی اشعار کہے آپ کے دو دیوان بہت مشہور ہیں ایک دیوان اُردو اور دوسرا دیوان فارسی۔ اس کے علاوہ آپ نے نثر میں مندرجہ کتب تصنیف کیں۔

۱۔ تفسیر "میزان الادیان" ۲۔ ہدایہ الغوی در ردِ روافض ۳۔ رسول الکلام ۴۔ تحقیق المسائل ۵۔ ہدایۃ الطریق ۶۔ سلوکِ قادریہ ۷۔ علامات وہابیہ ۸۔ فضائل رمضان ۹۔ فضائل شعبان ۱۰۔ الاستغاثۃ ان اولیاء۔

اخلاق وعادات

حضرت مولانا کے اخلاق وعادات کا تذکرہ کرنا اتباعِ سنت اور اطاعتِ رسُول کی جیتی جاگتی تصویر کھینچنا ہے۔ اپنے

تو پھر اپنے ہیں بیگانے بھی تسلیم کیے بغیر نہ رہ سکے کہ مولانا ورع وتقویٰ کا سچا نمونہ تھے۔ طبیعت میں خودداری اور بے نیازی کا یہ عالم کہ ۱۹۲۶ء میں مسجد وزیر خاں کے متولی میجر مرزا ظفر علی نے آپ کے متعلق چند کلمات ایسے کہے جس سے عزت نفس کو گزند پہنچتی تھی تو آپ بلاتکلف وہاں سے قطع تعلقی کر کے "اسلام الدین" بلڈنگ میں قیام پذیر ہو گئے اور اس مالدار متولی پر ثابت کر دیا کہ ایک خوددار عالم دین نانِ جویں کھا کر بھی تبلیغ دین میں کوتاہی نہیں کرتا۔ عقیدہ ومسلک کے بارے میں آپ کسی قسم کی مصلحت جوئی اور رورعایت کی پالیسی اختیار نہیں کرتے تھے۔ جس چیز کو ان کے مسلک نے حق سمجھا۔ اس کا اعلان آگ کے شعلوں کے سامنے بھی کرنے سے گریز نہیں کیا۔ آپ کی سوانح میں یہ بھی مرقوم ہے کہ۔

عوام سے جب ملتے بڑے انکسار سے ملتے۔ علماء ومشائخ کی عزت وتکریم کرتے۔ طلبہ پر بڑی شفقت فرماتے، آپ بحث سے اجتناب کرتے، مناظروں کی حوصلہ شکنی کرتے، گالیوں کے جواب میں خاموش رہتے اور ہجونگاری کے مقابلہ میں تعمیری اور اثباتی تقریر سے عوام پر چھا جاتے۔ دن اور رات میں لاہور کی چھ چھ مساجد میں درس و وعظ دیتے۔

لباس سادہ، کپڑے کی ٹوپی، ڈھیلے ڈھالا کرتہ، ٹخنوں سے اونچا پاجامہ، دیسی ساخت کا جوتا۔ یہ تھے وہ ملبوسات جس میں سُنی اعتقادیات کے بے باک مجاہد نے ساری زندگی گزار کر اپنی سادہ سیرت اور پختہ اعتقاد سے نقوش قائم کر دیے۔ آج کے جبہ ودستار کی عظمت اس درویش صفت کی سادگی پر رشک کرتی ہے

اولاد واخلاف

حضرت مولانا قدس سرہٗ کے تین صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں تولد ہوئیں جن میں سے ایک صاحبزادہ اور دو صاحبزادوں نے بڑی عمر پائی۔ چھوٹے صاحبزادے الحاج سید احمد ابوالبرکات قادری دامت برکاتہ سُنیوں کے استاذ العلماء کہلائے۔ آپ

کے دار العلوم حزب الاحناف کا انتظام و انصرام آپ کے ذمّہ ہی ہے اور آپ اپنے والد کی اس علمی یادگار کو اب تک چلا رہے ہیں۔ دوسرے صاحبزادے علاّمہ ابوالحسنات سید محمد احمد صاحب قادری خطیب جامع مسجد وزیر خاں اور صدرِ جمعیت العلمائے پاکستان تھے۔ آپ ملّت کے اکابرین میں سے شمار ہوئے۔

وفات آپ دینی خدمات کی انجام دہی میں ہی ۲۲ رجب المرجب ۱۳۵۴ھ ہجری کو واصل بحق ہوئے انّا للہ وانا الیہ راجعون۔ اندرون دہلی دروازہ دار العلوم حزب الاحناف میں ہی آپ کی آخری آرام گاہ بنی۔

علاّمہ ابوالحسنات نے تاریخ وفات کہی:

"حافظ پس سرکوبی اعداء شریعت
دیدار علی یافتہ دیدار علی را"

۱۳۵۴ھ

حضرت حاکم علی نقشبندیؒ

آپ کا تعلق سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ سے تھا۔ آپ کا خاندان کوٹلی ضلع گوجرانوالہ میں رہتا تھا۔ آپ کے والدِ ماجد کا نام "شہاب الدین تھا۔

پیدائش آپ ۱۲۹۶ھ میں کوٹلی میں پیدا ہوئے بچپن اور جوانی کا بیشتر حصّہ اپنے اسی آبائی گاؤں میں گزارا۔

تعلیم تربیت آپ بلا کے ذہین تھے آپ نے نہایت ہی چھوٹی عمر میں قرآن پاک پڑھ لیا اور بعد ازاں حفظ کیا۔

آپ جو ایک بار سن لیتے فوراً ذہن نشین کر لیتے۔ قرآن پاک کے بعد آپ نے عربی اور فارسی کی تعلیم حاصل کی ۱۲ سال کی عمر میں آپ کے والد کا انتقال ہو گیا۔ تو آپ کو حصول علم میں قدرے دقت پیش آئی لیکن آپ نے معمول یہ بنایا کہ دن کے وقت محنت کر کے روزی کماتے اور رات کو دینی علوم پڑھتے۔ حتیٰ کہ عالم شباب تک ایک مکمل عالم دین بن گئے۔

تعلیم و تدریس آپ نے حصول علم کے بعد تعلیم و تدریس کا پیشہ اختیار کر لیا۔ اور ساتھ ہی خوشنویسی کا شوق بھی پورا کرتے تھے۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ ریاضت و عبادت میں آپ کو حد درجہ کا سرور پیدا ہوا لہٰذا آپ اپنا فارغ وقت یاد الٰہی میں گزارنے لگے کچھ عرصہ تلاش حق کے شوق میں گزارا۔

قرآن سے والہانہ شغف آپ کے متعلق علامہ اقبال احمد فاروقی لکھتے ہیں قرآن شریف سے آپ کی محبت اظہر من الشمس تھی۔ فرماتے تھے۔ قرآن کریم میری خوراک میری روح اور میرے دل کا سرور ہے۔ میں خوراک کے بغیر زندہ رہ سکتا ہوں مگر اس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔

کہتے ہیں۔ کہ ایک دن جب آپ کلام پاک کی تلاوت میں مشغول تھے کہ آپ کے صاحبزادے کی علالت میں حالت خراب، دیکھ کر آپ کی اہلیہ نے فوری طور پر گھر آنے کے لیے کہلا بھیجا۔ مگر آپ مقررہ منزل ختم کر کے ہی تشریف لائے اس وقت تک بچے کا انتقال ہو چکا تھا۔ آپ کی والدہ نے جو اس وقت حیات تھیں۔ کہا کہ اب کیا لینے آئے ہو۔ تم قرآن کے اور قرآن تمھارا۔

بیعت جب تلاشِ حق کے لیے آپ کے ذوق میں بہت زیادہ اضافہ ہوا تو آپ نے کسی مرشد کامل کی بیعت کا ارادہ کیا ان دنوں حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری کا بہت چرچا تھا۔ جو واقعی ایک بلند پایہ ولی تھے۔ آپ میاں صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کے دست مبارک پر بیعت ہوئے۔ پھر میاں صاحب کی زیر نگرانی اللہ اللہ کرنے لگے۔ اور سلوک کی منازل طے کرنے لگے۔ آپ چونکہ پہلے ہی سے بڑے عابد اور زاہد تھے اس لیے آپ بہت جلد صاحب کمال ہو گئے۔ آپ لاہور میں رہتے تھے لیکن حضرت میاں صاحب کی خدمت میں اکثر حاضری دیا کرتے تھے۔

سلسلۂ فیض رسانی حضرت میاں صاحب سے فیض یاب ہوتے ہی آپ نے لاہور میں سکونت اختیار کر لی۔

اس زمانے میں پکی ٹھٹھی کے گرد و نواح کا علاقہ ویران اور بنجر تھا۔ آپ نے ایسے ویران جگہ میں قیام فرمایا۔ اور رشد و ہدایت کا سلسلہ شروع کر دیا۔ ہزارہا کی تعداد میں خدا کی خلقت آپ سے فیض یاب ہونے لگی۔ ایک دفعہ آپ کی زبان مبارک تین سال تک بند رہی ان ایام میں آپ خاموشی سے تلاوت فرماتے رہے اور لوگوں کو انگلی سے جو کچھ کہنا ہوتا لکھ کر بتا دیتے۔ اس مدت کے بعد جب آپ کی طبیعت میں سکون آیا۔ تو آپ پھر رشد و ہدایت میں مصروف ہو گئے۔

وصال آپ کا وصال بروز پیر ۲۲ جنوری ۱۹۴۰ء بمطابق ۱۱ ذوالحجہ ۱۳۵۸ھ میں رات کو ساڑھے بارہ بجے ہوا۔ جہاں آپ رہتے تھے اسی جگہ آپ کو دفن کیا گیا۔ آپ کا وصال بیماری کی وجہ سے ہوا تھا۔

مقبرہ آپ کا مقبرہ ملتان روڈ پر دارالشفقت کے طبیہ کالج کے متصل پکی ٹھٹھی کو جانے والی سڑک کے دائیں جانب سبز گنبد میں واقع ہے ساتھ ہی ایک مسجد بھی ہے۔

حضرت خواجہ محمدؐ بخش نقشبندیؒ

حضرت خواجہ محمدؐ بخش ایک بلند پایہ نقشبندی بزرگ ہوئے ہیں۔ آپ کے والد موضع رںداس ضلع امرتسر کے رہنے والے تھے۔ آپ کے والد کا نام ملک بلند خاں تھا آپ نسباً راجپوت تھے۔ آپ کے دادا اور والد بزرگوار سکھوں سے تنگ آکر تحفظ ایمان کی خاطر مختلف مقامات پر ٹھہرتے ہوئے موضع لکھن شریف تحصیل و ضلع لاہور میں قیام پذیر ہوگئے۔

پیدائش آپ کی پیدائش لکھن شریف میں ہوئی آپ کی والدہ کا نام سلطان بی بی تھا۔ یعنی آپ کی عمر ابھی پانچ سال کی تھی کہ آپ کی والدہ کا انتقال ہوگیا۔

تعلیم و تربیت آپ کے والد ایک مرتبہ دلی گئے اور وہاں جامع مسجد کے خطیب کے پاس تعلیم کے لیے اپنے بچے کو چھوڑ آئے اور گیارہ سال کی عمر تک وہاں رہے۔ اور پھر واپس والد کے ساتھ لکھن شریف آگئے۔ آپ کے والد بیل گاڑی کے ذریعے باربرداری کا کام کرتے تھے۔ چنانچہ ذرا بڑے ہوکر آپ نے بھی والد کے ساتھ وہی کام کرنا شروع کردیا۔ دنیاوی کاروبار کے ساتھ ساتھ آپ نماز پنجگانہ باقاعدہ ادا کرتے اور اللہ کی یاد میں محو رہتے اور رزق حلال کماتے۔ اسی رزق حلال کا اثر تھا کہ آپ راہ حق کی طرف آئے۔

بیعت و خلافت

آپ نے سلسلہ نقشبندیہ میں حضرت پیر محمد قاسم صاحب سے بیعت کی۔ حضرت قاسم صاحب موہڑہ شریف مری کے رہنے والے تھے۔ انہی سے آپ کو خرقہ خلافت ملا۔ آپ طریقت میں ساری عمر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ پر کاربند رہے آپ نے اپنی حیاتی میں بے شمار بزرگانِ دین سے ملاقاتیں کیں آپ ذکر و فکر کی طرف حد سے زیادہ مائل تھے۔ آپ اخلاق حسنہ کے مالک تھے۔ نہایت سخی اور فیاض تھے۔

اخلاق و عادات

اپنے پاس آنے والے ہر آدمی کی عزت کرتے لیکن زیادہ ملنے والے مریدین اور واقف لوگوں کی خاص قدر فرماتے۔ آپ نماز پنجگانہ کے علاوہ نماز اشراق اور چاشت بھی پڑھتے تھے۔ اللہ نے آپؒ کو عقل و بصیرت کا ایسا خزانہ عطا کیا ہوا تھا جس سے ہر مشکل سے مشکل کام حل فرماتے۔ زندگی میں آپ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا اور نہ کسی کو تکلیف پہنچائی۔ آپ فرماتے جب تک کسی کے آداب و اخلاق درست نہ ہوا اس کی عبادت قابل قبول نہیں۔ آپ دوران سفر اپنے ساتھ ایک مصلّا، لوٹا، تسبیح اور عصاء رکھتے تھے۔ سفر میں بھی نماز کی باقاعدہ پابندی فرماتے۔ آپ کا ہر قول و فعل سُنّتِ رسول کے بالکل مطابق ہوتا تھا۔ آپ کی شرافت کی وجہ سے شروع زندگی میں لوگ آپ کو سائیں کہہ کر پکارتے تھے۔

اصلاح مریدین

آپ نے زندگی بھر مریدوں کی تربیت اور اصلاح کی طرف خاص توجہ دی اور ان کی روحانی تعلیم و تربیت کا خاص اہتمام فرمایا کرتے تھے۔ بیعت کرنے کے بعد نماز پنجگانہ، پابندیٔ احکام شریعت، وردِ کلمہ توحید اور درود شریف کی تاکید فرماتے۔ نیز تمام منشیات، حقہ نوشی، ناچ گانے اور فضول خرچی سے منع فرماتے۔

کرامات

حضرت خواجہ صاحب بڑے صاحب کرامت بزرگ تھے آپ کی کرامات کو احاطہ تحریر میں لانا مشکل ہے یہاں پر صرف چند کرامات تبرکاً درج کی جارہی ہیں جو تذکرہ حضرت خواجہ خدا بخش نقشبندی سے کی گئی ہیں۔

نمکین دودھ کا میٹھا ہونا

آپؒ موضع گلیانہ ضلع گجرات میں تشریف فرما تھے۔ چند روز قیام کے بعد ایک بوڑھی عورت دودھ کا گلاس لے کر حاضر خدمت ہوئی۔ قریب ہی اُس عورت کا خاوند بیٹھا تھا۔ جس نے جھٹ وہ گلاس اپنی بیوی سے چھین لیا۔ اور دودھ میں چینی ڈالنے کی غرض سے واپس گھر گیا مگر جلدی میں بجائے چینی کے پسا ہوا نمک ڈال کر لے آیا۔ آپ نے دو گھونٹ . . . . . . پی کر باقی اہل محفل کو پینے کو کہا۔ ہر آدمی نے وہ دودھ ایک ایک گھونٹ پیا، جس کا ذائقہ نہایت ہی میٹھا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ نے وہاں سے روانگی اختیار فرمائی، مگر جونہی وہ شخص گھر واپس آیا تو اُس کی بیوی نے پوچھا، تو نے چینی کون سے ڈبہ سے ڈالی تھی۔ تو اُس نے پسے ہوئے نمک کی طرف اشارہ کیا۔ یہ دیکھ کر وہ حیران رہ گئی کہ اس ڈبہ میں تو نمک پڑا تھا۔ مگر دودھ کیسے میٹھا ہوگیا۔ آخر وہ اس معاملے کو سمجھ گئے اور خاموش ہوگئے۔

آپ کی روحانی امداد

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ علاقہ گجرات کے پنڈگیال میں شاہ شرف صاحب ایک بزرگ تھے۔ وہ دو تین مریدین کے ساتھ سفر میں تھے۔ گرمیوں کے دن تھے راستے میں ایک زمیندار نے گندم کا گاہ ڈالا ہوا تھا۔ زمیندار نے اپنے آدمیوں کے لیے حلوا اور روٹیوں کا انتظام کیا ہوا تھا۔ شاہ صاحب اور آپ کے ساتھی اُن کے قریب سے گزرے۔ آپ کو بہت بھوک لگی ہوئی تھی۔ آپ نے اس زمیندار سے

کہا میرے مریدین بھوکے ہیں، اُن کو روٹی کھلا دو۔ آپ نے تین بار اس سے کہا، اُس نے تینوں بار ہی انکار کر دیا۔ آپ اپنے مریدین کو نزدیک ہی کے درختوں کے نیچے لے گئے جہاں ایک چھوٹا سا جوہڑ تھا۔ شاہ صاحب درخت کا ایک پتا توڑتے اور جوہڑ سے تھوڑا سا مٹی کا گارا اُٹھا کر پتے پر رکھتے۔ وہ فوراً ہی روٹی حلوہ بن جاتا۔ اسی طرح وہ اپنے مریدین کو دیتے اور دوسری طرف اُس زمیندار کی طرف بھی اعلان کرا دیا کہ جو روٹی کی خواہش رکھتا ہے اِدھر آجائے۔ چند آدمی آپ کی طرف بھی آئے اور خوب سیر ہوکر روٹی حلوہ کھایا۔ شاہ صاحبؒ نے زمیندار کے انکار پر غصے میں بددعا دی تھی۔ سُوکھ جائے یہ زمین! یہاں کے لوگ اللہ کے لیے کچھ خیرات نہیں کرتے۔ چنانچہ یہ بات ثابت ہے کہ اُس علاقے میں بارہ بارہ میل پانی نہیں نکلتا۔

اُس علاقے میں مستری چراغدین رہتا تھا۔ اُس نے اپنے علاقہ میں کنواں لگانے کا ارادہ کیا۔ تقریباً سو فٹ سے زیادہ گہرا کنواں کھودا۔ پانی نہ نکلا۔ مستری چراغدین اعلیٰ حضرت خواجہ محمد بخش کا خلیفہ تھا۔ وہ وہاں بیٹھا ہوا حضرت صاحبؒ کا تصور قائم کر کے پریشانی کے عالم میں خُوب رونے لگا۔ روتے روتے اُونگھ آگئی۔ اور کیمتے ہوئے حضرت صاحبؒ نظر آئے۔ فرمایا مستری چراغدین اِس زمین میں پانی نہیں ہے۔ ہمیں پانی دُور سے لانا پڑا۔ اپنے بھائی باغ علی سے کہنا کہ وہ کل بعد نماز جمعہ بسم اللہ پڑھ کر تیشہ کنوئیں میں مارے۔ پانی بہت تیزی سے نکلے گا۔ اس کو رسوں سے کھینچ لینا۔ اُنھوں نے اسی طرح کام کیا۔ اب اس کنوئیں سے وہ اپنے کھیتوں کو سیراب کرتے ہیں۔ یہ بات ثابت ہے کہ اس کنوئیں کے سوا اُس علاقے میں بارہ بارہ میل تک کوئی دوسرا کنواں نہیں۔ لوگ اِسی کنوئیں کا پانی استعمال کرتے ہیں۔

کشف ہو گیا صوفی عبدالرشید صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت صاحب کچھ مریدین کے ساتھ دربار شریف سے نکلے اور باغ میں چلے گئے۔ اُس زمانے میں باغ میں امرودوں کے دو درخت تھے۔ جب ہم باغ میں پہنچے۔ امرود دیکھ کر خیال آیا کہ امرود پکے ہوئے ہیں۔ کیوں نہ توڑ کر ان کو کھایا جائے۔ ابھی دو ہی قدم چلے ہوں گے کہ حضرت صاحب نے ہم میں سے ایک مرید کو فرمایا۔ پکے پکے امرود توڑ دو۔ اُس نے توڑ کر جھولی بھر لی۔ جب وہ حضرت صاحب کے پاس لے گیا۔ تو اُس کو فرمانے لگے۔ یہ تمام امرود رشید کو دے دو۔

صدق وصبر آپؒ صبراً جمیلاً کا مکمل نمونہ تھے۔ اور باقی اہلِ طریقت کو بھی یہی سبق دیتے تھے۔ مشکل سے مشکل حالات میں بھی اس کا دامن نہ چھوڑا۔ اور عوام کو بھی ثابت قدمی کی ہمیشہ ہدایت فرمائی زندگی بھر ذاتی مفاد اور نفسِ امّارہ کی خاطر کبھی کسی شخص سے خفا نہیں ہوئے اور اگر ہوئے بھی تو صرف اللہ اور اس کے رسولؐ کے لیے۔ ورنہ کبھی بھی ناراضگی آپ کے قریب نہ آئی تھی۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ دربار عالیہ لکھن شریف کی تعمیر ہو رہی تھی۔ معمار اور مزدور اپنے اپنے کام میں مصروف تھے اچانک ایک آدمی وہاں آیا۔ اُس نے کسّی سے آپ پر حملہ کیا۔ آپ زخمی ہو گئے۔ یہ دیکھ کر حاضرین نے دشمن کو پکڑ کر مارنے کی کوشش کی۔ مگر اس مردِ مومن نے بدلہ لینے سے انھیں روک دیا۔ بلکہ آپ نے اس شخص کو اپنے پاس بٹھا لیا اور دشمنی کی وجہ پوچھی۔ اُس کی دشمنی کا کوئی سبب نہ نکلا، بجائے اس کے کہ اس سے بدلہ لیا جاتا، آپ نے اُسے کھانا کھلا کر سمجھایا۔ اور لوگوں کے ساتھ ہمدردی اور سلوک سے رہنے کی تلقین کی، یہ دیکھ کر حاضرین حیران تھے کہ اتنے بڑے ظالم کو فوراً معاف کر دیا۔

معمولات و ذکر و فکر

اعلیٰ حضرت خواجہ محمد بخش صاحب ایک سانس بھی یادِ حق سے غافل نہ رہے۔ اللہُ وِرد زبان رہتا تھا اور معلوم ہوتا تھا کہ آپ کا ایک ایک بال ھُو پکار رہا ہے چلتے پھرتے، اُٹھتے بیٹھتے غرضیکہ آپ ہر حالت میں توحید کے سمندر میں غوطہ لگاتے۔ آپ پانچ نمازوں کے علاوہ نماز تہجد کے بہت پابند تھے۔ نماز تہجد سے فارغ ہو کر یا اللہ یا ھادی یا نور کا وِرد فرماتے اور سورۃ مزّمل شریف اکثر پڑھا کرتے تھے اور اس کے بعد دعائے گنج العرش اکثر پڑھا کرتے۔ آپ ختمِ طریقت اور ختمِ خواجگان بھی اکثر پڑھا کرتے تھے۔ ۱۹۳۶ء کے بعد صرف ختمِ طریقت عموماً پڑھا کرتے تھے۔ فجر کی نماز کی سُنتیں آپ گھر میں ادا فرماتے۔ اس کے بعد سورۃ یٰسین تلاوت فرماتے۔ اور فرض کی نماز مسجد میں جا کر ادا فرماتے۔ فرضوں کے بعد درود اور درودِ اکبر تلاوت فرماتے۔ بعدازاں نمازِ اشراق بھی ادا فرماتے۔ ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ ایک بار، آیت الکرسی ایک بار، سورۃ اخلاص تین بار تلاوت فرماتے اور نماز مکمل فرماتے۔

میاں شیر محمّد صاحب سے تعلقات

آپ کے میاں صاحب سے اچھے مراسم تھے اور کبھی کبھی شرقپور شریف تشریف لے جاتے۔ اور ان سے باہمی تبادلۂ خیال کیا کرتے تھے۔ میاں صاحب بھی آپ کی بڑی عزت کیا کرتے تھے۔

شجرہ طریقت

آپ شجرہ طریقت یوں ہے۔ خواجہ محمد بخش مرید حضرت خواجہ قاسم کے وہ مرید حضرت نظام الدین کے وہ مرید حضرت خواجہ سلطان کے وہ مرید حضرت عبدالعزیز کے وہ مرید حضرت عبد المجید کے وہ مرید حضرت خواجہ گُل محمّد کے وہ مرید حضرت

عبدالصبور کے وہ مرید حافظ احمد کے وہ مرید حضرت سیّد عنایت اللہ کے وہ مرید حضرت سیّد عبداللہ کے وہ مرید حضرت سیّد محمود کے وہ مرید حضرت سیّد عبدالقادر کے وہ مرید خواجہ عبدالباسط کے وہ مرید سیّد حسین کے وہ تابعت طریقت حضرت مجدد الف ثانی کے۔

حلیہ مبارک حضرت خواجہ محمد بخش کا قد درمیانہ اور جسم مضبوط تھا۔ رنگ گندمی اور سر مبارک متوسط درجہ گول تھا۔ پیشانی چمکدار اور فراخ تھی، پیشانی پر چار لکیریں تھیں۔ جوانی میں لمبی زلفیں رکھی ہوئی تھیں۔ آپ اپنی زلفوں کو رات کے وقت درخت سے باندھ کر عبادت کیا کرتے تھے۔ تقریباً ۵۰ سال کی عمر میں زلفیں منڈوا دی تھیں۔

ازدواجی زندگی آپ نے زندگی میں چار شادیاں کیں کیوں کہ آپ کی پہلی بیوی فوت ہوگئی پھر آپ نے دوسری شادی کی وہ بھی فوت ہوگئیں پھر آپ نے تیسری شادی کی ایسے ہی آپ نے چوتھی شادی کی۔ آپ کی دوسری بیوی سے چار بچے تولد ہوئے اور تیسری سے آٹھ بچے پیدا ہوئے لیکن ان میں سے چند بچے ابتدا ہی میں فوت ہوگئے۔

وصال مبارک آپ کا وصال مبارک بروز ہفتہ ۲۷ شوال ۱۳۶۳ھ ۴۸ اکتوبر ۱۹۴۴ء میں ہوا۔ آپ کو ٹکھن شریف نزد جلو موڑ سپرد خاک کیا گیا اور مزار مبارک پر ایک خوبصورت گنبد ہے۔ آپ کے فرزندِ ارجمند پیر محمد عارف حسین نقشبندی سجادہ نشین ہیں۔

حضرت نبی بخش حلوائی نقشبندیؒ

حضرت مولانا نبی بخش حلوائی کا شمار ان اکابر پنجابی کے شعراء میں ہوتا ہے جنھوں نے پنجابی اشعار میں قرآن پاک کی تفسیر لکھ کر وہ کارنامہ انجام دیا جو ہمیشہ پنجابی ادب کا سرمایہ ہے۔ لیکن حضرت مولانا نبی بخش حلوائی نہ صرف شاعر تھے بلکہ آپ ایک عالم دین اور صوفی تھے۔ جنھوں نے علمی خدمات سرانجام دینے کے ساتھ ساتھ محنت سے رزق حلال کمانے کو ترجیح دی۔

ابتدائی حالات آپ کے والد کا نام میاں محمد وارث تھا اور دہلی دروازے کے اندرونی محلے (اکبری منڈی) میں رہائش رکھتے تھے آپ کے والد کھیتی باڑی کرتے۔ نولکھا گاؤں (ان دنوں فیض باغ کی ساری زمین نولکھا گاؤں میں تھی) میں ۲ کنویں اور کچھ زمین لاہور کے شمالی حصے میں تھی، جس میں سبزیاں بوتے اور منڈی میں لاکر بیچتے۔

پیدائش آپ قدیم لاہور کے اندرون اکبری منڈی ۱۲۷۶ھ بمطابق ۱۸۶۰ میں پیدا ہوئے۔

تعلیم و تربیت لاہور مدتوں سے علم و فضل کا گہوارہ چلا آرہا ہے آپ نے عین اس جگہ آنکھ کھولی جو علم و ادب کا مرکز تھا لہٰذا آپ کے دل پر اس علمی ماحول کا ایسا اثر ہوا کہ آپ طبعاً دینی

علوم کے حصول کی طرف مائل تھے۔ جب آپ نے ذرا ہوش سنبھالا تو آپ نے ایک حلوائی کی دوکان پر کام سیکھنا شروع کر دیا لیکن اسی کام کرنے کے دوران آپ نے قرآن مجید پڑھا۔ اس کے بعد باقاعدہ عربی کی تعلیم حاصل کی پھر مدرسہ دارالعلوم نعمانیہ بازار حکیماں۔ مدرسہ تکیہ سادھواں اور مدرسہ فتحیہ کے مدرسین سے آپ استفادہ کرنے لگے ان مدارس سے آپ نے فارسی زبان میں بھی مہارت تامّہ حاصل کر لی۔ اور ایک وقت آیا کہ عربی فارسی کے ایک متبحر عالم تسلیم کیے جانے لگے۔ آپ نے جن اساتذہ سے حدیث اور علوم تفسیر کا استفادہ کیا ان میں مولانا محمّد ذاکر بگویؒ۔ مولانا غلام محمّد بگویؒ۔ مولانا پیر سیّد عبدالغفار شاہ مولانا غلام قادر بھیرویؒ اور حضرت مولانا غلام دستگیرؒ نقشبندی قصوری کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔

سلسلہ نقشبندیہ سے وابستگی

علوم دینیہ سے فارغ ہو کر آپ کو تلاش مرشد کی فکر ہوئی تو اس دور کے ایک جیّد عالم دین، راسخ الاعتقاد، مبلّغ سنیّت اور مناظر اسلام حضرت مولانا غلام دستگیر قصوریؒ کی شخصیت نے بڑا متاثر کیا۔ حضرت مولانا غلام دستگیر قصوریؒ (م ۱۳۱۴) مولانا غلام محی الدین قصوری دائم الحضوری (م ۱۲۷۰) کے خواہر زادے، شاگرد اور سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں ان کے خلیفہ تھے آپ ان کے مرید ہوئے اور علوم سلوک کی منازل طے کر کے ان سے سلسلہ نقشبندیہ میں خرقہ خلافت پایا۔ ان کے وصال کے بعد آپ نے حضرت پیر جماعت علی شاہ لاثانی علی پوری سے بھی فیوض و برکات حاصل کیے۔ اور ان کی خدمتِ اقدس میں اکثر و بیشتر حاضر ہوتے

رہے اور استفادہ کرتے رہے۔ آپ کو اپنے مرشد سے بے پناہ محبت تھی۔ حتیٰ کہ ان کے وصال کے بعد آپ ہر سال اپنے پیر طریقت حضرت مولانا غلام دستگیرؒ قصوری کا سالانہ عرس قصور جا کر مناتے تھے۔ اور سامان ہر قسم کا لاہور سے ساتھ لے جاتے تھے۔

شجرہ بیعت آپ کا شجرہ طریقت نقشبندیہ یوں بیان کیا جاتا ہے۔ حضرت مولانا نبی بخش حلوائی مجددی لاہوری۔ المتوفی م ۱۹۴۵ء۔ مرید حضرت خواجہ غلام دستگیرؒ قصوری م ۱۸۸۶ء مرید حضرت خواجہ شاہ غلام محی الدین قصوری دائم الحضوری م ۱۸۵۴ء مرید حضرت شاہ غلام علی دہلوی نقشبندی م ۱۸۲۴ء مرید حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں دہلوی م ۱۷۶۶ء مرید حضرت سید نور محمد بدایونی م ۱۷۰۶ء مرید حضرت شیخ سیف الدین م ۱۶۶۶ء مرید حضرت خواجہ محمد معصومؒ سرہندی م ۱۶۶۹ء مرید حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی۔

کسب معاش آپ نے رزق حلال کمانے کے لیے حلوائی گیری کا پیشہ اختیار کیا اسی لیے آپ حلوائی کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ آپ نے تمام عمر دودھ میں پانی کی آمیزش یا ملاوٹ کر کے پیسہ نہیں کمایا۔ اور اس طرح ایک ممتاز مقام حاصل کر لیا۔

تعمیر مسجد و مدرسہ آپ نے اپنی جائیداد فروخت کر کے دہلی دروازہ کے باہر مسجد تعمیر کروائی اور وہاں دینی علوم کی تدریس جاری کی آپ جو کمائی کرتے تھے عموماً طلباء اور مسجد پر خرچ کر دیا کرتے تھے اور اسی مسجد کے ساتھ آپ نے مکتبہ نبویہ قائم کیا جس سے دینی کتب کی اشاعت کرتے۔

تصانیف آپ کی سب سے بڑی تصنیف تفسیر نبوی ہے جو پندرہ بسوط جلدوں میں قرآن پاک کی منظوم تفسیر ہے۔ اور پنجابی زبان میں لکھی گئی ہے۔ تفسیر نبوی کے علاوہ بہت سی کتابیں لکھیں جن میں شفاء القلوب، رسالہ جمعہ، رسائلہ اربعہ، اظہار انکار المنکرین من صلوٰۃ الجنیین، الامتیاز بین الحقیقت والمجاز (تین ہزار صفحات)، الثار الحامیہ لمن ذم المعاویہؓ، الوارع نبوی، جامع الشواہد، اور قصص المحسنین خاص طور پر مشہور ہوئیں۔

سیرت تذکرہ علمائے اہلسنت میں لکھا ہے کہ آپ کا سینہ عشق مصطفیٰ سے مالا مال تھا۔ ہر وقت درود پاک زباں رہتا۔ اپنے زیر اثر لوگوں کو کثرت سے درود پاک پڑھنے کو کہتے۔ طلباء کو نمازِ صبح کے بعد ہزاروں بار درود پڑھاتے، ختم خواجگان باقاعدگی سے پڑھاتے گیارھویں کی مجالس ہر ماہ ہوتیں۔ عید میلاد النبیؐ اور معراج شریف پر خصوصیت سے مجالس قائم کرواتے۔

پیرومرشد کے اتباع کے لیے زندگی وقف تھی۔ جوتے اٹھاتے اور فخر کرتے۔ بایں علم وکمال فاضل قصوری کے مزار پر جاتے تو تمام حفاظ وعلماء کی موجودگی میں اپنی سفید داڑھی سے ساری قبر پر جھاڑو دیتے، عرس کرواتے اور بے پناہ خرچ کرتے۔ طلباء کا کھانا کم ہوتا تو کثرت سے درود پاک پڑھاتے، بھوک کا علاج درود سے کیا کرتے تھے۔

آپ تقریر کی بجائے تحریری تبلیغ پر زور دیتے۔ زبانی گفتگو کرتے مگر قلم کی مار سے باطل کے دل میں غار کر دیتے۔ آپ کے سامنے مصر وحجاز کی مطبوعہ تفاسیر اور عقاید کی کتابوں کے ڈھیر لگے رہتے۔ مطالعہ کرتے، طلباء سے سنتے اور پھر ان علمی خزینوں کو پنجابی تفسیر میں سمو کر عوام کے دلوں میں انڈیل دیتے۔ عربی اور فارسی پر کامل عبور تھا۔ عربی کے قصاید پڑھتے۔ فارسی میں مثنوی مولانا روم سے والہانہ

عشق کا اظہار فرماتے۔ پنجابی میں اشعار کے بحرِ بیکراں ہونے کے ساتھ ساتھ فارسی، عربی اور اُردو نعت خوب کہتے۔

نامور شاگرد آپ کے نامور شاگردوں میں سے مولانا باغ علی صاحب نسیم ہیں (جو آپ کے سچے علمی جانشین ثابت ہوئے ہیں، حافظ محمد عالم صاحب سیالکوٹی، صوفی غلام حسین صاحب گوجروی، ماسٹر برکت علی شہید، اور علامہ اقبال احمد فاروقی انہی کے شاگردوں میں سے ہیں۔

وفات آپ نے ۱۳۶۴ھ بمطابق ۱۹۴۵ء میں وفات پائی اور جامع مسجد سٹی کوتوالی بیرون دہلی دروازہ جس میں آپ نماز جمعہ پڑھاتے تھے۔ اور درس و تدریس کا کام کرتے تھے۔ مدفون ہوئے۔ یہ مسجد آپ نے ہی بنوائی تھی۔

حضرت مہر محمد صوبہ نقشبندیؒ

خدا اسے جو مانگتا ہے سو پاتا ہے بشرطیکہ اس کا بندہ بن کر مانگے جو اس خاکی پتلے کے روں روں سے اس کی حمد و ثنا کرے گا اللہ اس کا بنے گا جب تیری زبان پر اللہ کا نام ہوگا تو تُو اُس کا بندہ کہلائے گا۔ سرزمین لاہور کو یہ شرف حاصل ہوا کہ اس خاک سے کئی مردان خدا بنے یوں ہی ۱۸۳۶ء کا لگ بھگ تھا کہ لاہور کے قدیمی محلہ کوچہ الہ داد خان میں ارائیوں کے خاندان میں ایک اللہ کا بندہ پیدا ہوا جس کے والد کا نام نظام الدین تھا جو پشت در پشت لاہور میں آباد تھا کھیتی باڑی پر محنت کر کے اپنے بال بچے کا پیٹ پالتا تھا نیک اور صالح تھا۔ اس کی نیکی رنگ لے آئی کہ اس کے گھر ایک صالح بچہ پیدا ہو گیا جس

کا نام صوبہ رکھا گیا۔ جس کے اور پانچ بھائی تھے لیکن اللہ کا بندہ بننا صرف اسے نصیب ہوا۔

تعلیم و تربیت

یوں ہی والدہ کی تربیت میں عہد طفولیت گزرا ذرا ہوش سنبھالی تو مسجد کی راہ لی جہاں بچوں میں بیٹھ کر چند سال میں قرآن مجید پڑھا پھر ذرا اور عمر کے سال آگے بڑھے تو امام مسجد ہی سے اُردو اور فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ دین کی لگن تھی خود کو شرع کا پابند کیا۔ اپنی تعلیم کے بارے میں اس اللہ کے بندے کے اپنے الفاظ اس کی زبان سے ذرا خود سنیے۔

"جس دن خداوند کریم نے مجھے پیدا کیا۔ وہ خاص فضل و کرم مجھ بندہ پر مبذول فرمائے کہ اگر میرے ہر موئے بن میں ہزار ہزار زبان ہو تو پھر بھی اپنے مالک اپنے رازق اپنے مولائے کریم ستار کا شکریہ ادا نہیں کر سکتا جس خدا نے مجھ جیسے بے ہنر بے کس مفلس نادار ناتواں بے یار و مددگار عاجز بندے کو ہزاروں ہزار نعمتیں دین و دنیا کی عطا فرمائیں۔ جن کا میں کسی طرح بھی مستحق نہ تھا ماں باپ وہ عطا فرمائے جو مجھ پر بہت ہی مہربان تھے مادر مہربان کی گود شفقت میں پرورش پاتا رہا۔ باپ کے سایہ عاطفت میں بالغ ہوا کسی طرح کی تکلیف نہ دیکھی خدا ان کو غریق رحمت کرے۔ (وصیت نامہ حضرت مہر محمد صوبہ مملوکہ میاں نذیر احمد) ۔ سکنہ شاد باغ لاہور۔

اللہ کے اس بندے کی تحریر میں کس قدر عجز و نیاز ہے۔ اور خدا کی عطا کردہ نعمتوں کا اثبات شکر ہے۔ پھر ایسے عاجز پر خدا کیوں نہ مہربان ہوتا۔

عالم شباب اور ملازمت

اولاد کے لیے ماں باپ کا سایہ بڑی چیز ہے لیکن ایک روز

اس دارِ فانی سے ہر ایک کو کوچ کرنا پڑتا ہے۔ جب حضرت مہر صوبہ نے عالم بلوغت کی بہاروں میں قدم رکھا تو والدین کے سایہ سے محروم ہو گئے یاد رکھو کہ سوائے اپنی والدہ نہ کوئی مادری محبت دے سکتا ہے اور نہ اپنے باپ کے سوا کوئی شفقتِ پدری دے سکتا ہے۔ آپ کو والدین کے دنیا سے جانے کا غم تو ہوا لیکن یادِ الٰہی نے سب کچھ بھلا دیا کیوں کہ جو سکون یادِ الٰہی میں ہے وہ دُنیا کے غم میں نہیں۔ اور نہ ہی دُنیا کی زیبائش و آرائش میں والد کے بعد آپ کے دوسرے بھائی چھوٹے تھے آخر زندگی کے شب و روز گزارنے کے لیے آپ کو فکرِ معاش ہوئی۔ اور آپ نے ایک ملازمت اختیار کر لی۔

تلاشِ حق

دورانِ ملازمت آپ کو اللہ اللہ کرنے کا شوق پیدا ہوا آپ نے بذاتِ خود وصیت نامے میں تحریر کیا ہے کہ میں آغازِ زمانہ بلوغت میں اورادِ قدیمہ پڑھا کرتا تھا اور میری یہ تین دعائیں تھیں پہلی یہ کہ مجھے صحت عطا ہو دوسری یہ کہ مجھے کوئی پیرِ کامل ملے اور تیسری یہ کہ مجھے آبائی پیشہ میں سرفراز کیا جائے۔ آپ کی حتیٰ کہ یہ تینوں دعائیں قبول ہوئیں۔

آپ کی اس تحریر سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کو حصولِ معرفت کا بڑا شوق تھا اور اسی لیے مرشدِ کامل کے ملنے کے لیے اللہ کے حضور دعا گو رہا کرتے تھے یہ واقعی حقیقت ہے کہ تلاشِ حق کے لیے مرشدِ کامل کا ملنا بہت ضروری ہے اور یقین رکھیے کہ جو لوگ اللہ کو تلاش کرنے کا مصمم ارادہ کر لیتے ہیں انہیں ضرور کوئی اللہ کا بندہ مل جاتا ہے یا غیبی راہنمائی ملتی ہے۔

بیعت

آپ کے زمانہ میں شیر انوالہ دروازے کے باہر محلہ عثمان گنج میں حضرت مرتضےٰ نقشبندی کا بہت چرچا تھا حضرت مرتضےٰ صاحب واقعی ولی کامل تھے۔ بے شمار لوگ آپ کے حلقہ ارادت میں زیرِ تربیت تھے آپ بھی ایک روز حاضرِ خدمت ہو کر بیعت سے مشرف ہو گئے۔ انھوں

نے چند اوراد نقشبندیہ بتلائے اور ذکر و فکر کی تلقین کی آپ نے ویسے ہی کرنا
شروع کر دیا۔ آپ مرید ہونے سے حضرت مرتضےٰ صاحب کے آخری دم تک
اکثر اوقات آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ آپ کی کوشش ہوتی کہ
روزانہ کم از کم ایک مرتبہ ضرور حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہونا چاہیئے۔
اسی وجہ سے آپ حضرت صاحب کی توجہ کا مرکز بن گئے اور آپ پر ایسی نگاہ التفات
ہوئی کہ آپ پر دوسرے لوگوں کی نسبت بہت زیادہ شفقت فرمانے لگے بعض
اوقات آپ رات بھی ان کی خدمت ہی میں بسر کرتے اور ذکر الٰہی میں مشغول رہتے
آپ نے زیادہ اللہ اللہ کا ذکر کیا اور ساری عمر زیادہ تر یہی وظیفہ پڑھا۔

حصول خلافت

آپ کے پیر نے جب دیکھا کہ آپ سلوک میں کامل
ہو گئے ہیں تو آپ کے مرشد نے آپ کو خلافت
نقشبندیہ سے نوازا۔ آپ نے اس کے بارے میں وصیت نامے میں تحریر
کیا ہے کہ ایسا پیر کامل اعلیٰ عاشق رسول جن کا درجہ فنافی الرسول تھا خدا نے
عطا فرمایا جس کی نظر عنایت نے دونوں جہان تار دیئے خداوند کریم نے
ان کو مجھ پر ایسا مہربان کیا کہ تمام مریدین ماسلف و مابعد پر اس عاجز کو اپنی
کمال شفقت سے اس قدر ممتاز فرمایا کہ مجھے خلیفہ مقرر فرمایا سینکڑوں اشخاص
امیر غریب عالم فاضل سید قریشی میرے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور ہر ایک
شخص کو خداوند کریم نے حلاوت ایمان چاشنی عبادت عطا فرمائی درود اور
عشق رسول حاصل ہوا اور یہ سلسلہ تا قیامت انشاء اللہ حضرت صاحب کی
عنایت سے جاری رہے گا۔

کسب معاش

آپ کی یہ خواہش تھی کہ میں ملازمت کی بجائے
آبائی پیشہ زمینداری اختیار کروں چنانچہ آپ
اس کے لیے اللہ کے حضور ہمیشہ دعا گو رہتے۔ آپ کے والدین کی لاہور کے

گردونواح میں نہری زمین تھی لیکن رہن پر رکھی ہوئی تھی اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت خاص سے زمین کو رہن سے چھڑوا کر آپ کے حوالے کیا چنانچہ آپ نے اس اپنی زمین پر کاشت کاری شروع کروا دی۔ بعد ازاں آپ نے شراکت میں کچھ زمینیں ٹھیکے پر لے کر بھی کاشت کروائیں شراکت میں آپ کے ساتھی مہر میراں بخش اور مہر محمد دین کا چھوتھے گھوڑے شاہ کے گردونواح میں تمام زمین آپ کے زیر کاشت رہی ہے۔ اس کے علاوہ ڈبٹی برکت علی کی زمین کبھی آپ کے پاس رہی۔

شجرہ شریف

حضرت مہر محمد صوبہ مرید تھے حضرت خواجہ غلام مرتضےٰ نقشبندی کے وہ مرید حضرت بدرالدین کے وہ مرید حضرت عبدالرسول کے وہ مرید حضرت غلام محی الدین (قصور والے) کے وہ مرید حضرت غلام علی کے وہ مرید حضرت مظہر جان جاناں شہید وہ مرید حضرت مجدد الف ثانی کے۔

سلسلہ تلقین وہدایت

مرید ہونے کے ساتھ ساتھ خرقہ خلافت پانے کے بعد آپ نے ملنے جلنے والوں میں سلسلہ نقشبندیہ میں داخل ہو کر حصول طریقت کی دعوت دینا شروع کی۔ حتیٰ کہ آپ کبھی کبھار ذکر واذکار کی محفل منعقد کرتے اور بے شمار لوگ اس میں شامل ہوتے اور روحانی لذت اور سرور پاتے۔

دُنیا بے ثبات ہے اور بے شمار مسائل اور دکھوں میں گھری ہوئی ہے۔ کوئی بیماری کے ہاتھوں اکتا جاتا ہے کوئی غربت سے بر سرِ پیکار ہے کوئی معاشرے کی الجھنوں میں پھنسا ہوا ہے حتیٰ کہ ہر انسان کسی نہ کسی الجھن اور مشکل سے چھٹکارا چاہتا ہے۔ آخر جب دُنیا سے انسان اکتا جاتا ہے تو کسی اللہ والے کی قربت ڈھونڈتا ہے جہاں اسے سکون اور راحت ملتی ہوئی نظر آتی ہے

چنانچہ ایسے ہی جب حضرت مہر صوبہ پر فضل باری ظاہر ہوا تو بے شمار دُنیا کے دکھی لوگ آپ کے پاس آتے اور آپ سے اللہ کے حضور اپنی تکلیفوں کے ازالے کے لیے دعا کرواتے اور راحت پاتے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کی عمر کے آخری حصّہ میں بے شمار لوگ مرد اور عورتیں آپ کے پاس آتے اور فیض پاتے۔ آپ کی دعا میں اتنا اثر تھا کہ کئی بیمار جنھیں زمانے کے ڈاکٹروں نے لا علاج قرار دے دیا تھا آپ کے پاس آنے سے شفایاب ہوئے۔

آپ کے بے شمار مرید تھے جنھوں نے سلسلہ نقشبندیہ میں آپ سے فیض پایا۔ آپ اپنے مریدین کو اللہ اللہ کا ذکر بتایا کرتے تھے۔ اور ان کی روحانی تربیت کرتے۔ حتیٰ کہ متحدہ پاک و ہند میں بے شمار لوگوں نے آپ کی راہنمائی میں سلوک کی تعلیم حاصل کی۔

آپ نے زندگی میں سفر بہت کم کیا۔ صرف آپ کو نابھہ اور پٹیالہ میں چند بار جانے کا اتفاق ہوا۔ اس کی وجہ تھی کہ وہاں پر آپ کا ایک خلیفہ رجب علی خان تھا اور اس کے کہنے پر آپ وہاں تشریف لے گئے۔ آپ کے پوتے میاں نذیر احمد صاحب کے ذریعہ معلوم ہوا ہے کہ وہاں پر کچھ غیر مسلم آپ کے دستِ حق پرست پر مسلمان بھی ہوتے تھے۔

شاعری کا شوق

آپ کو شعر و شاعری سے بے پناہ لگن تھی خاص کر آپ نعتیہ کلام کے بہت ہی دلدادہ تھے۔ مدحتِ رسول سن کر آپ کی طبیعت پر کیف طاری ہو جاتا۔ صوفیا کا فارسی کلام آپ کا پسندیدہ کلام تھا۔ آپ کو فارسی کے بے شمار اشعار بذاتِ خود یاد تھے۔ اور جب دل چاہتا پڑھتے رہتے۔ علاوہ ازیں آپ پنجابی کے شاعر تھے اور آپ نے پنجابی میں بہت سے اشعار کہے ہیں۔ آپ کے کلام کا مجموعہ سی حرفی تھا جو مطبوعہ ہے اور ملک سراج الدین پبلشرز نے شائع کیا تھا۔ آپ نے اس میں اللہ کی حمد اور

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی مدح کی ہے کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے عشقِ رسول ہی کو زندگی بھر اپنی نجات کا وسیلہ بنائے رکھا۔

معمولات آپ کا معمول تھا کہ آپ روزانہ تہجد کے وقت اٹھتے اور بڑی عجز و انکساری سے نمازِ تہجد ادا کرتے اس کے بعد نمازِ فجر تک مراقبہ میں مشغول رہتے نمازِ فجر کے بعد ذکر و فکر کرتے حتیٰ کہ جب سورج کافی طلوع ہو جاتا تو ناشتہ کرتے اس کے بعد اپنی بیٹھک میں بیٹھ جاتے اور ملنے جلنے والوں سے ملاقات کرتے پھر ان سے فارغ ہو کر لاہور کے گرد و نواح میں جن کنوؤں پر آپ کی کاشت تھی وہاں جاتے اور دن کا کچھ حصّہ نگرانی میں صرف کر کے واپس اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں حاضر ہو جاتے اور رات گئے تک ان کے پاس ہی رہتے اور بعض اوقات آپ رات بھی ان کے ہاں گزارا کرتے تھے لیکن مرشد کے وصال کے بعد آپ اپنے گھر واپس لوٹ آیا کرتے تھے۔ اور یادِ الٰہی میں مصروف رہتے۔

آپ زیادہ تر اسمِ اعظم اور قصیدہ بردہ شریف کا ورد کیا کرتے تھے جسے ہر سانس کے ساتھ جاری رکھتے۔ نمازیں عموماً محلے کی مسجد میں ادا کیا کرتے تھے۔

سعادتِ حج آپ کو ۱۹۱۹ء میں حج بیت اللہ پر جانا نصیب ہوا آپ یہاں سے بذریعہ گاڑی کراچی گئے وہاں پر آپ نے دیکھا جس بحری جہاز کے ذریعہ آپ نے جانا تھا اس میں آپ کو جاننے والوں کی خاصی تعداد تھی حتیٰ کہ آپ جب جدہ بحری جہاز سے اترے تو ایک قافلہ کی صورت اختیار ہو گئی اور اس قافلہ کے سربراہ کی حیثیت سے آپ نے حج کا فریضہ ادا کیا وہاں سے آپ مدینہ شریف تقبہ کے راستے گئے اور وہاں پر بھی حاضری دی۔ اس سفر میں آپ کا بیٹا کرم الٰہی اور آپ کی بیٹی غلام فاطمہ ساتھ تھی۔

لباس و خوراک آپ کا لباس عموماً لمبا کرتا اور کنی والی لنگی تھا۔ سر پہ نقشبندی ٹوپی اور اس پر پگڑی باندھتے۔ اور کاندھے پر رومال رکھا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ کبھی کبھار آپ شلوار قمیص اور اچکن بھی پہنا کرتے تھے۔ آپ کی خوراک قلیل اور سادہ تھی۔ شلغم آپ کی پسندیدہ سبزی تھی۔ رات کو سوتے وقت آپ تھوڑا دودھ پیا کرتے تھے اور جب دودھ پیتے تو تھوڑا سا برتن میں چھوڑ دیتے اور جو کوئی پاس ہوتا اسے پلا دیتے۔

شادی اور اولاد جوانی کے عالم میں آپ کی شادی کا چھو ارائیں خاندان کی ایک شریف زادی سے ہوئی جس کا نام مہر النساء تھا۔ مہر النساء کے والدین بہت ہی امیر زمیندار تھے۔ اور اپنے باپ کی اکلوتی بیٹی تھی۔ ان کی زمین موجودہ مال گودام اور اس کے گرد و نواح کے سارے علاقے پر مشتمل تھی اور انہی کے بطن سے مہر صوبہ کی اولاد ہوئی۔ آپ کے دو لڑکے اور ایک لڑکی تھی۔ لڑکوں میں بڑے کا نام فضل الٰہی تھا اور چھوٹے کا نام کرم الٰہی تھا اور بیٹی کا نام غلام فاطمہ تھا۔

حلیہ مبارک آپ کا قد درمیانہ جسم دبلا پتلا اور داڑھی مبارک شریعت کے مطابق تھی زیادہ لمبی نہ تھی۔

خلفاء آپ کے خلفاء تو بہت سے تھے۔ لیکن ان میں شیر علی خان میاں کرم الٰہی اور رجب علی خان کا نام قابل ذکر ہے۔

وفات آپ نے بروز جمعرات ۲۴ صفر ۱۳۶۴ھ ۸ فروری ۱۹۴۵ء میں وفات پائی انتقال کے بعد آپ کو کوٹ خواجہ سعید کے قبرستان میں دفن کر دیا گیا۔ ساڑھے پانچ سال کے بعد آپ کے چند عقیدت مندوں نے رات کی تاریکی میں وہاں سے آپ کے جسد مبارک کو نکالا۔ اور میانی قبرستان میں موجودہ جگہ پر سپرد خاک کر دیا اور اوپر ایک نہایت عالیشان مقبرہ بنوا دیا۔

مزارِ مبارک قبرستان میانی میں بہاولپور روڈ سے مزنگ چونگی کو آتے ہوئے راستے میں آغا حشر کاشمیری کی قبر سے آگے حضرت مولانا احمد علی صاحب کا مزار اقدس ہے اس سے ذرا آگے جائیں تو سڑک کے دائیں سمت ایک نہایت پُر وقار مقبرہ نظر آتا ہے جو ایک نہایت وسیع و عریض چبوترے پر عام سطح سے تقریباً دس بارہ فٹ بلند ہے۔ آپ کا مقبرہ بنا ہوا ہے۔ مزار میں بجلی کا بھی انتظام ہے۔ مقبرہ سے باہر آپ کے مریدین کی بھی قبور ہیں۔ خاص طور پر آپ کے خلیفہ صادق حاجی چراغ دین المتوفی ۱۹۵۸ء کی بھی قبر ہیں۔ جنھوں نے اس مقبرہ کو بنوایا تھا آپ کی قبر پر سنگ مرمر کی تختی نصب ہے۔

حضرت خواجہ نور محمد نقشبندیؒ

حضرت خواجہ نور محمد نقشبندی عاشق رسولِ مقبول تھے ولایت میں مقام فنا فی الرسول پر فائز تھے، آپ کے والد ماجد حضرت غلام مصطفےٰ نقشبندی تھے والدہ کا نام رحمت بی بی المعروف اماں جی تھا۔ جو قلعہ لال سنگھ تحصیل شرقپور کی رہنے والی تھیں، حضرت غلام مرتضےٰ کی دوسری بیوی تھی پہلی بیوی سے جتنی اولاد نرینہ ہوئی وہ اللہ کو پیاری ہوگئی صرف تین صاحبزادیاں زندہ رہیں۔ حتیٰ کہ ایک روز حضرت کے والدِ محترم اپنی زوجہ محترمہ کے پاس گئے تو اللہ سے دعا کی کہ اسے فرزند عطا فرما دعا بارگاہِ رب العزت میں قبول ہوئی آپ کے والد ماجد نے آپ کی والدہ سے اسی وقت کہہ دیا کہ جاؤ خدا بیٹا ایسا عطا فرمائے گا کہ جسے اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے مالا مال کرے گا۔ اور وہ ولی ہوگا اور ایسا ہی ہوا۔

ولادت آپ جمعۃ المبارک کے دن اور ۱۳۱۴ھ بمطابق ۴ ستمبر ۱۸۹۶ء کو موضع قلعہ لال سنگھ شرقپور میں پیدا ہوئے اگرچہ اماں جی لاہور میں بڑے حضرت صاحب کے پاس محلہ عثمان گنج میں رہا کرتی تھیں لیکن آپ کی پیدائش کے وقت اپنے گاؤں قلعہ لال سنگھ میں گئی ہوئی تھیں۔

حصولِ علم آپ کے عہد طفولیت کے زمانے کا کچھ حصہ آپ کے والد کے زیرِ سایہ گزرا لیکن جب آپ کی عمر ۶ سال سے زائد ہوئی تو آپ کے والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا لیکن بچپن ہی میں آپ کے والد ماجد کی نگاہ شفقت سے ولایت اور خلافت حاصل ہو گئی انھوں نے دنیا سے رخصت ہوتے ہوئے، آپ کو اپنا روحانی جانشین مقرر کر دیا۔

تعلیمی دور کے آغاز میں آپ نے کچھ عرصہ مدرسہ حمیدیہ سے عربی فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ بعد ازاں آپ نے مفتی اعظم حضرت مولانا یار محمد خطیب سنہری مسجد لاہور کی شاگردی اختیار کی اور جوان ہونے تک آپ ایک عالم دین بن گئے۔ آپ کو اردو عربی فارسی اور پنجابی زبان پر پورا عبور حاصل تھا۔ آپ کو تفسیر حدیث منطق فلسفہ اور علم کلام میں پورا ادراک تھا، مثنوی مولانا روم سے آپ کو دلی لگاؤ تھا اور مثنوی کے بے شمار اشعار آپ کو زبانی یاد تھے۔

ذریعہ معاش ہوش سنبھالنے پر آپ نے اپنے والدِ ماجد کی چھوڑی ہوئی زرعی زمین کی نگرانی خود کی آپ ذات کے ارائیں تھے۔ اس لیے کاشت کاری آپ کا آبائی پیشہ تھا۔ آپ کی زمین موضع قلعہ لال سنگھ شرقپور میں تھی جس سے جو آمدنی ہوتی اس پر گزر اوقات کرتے

تھے، لیکن آپ زیادہ وقت اپنے والدِ ماجد کی خانقاہ ہی گزارتے۔

حصولِ معرفت

آپ پر آپ کے والدِ ماجد کی نگاہ التفات تو بچپن میں ہوگئی تھی مگر بالغ ہونے پر آپ پر اسرارِ ربانی ظاہر ہوگئے۔ اور آپ پر عشقِ مصطفیٰ کا غلبہ چھا گیا۔ آپ نے شریعت کی سختی سے پابندی شروع کی اور شریعت کا دامن مضبوطی سے تھامے رکھا آپ کا کوئی کام بھی خلافِ شرع نہ ہوتا بلکہ عین سنتِ نبوی کے مطابق ہوتا تھا آپ نے سلسلہ نقشبندیہ کے طریقے کے مطابق اپنے والدِ ماجد کی روح سے مزید باطنی فیض حاصل کیا اور قلیل عرصہ میں ولیٔ کامل بن کر مسندِ رشد و ہدایت پر جلوہ فگن ہوئے۔

سلسلہ رشد و ہدایت

علومِ ظاہری کی تکمیل پر آپ نے ۱۹۲۰ء میں درگاہ حضرت غلام مرتضیٰ کے غرق رویہ ایک مسجد تعمیر کروائی اور چند سالوں کے بعد رہائش کے لیے دو حجرے بھی تعمیر کروائے۔ یہ حجرے مسجد سے ملحق تھے۔ شروع شروع میں آپ نے اس مسجد میں قرآنِ پاک اور دینی تعلیم کی تدریس شروع کی لیکن جوں جوں سلسلہ عالیہ کی مصروفیات بڑھتی گئیں یہ سلسلہ منقطع ہوگیا۔

آہستہ آہستہ آپ کی بزرگی کا چرچا ہوا اور بے شمار لوگ آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے آپ مرید بنانے میں کچھ تامل سے کام لیتے جب کوئی زیادہ اصرار کرتا تو اسے سب سے پہلے پابندِ شرع کرتے صوم و صلوٰۃ کا عادی کرتے تب مرید بناتے۔ آپ مریدوں کو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلنے کی تاکید فرمایا کرتے تھے اور شرع کے احکامات پر سختی سے پابند رہنے کی تلقین کرتے کا نظریہ تھا کہ سالک کے لیے شرع کی پابندی لازم ہے۔

خطابت

آپ جمعہ کے روز اپنی تعمیر کردہ مسجد میں جمعے کا خطبہ دیا کرتے تھے اور آپ کا یہ معمول آخری دم تک جاری رہا آپ کا پسندیدہ موضوع عشق رسول تھا۔ آپ کا وعظ بہت ہی عالمانہ ہوتا تھا آپ ہر موضوع کو قرآن اور سنت کی روشنی میں بیان فرماتے۔ آپ کے وعظ میں آپ کے عقیدت مندوں کی خاصی تعداد ہوتی۔ اور خاص کر آپ کے مرید آپ کے وعظ میں حاضر ہونا اپنے لیے بہت بڑی سعادت سمجھتے تھے۔

محفلِ ذکر

نماز جمعہ کے بعد مسجد میں مریدین کی محفل ذکر ہوتی مجلس ذکر آپ کا معمول تھا۔ اور جب آپ عشق رسول کے جذبے سے توجہ فرماتے تو محفل میں ایک روحانی سماں پیدا ہو جاتا کہ جس سے اکثر حاضرین کیف و وجد میں آجاتے بسا اوقات آپ کو بھی وجد ہو جاتا ذکر کے بعد یا قبل نعت خوانی بھی ہوا کرتی تھی آپ کو نعت سننے کا بے حد ذوق تھا اور خاص کر ایسی نعت جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق سے بھرپور ہوتی تو آپ پر کیفیت طاری ہو جاتی، آپ کی دعا اور توجہ میں اتنی تاثیر تھی کہ جسے چاہتے مقامِ حضوری تک پہنچا دیتے۔

علمی خدمات

آپ جید عالم دین تھے۔ اور صاحب تصنیف تھے۔ آپ کے زمانے میں بے ادب گروہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر حملے کیے تو آپ نے ان کو بذریعہ تحریر و تقریر جواب دیئے کئی غیر مقلد علماء سے مناظرے کیے اور انھیں رسول اکرم کی ذات سے والہانہ عقیدت رکھنے پر قائل کیا بلکہ آپ کا نظریہ تھا کہ اصل ایمان عشق رسول ہے۔ آپ دوسرے فرقوں مثلاً وہابیوں شیعہ اور مرزائیوں کے سخت خلاف تھے۔

آپ کے زمانہ میں رسول اکرمؐ کو عطائی علم غیب نہ ہونے کے بارے میں دو رسالے لکھے گئے ایک مولوی عبد الشکور ایڈیٹر النجم لکھنؤ کا رسالہ تحفہ لاثانی اور دوسرا مولوی حسین علی ضلع میانوالی کا رسالہ غیب واتی تھا۔ آپ نے ان دونوں رسالوں کے جواب میں " حجت ربانی " کے نام سے ایک رسالہ لکھا جس میں قرآنی دلائل سے رسول اکرمؐ کے کو جمیع موجودات پر محیط ثابت کیا گیا۔ اس کے علاوہ آپ نے مندرجہ رسائل لکھے۔

۱۔ توثیق الابحاث شرح ددود متغاث ۲۔ تحقیق الوجد ۳۔ ظہور صفات فی جمیع الموجودات ۴۔ حج فقیر بر آستانہ پیر ۵۔ قدم بوسی ۶۔ سرور عشق۔

شعر و شاعری آپ پنجابی کے شاعر تھے اور آپ نے پنجابی میں بہت سے اشعار کہے آپ کے اشعار میں بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف ہوتی۔ ایک دفعہ آپ نے اسی جذبہ کے تحت پنجابی اشعار میں ایک کتاب لکھی جس کا نام ردِ وہابیت رکھا مگر جس سے وہابی سٹپٹا اٹھے اس کتاب کو ضبط کروایا آپ علامہ اقبال کی شاعری کے مداح تھے ایک مرتبہ آپ علامہ اقبال کے پاس گئے اور ان سے کہنے لگے کہ حافظ شیرازی کا بیشتر کلام آیات قرآنی کی تفسیر ہے تو حضرت علامہ اقبال نے حافظ صاحب کے دو اشعار پڑھے تو آپ نے وہ آیات قرآنی بتائیں جن سے وہ اشعار تطبیق رکھتے تھے۔ آپ نے ایک بار کہا کہ اگر علامہ اقبال مکمل طور پہ شرع کا پابند ہوتا تو میں اسے اس دور کا مجدد مانتا۔

معمولات آپ کا معمول تھا کہ رات کو کم سوتے اور بعض رات بیداری میں گزار دیتے آپ با نماز تہجد کے اتنے پابند تھے آپ کی نماز تہجد کبھی نہ چھوٹی۔ نماز کے بعد آپ درود شریف پڑھتے اس کے

بعد سورت مزمل کی تلاوت کرتے پھر درود مستغاث پڑھتے اس کے بعد نماز فجر تک قصیدہ بردہ شریف پڑھتے اس کے بعد نماز فجر باجماعت ادا کرتے اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد ذکر و اذکار اور مراقبہ میں مشغول ہو جاتے۔ مریدوں کو نماز کی پابندی کی تاکید کرتے آپ صاحب ثروت تھے اور ہر سال مکمل حساب لگا کر زکوٰۃ دیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ آپ کا ایک مرید ایک دیگ پکوا کر لنگر کے لیے لے آیا آپ نے اس سے پوچھا کہ تم صاحب حیثیت ہو کیا زکوٰۃ دیتے ہو؟ اس نے جواب دیا نہیں تو آپ نے وہ دیگ واپس کر دی اور فرمایا کہ اس خیرات کا کیا فائدہ کہ تو نے فرض کی ادائیگی نہیں کی آپ سال میں دوبار ختم شریف کروایا کرتے تھے اور سال میں ایک بار سالانہ عرس مبارک کرواتے اس میں حاضر ہونے والوں کی خدمت کرتے اور ان دونوں اجتماعوں پر لوگوں کو فیوض و برکات سے نوازتے۔

آپ کے مریدوں کی تعداد کافی تھی جو اندرون ملک اور بیرون ملک تمام دُنیا میں پھیلے ہوئے تھے آپ نے اپنے والدگرامی کے دربار کے بالکل ملحق ایک مسجد بہت سے حجرے۔ دیوان خانے اور چوبارے تعمیر کروائے۔ تاکہ عرس پر آنے والے زائرین کو تکلیف نہ ہو۔ اور وصیت نامہ بھی تحریر کر دیا۔ کہ تا قیامت ان حجروں اور چوباروں کو کوئی سجادہ نشین کرایہ پر نہیں دے سکتا۔

ازدواجی زندگی آپ کی ازدواجی زندگی پُرسکون تھی آپ نے پہلی شادی عالم شباب میں کی، کافی عرصہ تک اس سے اولاد نہ ہوئی پھر اس کے بعد آپ نے دوسری شادی کی اس سے بھی اولاد نہ ہوئی۔ چنانچہ اولاد کے لیے آپ نے تیسری شادی کی مگر اس سے بھی اولاد نہ ہوئی، آپ کی چہیتی بیوی کا نام " غلام فاطمہ تھا جس کی قبر آپ کے پہلو میں ہے۔

وصال حکیم نورالٰہی آپ کے بچپن کے دوست تھے وصال سے پندرہ روز پہلے آپ کی خبرگیری کے لیے آپ کے پاس گئے کیوں کہ ان دنوں وہ بیمار تھے آپ نے انھیں کہا دوست ! اب ہمارا آخری وقت ہے ہو سکتا آپ سے دوبارہ ملاقات نہ ہو چنانچہ ایسا ہی ہوا اور تین دن روز پہلے مریدوں کو فرمایا کہ اب ہمارا آخری وقت ہے انھوں نے کہا اللہ تعالیٰ آپ کا سایہ تادیر ہمارے سروں پر قائم رکھے تو آپ نے کہا کہ یہ فقیر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ عمر نہیں چاہتا چنانچہ اس کے تین دن بعد بروز منگل ۲۰ شوال مکرم ۱۳۷۶ھ بمطابق ۲۱ مئی ۱۹۵۸ء کو آٹھ بج کر ۵۰ منٹ پر اللہ کو پیارے ہو گئے آپ کو آپ کے والد ماجد کی پائنتی جانب دفن کیا گیا اور آپ کے مزار پر گنبد نہیں مقبرہ کے اندر باہر نقاشی قابل دید ہے آپ کا مزار اقدس شیرانوالہ دروازہ کے باہر ریلوے لائن کے قریب محلہ عثمان گنج میں واقع ہے۔

حضرت خواجہ خُدا بخش نقشبندیؒ

حضرت خواجہ خُدا بخش سلسلہ نقشبندیہ کے عارف کامل تھے آپ پنجاب کے شہر میانوالی کے رہنے والے تھے آپ صاحب طریقت و شریعت تھے۔ جامع کمالات ظاہری و باطنی تھے ریاضت وعبادت میں یکتائے زمانہ تھے۔

پیدائش آپ کی ولادت باسعادت ۱۹۰۰ء کے لگ بھگ میانوالی میں ہوئی۔ آپ کے والد ایک نیک اور صالح انسان تھے۔

تعلیم آپ نے بچپن میں قرآن پاک ناظرہ کی تعلیم حاصل کی پھر مختلف اساتذہ سے دینی علوم حاصل کیے آپ قرآن تفسیر حدیث اور فقہ کا اچھا خاصا علم رکھتے تھے۔ علاوہ ازیں آپ عربی اور اردو زبان بخوبی جانتے تھے۔

تلاش حق ابھی آپ جوان نہ ہوئے تھے کہ آپ اپنے گھر سے نکل پڑے اور مختلف مقامات پر پھرتے ہوئے لاہور آئے اور پھر تاحیات یہیں رہے قیام لاہور میں ابتدائی ایام نہایت ہی تنگی اور عسرت سے گزارے مگر خوش قسمتی سے آپ کی ملاقات حضرت سید جلال الدین سے ہوگئی جس سے آپ کی زندگی کا رُخ بدل گیا۔ حضرت سید جلال الدین سلسلہ نقشبندیہ کے ایک صاحب روحانیت بزرگ تھے۔ اور مہر محمد صوبہ سے فیض یافتہ تھے۔ حضرت خواجہ خدا بخش حضرت سید جلال الدین سے متاثر ہو کر ان کے مرید ہوگئے۔ اور انہی کی نگرانی میں راہ سلوک پر گامزن ہوگئے ذکر و فکر کے ساتھ ساتھ آپ نے لاہور میں حکمت سیکھی اور حصول معاش کے لیے حکمت کو بطور پیشہ اپنا لیا۔ آپ نے زندگی کا بیشتر حصّہ مسجد وزیر خان کے ایک حجرے میں گزارا اور اسی حجرے میں مطلب کیا کرتے تھے۔ آپ کے بارے میں مشہور تھا کہ آپ روزانہ وقت مقررہ پر مطلب کھول دیتے اور جب چند پیسے آجاتے جس سے صرف ایک دن کا دو وقت کا کھانا مل سکے تو مطلب بند کر دیتے آپ کی خوراک نہایت ہی سادہ تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ نے بے حد ریاضت و عبادت کی۔ اور منازل سلوک طے کیں جب آپ ہر طرح سے کامل ہوگئے تو آپ کے مرشد نے آپ کو مریدوں کو بیعت کرنے کی اجازت سے نوازا اجازت کے بعد بے شمار لوگ آپ کے حلقہ ارادت میں آئے۔ اور آپ سے فیض یاب ہوئے۔

سلسلہ رشد و ہدایت آپ کے پاس جو حضرات بھی آتے آپ انھیں پابندی شرع کا درس دیتے۔ آپ بذات خود پابند شرع تھے اور آپ کا کوئی فعل بھی خلاف سنت نہ تھا آپ مسجد وزیر خان میں گاہے بگاہے مجلس ذکر کا انعقاد کرتے جس میں مریدین اور عقیدت مند شمولیت کرتے۔ آپ کی مجلس ذکر بہت ہی پرکیف ہوتی۔ آپ جس پر توجہ خاص فرماتے اس پر اسرار ربانی ظاہر ہونے لگتے ایک دفعہ آپ مسجد وزیر خان میں نماز جمعہ ادا کر رہے تھے کہ آپ کے پہلو میں جناب صوفی محمد علی صاحب کوئٹہ والے کھڑے تھے آپ نے نگاہ باطن کی توجہ سے صوفی محمد علی کو خانہ کعبہ سامنے دکھلایا۔ ایسے ہی ایک مرتبہ صوفی محمد علی پر توجہ خاص سے انھیں مجذوب کر دیا اور صوفی صاحب تین ماہ تک مجذوب رہے آپ نے ساری زندگی تجرید میں گزاری۔

خلفاء یوں تو آپ کے بے شمار مرید تھے لیکن آپ نے صوفی محمد علی صاحب نقشبندی مجددی کوئٹہ والے کو اپنا خلیفہ نامزد کیا صوفی محمد علی صاحب کوئٹہ کا شمار نہایت ہی ذی وقار بزرگوں میں ہے جنھوں نے سلسلہ نقشبندیہ کی اشاعت اور ترویج کا کوئٹہ میں بیڑہ اٹھا رکھا ہے۔

وصال آپ کا وصال بروز جمعہ ۲۹ رمضان المبارک ۱۳۵۹ھ مطابق یکم نومبر ۱۹۴۰ء میں ہوا اور آپ کو شمالی لاہور میں کوٹ خواجہ سعید کے قبرستان میں دفن کیا گیا اور حسب وصیت آپ کی قبر کو خام رکھا گیا۔

حضرت چراغ شاہ نقشبندیؒ

حضرت پیر سید چراغ شاہ نہایت ہی متقی اور باشرع بزرگ تھے۔

خاندان آپ کا تعلق سادات سے تھے والد ماجد کا نام سید حسین شاہ تھا۔ آپ کے والد ماجد کا تعلق مراڑہ ضلع سیالکوٹ سے تھا۔

تعلیم و تربیت آپ بچپن میں نصابی تعلیم خاطر خواہ طریقے سے حاصل نہ کر سکے مگر یوں ہی ذرا ہوش سنبھالا تو آپ دینی علوم کے حصول کی طرف راجع ہوئے چنانچہ آپ نے مختلف اوقات میں متعدد علماکرام سے دینی تعلیم حاصل کی آپ کے اساتذہ میں کالری شاہ موضع شیں بھٹیاں ضلع گرداسپور اور میاں صمد دین موضع چھاڑ تحصیل کھاریاں ضلع گجرات کے اسماء گرامی قابل ذکر ہیں۔

بیعت اور حصول روحانیت دینی علم حاصل کرنے کے بعد آپ نے کسی اچھے روحانی بزرگ کی بیعت کے بارے میں سوچنا شروع کیا آخر آپ نے جوانی کے عالم ہی میں حضرت جماعت علی شاہ لاثانی کے دست حق پرست پر بیعت کی اور ان کی زیر نگرانی روحانی منازل طے کرنا شروع کیں آپ نے حصولِ روحانیت کے لیے بے پناہ ریاضت اور عبادت کی آخر تکمیل سلوک پر آپ کو ثانی صاحب سے خرقہ خلافت ملا اور اسی روز سے آپ تبلیغ اشاعت میں مصروف ہو گئے آپ اپنے مرشد کی خدمت میں اکثر حاضری دیا کرتے تھے اور ان کے قریبی مریدوں میں سے تھے حتیٰ کہ حضرت ثانی صاحب کی وفات پر آپ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔

تبلیغ واشاعت آپ نے وفات سے کافی عرصہ پہلے لاہور والٹن ٹریننگ اسکول کے بالمقابل نظام خانقاہ قائم کیا۔ اس کے ساتھ آپ نے مسجد تعمیر کروائی جہاں آپ زائرین اور مریدین کو نیک کام کرنے کی تلقین کیا کرتے تھے کافی عرصہ کی بات ہے کہ بندہ ناچیز بھی ایک مرتبہ ان کی خدمت میں حاضر ہوا آپ اچھے خاصے کھلے جسم کے تھے رنگ سفید گورا چٹا تھا چہرہ پر بڑھاپے کے آثار نمایاں تھے ڈاڑھی مبارک مہندی سے رنگی ہوئی تھے۔ نہایت ہی خلیق اور متواضع تھے۔ دنیاوی حاجات کے لیے آپ کے پاس بے شمار لوگ آتے جاتے رہتے تھے آپ کی دعا نہایت ہی موثر تھی۔ کئی بے اولاد افراد کو آپ کی دعاؤں سے اولاد نصیب ہوئی۔ کئی تنگ دست حضرات کی روزی میں اضافہ ہوا آپ اپنے مریدوں کو نماز اور روزہ کی سختی سے پابندی کروایا کرتے تھے۔ آپ نے حج بھی کیا ہوا تھا۔ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اطہر کی زیارت سے بھی مشرف یاب تھے۔

تصانیف آپ کو تحریر کا بھی شوق تھا لہٰذا آپ کی یادگار تصانیف تنویر لوثانی اور ذکر حبیب کم نہیں وصل حبیب سے معروف ہیں۔

وفات آپ کا وصال ۱۶ محرم ۱۳۸۹ھ بمطابق ۴ اپریل ۱۹۶۹ء میں ہوا آپ کو اپنی قیام گاہ ہی پر دفن کیا گیا آپ کا روضہ مبارک لاہور چھاؤنی میں بیر کالونی میں ہے۔

خلفاء آپ نے بے شمار لوگوں کی روحانی تربیت کی۔ آپ کے خلفاء میں صاحبزادگان کے علاوہ فضل دین موضع بھوگنا ضلع فیصل آباد حاجی فضل دین موضع کانواں والی ضلع شیخوپورہ میاں رحمت اللہ مولوی عبد العزیز صوفی غلام نبی اور چودھری غلام علی کے اسماء گرامی قابل ذکر ہیں۔

حضرت فتح محمدؒ اچھروی نقشبندیؒ

حضرت حافظ صاحب کی شخصیت بابرکات وہ تھی جو بچپن ہی میں نابینا تھے ظاہری تعلیم حاصل کرنے سے مجبور ہو گئے لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم لدنی سے بہرہ ور کیا۔

ابتدائی حالات

آپ کے والد ماجد کا نام میاں امام دین تھا آپ لاہور میں پیدا ہوئے والد ماجد جہاندیدہ انسان تھے اُنھوں نے اپنے بچے کو ابتدائی تعلیم کے لیے اسکول میں داخل کروا دیا ابھی ابتدائی جماعتوں ہی میں تھے کہ ایک دفعہ آپ پر چیچک کا شدید حملہ ہوا۔ جس سے آپ کی آنکھوں کا نور جاتا رہا اس کے بعد آپ نے مکتب میں پڑھنا چھوڑ دیا۔ مگر مختلف اساتذہ سے عربی فارسی اور اُردو کی زبانی تعلیم حاصل اس تعلیم کے ساتھ آپ نے قرآن پاک حفظ بھی کیا۔

نسبت نقشبندیہ

آپ نے سلسلہ نقشبندیہ میں حضرت خواجہ عبدالرسول کے دست حق پرست پر بیعت کی آپ نے ذکر و اذکار علاوہ خدمت مرشد پر بھی بہت زور دیا۔ کچھ عرصہ ان کی خدمت میں بھی بسر کیا آپ اپنے مرشد کا بے حد احترام کیا کرتے تھے حتیٰ کہ آپ کے بارے میں مشہور تھا کہ آپ ان کا کھانا اپنے گھر میں بوئی ہوئی سبزیوں سے تیار کرتے تھے۔ جب آپ نے منازل سلوک طے کر لیں تو خواجہ عبدالرسول صاحب نے آپ کو خلافت نقشبندیہ سے نوازا۔ سلسلہ نقشبندی کے علاوہ آپ نے سلسلہ قادریہ میں بھی حضرت مولوی نور عالم سے اکتساب فیض کیا۔

دینی خدمات

آپ نے نابینا ہونے کے باوجود بے شمار دینی خدمات سر انجام دیں۔ آپ نے اچھرہ میں ایک دینی مدرسے کا اجراء کیا اور وہاں بذاتِ خود بچوں کو قرآن پاک کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ اس مدرسے کا نام جامعہ فتحیہ ہے۔ وہاں آپ عربی کی کتب خود پڑھایا کرتے تھے۔ آپ حکمت کے پیشہ میں بھی خاصی مہارت رکھتے تھے اور لوگوں کی طبّی خدمت کیا کرتے تھے۔

آپ اخلاقِ حسنہ کے مالک تھے دینی علم حاصل کرنے والوں کی بے حد قدر کیا کرتے تھے۔ طالب علموں کے ساتھ اپنے بچوں جیسا برتاؤ کیا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ آپ درویش کامل اور عارف باللہ تھے۔ آپ مجیب الدعوات تھے بے شمار لوگوں کو آپ سے دینی اور روحانی فیوض و برکات حاصل ہوئے۔ آپ نے ایک کتاب صلوٰۃ القرآن بمتابعت حبیب الرحمٰن شائع کرائی۔

آپ کے ہمعصر بزرگانِ دین

آپ کے ہمعصر صوفیاء میں حضرت میاں شیر محمد شرقپوری اور سائیں توکل شاہ انبالوی بہت معروف ہیں۔ حضرت میاں شیر محمد شرقپوری آپ کے پاس اکثر آیا جایا کرتے تھے۔ حضرت میاں صاحب آپ سے مل کر نہایت محظوظ ہوا کرتے تھے۔

وصال

آپ کا وصال بروز ہفتہ بتاریخ ۲۹ شوال ۱۳۳۵ھ بمطابق ۱۶ اگست ۱۹۱۷ء میں ہوا اور آپ کو اچھرہ قبرستان میں دفن کیا گیا جہاں آپ کا مزار اقدس مرجع خلائق ہے۔

شادی

آپ نے ایک نیک خاتون سے شادی بھی کی اور اس سے آپ کی اولاد بھی پیدا ہوئی آپ کے صاحبزادے کا نام میاں مشتاق احمد تھا۔

حضرت محمود شاہ نقشبندیؒ

حضرت محمود شاہ لاہور کے رہنے والے تھے آپ کے والدین نیک اور صالح تھے ان کی تربیت کا اثر تھا کہ آپ راہ سلوک کے طالب حقیقی بنے۔ آپ بڑے زاہد اور عابد تھے۔

روحانی نسبت آپ سلسلہ نقشبندیہ میں حضرت عبدالکریم مجددی کے مرید تھے۔ اور انہی کی صحبت میں رہ کر آپ کو سلسلہ مجددیہ نقشبندیہ میں فیض حاصل ہوا۔ حصولِ روحانیت کے لیے آپ عمر کا بیشتر حصہ گوشہ نشین رہے اور اس گوشہ نشینی کے دور میں آپ نے بے حد ریاضت اور عبادت کی۔ آپ دنیا داروں سے الگ تھلگ رہتے تھے آپ ہر لحاظ سے پابندِ شرع تھے آپ نوافل اور ذکر پر بہت زور دیا کرتے تھے بذاتِ خود بھی نوافل کثرت سے پڑھتے تکمیل سلوک پر آپ کے مرشد نے آپ کو خرقہ خلافت سے نوازا۔

سلسلہ رشد و ہدایت آپ کوچہ کوٹھی سواراں کشمیری بازار میں رہتے تھے خرقہ خلافت ملنے پر آپ لوگوں کو راہ حق پر لانے میں مصروف ہو گئے آپ کی دعا میں بے حد اثر تھا۔ لاہور میں سلسلہ نقشبندیہ کو پھیلانے میں آپ نے نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ بے شمار لوگوں کو آپ کی ذات بابرکات سے دینی اور روحانی فیوض و برکات حاصل ہوئے۔ لہذا لاہور

اور بیرون لاہور ہزارہا آپ کے ارادت مند تھے۔

آخری عمر میں کافی ضعیف ہو چکے تھے مگر جسمانی کمزوری کے باوجود بھی آپ خدمت خلق میں مصروف رہتے آپ کا چہرہ مبارک نورانی تھا۔

وصال آپ کا وصال ۱۲۸۰ھ بمطابق ۱۸۶۴ء میں ہوا۔ آپ کو شمالی لاہور میں مزار حضرت گھوڑے شاہ کے بالمقابل دفن کیا گیا۔ آجکل آپ کا مزار مسجد گھوڑے شاہ کے قریب واقع ہے۔ آپ کے مقبرہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ مقبرہ آپ کی زندگی ہی میں آپ کے مریدوں نے بنوایا تھا۔

پیر غلام دستگیر نامی نے آپ کی تاریخ وفات پر یوں قطعہ کہا ہے۔

بتاریخِ او نامی خوش بیاں — "سیادت نشاں شاہ محمود" گفت (۱۲۸۰ھ)

از نامی حامدِ زمانہ — "تن بر یاضت" است تاریخ (۱۸۶۴ء)

حضرت عبداللہ شاہ بلوچ قادریؒ

خُدا جسے چاہے اپنے رحمت خاص سے نواز دے اس کے ہاں قوم اور ذات کی برتری کو کوئی دخل حاصل نہیں۔ لاہور کے ایک بلوچ خاندان میں جو باہر سے آکر یہاں آباد ہوا تھا ایک اللہ کا بندہ پیدا ہوا جس کا نام عبداللہ تھا۔ اسی نام کی بدولت وہ حقیقت میں اللہ کا بندہ بنا۔

تلاش حق عالم شباب میں ساربانی کا پیشہ کیا ساربانی سے خوب دولت کمائی بلکہ اپنے دور میں ایک نئی آبادی قائم کر ڈالی جس کا نام کوٹ عبداللہ رکھا۔ لیکن اتنا امیر کبیر ہونے کے بعد آخر ایک دن سوچا کہ اے عبداللہ یہ دولت تیرے کس کام آئے گی۔ یہ تیری تعمیر کردہ عمارتیں تجھے قبر میں کیا فائدہ دیں گی

کیونکہ آپ نے بہت سی عمارات بھی تعمیر کروائی تھیں۔ اس سوچ نے آپ کو تلاش حق کے راستے پر گامزن کیا اور اللہ کا بندہ بنا دیا۔ چنانچہ آپ مال و دولت اور دنیا کو ترک کر کے اللہ کے فقیر ہو گئے۔

مریدی و خلافت

آپ نے شیخ شرف الدین کی مریدی اختیار کی اور انہی کی نگاہ فیض سے روحانی فیض پایا۔ آپ پر عشق الہیٰ کا جذبہ غالب تھا۔ اور اسی جذبہ کے تحت آپ پنجابی کے اشعار کہا کرتے تھے۔ جن میں معرفت پنہاں ہے۔ آپ نے مرید ہونے کے بعد پیر روشن ضمیر کی زیر ہدایت بہت زیادہ ریاضت اور عبادت کی حتیٰ کہ تکمیل سلوک پر آپ کے مرشد نے آپ کو سلسلہ عالیہ قادریہ میں خلافت عطا فرمائی۔

طالبان حق کی راہنمائی

حصول خلافت کے بعد آپ نے ساری عمر ملنے جلنے والوں کو راہ ہدایت کی تلقین میں گزاری اور بیشتر مخلوق خدا کو اللہ کا راستہ دکھلا دیا۔ لاہور کے بے شمار لوگ آپ کی بزرگی کے قائل ہوئے حتیٰ کہ آپ کو شہرت دوام حاصل ہوئی۔ آپ سے چند ایک کرامات بھی سرزد ہوئیں جن کا ذکر مندرجہ ذیل ہے۔

ایک روز شیخ فیض، عبداللہ شاہ صاحب کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ لاہور کا ایک ساہوکار اُن کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا کہ یا حضرت آپ کی خدمت گزارش ہے کہ عموماً لوگ کیمیا گری کرتے ہیں کہ یہ عام و خاص لوگ کیمیا کیمیا کہتے ہیں کیا کیمیا گری سچ ہے یا غلط۔ آپ نے فرمایا کہ جا اور ایک پیسے کا سم الفار اور گوگرد اور ایک روپیہ کے پیسے لے آؤ۔ چنانچہ وہ لے آیا۔ آپ نے شیخ فیض کو فرمایا کہ ہمارا مٹی کا پیالہ اُٹھالا اور یہ پیسے پیالہ میں ڈال کر سم الفار اور گوگرد پیس کر پیسوں پر چھڑک دے اس کے بعد اُن پر کوئلہ سلگا تاکہ پیسے سُرخ ہو جائیں۔ شیخ فیض نے ایسا ہی کیا۔ دو تین لمحہ کے بعد فرمایا کہ

اگر پیسے سُرخ ہو گئے ہیں تو ان میں سے ایک پیسہ نکال کر دیکھو۔ جب اس نے ایک پیسہ نکالا تو دیکھا کہ وہ سیاہ ہو گیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس پر ایک ضرب مار، چنانچہ اُس نے اینٹ اٹھا کر اُس پر ماری۔ چوٹ لگنے سے پیسہ کے اُوپر سے ایک پردۂ سیاہ دور ہو گیا اور بیچ میں سے زرِ سُرخ خالص سونا نکل آیا۔ بعد ازاں سب پیسے نکلوائے اور اس شخص سے فرمایا کہ یہ سب پیسے اب خالص سونا بن گئے ہیں ان کو لے جا۔ اُس نے عرض کی کہ مجھ کو اس سونے کی حاجت نہیں، مَیں چاہتا ہوں کہ آپ مجھ کو سکھلا دیں۔ آپ نے فرمایا کہ ایسی کیمیاگری بہت آسان ہے، اپنے خدا کی عبادت کر کہ اگر تو سچے دل سے خدا کی عبادت کرے گا تو اگر مٹی کو ہاتھ لگائے گا تو سونا بن جائے گی کیونکہ عارف لوگ نظر سے لوہے کو سونا بنا دیتے ہیں۔ اُس نے مایوس ہو کر کہا کہ مجھ پر یہ حرام ہے آپ خود ہی رکھیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہم بھی اس کو حرام سمجھتے ہیں۔ آخر شیخ فیض نے عرض کی کہ اب اس کے بارے میں کیا حکم ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اے شیخ اس کو بازار میں لے جا اور فروخت کر کے جو روپیہ حاصل ہو اُس کے لوٹے اور رسیاں لے کر مسجدوں میں تقسیم کر دے۔

چنانچہ شیخ فیض نے ایسا ہی کیا اور یہ کرامت حضرت کی ہوئی کہ وہ لوٹے اور رسیاں بے کم و کاست فی مسجد ایک ایک برابر آئیں اور تمام شہر میں کوئی مسجد باقی نہ رہی جس میں رسی اور لوٹا نہ پہنچا ہو۔

بعد ازاں شیخ فیض کو ہوس دامنگیر ہوئی اور اُنھوں نے اپنے گھر میں جا کر سم الفار اور گندھک لا کر پیسوں پر ڈالی اور اُن کو آگ میں سُرخ کیا۔ جب پیسوں کو آگ سے نکالا تو دیکھا کہ کیمیا تو کجا پیسوں کا بھی نقصان ہو گیا ہے، اور پیسے کام سے جاتے رہے ہیں۔ دوسرے روز اِس ارادہ سے کہ حضرت

سے جا کر تعلیم علم کیمیا کی التماس کروں گا میاں شیخ فیض حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

اُن کو دیکھتے ہی حضرت عبداللہ شاہ نے فرمایا کہ کیوں جی شیخ صاحب خود بخود گھر میں کیمیا بناتے ہو، اگر ایسی کیمیا گری میں متوجہ ہو گئے تو خدا کو کب پاؤ گے صرف محروم رہ جاؤ گے، اور یہ شعر زبانِ گوہر فشاں سے فرمایا شعر

ہم خدا خواہی و ہم دُنیائے دوں
ایں خیالست و محال است و جنوں

خلفاء آپ کے کئی خلیفہ تھے جو بہت مشہور ہوئے۔ لیکن ان کے بڑے خلفاء میں سے ایک حافظ غلام محمد المشہور امام گاموں امام مسجد وزیر خاں تھے جو اپنے وقت میں یگانۂ آفاق تھے۔ دوسرے شیخ فیض بخش قریشی لاہوری تھے۔

وصال اللہ کے اس نیک اور صالح بندے کا وصال ۱ جمادی الاول ۱۲۱۲ھ میں ہوا۔

اور قطعۂ تاریخ وفاتِ عبداللہ شاہ مصنّفہ مفتی غلام سرور یہ ہے۔

قطعہ۔

آں جنابِ پیر عبداللہ شاہِ دو جہاں — اختر برج ولایت مہر دیں ماہ بہشت
سالِ ترحیلش چو سرور جست از رضوانِ خلد — گفت عبداللہ ولی بادشاہ بہشت

"حضرت کا مزار موضع مزنگ کے اندر محلہ چاہ جنڈی میں مسجد چاہ جنڈی کے متصل واقع ہے۔"

حضرت عبداللہ مسافر صحرائی قادریؒ

نام و نسب آپ کا اصل نام عبداللہ تھا لیکن مسافر صحرائی کے نام سے مشہور ہوئے کیوں آپ نے کچھ عرصہ جنگلوں اور صحراؤں کی مسافرت میں گزارا اسی لیے صحرائی مشہور ہو گئے۔ آپ کے والدین یوسف زئی پٹھان تھے۔۔ جو بہادری کے کارناموں میں بہت مشہور تھا۔

پیدائش آپ سُرخ ڈھیری میں پیدا ہوئے جو مردان میں ہے بیان کیا جاتا ہے کہ آپ ۱۸۱۴ء کے قرب وجوار میں پیدا ہوئے۔

تعلیم و تربیت آپ نے قرآن اور دینی علوم کی ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں میں امام مسجد سے حاصل کی۔ اس کے بعد پشاور میں چلے گئے اور مزید علم حاصل کیا اس کے بعد ایک مسجد میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری کیا اور بچوں کو قرآن پڑھایا کرتے تھے۔

بیعت پشاور میں آپ حبیب اللہ شاہ سے اس قدر متاثر ہوئے کہ ان کے ہمراہ براستہ لاہور بمبئی چلے گئے۔ اور بیعت بھی انہی سے سلسلہ قادریہ شطاریہ میں کر لی۔ کچھ عرصے کے بعد آپ کے پیر و مرشد کا بمبئی میں وصال ہو گیا۔ تو انھوں نے وفات سے قبل آپؒ کو تحریری ہدایت نامہ جاری کیا تھا چنانچہ آپؒ نے اپنے پیر و مرشد کے مرقد منور کے پاس ہی ٹھہرنا مناسب خیال کیا۔ اور وہاں تقریباً

دو اڑھائی سال قیام فرما رہے۔

شجرۂ بیعت سلسلہ عالیہ قادریہ میں آپ کا شجرہ بیعت اس طرح ہے۔ "حضرت محمد عبداللہ مسافر صحرائی قادری شطاری مرید حبیب اللہ شاہ مرید برہان الدین ثانی مرید شاہ وجیہہؒ الدین مرید شاہ عبد اللہ علویؒ قادری مرید شاہ محمد غوث حسینی مرید شاہ وجیہہ الدین مرید شاہ برہان الدین مرید شاہ ہاشم علوی مرید شاہ عبداللہ علوی مرید شاہ وجیہہؒ الدین گجراتی حیدر علی ثانی مرید شاہ محمد غوث گوالیاری مرید شاہ ظہور حاجی حیدر قادری مرید شاہ ابو الفتح ہدایت اللہ سرمست قادری مرید شاہ محمد غلام الدین مرید شاہ عبد الوہاب مرید شاہ محمود مرید شاہ عبد الغفار صدیقی مرید شاہ محمد قادری مرید شاہ جعفر احمد حسینی مرید شاہ ابراہیم حسینی مرید شاہ عبداللہ قادری مرید سید عبدالرزاق خلیفہ کامل حضرت غوث الاعظم سید عبد القادر جیلانیؒ"

صحرا نوردی بمبئی میں قیام کے بعد آپ دکن کے جنگلوں میں چلے گئے وہاں آپ تین سال تک پھرتے رہے۔ صحرا نوردی کے بعد حیدر آباد چلے گئے کچھ عرصہ وہاں قیام کیا پھر وہاں سے مختلف مقامات پر پھرتے رہے اس کے بعد آپ لاہور تشریف لے آئے اور آخری دم تک یہیں آباد رہے۔

رشد و ہدایت قیام لاہور میں سکونت اختیار کر کے آپ نے ارشاد و تلقین کا سلسلہ شروع کیا تو اس دریائے معرفت سے بے شمار تشنگان معرفت و طریقت نے سیرابی اختیار کی آپ صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے۔ استجابت دعا کا یہ عالم تھا کہ جو کچھ زبان سے فرماتے وہ اسی طرح ہوتا۔ اتباع سنت میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کامل پیروی کرتے۔ آخری عمر میں ہر

قسم کا آرام ہونے کے باوجود فقیرانہ شان۔ درویشانہ بے نیازی اور قلندرانہ ٹھاٹھ پر آنچ نہ آنے دی۔ مریدین سے نہایت محبت اور پیار سے پیش آتے۔ حاجت مندوں کی باتیں نہایت توجہ سے سنتے اور ان کی دلدہی میں مکمل کوشش فرماتے۔ ساری عمر سادہ غذا پر گزران رہی۔ کبھی پُر تکلف کھانا نہیں کھایا۔ لباس نہایت سادہ اور درویشانہ تھا۔ سینہ میں دردمند دل تھا۔

شادی اور اولاد آپ نے یہاں آکر دو بیویاں کیں ان میں سے پہلی بیوی کا نام عصران بی بی تھا جو سادات تھیں۔ ان سے مندرجہ ذیل اولاد پیدا ہوئی۔ (۱) صاحبزادہ حبیب اللہ (۲) صاحبزادہ فضل حق (۳) صاحبزادہ فضل احمد (۴) صاحبزادہ عبداللطیف (۵) صاحبزادہ فضل الرحمان (۶) محترمہ مرحمہ بی بی (۷) محترمہ رحیمہ بی بی۔ آپ کی دوسری بیوی دہلی کے سوداگر جواہرات کی دختر تھی۔ بیوہ ہوگئیں تو آپ سے نکاح کیا۔ ان سے حضرت صاحب کا ایک لڑکا تولد ہوا۔ جس کا نام حنیف اللہ رکھا گیا۔ جو وفات پا چکا ہے۔ اور اب اس کی قبر آپ کے گنبد کے زیر سایہ ہے۔ نیز ایک دختر بنام سردار بیگم بھی تولد ہوئیں۔

وصال اڑھائی سال کی بیماری کے بعد آپ بروز بدھ ۵ رجب ۱۳۳۹ھ بمطابق ۱۶ مارچ ۱۹۲۱ء میں وصال پا گئے اس وقت عمر مبارک تقریباً ۱۰۸ سال کی تھی۔ اور اپنی بنا کردہ خانقاہ میں ہی مدفون ہوئے۔

قبر مبارک آپ کی قبر مبارک باغبانپورہ میں ہے جو میاں فیروز دین باغبان پوری ولد میاں امین الدین نے آپ کے وصال کے بعد بصرف کثیر بنوائی۔

حضرت حافظ برکت علی قادریؒ

حضرت حافظ برکت علی علم و عرفان کی دُنیا میں عشق رسول سے لبریز شخصیت تھے آپ کی ذات گرامی شریعت و طریقت کا ایک حسین مرقع تھی۔ آپ کی سیرت اور کردار میں غوث پاک کی چاہت کا عنصر بہت نمایاں تھا۔

پیدائش اور تعلیم تربیت

آپ کے والد ماجد کا نام فضل دین تھا جن کا پیشہ زمینداری تھا آپ قریباً ۱۹۰۰ء میں لاہور میں پیدا ہوئے۔ آپ کی عمر ابھی تین برس کی تھی کہ آپ کے والد ماجد اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔ والد کے وصال کے بعد آپ کے حقیقی ماموں نے آپ کو اپنی کفالت میں لے لیا آپ کے ماموں کا نام الحاج شیخ ولایت علی قادری تھا آپ نے بچپن میں قرآن پاک حفظ کیا پھر استاد حافظ کریم بخش امام مسجد کھجور والی مسجد کوچہ غوثیہ سے عربی فارسی کی تعلیم حاصل کی۔

بیعت

آپ بچپن ہی میں اپنے ماموں کے ہمراہ بغداد گئے اور وہاں حضرت پیر مصطفیٰ گیلانی سے سلسلہ قادریہ میں بیعت کر لی۔ آپ کی عمر بہت چونکہ چھوٹی تھی اس لیے واپسی پر پھر دینی تعلیم کی طرف راغب ہوئے۔

دنیاوی تعلیم اور ملازمت

آپ نے دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ اسلامیہ ہائی سکول بھاٹی گیٹ لاہور سے ۱۹۱۸ء میں میٹرک کا امتحان پاس کر لیا۔ اور پھر اسلامیہ کالج سے بی اے کا امتحان اوّل درجہ میں پاس کیا نصابی تعلیم کے دوران بھی آپ نے عربی اور فارسی کے مضامین خصوصی طور پر پڑھے اس کے بعد آپ نے اکاؤنٹنٹ جنرل کے دفتر میں ملازمت

کرلی۔ مگر کچھ عرصہ کے بعد ہی آپ نے اپنے صوفیانہ مزاج کی بنا پر ملازمت چھوڑ دی اور ماموں کے آرمی پریس پر نگرانی کا کام شروع کر دیا۔

عروج طریقت حصول روزگار کے ساتھ ہی آپ طریقت کی راہ پر گامزن رہے سلسلہ قادریہ کے طریقوں کے مطابق آپ نے بے حد ریاضت و عبادت کی اس کے علاوہ آپ اپنے ماموں کی توجہ خاص سے علم طریقت اور تصوف کے رموز و نکات سے آگاہ ہوئے۔ آپ کے ماموں ہر اسلامی مہینہ کی گیارہ تاریخ کو ختم غوثیہ کی محفل کروایا کرتے تھے۔ آپ اس میں بڑے خلوص اور لگن سے حصہ لیتے اور ختم شریف میں نعت شریف پڑھا کرتے تھے۔ جس سے سامعین بے حد محظوظ ہوتے۔ ماموں کے وصال کے بعد سلسلۂ قادریہ کی توسیعی خدمات کی اشاعت کا پورا حق ادا کیا۔ کوچہ غوثیہ نیا بازار لاہور میں اپنے جدی پیر خانے میں مجالس ذکر و ارشادات کے ذریعہ سے متواتر نصف صدی تک رونق بخشتے رہے اس دوران آپ نے دو مرتبہ حج اور سات مرتبہ زیارت بغداد شریف کے لیے سفر اختیار کیے۔ بغداد شریف سے آپ جو تبرکات لائے ان کی تفصیل اس طرح ہے۔

۱۔ حضور غوث پاک کی تسبیح کا ایک دانہ۔
۲۔ تالا جو درگاہ حضرت شاہ جیلان دو سو سال تک لگتا رہا۔
۳۔ پارچات از قسم غلافِ مرقد منوّر حضور غوث پاک۔

سلسلہ قادریہ کی خدمات آپ نے قادری سلسلہ کی ترویج و اشاعت میں کام کرنا شروع کر دیا اور اس میں بہت کامیابی حاصل کی۔ ختمات غوثیہ لاہور میں آپ کی وجہ سے رائج ہوئے نیز بڑی گیارھویں شریف بھی آپ کی ہی کوششوں سے مروج ہوئی۔

آپ نے وصال تک محفل خانہ غوثیہ میں لنگر کا وسیع پیمانے پر آغاز کیا جس

میں امیر و غریب میں بلا تفریقِ مذہب و ملت جوق در جوق آتے۔ تمام سال روزانہ بلا ناغہ ختمِ غوثیہ کے بعد قادری تبرک تقسیم فرماتے تھے۔ بڑے بڑے روساء وسیاسی رہنما اور اعلیٰ حکام ان کی اس روحانی مجلس میں شرکت کرنا اپنی سعادت سمجھتے تھے۔ بعض عاشقانِ غوث پاک نیاز میں صرف چنے بتاشے رکھتے تھے جسے آپ ناپسند فرماتے تھے۔ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ خود تو ہم اپنی تقریبات میں اعلیٰ نفیس کھانے نوش کرتے ہیں لیکن نیاز و ختم میں یہ حال ہو! چنانچہ نیاز میں روزانہ اعلیٰ قسم کا بہترین پکوان ہوتا تھا۔ فروٹ، مٹھائی علیحدہ۔ سالانہ ختمِ غوثیہ میں ایک صد ایک دیگ بریانی تقسیم فرماتے۔ جو تمام دن رات اندرون شہر کے قدیم باشندے بطورِ تبرک حاصل کرنے میں سعادت سمجھتے اور خود ان کا یہ عالم تھا بس خوردہ چاول جو لوگ چھوڑ جاتے تھے چن چن کر نوش فرماتے تھے۔ آپ کی قائم کردہ بزم احناف (غوثیہ تبلیغ و نیاز کمیٹی) نے تبلیغِ دین اور اشاعتِ اسلام کی بے لوث خدمات انجام دی ہیں۔ دو درجن کے قریب کتب شائع کیں جن ہیں فراموش نہیں کیا جا سکتا۔

صوفیانہ شاعری

حضرت حافظ صاحب عربی فارسی اور اردو میں خاصی دسترس رکھتے تھے۔ وہ روشن ضمیر پیر کامل ہونے کے ساتھ ساتھ بلند پایہ صوفی شاعر بھی تھے۔ ان کی صوفیانہ شاعری حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور غوث پاک کی محبت والفت کے گرد گھومتی ہے آپ کی مقبول نعت جو قادری مجالس میں ایک درد انگیز روحانی کیفیت پیدا کرتی ہے۔ اس کا مطلع

؎ مالک کون و مکاں ذات رسول عربی
شاہ شاہانِ زماں ذات رسول عربی

ان کے مجموعۂ کلام "داستانِ غم سے" سامعین پر وجد و کیف کی ایک عجیب کیفیت طاری ہو جاتی تھی ان کی شاعری کا مرکزی خیال عشقِ حقیقی تھا۔

تصانیف آپ کو تصنیف و تالیف کا بھی بڑا شوق تھا لہذا آپ نے کئی ایک کتب لکھیں۔ جن میں مشہور رسالہ سجدہ تعظیمی، رسالہ استمداد، شرح قصیدۃ النعمان، زاہد خشک و سماع۔ سی۔ حرفی۔ محقق العقائد، داستان غم دو حصے، کلام الاولیاء فی شان اولیاء ترکیب ختم غوثیہ و طریقہ ایصال ثواب، جو اعلیٰ درجے کی کتابت و طباعت کے باعث لاجواب ہیں اتنی خوب کتب کم دیکھنے میں آئیں۔

شادی آپ کی شادی اپنے حقیقی ماموں ولایت علی قادری کی دختر اختر غلام زہرا سے ہوئی لیکن آپ کے ہاں اولاد نہ ہوئی۔

وصال آپ نے قصیدہ بردہ شریف کی شرح لکھنا شروع کی لیکن اسی دوران بیمار ہو گئے مگر بیماری کے دوران فالج کا شدید حملہ ہوا۔ فوراً عقیدت مندوں نے نیم بے ہوشی کے عالم میں ہسپتال پہنچایا۔ چار پانچ یوم زیر علاج رہنے کے بعد ۲۰ جمادی الثانی ۱۳۸۳ھ کو بروز جمعہ بعد از نماز فجر واصل بحق ہوئے۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون اور محفل خانہ غوثیہ کوچہ غوثیہ نیا بازار مابین لوہاری و شاہ عالمی مدفون ہوئے۔ جو زیارت گاہ عام ہے۔

سجادہ نشین حضرت حافظ صاحب کے جانشین جناب غلام دستگیر قادری صاحب ہیں جو فقیرانہ اور درویشانہ خیالات رکھتے ہیں اور برکت پریس سے سلسلہ روزگار وابستہ رکھتے ہیں۔

حضرت فضل شاہ قادریؒ

ودود اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں میں سے ہے۔ جو بندہ اسے اس اسم صفاتی سے یاد کرتا ہے اللہ اسے اپنی محبت سے نواز دیتا ہے۔ دین و دنیا میں اپنی نعمتوں سے مالا مال کر دیتا ہے۔ حضرت فضل شاہ اللہ تعالیٰ کے وہ برگزیدہ انسان تھے جنھوں نے اللہ تعالیٰ کو ودود کے نام سے یاد کیا اور ایسا یاد کیا کہ ساری عمر یا ودود یا ودود کہتے ہوئے گزار دی اس کا انعام یہ ملا کہ اللہ نے انھیں دین و دنیا میں سر بلندی عطا کی ان کی دعا کو مجیب الدعوات کیا۔

ابتدائی حالات حضرت قطب عالم فضل شاہ کے آباؤ اجداد بکیریاں ضلع ہوشیار پور کے رہنے والے تھے آپ کے والدِ ماجد حضرت نبی بخش بھی ہوشیار پور میں رہتے رہے لیکن ایک وقت آیا وہ ہوشیار پور کو چھوڑ کر جالندھر آگئے اور وہاں پر سکونت اختیار کر لی۔ آپ کے والد انتہائی نیک اور صالح انسان تھے طریقت میں حضرت شاہ محمد غوث کے مرید تھے۔ آپ کی والدہ کا نام عمر بی بی تھا دونوں میاں بیوی کے شب روز یادِ الٰہی میں گزرتے گئے حتیٰ کہ آپ کی والدہ بچے کی امیدوار ہو گئیں۔

ولادت آپ ۱۸۸۸ء میں اس عالم رنگ و بو میں تشریف لائے۔ آپ کے والد نے آپ کا نام فضل الدین رکھا۔ آپ کے والد کے پیر ہوشیار پور میں رہتے تھے چنانچہ آپ کے والد جب کبھی اپنے مرشد کی خدمت

میں جاتے تو آپ کو ساتھ لے جاتے۔ حضرت شاہ محمد غوث آپ سے بڑا پیار کیا کرتے تھے اور پیار سے کہا کرتے تھے کہ یہ میرا بیٹا فیضی شاہ ہے وقت کا قطب ہوگا۔ بے شمار مخلوق خدا اس سے فیض یاب ہوگی۔ چنانچہ والد کے مرشد کی دعا پوری ہوئی اور آپ صاحب فضل بنے۔

ابتدائی تربیت

جالندھر میں آپ کے والد محنت مزدوری کرکے رزق حلال کمایا کرتے تھے اور اسی سے اپنے اہل وعیال کا پیٹ پالتے تھے۔ آپ کے والد اور والدہ قدرتی طور پر مہمان نواز تھے اور اکثر اللہ کی راہ میں غربا اور مسکینوں کی خدمت کیا کرتے تھے۔ آپ خاموش طبع تھے اور بچپن میں جس طرح عام بچے کھیل کود میں بڑی دلچسپی لیتے ہیں آپ کھیل کود میں قطعاً دلچسپی نہ رکھتے تھے آپ کے گھریلو ماحول کا آپ کی طبیعت پر خاصا اثر ہوا اور اس ماحول کے زیر اثر آپ کی طبیعت میں تلاش حق کے اثرات نمایاں نظر آنے لگے۔ آپ نے بچپن میں لکھنے پڑھنے کی بالکل پروا نہ کی۔ جب آپ ذرا بڑے ہوئے تو دنیا کے کام کاج سے منہ موڑ کر راہ حق کے متلاشی بن گئے آپ ویرانے اور بے آباد جگہوں پر پھرتے رہتے حتیٰ کہ کافی عرصہ اسی طرح جذب ومستی میں گزر گیا جو مل جاتا اس پر گزارہ کرتے۔

حضرت خدا بخش سے ملاقات

آپ کے زمانے میں جالندھر سے دو میل کے فاصلے پر ایک بزرگ کا مسکن تھا ان کا نام خدا بخش تھا جو سلسلہ قادریہ کے پیر طریقت تھے۔ نہایت ہی متقی پرہیزگار اور شب بیدار تھے۔ جنگل سے لکڑیاں لایا کرتے اور فروخت کرکے اپنی بسر اوقات کیا کرتے تھے۔ ایک روز آپ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت دوسرے لوگ بھی ان کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے۔ جب

آپ پہنچے تو اُنھوں نے فرمایا کہ بیٹا ہم بڑے دنوں سے تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ ان الفاظ پر آپ رو پڑے اتنے میں اُنھوں نے آپ کو سینے سے لگا لیا پھر شفقت سے اپنے پاس بٹھالیا۔

بیعت اس کے بعد آپ نے ان کی بیعت کی اور انہی کے پاس رہنے لگے آپ نے کافی عرصہ خدمت مرشد میں گزارا اسی دوران آپ نے ان کی ہدایت کے مطابق بے پناہ ریاضت و عبادت کی۔ صحبت مرشد نے آپ کو درجہ کمال تک پہنچایا آپ ہر وقت یاد الٰہی میں گمن رہتے اس لیے زیادہ تر خاموش رہتے ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت خدا بخش کے دوسرے مریدوں نے آپ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یا حضرت آپ کے یہ مرید اکثر خاموش رہتے ہیں تو مرشد نے فرمایا کہ انشاء اللہ یہ تبلیغ دین کے لیے بہت بولیں گے اور ان کا بولنا سند کا درجہ ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

عطائے خلافت چودہ سال تک آپ اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں رہے آخر جب آپ ہر طرح حصول معرفت میں مکمل ہو گئے تو اُنھوں نے آپ کو خرقہ خلافت عطا فرمایا صحبت سے آپ کے کردار میں چار خوبیاں یعنی قول صادق علم باطن عمل صالح اور اخلاص نیت پیدا ہوئیں۔ اور آپ کے مرشد نے فرمایا بیٹا جو تمہاری صحبت اختیار کرے گا اس میں یہ چار خوبیاں پیدا ہو جائیں گی۔ اور ان کی بدولت وہ معرفت سے مالا مال ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا حضرت فضل شاہ سے جو لوگ میل جول رکھتے ان کی زبان میں سچائی آ جاتی جو آپ کے علم باطن سے مستفید ہوتا اس کا بھی حجاب کھل جاتا جو آپ کے نیک اور اچھے اعمال دیکھتا تو وہ بھی نیک اعمال کرنے لگتا آپ کے مرید پر آپ کی اخلاص نیت کا یہ اثر پڑتا کہ وہ بھی آپ کی طرح خادم خلق بن جاتا

گویا کہ آپ کی صحبت سے مندرجہ بالا چار اصولوں کی بدولت انسان بہت جلد نیک اور صالح بن جاتا۔

ہجرت پاکستان

مرشد سے اجازت کے بعد آپ جالندھر اپنے گھر میں رہنے لگے اور والد محترم کے اصرار پر آپ نے ازدواجی زندگی اختیار کر لی اور رزق حلال کما کر اپنا خرچہ چلانے لگے۔ کچھ عرصہ کے بعد پاکستان قائم ہوگیا تو آپ نے پاکستان کی طرف ہجرت کے لیے سوچا لیکن آپ نے اپنی مشکلات اور پریشانیوں کو بالائے طاق رکھ کر پریشان حال لوگوں کی مدد کی پھر مہاجرین کے کیمپ میں چلے گئے اور وہاں بھی خدمت خلق میں مصروف رہے آخر کار مہاجر کیمپ کے ذریعے آپ پاکستان آگئے اور ماموں کانجن میں قیام کیا کیونکہ وہاں آپ کے معتقد رہتے تھے اور ان کے کہنے پر آپ وہاں رہے۔ آپ جتنا عرصہ رہے آپ لوگوں کو اللہ کا راستہ بتلاتے رہے۔

سلسلہ رشد و ہدایت

۱۹۵۳ء میں آپ لاہور تشریف لے آئے حضرت میاں میر کے قریب انفنٹری روڈ پر برلب سڑک آپ نے قیام فرمایا اور آخری دم تک یہاں طالبان حق کی راہنمائی میں مصروف رہے۔ آپ نے بے شمار طالبانِ دُنیا کو بُرے کاموں سے بچا کر راہ راست پر لگایا۔ آپ کے پاس امیر و غریب اچھے اور بُرے ہر قسم کے لوگ آتے اور سبھی فیض پاتے۔ آپ کے پاس جو دُنیا کی طلب کی غرض سے حاضر ہوتا تو آپ کی دعا سے اکثر اس کا کام ہو جاتا۔ آخرت سنوارنے کی غرض سے آنے والے کو آپ اسے سلسلہ عالیہ قادریہ میں داخل کر کے اس کی روحانی تربیت کرتے اور آپ کی صحبت سے فیوض و برکات حاصل کرتے آپ فرمایا کرتے تھے کہ یہ مت دیکھو کوئی تمھارے ساتھ کیا کرتا ہے بلکہ دیکھو کہ تمہیں اس کے ساتھ کیا کرنا چاہیئے کیونکہ تمہیں تمھارے اور اسے اس کے اعمال

کی جزا ملے گی۔

آپ بڑے اچھے طبیب بھی تھے چنانچہ بے شمار مریض آپ کے پاس آتے اور شفا پاتے گویا کہ بے شمار روحانی اور جسمانی مریضوں نے آپ کے وسیلہ سے شفا پائی۔ آپ کا معمول تھا کہ آپ کے پاس جو شخص بھی آتا آپ اس کی حتیٰ الوسع مہمان نوازی کرتے اور آپ کا خاصا تھا کہ آپ کے ڈیرے پر تینوں وقت لنگر عام تھا۔ اور جمعرات کو نماز مغرب کے بعد لنگر کا خاص اہتمام کیا جاتا آپ ظاہراً کسی مکتب یا کسی اُستاد سے نہ پڑھے لیکن آیات قرآنی کی ایسی تفسیر بیان کرتے کہ بڑے بڑے اہل علم ان نقاط تک نہ پہنچ پاتے تھے اور آپ علم تصوف کے بارے میں علم لدنی کی روشنی میں بات چیت کیا کرتے تھے۔ انہی باطنی نقاط پر آپ کی ایک کتاب انوار فاضلی ہے۔ جو طبع شدہ ہے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ کچھ طلباء آپ کی خدمت میں آئے اور دوران گفتگو کہنے لگے کہ انسان جو بھی عمل کرتا ہے وہ اللہ کی مرضی سے ہوتا ہے پھر جزا اور سزا کیسی اور اس خیال کی تائید میں اُنھوں نے عربی کی عبارت پڑھی اس کا مطلب یہ تھا کہ کوئی بھی ذرہ اللہ کے حکم کے بغیر حرکت نہیں کر سکتا۔ اور کہا کہ یہ قرآنی آیت ہے آپ نے فرمایا کہ یہ قرآنی آیت نہیں ہے اگر ہے تو نکال کر دکھلاؤ طلباء نے قرآن پاک کے ایک ایک دو دو سپارے پکڑ لیے اور دیکھتے گئے سارا قرآن دیکھ ڈالا تو وہ عربی کی عبارت نہ نکلی پھر لڑکے کہنے لگے اگر یہ آیت نہیں تو حدیث ہے لیکن آپ نے فرمایا کہ نہ یہ آیت ہے اور نہ یہ حدیث بلکہ علماء سو نے یہ قول حضرت حسینؓ کی شہادت کے بعد وضع کیا تھا۔ آپ کے اس علم پر وہ طالب علم حیران ہوئے۔

واقعات بزرگی

ایک دفعہ آپ اپنے ڈیرہ پر ہی جائے نماز پر بیٹھے ہوئے اور پاس ہی مرید بھی بیٹھے ہوئے تھے کہ

29 اتفاق سے ایک آدمی آیا اور آکر کہنے لگا کہ لوگوں سے سُنا ہے کہ آپ بڑے بزرگ ہیں بتاؤ مٹھی میں کیا ہے اور اپنی بند مٹھی آپکے سامنے کر دی آپ نے اپنے ایک مرید سے چائے لانے کے لیے کہا اور اسے کہا بیٹھ جائیے اس نے کہا مجھے چائے کی کوئی ضرورت نہیں آپ بتائیں کہ میری مٹھی میں کیا ہے آپ نے اسے پانی پلایا اور فرمایا کہ بزرگوں کا امتحان نہیں لیا کرتے اور اگر وہ امتحان میں پورے اُتر آئیں تو آزمائش کرنے والے پر ان کا حق عائد ہو جاتا ہے اور جب وہ اس حق کی ادائیگی میں کوتاہی کرتا ہے تو مصائب اور مشکلات میں گر جاتا ہے لیکن اس شخص نے پھر کہا کہ آپ بتائیں میری مٹھی میں کیا ہے آپ نے فرمایا کہ تمھاری مٹھی میں انگریزوں کے دور کی پرانی دونی ہے جب اس نے ہاتھ کھولا تو وہی دونی تھی بے حد شرمندہ ہوا آپ نے فرمایا کہ اب تم پر حق عائد ہوتا ہے کہ ہر روز خدا کی راہ میں دونی خیرات کر دیا کرو۔ ایسا نہیں کرو گے تو نقصان ہوگا۔ جب وہ شخص چلا گیا تو آپ نے اس کے حق میں دعائے خیر کی کہ اللہ تعالیٰ اسے حق کی ادائیگی کی توفیق دے پھر آپ نے مریدین کو بتایا کہ جب کوئی اللہ کے نیک انسانوں کا امتحان لے اور پھر اس کے فرمان کے مطابق نہ رہے تو وہ نقصان اٹھانے والوں سے ہو جاتا ہے۔

رحیم یار خان میں آپ کے ایک مرید رہتے تھے جن کا نام مرزا محمد عبداللہ تھا مرزا عبداللہ کے ایک مولوی صاحب کے ساتھ دوستانہ مراسم تھے ایک دفعہ حضرت فضل شاہ صاحب رحیم یار خان گئے مولوی صاحب کو جب آپ کے آنے کی خبر ہوئی تو ملاقات کے لیے حاضر ہوا آپ نے شفقت سے اسے بٹھایا مولوی صاحب نے عرض کی حضرت جی دعا فرمائیں کہ اس سال میرا نام حج میں جانے کے لیے قرعہ اندازی میں نکل آئے آپ نے فرمایا انشاءاللہ نکل آئے گا۔ اس نے کہا کہ حضرت پہلا نام میرا ہو آپ نے فرمایا ایسا ہی ہوگا۔ تھوڑی دیر کے

بعد مولوی محمد یوسف صاحب واپس چلے گئے دوسرے روز قرعہ اندازی ہوئی مولوی صاحب کا پہلا نام نکل آیا۔ فوراً مرزا محمد عبداللہ کے ہاں حاضر ہوا لیکن پتہ چلا کہ حضرت صاحب احمد پور شرقیہ چلے گئے ہیں چنانچہ آپ کے پیچھے احمد پور شرقیہ گیا اور آپ کا دامن پکڑ کر رونے لگا۔ اور کہنے لگا کہ سرکار مجھے معرفت کا راستہ بتلائیں۔ آپ نے فرمایا کہ لاہور آنا چنانچہ بعد ازاں وہ شخص آپ کی خدمت میں کافی عرصہ رہا اور منازل سلوک طے کرتا رہا۔ حتیٰ کہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوا۔

ایسے ہی ایمن آباد کا مرزا سلطان بیگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو بہت باتیں کرتا آپ نے ایک دن اسے کہا کہ زیادہ بولا نہیں کرتے اس نے کہا کہ حضور میں تو بولنے سے باز نہیں رہ سکتا اور کہا کہ اگر آپ چپ کرا سکتے ہیں تو کرا لو آپ نے اللہ سے دعا کی کہ اسے بارہ سال کے لیے خاموش کر دے چنانچہ اس پر اس کی قوت گویائی ختم ہو گئی اور جب پورے بارہ سال ہو گئے تو اللہ نے قوت گویائی بحال کر دی۔ یہ اللہ کے فقیروں کی زبان میں تاثیر ہوتی ہے کہ کامل ہونے پر جو منہ سے نکالتے ہیں اللہ اسے فوراً پورا کر دیتا ہے۔

معمولات آپ کا معمول تھا کہ آپ رات کو تھوڑا سا سو لیتے اور آخری پہر میں بیدار ہو کر نماز تہجد ادا کرتے اس کے بعد سورت مزمل کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ عموماً ۳۲ مرتبہ تلاوت کرتے اس کے بعد شجرہ شریف پڑھتے۔ بعد ازاں درود تاج پڑھتے اتنے میں فجر کی اذان ہو جاتی فجر کی سنتیں ادا کرتے اس کے بعد ۴۰ مرتبہ سورت فاتحہ پڑھتے۔ اس وظیفہ کے بعد نماز فجر ادا کرتے پھر سارا دن یا وَدُوْدُ کے ذکر و فکر میں مشغول رہتے اور دنیا کے دوسرے کام سرانجام دیتے۔ یا وَدُوْدُ آپ کا خاص وظیفہ تھا۔ اور مریدوں کو بھی کثرت سے پڑھنے کی تلقین کرتے۔

آپ کے بارے میں یہ بھی کہا جاتا آپ تہجد کے وقت مریدوں میں آیات قرآنی کی تفسیر بیان کیا کرتے تھے۔ آپ کی خوراک اور لباس بہت سادہ تھا۔ جو زائرین کے لیے لنگر تیار کرتے اسی سے خود تناول فرماتے۔ لباس کی سادگی کے بارے میں آپ نے فرمایا کہ جس لباس کے پہننے میں غرض و غائت اور خواہش نہ ہو وہ لباس پاک ہے لہٰذا کرتا اور تہبند کا زیادہ استعمال کرتے تھے۔ آپ کا حلیہ مبارک یوں تھا کہ۔

آپ کا قد میانہ تھا جسم فربہ ہاتھ پاؤں مضبوط تھے سر کے بال منڈوا کر رکھتے تھے اور سر پر سبز رنگ کی ٹوپی پہنا کرتے تھے۔

شادی اور اولاد

آپ نے چالیس سال کی عمر میں شادی کی اور اس کے ساتھ تیس سال ازدواجی زندگی بسر کی اس دوران میں آپ کے ہاں پانچ صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں تولد ہوئیں ایک لڑکا اور ایک لڑکی بچپن ہی میں فوت ہو گئے۔

وصال

آپ کے اس دار فانی سے جانے کا وقت جب قریب آ گیا تو آپ بھگندر کے مرض میں مبتلا ہوئے۔ کچھ عرصہ انتہائی تکلیف میں گزارا لیکن بیماری کے باوجود بھی آپ بیماری کے ابتدائی ایام میں معمول کے مطابق حاجت مندوں کی فیض رسانی میں مصروف رہے لیکن آخر مرض زور پکڑ گیا۔ اور چالیس دن کی علالت کے بعد بروز اتوار ۲۳ شعبان المعظم ۱۳۹۸ھ بمطابق ۳۰ جولائی ۱۹۷۸ء کو خالق حقیقی سے جا ملے۔ آپ کو ڈیرہ پر ہی دفن کیا گیا۔ آپ کا ڈیرہ نور والوں کے ڈیرہ کے نام سے مشہور ہے۔

مزار مبارک

آپ کا مزار انفنٹری روڈ دھرم پورہ درگاہ حضرت میاں میرؒ کے قریب برلب سڑک مرجع خلائق ہے۔ اصل قبر

نیچے تہ خانہ میں ہے اور اُوپر قبر کا تعویذ مُبارک بنا ہوا ہے۔ آپ کے ڈیرہ پر سجادہ نشینی کے فرائض آپ کے بڑے صاحبزادے عبدالرزاق سرانجام دے رہے ہیں۔ آپ کے حالات آپ کے مرید خاص جناب نواز رومانی سے لیے گئے۔

حضرت صوفی قمرالدین قادریؒ

حضرت صوفی قمر دین ایک نیک اور صالح انسان تھے۔ عابد اور زاہد تھے۔ آپ کے والد کا اسم گرامی قائم دین تھا اور ان کا پیشہ کاشت کاری تھا آپ کی والدہ کا نام بخت ور تھا۔ آپ پکی ٹھٹھی سمن آباد میں پیدا ہوئے۔

تعلیم و تربیت

آپ کی عمر ابھی پانچ سال تھی کہ آپ کے والد آپ کو اور آپ کی والدہ کو چھوڑ کر گھر سے چلے گئے اُنھوں نے عرصہ چار سال اندرون اک موریہ پل محلہ چھٹانکی پیر میں گزارا اس کے بعد پھر آپ اپنے والد کی کفالت میں آ گئے آپ کی عمر ابھی دس سال کی تھی کہ والد اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔ جب آپ ذرا بڑے ہوئے تو آپ کی والدہ نے حکیم فقیر محمد چوک متی کے پاس آپ کو شاگرد بٹھا دیا۔ اسی شاگردی کے دوران آپ نے چوک متی کی نیویں مسجد میں قرآن پاک پڑھا۔ آٹھ سال کے بعد آپ وہاں سے میاں کریم بخش کے پاس آ گئے وہ لکڑ خراد کا کام کیا کرتا تھا چنانچہ اس سے لکڑ خراد کا کام سیکھ لیا۔ وہ ایک نیک اور صالح انسان تھا

اس کی صحبت میں رہ کر آپ کو راہ حق تلاش کرنے کا شوق ہوا۔ تو آپ مرشد کامل کو تلاش کرنے لگے۔

بیعت آپ نے جوانی کے عالم میں سائیں قمر دین نوشاہی قادری کے ہاتھ پر بیعت کی سائیں قمر دین یکی دروازہ کے پاس رہتے تھے۔ انھوں نے چھ ماہ تک آپ کو دریائے راوی کے کنارے چلہ کروایا۔ پھر کچھ عرصہ مرشد کی صحبت میں رہنے کے بعد واپس اپنے گھر مصری شاہ آگئے۔ اور مرشد کی ہدایت کے مطابق ذکر و فکر میں مصروف رہتے۔

شجرہ نوشاہیہ صوفی قمر دین نوشاہی قادری مرید حضرت سائیں قمر دین نے۔ حضرت سید بہار شاہ۔ حضرت سردار شاہ۔ حضرت رمضان شاہ۔ حضرت پیر بڈھے شاہ۔ حضرت بابا کریم شاہ۔ حضرت فاضل شاہ۔ حضرت قاضی عبدالرحمن۔ حضرت پاک رحمان۔ حضرت نوشہ گنج۔

کسب معاش مصری شاہ سے آپ نے چاہ میراں رہائش اختیار کر لی اور ساتھ ہی اشیائے خوردنی کی خرید و فروخت کا کام کیا اور دس سال تک اسی پیشے سے اپنی روزی کمائی۔ بعد ازاں آپ نے ریلوے میں ملازمت اختیار کر لی اور وہاں سے ریٹائر ہونے پر آپ نے حکمت کی دوکان بنالی اور اس پر طبابت کا کام شروع کر دیا اور آخری دم تک یہی ذریعہ معاش رہا۔ آپ کی دوکان تکیہ بابا حضوری شاہ چاہ میراں میں تھی۔

خلافت آپ دُنیا کے فرائض کی انجام دہی کے ساتھ ساتھ اللہ اللہ کرتے رہے آخر جب آپ کو ریلوے میں ملازمت اختیار کیے تھوڑا عرصہ ہوا تھا کہ آپ کے مرشد سائیں قمر دین نے آپ کو سلسلہ عالیہ نوشاہیہ قادریہ میں آپ کو اپنا خلیفہ نامزد کیا اور فرمایا کہ آج سے لوگوں کی باطنی راہنمائی کرو۔ اس روز سے آپ

اپنے پاس آنے والوں کو راہ حق کی ہدایت دینے لگے۔ اور آخری وقت تک اس فریضہ کو جاری رکھا۔

معمولات آپ کا معمول تھا کہ عشاء کی نماز کے بعد ذکر و فکر میں مشغول ہوتے اور کسی سے بات نہ کرتے پھر تھوڑی دیر کے لیے آرام فرماتے اور رات کے پچھلے پہر اٹھ کر تہجد ادا کرتے اس کے بعد نماز فجر تک مراقبہ میں مشغول رہتے پھر باجماعت نماز فجر پڑھتے اور قرآن پاک کی تلاوت کرتے۔ اس کے بعد دُنیا کے دوسرے کام کاج کرتے۔ آپ نیک عابد اور صوم والصلوٰۃ کے پابند تھے۔ آپ درود شریف اور کلمہ طیبہ کا زیادہ ذکر کیا کرتے تھے۔

شادی اور اولاد آپ نے زندگی میں دو شادیاں کیں پہلی بیوی سے تین لڑکے اور ایک لڑکی (۱) صوفی مشتاق احمد (۲) محمد ریاض (۳) الطاف حسین (۴) خورشید بی بی۔ دوسری بیوی سے دو لڑکے اور ایک لڑکی تولد ہوئے۔ (۱) محمد الیاس (۲) محمد طاہر (۳) تسلیم کوثر۔

وفات آپ کو آخری عمر میں یرقان کا عارضہ لاحق ہوگیا اور دس دن شدید بیماری کے بعد بوقت نماز مغرب بروز منگل ۱۳ رمضان المبارک ۱۳۹۹ھ بمطابق ۷ اگست ۱۹۷۹ء کو دُنیا سے وصال پاگئے آپ کو جلو موڑ نہر کے قریب دفن کیا گیا اور آپ کی قبر مرجع خلائق ہے آپ کے سجادہ نشین آپ کے بڑے صاحبزادے صوفی محمد مشتاق ہیں۔

حضرت سیّد ابو البرکات قادریؒ

سیّد صاحب کا نسبی تعلق سادات حسینی سے تھا آپ کے آباؤ اجدا مشہد سے ہندوستان تشریف لاکر الور میں آباد ہو گئے آپ کے والد ماجد کا نام سیّد دیدار علی شاہ تھا جو بلند پایہ عالم دین تھے۔ الور کے اس سیّد گھرانے نے بے پناہ دینی علمی اور روحانی خدمات سرانجام دیں۔ حضرت سیّد ابو البرکات سیّد احمد ہندوستان کے شہر الور کے محلہ نواب پورہ میں ۱۳۱۴ھ مطابق ۱۸۹۶ء میں پیدا ہوئے۔

تعلیم و تربیت

آپ نے جس گھرانے میں آنکھ کھولی وہ ایک علمی گھرانہ تھا اس لیے آپ کو بچپن ہی سے علم حاصل کرنے کا شوق پیدا ہوا آپ کے والد چونکہ علمی اور دینی دنیا میں مبلغ اسلام تھے اس لیے انھوں نے اپنے اس علمی فیض کو جاری رکھنے کے لیے اپنے فرزندوں کی تربیت پر خاص توجہ دی اور انھیں زیور علم سے آراستہ کیا۔ آپ نے قرآن مجید حافظ عبدالحکیم حافظ عبدالعزیز اور حافظ قادر علی سے پڑھا۔ عربی کی ابتدائی کتب سیّد ظہور اللہ سے پڑھیں دینی علوم کی کچھ کتب اپنے والد ماجد سے بھی پڑھیں اس کے بعد آپنے متعدد اساتذوں سے اکتساب علم کیا آپ کے اساتذہ مولانا ارشاد حسین الوری مفتی زین الدین صوفی عبدالقیوم اور صدر الافاضل حضرت مولانا سیّد محمد نعیم الدین مراد آبادی

کے نام قابل ذکر ہیں۔ آخر میں آپ نے اپنے والد ماجد سے دورہ حدیث کی کتب میں تکمیل کی۔

خلافت سلسلہ قادریہ آپ کو روحانی فیض سلسلہ چشتیہ میں حضرت علی حسین کچھوچھوی اشرفی سمنانی اور سلسلہ قادریہ میں حضرت احمد رضا خاں بریلوی سے ہوا۔ آپ حضرت سید احمد رضا خاں بریلوی کی خدمت میں تقریباً پونے دو سال رہے اور اس عرصہ میں آپ نے اعلیٰحضرت سے روحانی اکتساب کیا اور آخر انھوں نے آپ کو سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت کی اجازت فرمائی۔

تبلیغ دین خلافت سے سرفراز ہونے کے بعد آپ نے خلق خدا کو راہ راست پر لانے کے لیے جامع مسجد آگرہ میں خطابت کا سلسلہ شروع کر دیا آپ سے قبل وہاں پر آپ کے والد ماجد خطابت پر مامور تھے لیکن جب آپ کے والد ماجد لاہور آ گئے تو آپ نے ان کے خلا کو پر کیا۔ ان دنوں کچھ علماء ہندو مسلم اتحاد پر زور دے رہے تھے لیکن مسلمانوں کی بقا اسی میں تھی کہ وہ اپنی الگ حیثیت کو قائم رکھیں حضرت سید صاحب نے اس پر مسلمانوں کو بذریعہ تقاریر آمادہ کیا کہ مسلمان ایک الگ قوم ہے اور اسے الگ رہنا چاہیے۔

قیام لاہور سنہ ۱۹۲۳ء میں آپ اپنے والد ماجد کے ایما پر لاہور تشریف لے آئے اور مسجد داتا گنج بخش میں خطابت کرنے لگے اور اسی دوران آپ نے مسجد وزیر خاں میں دینی علوم کی تدریس شروع کر دی۔ یہاں سے آپ کی علمی شہرت اور قابلیت کا چرچا ہوا اور بے شمار طالب دین آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر شاگرد بنے۔ پھر آپ نے لوکو ورکشاپ میں

جمعہ پڑھانا شروع کر دیا۔ اور ۵۲ سال تک وہاں خطبہ جمعہ دیا آپ کے خطبہ میں ہزاروں کا مجمع ہوتا بے شمار لوگ آپ کے علمی دینی اور روحانی خطبات سے مستفید ہوئے کئی بے راہ تائب ہوکر راہ راست پر آگئے۔

درس وتدریس

آپ نے زندگی کا زیادہ حصّہ دار العلوم حزب الاحناف میں درس وتدریس میں گزارا آپ نے آخری دم تک علوم اسلامیہ کی تعلیم وتدریس جاری رکھی حتیٰ کہ جب اٹھنے پھرنے سے معذور ہو گئے تو آپ بیٹھے بیٹھے اسباق پڑھا کرتے تھے۔ آپ کا نظریہ تھا کہ صوفیانہ مسلک کے مطابق قرآن حدیث اور فقہ کا علم ملک کے ہر دور ونزدیک حصّے میں پھیل جائے چنانچہ آپ کے فیضان علم سے بے شمار مدرس واعظ عالم وفاضل سیراب ہُوئے۔ آپ نے اپنے شاگردوں اور ملنے جلنے والوں کو اتباع سنت کا درس دیا حق بات بیان کرنے میں کسی قسم ہچکچاہٹ محسوس نہ کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے وعظ اور درس سے ہر سُننے والا اثر قبول کرتا

فیضان روحانیت

قبلہ سیّد صاحب نہ صرف عالم دین تھے بلکہ سلسلہ قادریہ کے ایک پیر کامل تھے۔ ہزاروں لوگ آپ کے حلقہ ارادت میں آئے۔ اور آپ نے حصول معرفت کے لیے سلسلہ قادریہ کے اصول وضوابط کے مطابق ان کی رہنمائی کی۔ آپ اپنے مریدوں کو اتباع سنت اور عشق رسول کا درس دیتے تھے۔ بلکہ بیعت کے وقت احکام الٰہی اور سنت رسول پر عمل پیرا ہونے کا عہد لیتے اور پھر اپنے مریدوں کے عقیدہ اور عمل پر کڑی نظر رکھتے۔ جس مرید کے عمل میں کمی دیکھتے اس کی اصلاح کرتے آپ کا طریقہ تھا کہ مریدوں کی روحانی تربیت کے لیے آپ ہر جمعرات کو بعد از نماز عشاء باقاعدگی سے مجلس ذکر فرماتے

اس طرح سلسلہ عالیہ قادریہ کے فروغ میں سیّد صاحب کی جدوجہد کو خاصا دخل رہا۔

معمولات آپ کے روزانہ کے معمولات یہ تھے کہ آپ نماز تہجد کے وقت بیدار ہوتے نوافل کے بعد تلاوت قرآن پاک فرماتے پھر نماز فجر ادا کرتے اور درس قرآن دیتے پھر ناشتہ فرماتے اور درس و تدریس میں مشغول ہو جاتے دن بھر اسی مصروفیت میں گزارتے نماز مغرب کے بعد دعا سیفی دلائل الخیرات اور دیگر وظائف پڑھتے اس عرصہ میں کسی سے بات نہ کرتے وظائف سے فارغ ہو کر دعا مانگتے اکثر نمک اور پانی پر دم کر دیا کرتے تھے یہ نمک اور پانی مختلف امراض کے لیے شفا ہوتا۔ ضرورت مند لوگ اسے لے جاتے اور شفا پاتے۔

آپ نماز با جماعت ادا کیا کرتے تھے اور مریدوں کو بھی یہی نصیحت فرماتے کہ وہ بھی نماز با جماعت ادا کریں۔ آپ تقویٰ طہارت ایثار و قربانی میں اپنی مثال آپ تھے۔

سیرت آپ جامع شریعت و طریقت تھے۔ آپ کو علوم اسلامیہ پر کامل عبور حاصل تھا بلکہ تفسیر اور حدیث میں منفرد مقام رکھتے تھے۔ آپ کی ذات گرامی علم و عمل شریعت اور روحانیت کا مجمع البحرین تھی۔ آپ کی ذات رشد و ہدایت کا مرکز تھی۔ سادگی اور انکساری آپ کے کردار کی نمایاں خصوصیت تھی۔

اولاد آپ کے تین صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں تھیں۔ صاحبزادوں کے اسماء گرامی علامہ سیّد محمود احمد رضوی سیّد حبیب احمد رضوی اور مولانا سیّد مسعود احمد رضوی ہیں۔

وفات دُنیا سے رخصت ہونے سے قبل آپ طویل عرصہ بیمار رہے لیکن آپ نے شدت مرض سے چار بج کر سات منٹ پر بروز اتوار بتاریخ ۲۰ شوال ۱۳۹۸ھ مطابق ۲۴ ستمبر ۱۹۷۸ کو اس دار فانی سے کوچ کیا۔ وصال کے بعد کثیر تعداد میں آپ کے معتقدین نے آپ کے جنازہ میں شرکت کی اور آپ کو دارالعلوم حزب الاحناف کے صحن میں سپرد خاک کیا گیا آپ کے مزار اقدس پر ایک گنبد ہے اور آپ کا روضہ مبارک گنج بخش روڈ پر دارالعلوم حزب احناف کے صحن میں مرجع خلائق ہے۔

حضرت خیر شاہ چشتیؒ

شیخ موصوف لاہور کے جلیل القدر مشائخ میں سے ہیں جو لاہور میں سلسلہ چشتیہ کے اکابر اولیاء میں سے تھے۔

تعلیم و تربیت آپ کا اصل نام شیخ خیر الدین تھا لیکن بعد میں خیر شاہ کے نام سے مشہور ہوئے۔

تعلیم و تربیت آپ کی تعلیم و تربیت آپ کے والدین کے زیر سایہ ہوئی اور باقاعدہ اکتساب علم کیا۔

بیعت و خلافت آپ نے سلسلہ چشتیہ میں حضرت شیخ سلیم چشتیؒ لاہوری سے بیعت کی ان کی نگرانی میں مجاہدہ کیا۔ ریاضت اور کثرت عبادت کے ساتھ ساتھ آپ کی طبیعت میں عشق حقیقی کا جذبہ موجزن ہوا آپ کے مرشد نے آپ کو خرقۂ خلافت عطا فرمایا۔ اور مسند ارشاد پر جلوہ گر ہونے کا ارشاد فرمایا۔

سماع اور شاعری آپ شعر کہتے اور آپ کے اشعار سے عشقِ حقیقی ٹپکتا حتیٰ کہ آپ کے اشعار کا ایک دیوان تھا جو اب ناپید ہے۔ آپ کی طبیعت سماع کی طرف مائل تھی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کو بھی اپنے پیر و مرشد کی طرح وجد و سماع سے خاص التفات تھا۔

اہتمام لنگر آپ ملاقاتیوں کے طعام کا خصوصی بندوبست کیا کرتے تھے بلکہ فقراء اور درویشوں کے لیے لنگر جاری رہتا تھا۔ بعض اوقات اغنیا بھی شامل ہوتے تھے۔ آپ نے اپنے سلسلہ کو سکھوں کی مکمل غارت گری کے زمانہ میں بھی جاری رکھا۔ اور چشتی فقراء کی شان کو اس قیامت خیز زمانہ میں بھی قائم و دائم رکھا۔

وفات تذکرۃ الصلحا میں آپ کی وفات ۱۹ ذی الحجہ ۱۲۲۸ھ (مطابق ۱۲ دسمبر ۱۸۱۳ء) درج ہے۔

قبر آپ کی قبر کے محل وقوع کے بارے میں صحیح علم نہیں لیکن بیان کیا گیا ہے کہ آپ کی قبر میانی صاحب میں حضرت طاہر بندگی قادری نقشبندی کے مزار پُر انوار دربار قادریہ کے قرب و جوار میں ہے اور آپ کا وصال مہاراجہ رنجیت سنگھ کے عہد میں ہوا۔ لیکن رائے بہادر کنہیا لال مصنفِ تاریخ لاہور لکھتا ہے کہ آپ کا مزار اپنے پیر و مرشد حضرت شیخ سلیم کے احاطہ میں یعنی میدان زین خاں بیرون موچی دروازہ عقب کوٹھی خان بہادر ڈپٹی برکت علی خاں میں واقع ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حضرت فیض بخش چشتی

شیخ موصوف لاہور کے چشتی صوفیا سے تھے صاحب حال وقال تھے۔ علوم ظاہری اور باطنی میں یگانۂ وقت تھے بچپن ہی سے نیک اور زاہد لوگوں کی محفل میں بیٹھنے کا شوق تھا آخر یہی شوق آپ کو صوفیاء کے سلسلے میں لے آیا۔ اور آپ ایک صوفی کامل بنے۔

نسبت طریقت آپ کا روحانی سلسلہ وقت کے مشہور چشتی بزرگ خیر شاہؒ سے وابستہ تھا۔ اور انہی کی صحبت فیض سے آپ ایک کامل صوفی بنے۔ آپ بعض اوقات سیّد حیدر علی شاہ کے پاس ہم صحبت رہا کرتے تھے۔ آپ کو حضرت خیر شاہ سے خرقہ خلافت ملا اور ان کی وفات کے بعد ان کے سلسلہ رشد و ہدایت کو آخری دم تک جاری رکھا۔

عرسوں کے ذریعے تبلیغ آپ نے لوگوں کو نیکی اور معرفت کی طرف بلانے کے لیے ایک خاص طریقہ اختیار کر رکھا تھا وہ یہ تھا کہ آپ سال میں سات عرس کیا کرتے تھے اور ان عرسوں کے موقعہ پر وعظ اور ذکر و اذکار کے ذریعے لوگوں کو اللہ کی طرف لاتے اور اس طرح ان میں تلاش حق کا ذوق پیدا کرتے۔ آپ جن اکابرین دین کے عرس مناتے تھے وہ آپ نے مندرجہ ذیل ناموں کے ساتھ منسوب کیے ہوئے تھے۔

۱۔ آنحضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم۔
۲۔ سیّدنا حضرت علی المرتضیٰ و حضرت فاطمۃ الزہرا
۳۔ سیّدنا حضرت امام حسین۔
۴۔ غوثِ اعظم حضرت عبدالقادر جیلانی۔
۵۔ شیخ المشائخ حضرت معین الدین چشتی اجمیری۔
۶۔ قطب الاقطاب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی۔
۷۔ حضرت خواجہ علی احمد صابر کلیری چشتی و دیگر پیرانِ کبار چشت۔

عرس کے بعد خانقاہ میں غربا اور مساکین کو کھانا کھلایا کرتے تھے عرسوں کے موقعہ پر سماع کا خاص اہتمام کیا جاتا تھا اور بعض اوقات محفل سماع میں آپ پر وجد طاری ہوتا اور اس حالت میں جس پر توجہ فرماتے وہ جذبہ عشق سے لوٹ پوٹ ہو جاتا۔

ذوقِ عبادت شیخ موصوف ہر رات تین بار غسل کرتے اور مشغول عبادت رہتے۔ آپ کو ترکِ لذاتِ دنیا کا اس قدر خیال تھا کہ حلوہ میں نمک مرچ ڈال کر کھاتے تھے۔ آپ کامل عاشقِ رسول تھے۔ رات کے پچھلے پہر نوافل اور ذکر کے مراقبہ میں مشغول رہا کرتے تھے۔

کسبِ حلال آپ کا ایمان تھا کہ صوفی کے لیے اپنے ہاتھوں سے کمائی کرنا از حد ضروری ہے تاکہ پیٹ کے اندر لقمہ حلال جائے اور نورانی کیفیات برقرار رہ سکیں۔ اس نظریہ کے پیشِ نظر آپ اپنی روزی ریشم کی دستکاری سے کمایا کرتے تھے۔

ایک روز آپ ریشم کھول کر باغ متھیاں سنگھ میں کام کر رہے تھے۔ کہ ٹڈی دل آگیا۔ باغبان جس نے باغ کا میوہ خریدا تھا بے حد پریشان ہوا۔

آپ نے اس کے حق میں دعا کی۔ کہ بار الٰہی۔ اس کے خریدکردہ پھل کو اس ٹڈی دل سے محفوظ رکھ خدا کا کرنا ایسا ہوا۔ کہ ٹڈی دل باغ کے اندر داخل نہ ہوا۔ مگر ارد گرد کے تمام درخت چٹ کر گیا۔

مجردانہ زندگی آپ نے ساری عمر شادی نہیں بلکہ حالت تجرد ہی گزار دی کیوں کہ آپ زیادہ تر عبادت اور یاد الٰہی کی طرف مائل تھے اس لیے شادی کی طرف توجہ نہ دی۔

وفات جب وعدہ اجل نزدیک پہنچا۔ تو ٹائیفائیڈ میں چند روز مبتلا ہے۔ رجب کی نویں رات ۱۲۸۶ھ مطابق ۱۵ اکتوبر ۱۸۶۹ء حافظ قادر بخش مدح خواں کو بلایا کہ حضرت سرورکائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت سنائے۔ اس نے یہ شعر پڑھنا شروع کیے (جو غالباً مولانا جامی کے ہیں) ؎

منم خاکِ در کوئے محمد ۔۔۔ اسیرِ حلقۂ موئے محمد
قتیلِ نوکِ شمشیرِ نگاہش ۔۔۔ شہیدِ تیغِ ابروئے محمد

یعنی میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کوچے کے دروازے کی خاک ہوں ان کے موئے مبارک کے حلقے کا اسیر، تیغِ نگاہ کا کشتہ اور شمشیر ابرو کا شہید ہوں۔

یہ اشعار سن کر شیخ موصوف پر حالتِ وجد طاری ہو گئی۔ جسم میں لرزہ پڑ گیا اور گر پڑے تمام جسم پر موت کے پسینے آنے لگے اور اسی حالت میں جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ (بزرگان لاہور)

منظوم تاریخ مفتی صاحب نے یوں لکھی ہے۔

ز دارِ فنا سوئے فردوس رفت ۔۔۔ چوں آں فیض بخش صفا اہلِ فیض
بگو "محرمِ فیضِ حق" سالِ او ۔۔۔ دگر "مردِ اہلِ عطا اہلِ فیض"

آپ کا جب وصال ہوا تو انگریزوں کا زمانہ تھا آپ کو لاہور میں دفن کیا گیا لیکن مزار انقلاب زمانہ کی وجہ سے قائم نہ رہ سکا۔

حضرت چراغ علی شاہ چشتیؒ

وہ حکیم جس کے دل میں خوف خدا ہو اور خدمت خلق کے وقت اسے آخرت کا خیال رہے تو اسے حکماء پر اللہ کا احسان سمجھئے حضرت سید چراغ کا شمار ایسے حکماء ہی سے تھا۔ آپ میں انسانی ہمدردی کا جذبہ بہت نمایاں تھا۔

نام نسب آپ کے والد کا نام سید احمد تھا اور سبزواری سید تھے۔ مگر ۱۷۰۶ء میں میر عالم سبزوار سے لاہور بعہد اورنگ زیب عالمگیر آئے تھے۔ اور واپس چلے گئے۔ دوسری دفعہ ۱۷۰۹ء بمعہ اہل وعیال لاہور آئے۔ اور یہاں کے ہو رہے۔ یہ زمانہ بہادر شاہ اوّل کا تھا۔ بادشاہ نے آپ کو اپنا ذاتی معالج بنایا ان کے دو صاحبزادے میر یحیٰی علی اور میر ذوالفقار علی تھے۔

پیدائش آپ لاہور میں مبارک حویلی اندرون موچی دروازہ میں پیدا ہوئے آپ کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ حکیم سید چراغ علی شاہ بن سید احمد شاہ بن میر قمر علی المشہور میر شاہین بن میر چیابن میر عالم شاہ جو کہ چونتیس واسطوں سے امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ پر ختم ہوتا ہے۔

حکمت کا پیشہ آپ کی ابتدائی تعلیم و تربیت آپ کے والدین کے

زیرسایہ ہوئی بڑے ہوکر آپ نے حکیم غلام دستگیر لاہوری سے حکمت سیکھی اور طب میں کمال حاصل کیا اسی پیشے سے رزق حلال کمایا۔ اور اپنی بسر اوقات کی۔

بیعت آپ نے سلسلہ چشتیہ میں مولوی غلام مصطفیٰ وزیرآبادی کے مرید تھے۔ اور انہی سے روحانی فیض حاصل کیا۔ آپ کا سلسلہ طریقت یہ ہے۔

سید چراغ علی چشتی مرید غلام مصطفیٰ مرید شیخ اللہ دتہ صابری مرید شیخ کریم الدین چشتی، مرید شیخ محمد غوث چشتی مرید شیخ قادر بخش چشتی مرید حامد شاہؒ، مرید شیخ محمد صدیق چشتی لاہوری مرید حافظ محمد عارف مرید شیخ عبدالخالق قریشی مرید شیخ جان اللہ چشتی لاہوری۔

سیرت آپ بڑے مہمان نواز اور خلیق تھے، لیکن آخری عمر میں آپ گوشہ تنہائی میں عبادات الٰہیہ کرتے رہے اور آپ بڑے نیک اور عابد تھے۔ آپ کی خوراک بہت کم تھی۔ بے شمار لوگ آپ کے مرید تھے نماز تہجد کے بعد آپ مزار پُرانوار حضرت میاں میر قادری پر تشریف لے جاتے تھے۔ نماز فجر وہاں ادا کر کے تمام روز قرب و جوار کے میدانوں میں سیر فرمایا کرتے تھے، ظہر مسجد اندرون مزار حضرت میاں میرؒ میں ادا فرماتے۔ عصر کی نماز مسجد حضرت شاہ محمد غوث بیرون دہلی دروازہ ادا فرماتے۔ مغرب مسجد وزیر خاں میں ادا فرماتے۔ اور مزار حضرت محمد اسحاق المعروف میراں بادشاہ پر فاتحہ پڑھتے۔ اور نماز عشاء تک یہاں ہی قیام فرماتے تھے۔

آپ کے معاصر بزرگ جو آپ کی بہت عزت کیا کرتے تھے اکثر اوقات آپ سے اُن کی ملاقات ہوتی رہتی تھی، "سید سردار شاہ گیلانی المعروف شاہ سردار جھنڈے والے۔ سید نظام الدین بودے المعروف حضرت نظام الدین بودیاں والے گیلانی۔ مولوی احمد بخش چشتی یکدل۔ اور مولوی

نور احمد چشتی۔ اور سائیں حسین شاہ چشتی کے ساتھ آپ نے بہت اچھے تعلقات تھے،،

خواجہ اللہ بخش تونسوی بھی جب لاہور تشریف لاتے تو آپ کے ہاں ٹھہرتے۔ حاجی محمد رمضان خلیفہ خواجہ محمد سلیمان تونسوی بھی آپ سے ملاقات کے لیے حاضر ہوتے تھے۔

اولاد آپ کے تین صاحبزادے تھے۔ جن کے نام یہ ہیں سید حاکم علی شاہؒ۔ سید بہادر علی شاہؒ۔ اور سید قادر علی شاہ مشہور ہیں۔

وفات آپ لاہور میں بروز اتوار ۱۸ر دسمبر ۱۸۹۸ء میں فوت ہوئے۔ اور آپ کو قبرستان میانی میں دفن کیا گیا۔ جہاں آپ کا مزار ہے جو احاطہ چراغ علی شاہ کے نام سے مشہور ہے۔

مزار آپ کے مزار کا محل وقوع یہ ہے "لٹن روڈ سے دل افروز سٹریٹ نمبر ۹ میانی قبرستان کی طرف نکلتی ہے۔ رہائشی مکانات کا سلسلہ ختم ہونے کے بعد تھوڑی دور آگے جا کر بر لب سڑک پختہ دائیں طرف باغیچی و احاطہ سید چراغ علی شاہ سبزواری ہے۔"

حضرت پیر نوازش علی چشتیؒ

پیر سید نوازش علی چشتی ضلع امرتسر کے باشندہ تھے۔ آپ کے والد کا اسم گرامی سید غلام مرتضیٰ شاہ تھا۔ پیر نوازش کی پیدائش امرتسر کے ایک قصبہ نوشہرہ ڈھالا میں ۱۸۸۵ء میں ہوئی۔

تعلیم و تربیت آپ نے دینی علوم اپنے زمانے کے مشہور عالم دین مولوی محمد علی بڈھاڑی سے حاصل کیے۔ مولوی صاحب انتہائی مشفق اُستاد اور نیک خو انسان تھے، اُن کی صحبت سے آپ کی طبیعت میں انکساری اور حصول معرفت کا جذبہ پیدا ہوا۔ آپ کو علوم قرآن و حدیث اور فقہ میں کافی دسترس حاصل تھی۔

روحانی نسبت تحصیل علم کے بعد آپ نے حصول معرفت کے لیے حضرت خواجہ محمد فاروق حسن سے سلسلہ چشتیہ صابریہ میں روحانی نسبت قائم کی آپ کی بیعت سلاہیوال میں ہوئی۔ اور آپ نے اپنے مرشد کی صحبت سے فیض حاصل کیا ذکر و فکر اور مجاہدات میں مصروف رہے۔ اور تکمیل سلوک پر خرقۂ خلافت عمر بھر عطا ہوا۔

لاہور میں قیام آپ ۱۹۱۹ء میں اپنے قصبہ سے لاہور شہر میں تشریف لاکر یہیں آباد ہو گئے آپ نے ایک مسجد تعمیر کروائی اور آخری دم تک اس مسجد میں تبلیغ دین کا فریضہ سرانجام دیا۔ آپ بڑے زاہد اور عابد تھے۔ آپ بے شمار لوگوں کو آپ نے روحانی فیض پہنچایا" آپ نے لاہور میں ۴۰ سال تک وعظ و نصیحت کا سلسلہ جاری رکھا۔ گڑھی شاہو لاہور میں پہلے دور کی ایک عمارت تھی جس کا نام محراب شریف تھا۔ اسی محراب شریف کے پہلو میں آپ نے اپنی قیام گاہ بنائی۔ اور اسی محراب شریف میں بقیہ عمر گزار دی آپ پنجابی زبان کے شاعر تھے جو آپ نے عارف نامہ کے نام سے ایک رسالہ جاری کیا جس کے مدیر آپ تھے جو اس رسالہ میں اسلامی اصلاحی مضامین لکھتے ہوتے تھے عقیدت مندوں کو درویشی اور معرفت کے رموز اسرار سے روشناس کیا۔

وفات آپ نے بروز اتوار ۱۸ رمضان المبارک ۱۳۶۷ھ بمطابق ۲۵ جولائی ۱۹۴۸ء میں وفات پائی۔ اور محراب شریف واقع نواز شس سٹریٹ گڑھی شاہو میں دفن ہوئے۔ ایک گنبد آپ کے مزار پر ہے۔

حضرت مولانا غلام قادر بھیروی چشتیؒ

اللہ تعالیٰ نے جس بندے کو اپنے علم سے نوازا دین و دنیا میں برتر کر دیا علم وہ خزانہ ہے جسے استعمال سے کمی نہیں بلکہ اضافہ ہی اضافہ ہے حضرت مولانا غلام قادر بھیرویؒ ایک سچے عالم دین اور صوفی تھے۔ آپ بھیرہ ضلع سرگودھا میں پیدا ہوئے آپ کے والد ماجد مولانا غلام حیدر بڑے صاحب علم انسان تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم بھیرہ ہی میں مکمل کی۔ آپ کی تعلیم کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ابھی آپ بچے تھے کہ ایک مرتبہ حضرت خضر علیہ السلام نے آپ کے والد کو آپ کے بیٹے کے بارے میں بشارت دی کہ وہ ایک بلند پایہ عالم دین بنے گا۔ اور لوگوں کی خدمت کرے گا۔ مزید تعلیم کے لیے آپ بھیرہ سے لاہور آ گئے۔

لاہور میں قیام لاہور کے قیام کے زمانہ میں آپ نے استاذ الکل حافظ غلام محی الدین بگوی نقشبندی جو مسجد حکیماں اندرون بھاٹی دروازہ میں علم حدیث کا درس دیتے تھے۔ اور ان کے برادرِ خورد حافظ احمد الدین بگوی نقشبندی سے معقول و منقول کی کتب پڑھیں اور پھر دہلی جا کر حضرت مولانا مفتی صدر الدین خاں آزردہ سے اکتساب فیض کیا۔ فقہ۔ حدیث اور تفسیر کے علوم کی تکمیل کے بعد آپ واپس لاہور تشریف لے آئے۔ اور بھاٹی دروازہ کے اندر اونچی مسجد میں سلسلہ وعظ و نصیحت شروع کیا۔ آپ

کے علم و فضل کی شہرت سُن کر لوگ جوق در جوق حاضر ہوئے تھے۔

بیگم شاہی مسجد کی تولیت

" بیگم شاہی مسجد " کی متولیہ مائی جیواں (مدفون مرقد شاہی لاہور) بھی آپ کی علمی خدمات سے بہت متاثر ہوئیں۔ وہ نیک بخت بی بی مالدار تھی مگر لاولد تھی۔ مولانا کو اپنی مسجد کی خطابت کے لیے منتخب کیا۔ جب آپ وہاں آئے تو مائی جیواں نے آپ کو اپنا متبنٰی قرار دیتے ہوئے مسجد کی تولیت بھی آپ کے سپرد کر دی۔

اورنٹیل کالج میں تدریس

آپ نے کچھ عرصہ اورنٹیل کالج میں تدریس کا کام بھی کیا اور طلباء میں اسلامی فکر کو مضبوط کیا اور ان کے ذہنوں کو اس طرح تیار کرتے کہ مسلمان کی نجات صرف اسلام میں ہے تاکہ طلباء انگریزوں کے ایجنٹ نہ بنیں۔ اور اس مشن میں وہ قدرے کامیاب بھی ہوئے لیکن بعد ازاں آپ نے کالج سے استعفٰی دے دیا۔

مدرسہ نعمانیہ کا آغاز

لاہور میں مختلف مکاتب فکر کی سرگرمیوں کو دیکھ کر چند حساس سُنّی مسلمانوں نے مختلف مدارس قائم کرنے کا بیڑا اٹھایا چنانچہ ان دنوں اہلسنّت کی انجمن حنفیہ نے مدرسہ نعمانیہ قائم کیا۔ حضرت مولانا غلام قادر بھیروی کے علاوہ مختلف سُنّی علماءِ کرام تعلیم دین کے دریا بہانے لگے۔ اس مدرسہ نے ملک کے جن نامور علماء کو تربیت دی۔ وہ آسمانِ شہرت پر آفتاب و مہتاب بن کر چمکے۔

سلسلۂ بیعت

آپ شمس العارفین حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی متوفی ۱۳۰۰ھ کے خلیفہ اور مرید خاص تھے۔ چشتیہ نسبت کے باوجود سماع سے اجتناب کرتے اور مجالسِ سماع سے کنارہ کش رہتے۔ آپ قادری سلسلہ سے گہری دلچسپی رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے

کہ آپ فلسفہ وحدت الوجود کے بڑے زبردست حامی تھے۔ آپ کی کتاب شمس الخنفیہ منکران وحدت الوجود کا جواب ہے۔

مولانا نے اعتقادی تربیت اور حمایت مسلک حقہ اہلسنت کے لیے بہت اہم کام کیا ہے بچوں کی ابتدائی تعلیم سے لے کر عمر رسیدہ مسلمانوں کے لیے مختلف تصانیف پیش کیں۔ "اسلام کی گیارہ کتابیں" نصابی حیثیت رکھتی ہیں۔ ان کتابوں میں چھوٹے چھوٹے جملوں اور آسان زبان میں اعتقاد کے اہم مسائل کو پیش کیا گیا ہے ان کتابوں کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ پچاس سال کے اندر لاکھوں کی تعداد میں چھپیں اور پڑھی گئیں۔ آپ کی دیگر تصانیف یہ ہیں۔

۱۔ نماز ضروری　　　۲۔ نماز ضروری
۳۔ ختمات خواجگان　　　۴۔ حقیقت انوار محمدیہ
۵۔ شمس الخنیفہ بجواب نور الخفیہ　　　۶۔ جوہر ایمانی
۷۔ نور ربانی فی مدح محبوب السبحانی　　　۸۔ عکانہ ردصلوٰۃ جنازہ
۹۔ شوارق صمدیہ ترجمہ بوارق محمدیہ فی رجم الشیاطین النجدیہ مولفہ مولانا رسول بدایونی۔
۱۰۔ شمس الضحیٰ فی مدح خیر الوریٰ　　　۱۱۔ فاتحہ خوانی

خلفاء

عارف باللہ حضرت مولانا قادر کے کئی خلفاء تھے۔ جن میں سے معروف و مشہور یہ ہیں۔

۱۔ حاجی الٰہی بخش۔
۲۔ خلیفہ محمد اکرم۔
۳۔ مولوی شہاب الدین۔

شاگرد آپ کے شاگردوں میں پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری۔ مولانا غلام حیدر پونچھی۔ مولوی نبی بخش حلوائی لاہوری، مصنف تفسیر نبوی۔ مولانا محمد عالم آسی امرت سری۔ اور مولانا مولوی مفتی غلام احمد اوّل مدرس مدرسہ نعمانیہ لاہور بہت مشہور ہیں۔

حضرت میاں شیر محمد شرقپوری حضرت مولانا بھیروی قدس سرہٗ کے بہت زیادہ عقیدت مند تھے

اولاد و ازدواج آپ کے دو صاحبزادے مولانا رفیع الدین اور مولانا زین العابدین اور دو صاحبزادیاں تھیں۔ مولانا رفیع الدین حجاز مقدس میں تشریف لے گئے اور دیارِ حبیب کے ہی ہو کر رہ گئے۔ اب تک ان کی اولاد مکہ مکرمہ میں موجود ہے۔ مولانا زین العابدین کے ایک صاحبزادے مولانا محمد مظہر تھے جو بڑے علم دوست اور فاضل تھے۔ مولانا کی وفات کے بعد آپ کی بہت سی تصانیف صاحبزادہ محمد مظہر کے زیرِ اہتمام چھپیں۔ ان کا مزار مولانا کے قدموں میں ہے۔

سیرت آپ کافی کتابوں کے مصنف ہونے کے باوجود ایک صوفی منش فقیر اور آپ کی سیرت وصورت میں کوئی تضاد نہ تھا، فکر ونظر میں یکسانیت تھی، علم وعمل کے سراپا پیکر تھے، عمر بھر ذکرِ مصطفےٰ ہی کرتے رہے۔

وفات آپ طویل عمر پا کر ۱۹ ربیع الاول ۱۲۲۷ھ کو واصل بحق ہوئے۔ نمازِ جنازہ شاہی مسجد میں پڑھنے کا اہتمام کیا گیا۔ مسجد بھر چکی تو لوگ حضوری باغ میں صف بستہ ہو گئے۔ آپ کے شاگرد مولانا محمد عالم آسی امرت سریؒ نے "منبع فیض رب جلیل" تاریخ وفات نکالی اور "درخلدِ بریں رفت قبلۂ من" سے سنِ وفات نکالا۔ مزار پُر انوار بیگم شاہی کے جوار میں ہے۔

حضرت پیر دھیان شاہ چشتیؒ

نواب سعادت خاں صادق محمد خاں ثالث ۱۸۵۴ء میں ریاست بہاول پور کے والی مقرر ہوئے۔ خاندانی نزاع کی بناء پر چار ماہ بعد معزول کر دیئے گئے تو لاہور آ گئے۔ اور یہاں ہی انھوں نے ۱۸۶۱ء میں وفات پائی۔ والئی بہاول پور اور آپ کی بیگم کا مقبرہ لٹن روڈ پر گندے نالے کے اوپر واقع ہے۔ اور ساتھ ہی مسجد بھی ہے۔ مقبرہ ایک بہت بڑے احاطے میں واقع ہے۔ مرمت وغیرہ کے اخراجات ریاست بہاول پور کے حکمران برداشت کرتے ہیں مقبرہ نواب صاحب و بیگم صاحبہ ایک وسیع و عریض کمرہ میں ہے۔ جس پر گنبد بھی ہے۔ نواب صاحب موصوف مثمن برج (شاہی قلعہ لاہور) میں نظر بند تھے۔ اور وہیں فوت ہوئے۔ نواب صاحب کا مقبرہ اس کی بیواؤں نے پندرہ ہزار روپے کی لاگت سے تعمیر کروایا تھا۔

سائیں دھیان شاہ نواب صاحب موصوف کے پیر و مرشد تھے سنا ہے کہ لکھنؤ کے رہنے والے تھے۔ اور بہت بزرگ اور جامع کمالات تھے۔ بعد وفات کے پیر صاحب کا مزار بھی اس احاطہ میں بنا۔ مگر کسی کتاب سے بھی آپ کے مزید حالات سے آگاہی نہ ہو سکی اور نہ ہی تاریخِ وصال کا پتہ چل سکا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

مزار | آپ کا مزار نواب بہاول پور کے مقبرہ کے پاس احاطہ کے آخری کونے

پرنالے کے پاس ایک قدیم بڑکے درخت کے پیچھے واقع ہے۔

حضرت محمدؐ رمضان چشتیؒ

حضرت حاجی صاحب لاہور کے رہنے والے تھے اور لاہور ہی میں ۱۲۰۲ھ مطابق ۱۷۸۸ء پیدا ہوئے۔ بچپن میں والدین کے زیر سایہ دینی اور دنیاوی تعلیم حاصل کی۔ وہ ماحول جو آپ کو تربیت اور پرورش میں میسّر آیا وہ خالصتاً مذہبی اور صوفیانہ تھا اس لیے ہوش سنبھالتے ہی راہ سلوک کے طالب بن گئے۔

بیعت آپ نے سلسلہ عالیہ چشتیہ میں حضرت خواجہ محمدؐ سلیمان چشتی کی مریدی اختیار کی پھر ذکروفکر اور ریاضت وعبادت کی منزل پر گامزن ہوگئے حتیٰ کہ سالہا سال آپ نے بے حد ذکروفکر کیا۔ آپ نوافل اکثر پڑھا کرتے تھے اور رات کا پچھلا حصّہ عموماً بیداری میں گزارتے۔ آپ کو اپنے مرشد سے والہانہ محبّت تھی یہی وجہ ہے کہ ان کی خصوصی باطنی توجہّ سے آپ جب طریقت چشتیہ میں کامل ہوگئے تو آپ کے مرشد نے آپ کو اپنا خلیفہ بنادیا۔ اس روز سے آپ رشد و ہدایت میں مصروف ہوگئے اور یہ معمول آپ نے آخری دم تک جاری رکھا۔

خدمت خلق آپ مستجاب الدعوات تھے اس لیے آپ کے پاس جو شخص بھی دعا کی غرض سے حاضر ہوتا تو آپ اس کے لیے دعا فرما دیتے اللہ کی رحمت سے آنے والوں کے کام ہوجاتے حتیٰ کہ

آخری عمر تک بہت سے افراد آپ کے حلقہ ارادت میں آئے اور آپ نے انہیں طریقت چشتیہ کی تعلیمات سے بہرہ ور کیا۔

حج و زیارت روضۃ النبی وصال سے چند سال قبل آپ حج کی غرض سے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ تشریف لے گئے حج بیت اللہ کے بعد آپ روضہ رسول پر گئے اور وہاں فیض مصطفٰی سے خوب سیراب ہوئے۔

سیرت آپ بڑے زاہد اور عابد تھے دن ذکر و فکر میں مصروف رہتے آپ کو سماع کا بہت شوق تھا سماع میں ان پر کمال اضطراب اور وجد طاری ہو جاتا محفل سماع کا اکثر و بیشتر اہتمام کیا کرتے تھے۔

وصال آپ کا وصال ۸۰ سال کی عمر میں ۱۲۸۲ھ مطابق ۱۸۶۶ء میں ہوا اس وقت انگریزوں کا عہد حکومت تھا۔ آپ کو قبرستان میانی میں دفن کیا گیا۔

حضرت صوفی محمد امین چشتی رح

صوفیائے لاہور متاخرین میں حضرت حافظ صوفی محمد امین چشتی صاحب سلسلہ چشتیہ کے اکابرین میں سے تھے جنھوں نے لاہور میں سلسلہ چشتیہ کی طریقت میں نمایاں خدمات سر انجام دیں۔

خاندان آپ افغانی النسل تھے آپ کے والد ماجد کا نام محمد اکبر علی تھا جو حافظ قرآن تھے۔ آپ روزگار اور دیگر ذاتی حالات کے تحت افغانستان سے ترک وطن کر کے لاہور آگئے اور یہیں آباد ہو گئے

لہذا جب آپ کے والد ماجد نے لاہور میں رہائش اختیار کر لی تو آپ پیدا ہوئے آپ کی تاریخ ولادت ۱۲۸۲ھ بمطابق ۱۸۶۷ء ہے۔

تعلیم و تربیت

آپ کے والد ماجد چونکہ بذات خود حافظ قرآن تھے لہذا آپ نے جب ذرا ہوش سنبھالا تو آپ نے قرآن پاک حفظ کرنا شروع کیا اور چند سالوں میں قرآن پاک حفظ کر لیا پھر دینی تعلیم حاصل کرنا شروع کی۔ اور عالم شباب میں داخل ہونے سے قبل ظاہری دینی علوم کی تحصیل مکمل کر لی۔

نسبت طریقت

ظاہری علوم سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد آپ سلسلہ چشتیہ صابریہ میں حضرت سید صوفی محمد حسین شاہ مراد آبادی کے مرید ہو گئے اور انہی کی نگاہ فیض سے باطنی علوم سے بہرور ہوئے پیر و مرشد کی صحبت سے آپ کے دل میں عشق حقیقی کی ایسی چنگاری لگی کہ جس کے سوز سے نہایت ہی قلیل وقت میں آپ کی منازل سلوک طے ہو گئیں۔ آخر جب آپ طریقت میں کامل ہو گئے تو آپ کے مرشد نے آپ کو خلافت سے سرفراز کیا۔ پھر آپ آخری دم تک خدمت دین اور خدمت خلق میں معروف رہے۔

ذوق اشعار گوئی

آپ بڑے اچھے شاعر تھے اور آپ کو نعت کہنے کا جنون تھا آپ کی شاعری عشق رسول سے لبریز ہے۔ آپ کے کلام کے دو یادگار مجموعے یعنی انیس العاشقین اور راحت العاشقین حب الہٰی اور عشق رسول کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

وفات

آپ کی وفات لاہور میں بروز اتوار ۱۷ ذوالحجہ ۱۳۶۳ھ بمطابق ۳ دسمبر ۱۹۴۴ میں ہوئی بے شمار عقیدت مند آپ کے جنازہ

میں شریک ہوئے آپ کو میانی قبرستان کے نزدیک دھوبیاں میں دفن کیا گیا۔ آپ کے مزار پر آپ کا لڑکا قاسم علی شاہ سجادہ نشینی کے فرائض کی انجام وہی میں سرگرم عمل ہے۔

حضرت خواجہ جان محمد چشتیؒ

اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی ہدایت کے لیے ہر دور میں اپنے بندوں میں سے جن بندوں کا چناؤ کیا وہ اللہ کے مخصوص انسان بن گئے ہیں ان مخصوص انسانوں کو اللہ نے اپنا خصوصی فیض اور فضل عطا فرمایا اسی فیض کی بدولت وہ لوگوں کی راہنمائی کرتے اور بے راہ لوگوں کو راہ ہدایت کی طرف بلاتے ہیں۔ اللہ کے ان نیک اور صالح بندوں میں سے حضرت جان محمد چشتی تھے۔

خاندانی حالات

حضرت جان محمد چشتی کے آباؤ اجداد فیروزپور کے رہنے والے تھے جو عرصہ دو سو سال قبل وہاں آکر آباد ہوئے تھے، آپ کا تعلق راجپوت قوم سے تھا آپ کے والد ماجد کا نام خواجہ خُدا بخش تھا جو زمینداری کا کام کرتے تھے خواجہ خدا بخش رزق حلال کمانے کے حق میں تھے اور اسی رزق حلال کا اثر تھا کہ آپ کا لڑکا ولی کامل بنا۔

پیدائش

آپ ۲۱ رمضان المبارک بروز جمعرات ۱۳۲۷ھ بمطابق ، اکتوبر ۱۹۰۹ء میں فیروزپور کے شہر میں پیدا ہوئے۔ آپ اپنے والدین کے اکلوتے بیٹے تھے۔ آپ کے والدین نے آپ کا نام جان محمد رکھا۔ لیکن بعد ازاں سلسلہ چشتیہ میں منسلک ہونے کی وجہ سے چشتی کہلواتے تھے۔

تعلیم و تربیت

آپ کے والدین کے اکلوتے بیٹے تھے اس لیے آپ کے والدین نے ابتدا ہی سے صالح خطوط پر آپ کی

پرورش کی اور تربیت کی طرف خصوصی توجہ دی تاکہ ان کا بیٹا بڑا ہو کر نیک اور صالح انسان بنے۔ آپ نے میٹرک تک گورنمنٹ ہائی سکول فیروز پور سے تعلیم حاصل کی۔ اس کے ساتھ ہی علاقے کی مسجد کے امام سے قرآن پاک ناظرہ پڑھا۔ آپ بچپن ہی سے نیکی کی طرف مائل تھے۔ والدین کا ماحول مذہبی تھا اس لیے اس ماحول کے زیر اثر آپ ہوش سنبھالتے ہی نماز کے پابند ہو گئے۔

میٹرک کا امتحان پاس کرنے کے بعد مزید تعلیم کے لیے آپ علی گڑھ گئے اور وہاں علی گڑھ یونیورسٹی میں داخل ہو گئے چار سال کے عرصہ میں آپ نے بی اے کا امتحان پاس کیا۔ آپ کے مضامین میں عربی اور فارسی کے مضامین بھی تھے اس لیے آپ عربی اور فارسی بخوبی جانتے تھے۔

فوج میں ملازمت

تعلیم و تربیت سے فارغ ہونے کے بعد آپ فوج میں بھرتی ہو گئے آپ کی زندگی کا بیشتر حصہ فوجی ملازمت میں گزرا۔ دوران ملازمت آپ انتہائی فرض شناس اور ایماندار تھے۔ آپ میں وصف تھا کہ آپ نے اپنے فرائض کی انجام دہی میں کبھی کوتاہی نہ کی۔

بیعت

آپ طالب علمی ہی کے زمانے میں تھے کہ آپ راہ سلوک کے مسافر بنے راہ حق کو پانے کی آپ میں سچی تڑپ تھی آپ اس حقیقت سے بخوبی آشنا تھے کہ دنیا میں رہ کر آخرت کی فکر کرنا از حد ضروری ہے۔ آپ کے علاقہ فیروز پور میں اللہ والے آتے جاتے رہتے تھے۔ لیکن حضرت خواجہ محمد یار تبلیغ کی غرض سے اکثر فیروز پور میں آیا کرتے۔ حضرت خواجہ محمد یار کا تعلق گڑھی شریف بہاولپور سے تھا اور حضرت خواجہ غلام فرید کے خلیفہ

تھے۔ ایک دفعہ حضرت محمد یار صاحب فیروز پور میں تشریف لائے آپ بھی
علی گڑھ سے اپنے گھر آئے ہوئے تھے۔ چنانچہ آپ ان کے ہاتھ پر بیعت
سے مشرف ہوئے۔ حضرت خواجہ محمد یار صاحب کا تعلق سلسلۂ چشتیہ سے تھا
بیعت سے قبل آپ شیخ کامل کی تلاش میں متعدد بزرگان دین کی خدمت میں حاضر
ہوئے لیکن آخر آپ جن کے مرید ہوئے وہ حضرت خواجہ یار محمد تھے۔

خرقہ خلافت

آپ نے ۲۱ سال اپنے مرشد کی زیر نگرانی سخت مجاہدہ کیا
لیکن آپ تارک الدنیا نہ ہوئے آپ نے شریعت
کی حدود میں رہ کر منازل سلوک کو عبور کیا آپ کے پیش نظر حصول فیض کے
لیے مرشد کی صحبت نہایت ضروری تھی اس لیے آپ کی کوشش ہوتی کہ زیادہ
سے زیادہ وقت مرشد کامل کی صحبت میں گزارہ جائے دو سال تک آپ نے
نماز معکوس ادا کی، آپ نے اپنی حیاتی میں زیادہ تر نفی اثبات کا ذکر کیا
اور اکثر اوقات شب بیدار رہا کرتے تھے اور ساری رات اللہ کی عبادت
میں مصروف رہتے۔ آخر ایک مرتبہ حضرت خواجہ محمد یار صاحب فیروز پور
میں آئے ہوئے تھے ایک مجلس کے بعد ۱۹۲۲ء میں آپ کو خرقہ خلافت
سے نوازا اور اس وقت آپ شیخ کی نگاہ باطن کے مطابق روحانیت میں
خاص مقام حاصل کر چکے تھے۔ اس کے بعد آپ اپنے مرشد کی ہدایت کے
مطابق مخلوق خدا کی روحانی اور اخلاقی تربیت میں مصروف ہو گئے۔

شجرہ طریقت

آپ کا شجرہ طریقت چند واسطوں سے حضرت بابا
فرید گنج شکر سے ملتا ہے۔ خواجہ محمد جان چشتی مرید
تھے حضرت خواجہ محمد یار کے وہ مرید خواجہ معین الدین کے وہ مرید حضرت
محمد بخش کے وہ مرید حضرت خواجہ غلام فرید کے وہ مرید حضرت غلام

فخرالدین کے وہ مرید حضرت خواجہ خدا بخش کے وہ مرید حضرت شیخ محمد عاقل کے وہ
مرید خواجہ نور محمد مہاروی کے وہ مرید حضرت مولانا فخرالدین فخر الجہاں کے وہ مرید
حضرت نظام الدین اورنگ آبادی وہ مرید حضرت حضرت کلیم اللہ کے وہ مرید
حضرت یحییٰ کے وہ مرید حضرت شیخ احمد کے وہ مرید حضرت حسن محمد کے
وہ مرید حضرت شیخ جمال الدین کے وہ مرید حضرت محمود کے وہ مرید حضرت علم دین
کے وہ مرید شیخ سراج الدین کے وہ مرید کمال الدین علامہ کے وہ مرید حضرت نصیرالدین
چراغ دہلی کے وہ مرید خواجہ نظام الدین اولیاء کے وہ مرید حضرت خواجہ فریدالدین
گنج شکرؒ کے۔

لاہور میں قیام

قیام پاکستان پر آپ فیروز پور کو خیر باد کہہ کر لاہور آ گئے آپ اس سے قبل ۱۹۴۶ء میں میجر کے عہدہ سے ریٹائر ہوئے لاہور میں آپ نے دھرم پورہ کی آبادی میں مستقل سکونت اختیار کی۔ اور آخری دم تک لاہور میں لوگوں کو فیض پہنچایا۔

درس و تدریس

آپ نے قیام لاہور کے دوران اپنی قیام گاہ پر مریدین اور معتقدین کی اخلاقی اور دینی تربیت کے لیے درس و تدریس کا سلسلہ جاری کیا اور آخری دم تک آپ نے یہ فریضہ بخوبی سرانجام دیا آپ نے تمام عمر مخلوق خدا کی خدمت کی۔ آپ مریدوں کی تربیت شرعی خطوط پر کیا کرتے تھے۔ آپ اپنے مریدوں کو سنت رسول کا پابند کرتے اسلام کی اخلاقی قدروں پر عمل پیرا ہونے کا درس دیتے آپ کے مریدوں کے لیے ضروری تھا کہ وہ نماز اور روزہ بالکل نہ ترک کریں۔ آپ صاحب حیثیت تھے اور خود زکوٰۃ دیتے تھے اور اپنے مریدین کو بھی زکوٰۃ کی ادائیگی کی تلقین کرتے۔ آپ بسا اوقات مریدین کو تصوف کی کتب کا درس دیا کرتے تھے ان اہم کتابوں میں

فصوص الحکم فتوحات مکیہ تحفہ مرسلہ کشکول کلیمی لوائح جامی اور عوارف المعارف جیسی عظیم کتب شامل ہوتیں۔ اس درس سے بڑے بڑے علماء فضلاء کثیر تعداد میں فیض یاب ہوئے۔

آپ ہر سال خواجہ اجمیری کا عرس کروایا کرتے تھے اور اس میں شامل ہونے والوں کو بزرگان دین کی زندگیوں کی پیروی کرنے کی ہدایت کرتے اس کے علاوہ آپ ہر ماہ مجلس ذکر کیا کرتے تھے اس کا مقصد بھی لوگوں کو راہ ہدایت کی طرف لانا تھا۔

ذوق سماع

آپ کو سماع سے خصوصی دلچسپی تھی اور محفل سماع میں صوفیانہ آداب کو ملحوظ خاطر رکھتے آپ ہر ماہ اپنی قیام گاہ پر محفل سماع کروایا کرتے تھے اکثر اوقات آپ کو محفل سماع میں وجد بھی ہوجاتا۔ آپ کو عارفانہ کلام سننے کا بے حد شوق تھا خاص کر جب آپ مدحت رسول سنتے تو آپ پر عشق کا غلبہ طاری ہوجاتا اور آپ بے خود ہوجاتے۔

بزرگان دین کے مقابر پہ حاضری

آپ کو بزرگان دین کے مقابر پہ حاضری دینے کا بہت شوق تھا اس لیے آپ عموماً ہر سال باقاعدگی سے حضرت خواجہ غلام فرید کوٹ مٹھن خواجہ نور محمد مہاروی چشتیاں شریفؒ اور آستانہ فریدیہ حضرت بابا فرید گنج شکر کے عرسوں میں جایا کرتے تھے۔ اور وہاں ذکر و فکر اور مراقبہ میں فیض پاتے اور بیرون ملک متعدد بزرگان دین کے مزارات پر حاضری دی۔

حج

آپ نے ۱۱ مرتبہ حج کیا اور وہاں زیارت النبی سے لطف اندوز ہوئے آپ جب روضہ رسول پر جاتے تو آپ پر عجب کیفیت طاری ہوتی آنکھیں رشک بار ہوجاتی ہیں اور دل حضوری سے مالا مال ہوجاتا۔

تشریف لائے آپ نے پھر انھیں کھانا کھلایا اور حسب توفیق مہمان نوازی کی۔ آپ کو سانس اکھڑنے کی تکلیف تھی حضرت محمّد دین صاحب آپ کے ہوٹل پر ہی تھے کہ آپ کو ان کے سامنے ہی سانس کی تکلیف شروع ہو گئی اُنھوں نے دیکھا تو فرمایا او عبداللہ آج سے تمھاری بیماری ختم ان کا توجہ کرنا ہی تھا کہ ابھی وقت بیماری ختم ہو گئی آخر کار آپ ان کے عقیدت مند ہو کر مرید ہو گئے۔ اس وقت آپ کی عمر ۲۵ سال تھی۔

ریاضت و عبادت

حضرت محمّد دین چشتی کی مریدی اختیار کرنے کا آپ پر فوری اثر یہ ہوا کہ آپ تارک دنیا ہو گئے گھر بار اور کاروبار چھوڑ کر جنگل میں چلے گئے اور فقیرانہ زندگی اختیار کر لی۔ آپ دن رات یاد الٰہی میں ایسے مصروف ہوئے کہ دنیا مافی ہا سے بالکل بے خبر ہو گئے دوران ریاضت آپ نے بے شمار تکالیف برداشت کیں۔ کئی کئی روز تک فاقہ ہو جاتا جو بارگاہِ رب العزت کی طرف سے مل جاتا اسی پر گزر اوقات کرتے اسی دوران مرشد پاک کی خدمت میں بھی جب مل جاتا حاضری دیتے حتیٰ کہ سات سال کا عرصہ آپ نے انتہائی مشقت میں گزارا جب زہد کی منزل پوری ہو گئی تو آپ کے مرشد نے آپ کو پھر سالکانہ زندگی اختیار کرنے کا حکم دیا چنانچہ اس روز سے آپ پھر امرتسر آ گئے اور آتے ہی قالین سازی کا کام شروع کر دیا۔ آخر ایک روز آپ کے مرشد نے جب دیکھا کہ آپ روحانیت میں کامل ہو گئے ہیں تو آپ کو خرقہ خلافت عطا فرمایا اور کہا کہ تو ساقی ہے لوگ تجھ سے پیئں گے واقعی بعد میں بے شمار لوگ روحانی طور پر آپ سے فیض یاب ہوئے۔ آپ حضرت محمّد دین چشتی کے اکلوتے مرید اور خلیفہ تھے۔

سیر و سیاحت

جس دور میں آپ قالینوں کا کام کیا کرتے تھے تو اس دور میں آپ نے ہندوستان کے بے شمار علاقوں کی سیر و سیاحت کی کہا جاتا ہے کہ قالین بہت عمدہ بنایا کرتے تھے اکثر ریاستوں کے امراء آپ سے قالین خریدا کرتے تھے۔ قیام امرتسر کے دوران ہی آپ نے امرتسر میں چاند بی بی سے شادی کی۔

امرتسر سے ہجرت

تقسیم ہند کے موقعہ پر آپ ۱۲ اگست کو پاکستان آ گئے اور شروع شروع میں اپنے ایک عزیز محمد شفیع کے ہاں گڑھی شاہو میں رہے پھر کچھ عرصہ کے بعد آپ نے محلہ موہلیاں سوتر منڈی اندرون لوہاری گیٹ میں رہائش اختیار کر لی۔ جب حکومت نے مہاجروں کو متروکہ املاک دیں تو آپ کو وہی مکان مل گیا جس میں آپ رہتے تھے۔ آخری دم تک آپ اسی مکان میں رہائش پذیر رہے۔

مخلوق خدا کی فیض یابی

قیام لاہور کے دوران آپ نے یہ معمول اپنایا کہ آپ اپنے مکان کی ایک بیٹھک میں مسندِ تبلیغ وارشاد پر متمکن ہو گئے آپ کا مشرب چونکہ قلندرانہ تھا اس لیے جو بھی آپ کے پاس کسی کام کے لیے آتا تو فوراً اس کا مسئلہ حل ہو جاتا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں بے شمار لوگ آپ کے مرید ہو گئے اس طرح بہت جلد آپ کی شہرت اندرون شہر پھیل گئی۔ کثیر مخلوق خدا نے آپ سے دینی اور روحانی فیض حاصل کیا۔ آپ کے بہت سے مرید ایسے تھے جنھیں آپ نے تھوڑی ہی مدت میں روحانیت کی منزلیں طے کروا دیں پھر بعد میں انھیں خلافت سے نوازا آپ اپنے حلقہ ارادت کے لوگوں کو تلقین کیا کرتے تھے کہ انسان کا کوئی دم ایسا نہیں ہونا چاہیئے جو یاد الٰہی سے خالی ہو۔ آپ کے پاس کئی لوگ ایسے آئے جو زمانے بھر کی برائیوں میں ملوث تھے مگر آپ کی کیمیا نظر کے ایسے اثیر ہوئے کہ ہر برائی چھوڑ نیک اور عابد ہو گئے۔

لباس اور خوراک

آپ صاف ستھرا لباس پہنا کرتے تھے۔ گرمیوں میں عموماً لٹھے کی چادر تہبند کے طور پر اور سفید رنگ کی قمیض استعمال کرتے۔ آپ قمیض پر کالے رنگ کی سدری بھی پہنا کرتے تھے۔ آپ سر پر پگڑی باندھتے جس کا رنگ عموماً سندوری ہوتا۔ آپ کی خوراک کم تھی اکثر ایک روٹی سالن کے ساتھ کھاتے۔ یا جو میسر آجاتا اس پر گزارہ کر لیتے۔

سیرت آپ کے شب و روز کے معمولات سنت نبوی کا نمونہ تھے۔ آپ اخلاق حسنہ اور نیک اوصاف سے مرصع تھے اور شریعت کے سختی سے پابند تھے۔ اور اپنے پاس آنے والوں کو بھی شریعت پر عمل پیرا ہونے کی تاکید کرتے۔

شادی اور اولاد آپ نے اپنی زندگی میں دو شادیاں کیں اور آپ کے تین صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں ہیں۔ آپ کے سجادہ نشین اور خلیفہ نور المشائخ زید احمد چشتی نظامی ہیں۔

وصال آپ کا وصال بروز جمعرات پانچ محرم ۱۳۷۲ھ بمطابق ۲۵ ستمبر ۱۹۵۲ء پاک پتن شریف میں حضرت بابا فرید الدین گنج شکر علیہ رحمۃ کے مزار اقدس پر محفل سماع میں ہوا جسد مبارک کو عارضی طور پر قصور میں دفن کیا مگر بعد میں ہنجروال کے قبرستان میں سپرد خاک کیا۔

قبر مبارک آپ کی قبر مبارک ہنجروال کے قبرستان میں پیر ہنجر کے قریب ہے۔ ہنجروال ملتان روڈ پر لاہور سے سات میل پر واقع ہے۔

حضرت عبداللہ ساقی سرمست قلندر

سیتہ پور بالمقابل ایورنیو سٹوڈیو ملتان روڈ لاہور کے علاقے کا مشہور مزار ساقی مست قلندر کا ہے جن کا اصل نام حضرت سائیں محمد عبداللہ ہے ساقی مست قلندر کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ آپ جام معرفت پلاتے تھے۔ جو آپ کی نگاہ سے جام توحید پیتا وہ مست ہو جاتا آپ کا مشرب قلندرانہ تھا اس لیے آپ ساقی مست قلندر کے نام سے مشہور ہوئے۔

خاندان آپ کشمیری النسل تھے والد ماجد کا اسم گرامی محمد صدیق پہلوان تھا جو ریاست کوہاپور میں رہتے تھے اور راجہ کے پہلوان تھے۔ راجہ نے ان کا وظیفہ مقرر کر رکھا تھا جس سے گزر اوقات ہوتی تھی۔ راجہ ان کی بے حد عزت و تکریم کرتا تھا۔ حضرت عبداللہ کوہاپور میں ۱۸۶۲ء میں پیدا ہوئے۔

پرورش آپ نے زندگی کے ابتدائی ایام ریاست کوہاپور میں گزارے لیکن ابھی آپ بچے ہی تھے کہ آپ کے والد ماجد اس دار فانی سے کوچ کر گئے مگر اسی اثنا میں مہاراجہ کوہاپور نے آپ کو والد ماجد کی پہلوانی کے عوض انعام کے طور پر امرتسر میں کچھ مکانات دے دیے لہذا آپ کی والدہ ریاست کوہاپور سے ہجرت کر کے امرتسر میں آ کر آباد ہو گئیں آپ بھی اپنی والدہ کے ہمراہ امرتسر آ گئے۔ آپ کی ایک ہمشیرہ تھیں جن کا نام فاطمہ بی بی تھا۔ آپ کی والدہ نے امرتسر میں کسی شخص سے شادی کر لی۔ اس لیے سوتیلے باپ کے زیر سایہ آپ کی پرورش توجہ اور خاطر خواہ طریقے سے نہ ہو سکی۔ لہذا آپ بچپن میں دنیاوی اور دینی تعلیم سے محروم رہے۔ آپ کے چار سوتیلے بھائی بھی تھے جن کے نام معراج دین۔ غلام محمد۔ حمید اور عبدالغنی تھے۔

بیعت جب آپ جوان ہو گئے تو آپ کو فکر معاش ہوئی چنانچہ امرتسر میں آپ نے ایک ہوٹل بنا لیا اور خود کھانا فروخت کرنے کی خدمات سرانجام دینے لگے آپ کے زمانے میں حضرت محمد دین چشتی بہت بڑے ولی کامل تھے جو وٹالہ ضلع گورداسپور میں رہتے تھے حضرت محمد دین چشتی لکڑ کا کام کیا کرتے تھے۔ ایک روز وہ امرتسر آئے جب انھیں دوپہر کے وقت بھوک لگی تو اتفاق سے آپ کے ہوٹل پر آ گئے آپ نے انھیں بڑے باعزت اور مؤدبانہ انداز میں مفت کھانا کھلایا اور عزت و تکریم کے ساتھ رخصت کیا۔ کچھ دنوں کے بعد حضرت محمد دین چشتی پھر

حلیہ مبارک

آپ کا قد بہت لمبا تھا جسم درمیانہ تھا چہرے کا رنگ سفید سرخی مائل تھا۔ ناک اونچی تھی ماتھے پر سلطانی ریکھا تھی۔ داڑھی شرع کے مطابق تھی۔ آنکھیں موٹی اور بارعب تھیں۔

اولاد

آپ کی نرینہ اولاد نہ تھی صرف زوجہ محترمہ مرجان بی بی سے تین لڑکیاں ہیں بڑی صاحبزادی کا نام سیدی دوسری کا نام اقبال بی بی اور سب سے چھوٹی کا نام بھولی ہے۔

سیرت

آپ بڑے نرم اور سخی دل تھے۔ اپنے ملنے جلنے والوں کی تکلیف کا بہت احساس کرتے غلط بات کو قطعاً ناپسند کرتے۔ طبیعت میں قدرے جلال بھی تھا۔ آپ کا ایک وصف جو آپ پر اکثر غالب رہتا وہ یہ تھا کہ آپ ہر وقت تصور الٰہی میں گم رہتے۔ بلکہ وصال سے تین سال قبل آپ پر مستی کے عالم کا غلبہ بہت زیادہ ہو گیا۔ اور آپ نے عام مریدوں اور عقیدت مندوں سے ملنا جلنا ترک کر دیا۔ بلکہ اس دور میں اگر کوئی بات بھی کرتے تو سننے والوں کو پتہ نہ چلتا کہ آپ کیا کہتے ہیں۔

آپ کو سماع کا بھی شوق تھا بلکہ موسیقی سے خاص لگاؤ تھا۔

کرامات

آپ صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے آپ کے بے شمار واقعات ایسے ہیں کہ عموماً آپ آنے والے کے دل کی بات پہلے ہی کہہ دیتے۔ اور سیف زبان ایسے تھے کہ جو منہ سے نکلتے پورا ہو جاتا۔ آپ کی چند کرامات حسب ذیل ہیں۔

آپ کی دعا سے گمشدہ لڑکا مل گیا

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک عورت کا لڑکا گم ہو گیا۔ اس کے اہل خانہ نے بہت تلاش کیا مگر لڑکا نہ ملا آخر جب کافی دن گزر گئے تو وہ عورت آپ کی شہرت سن کر آپ کے پاس آئی اور اپنے بچے کی گمشدگی کے بارے میں کہا آپ نے فرمایا انشاء اللہ کل شام تک آجائے گا۔ چنانچہ دوسرے روز شام سے پہلے ہی وہ لڑکا گھر آگیا۔ چند۔

دنوں کے بعد وہ عورت اپنے بچے کو لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی بچے نے جب آپ کو دیکھا تو کہنے لگا یہی تو وہ بزرگ ہیں جو مجھے پکڑ لائے ہیں۔ ماں اور بیٹا آپ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے آپ سے رخصت ہوئے۔

بیماری ختم ہو گئی

محمد شریف جراح کا بیان ہے کہ طالب علمی کے زمانے میں ان کی آنکھیں خراب ہو گئیں۔ لاہور کے معروف ہسپتال یعنی گنگارام۔ میو ہسپتال سے علاج کروایا مگر آرام نہ آیا ڈسکہ سے بھی آنکھوں کا آپریشن کروایا۔ لیکن آنکھیں درست نہ ہوئیں بلکہ جہاں تک نوبت پہنچ گئی کہ قریب بیٹھنے والا والا دھندلا سا نظر آتا تھا۔ آخر جب ہر طرح سے علاج کروا کر بالکل مایوس ہو گیا تو وہ آپ کے پاس پہنچا آپ نے کہا جاؤ آنکھیں ٹھیک ہیں چند کے دنوں کے بعد نظر بالکل درست ہو گئی یہ آپ کی دعا کا اثر تھا کہ وہ مرض جسے ڈاکٹروں نے لا علاج قرار دے دیا وہ مرض آپ کی دعا سے بالکل ختم ہو گیا۔

پھانسی سے رہائی

ایک دفعہ آپ کے سوتیلے بھائی سے ایک آدمی قتل ہو گیا مقدمہ چلا اور اسے پھانسی کی سزا ہو گئی آپ اس سے ملاقات کرنے کے لیے جیل گئے اس نے رو رو کر آپ کی خدمت میں التجا کی کہ بھائی مجھے اللہ سے معاف کروا دو اور میں پھانسی سے بچ جاؤں۔ آپ نے اس کے حق میں دعا کی تو اس کی سزائے موت قید میں بدل گئی لیکن کچھ عرصہ اور آپ کی دعا سے اسے قید سے بھی رہائی مل گئی یہ آپ کا روحانی تصرف تھا کہ آپ نے جس طرح چاہا اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کو قبول فرما کر ویسے ہی کر دیا۔

وصال

آخری عمر میں بڑھاپے کی وجہ سے کمزوری کافی ہو چکی تھی۔ آخر جمعۃ المبارک کے روز آپ ساڑھے گیارہ بجے بیٹھے ہوئے تھے کہ یکدم آپ کی جسم سے روح پرواز کر کے خالق حقیقی سے جا ملی۔ وصال کے بعد آپ کو سید پور ملتان روڈ پر دفن کیا گیا۔ آپ کی تاریخ وصال ۱۳ ذوالحجہ ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۲ جولائی ۱۹۵۷ء ہے۔

مزار اقدس آپ کے مزار پر چھوٹے سائز کا ایک گنبد بنا ہوا ہے جو نہایت ہی خوبصورت ہے دربار دو کنال میں واقع ہے۔ چند سایہ دار درخت بھی لگے ہوئے ہیں آپ کی پائنتی جانب آپ کے خلیفہ کا مزار ہے۔

حضرت پیر امانت علی چشتیؒ

پیر امانت علی چشتی کے والد کا نام حضرت پیر سید برکت علی تھا جو ضلع فیروز پور (بھارت) کے ایک گاؤں گلھوٹی سیداں میں رہتے تھے۔ آپ نسباً سید تھے آپ موضع گلھوٹی ہی میں ۲۰ صفر بروز پیر ۱۳۲۲ھ بمطابق یکم اپریل ۱۹۰۱ء میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم اپنے والدین کے ہاں حاصل کی۔ آپ کے والد ایک نیک اور زاہد بزرگ تھے انھوں نے اپنے لخت جگر پر ابتدا ہی سے نگاہِ شفقت کر کے اپنے روحانی میں رنگ دیا۔

بیعت آپ نے پندرہ سال کی عمر میں حضرت پیر سید نادر علی شاہ کے دست پر بیعت کی اور اپنے پیر و مرشد کی نگرانی میں علوم باطنی حاصل کیے ذکر و فکر اور عبادت میں محو رہے اور فیض حاصل کیا مرشد نے آپ کو خرقۂ خلافت سے سرفراز فرمایا۔

شجرہ طریقت آپ کا شجرہ طریقت یہ ہے " پیر سید امانت علی چشتی مرید حضرت پیر سید نادر علی چشتی کے وہ مرید حضرت خواجہ معظم دین مرولوی وہ مرید حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی کے وہ مرید حضرت خواجہ سلیمان تونسوی کے وہ مرید حضرت خواجہ نور محمد مہاروی کے۔

لاہور میں قیام تکمیلِ سلوک کے بعد آپ لاہور میں تشریف لا کر یہاں

جامع مسجد عیدگاہ میں کچھ عرصہ دینی خدمات سرانجام دیں، لیکن تین سال کے بعد آپ نے جامع مسجد شاہ کمال گنج مغل پورہ میں خطابت کے فرائض سرانجام دینے شروع کیے اور آخر تک اسی میں رہے۔ اور مسجد کے ساتھ ہی آپ آستانہ بیت الامان میں رہائش پذیر رہے۔

آپ نے متعدد مرتبہ حج کیا اور وہاں دربارِ رسالت مآب میں ایک منظوم ہدیہ عقیدت پیش کیا۔ ۱۹۵۸ء میں آپ نے آستانہ غریب نواز پر حاضری دی۔ اس کے علاوہ آپ چشتی بزرگوں کے مزارات پر حاضری کے لیے جایا کرتے تھے۔ آپ ہر جمعرات کو داتا گنج بخش جاتے اور ہر نوچندی جمعرات کو بابا فرید کے آستانہ عالیہ پر حاضری دیتے۔

وعظ و ارشاد

آپ کا وعظ بڑا دلنشیں ہوتا تھا۔ آپ کی آواز میں ایسا جادو تھا کہ جب مثنوی کے اشعار پڑھتے تو سامعین پر کیف و مستی کی کیفیت طاری ہو جاتی، آپ عمر بھر ذکرِ رسول سے لوگوں کو منوّر فرماتے رہے۔

عبادات

"پیر سید امانت علی شاہ عابد شب زندہ دار بزرگ تھے، نمازِ تہجد باقاعدگی سے ادا کرتے اور شریعتِ مطہرہ کی پیروی کو ہر وقت پیشِ نظر رکھتے، سخت سے سخت تکلیف کی حالت میں کبھی نماز قضا نہ ہونے دیتے۔"

وفات

۷ محرم الحرام، ۴ مارچ (۱۳۹۱ھ / ۱۹۷۱ء) بروز جمعہ ۱۰ بجے صبح پیر سید امانت علی شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب حقیقی سے جا ملے۔ نمازِ جنازہ آپ کے چھوٹے بھائی حضرت پیر سید کرامت علی شاہ چشتی نظامی مدظلہ نے پڑھائی، مزار آستانہ بیت الامان گنج

مغلپورہ، لاہور میں ہے، مزار شریف پر خوبصورت گنبد تعمیر ہو چکا ہے۔

قطعہ تاریخ وفات حضرت مولانا سید شریف احمد شرافت نوشاہی مدظلہ العالی نے قطعۂ تاریخ وصال کہا ہے ؎

جناب پیر امانت علی وحید زماں — رفیقِ مجلسِ آلِ فخرِ انبیا آمد

چو سالِ رحلت پیرِ زماں شرافت جست — شہیدِ عشق امانت علی، ندا آمد

۱۳ھ ۹۱

حضرت شاہ شکور چشتی رح

آپ کا اصل نام محمد عبدالشکور تھا لیکن تاج الاولیاء کے خطاب سے سلسلہ عالیہ چشتیہ میں مشہور ہوئے۔ آپ سلسلہ عالیہ قادریہ ابو العلائیہ جہانگیر کے اکابر اولیاء کاملین میں سے تھے۔

پیدائش آپ کا خاندان لکھنو کا رہنے والا تھا۔ آپ کے والد میر حسن لکھنو کے شرفاء سے تھے۔ لکھنو میں آپ کا گھرانہ علم وفضل میں مشہور تھا۔ آپ لکھنو میں پیدا ہوئے۔ آپ نے متوسط گھرانے میں تعلیم وتربیت پائی سب سے پہلے آپ نے قرآن مجید پڑھا پھر عربی اور فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ آپ نے لکھنو کے مدرسہ۔ فرنگی محلی لکھنو سے درسِ نظامی کیا۔ جوانی کے عالم میں تعلیم سے فارغ ہوئے۔

ذریعہ روزگار آپ اپنے بھائی کے ساتھ مل کر ملٹری میں ٹھیکداری کیا کرتے تھے اور مختلف قسم کے ٹھیکوں سے ذریعہ معاش کماتے تھے لیکن بعد ازاں آپ نے یہ سلسلہ چھوڑ دیا تھا۔ اوائل عمر میں سے چونکہ طبیعت ریاضت و عبادت کی طرف مائل تھی اس لیے روزی کمانے کے ساتھ ساتھ آپ ہر وقت ذکر و فکر

میں مشغول رہنے کی کوشش کرتے۔

تلاش حق نیک والدین کی صالح تربیت اور ذکر و فکر کا یہ اثر ہوا کہ آپ کے دل میں تلاش حق کا شعلہ بھڑک اٹھا چنانچہ آپ نے مرشد کی تلاش شروع کر دی۔ آپ کے زمانہ میں حضرت شیخ فخر العارفین محمد عبدالحی چاٹگام کے خلیفہ قطب زماں حضرت شاہ نبی رضا کی ولایت کا بڑا شہرہ تھا لہذا آپ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہو گئے اس وقت آپ پر بالکل جوانی کا عالم تھا۔ اور ان کی زیر ہدایت آپ نے بہت زیادہ ریاضت و عبادت کی آپ ہمیشہ چھپ کر ذکر و فکر اور مراقبہ اور مشاہدہ میں مشغول ہوتے۔ آپ کو خلوت بہت پسند تھی لہذا آپ کے عالم شباب کے شب و روز کا بیشتر حصہ خلوت میں گزرا۔ آپ کو اپنے مرشد سے بہت زیادہ محبت تھی۔ اور وہ بھی آپ پر خصوصی شفقت فرماتے آخر جب آپ ولایت میں کامل ہو گئے تو آپ کے مرشد نے آپ کو خرقہ خلافت عطا فرمایا اور آپ کی دستار بندی کی اس کے بعد آپ کے مرشد نے آپ کو تلقین کی کہ اب خلق خدا کی راہنمائی اور تبلیغ دین میں مصروف ہو جائیں۔

شجرہ طریقت شاہ شکور مرید تھے حضرت نبی رضا کے وہ مرید حضرت عبدالحیؒ کے وہ مرید حضرت مخلص الرحمان کے وہ مرید حضرت امداد اللہ مہاجر مکی وہ مرید حضرت شاہ محمد مہدی وہ مرید حضرت مظہر حسین وہ مرید حضرت قربت کے وہ مرید حضرت حسن ثانی کے وہ مرید حضرت منعم پاکباز کے وہ مرید شاہ خلیل الدین وہ مرید حضرات میر سید جعفر کے وہ مرید حضرت سید اہل اللہ۔ وہ مرید حضرت شاہ نظام الدین وہ مرید حضرت شاہ تقی الدین کے وہ مرید حضرت شاہ نصیر الدین کے وہ مرید حضرت سید محمود کے وہ مرید حضرت میر فضل اللہ کے وہ مرید حضرت شاہ قطب الدین وہ مرید حضرت شاہ نجم الدین قلندر۔ وہ مرید حضرت شاہ مبارک غزنوی کے وہ مرید شاہ

نظام الدین کے وہ مرید شاہ شہاب الدین کے وہ مرید حضرت شیخ عبدالقادر وہ مرید حضرت ابوسعید کے وہ مرید حضرت ابوالحسن وہ مرید حضرت ابویوسف وہ مرید حضرت عبدالعزیز وہ مرید حضرت شاہ رحیم الدین عیاض وہ مرید ابوبکر شبلی کے وہ مرید حضرت جنید بغدادی۔ سری سقطی۔ معروف کرخی۔ سید موسیٰ علی رضا۔ امام موسیٰ کاظم۔ امام جعفر صادق۔ امام باقر۔ زین العابدین۔ حضرت حسین۔ حضرت علی۔

لاہور میں قیام

آپ لکھنؤ سے الہ آباد گئے اور اپنے پیر بھائی کے ہاں قیام کیا پھر وہاں سے کانپور گئے اور کچھ عرصہ وہاں گزارا اور وہاں سے نصیر آباد گئے نصیر آباد اجمیر شریف کے پاس ہے۔ وہاں پر آپ اپنے بھائی سے ٹھیکیداری میں جدا ہو گئے اور ان سے جو کچھ ملا اس کا لنگر پکوا کر تقسیم کر دیا کچھ عرصہ نصیر آباد میں قیام کیا لیکن وہاں سے آپ اپنے پیر بھائی علم الدین خان صاحب کے کہنے پر سکندر آباد چلے گئے اور قیام پاکستان تک سکندر آباد رہے۔ جب پاکستان بن گیا تو آپ ۱۹۴۷ء میں سکندر آباد سے لاہور آ گئے۔ اور اب جہاں گارڈن ٹاؤن ہے وہاں ہمدرد والوں کے کارخانہ میں قیام کیا۔ اور ۱۹۵۲ء تک وہیں رہے۔ اس دوران کچھ عرصہ آپ نے ملتان میں بھی گزارا۔ بالآخر موضع چھوہانہ گارڈن ٹاؤن کے مشرق میں آپ نے چار کنال جگہ خریدی اور وہاں رہائش تعمیر کر کے منتقل ہو گئے اور آخری دم تک وہیں رہے۔

معمولات

آپ رات کا بیشتر حصّہ شب بیدار رہتے اور ذکر الٰہی میں مشغول رہتے۔ تہجد کے وقت تہجد کی نماز ادا کرتے اور فجر کی نماز تک مراقبہ میں مشغول رہتے نماز فجر کی ادائیگی کے بعد ذکر و فکر کرتے اور پھر ناشتہ کرتے اس کے بعد مختلف انداز میں ذکر الٰہی کا سلسلہ سارا دن جاری رکھتے۔ آپ صوم و صلوٰۃ کے سختی سے پابند تھے۔ لہٰذا آپ نے بڑھاپے میں بھی جسمانی کمزوری کے باوجود آخری دم تک رمضان المبارک کے روزے رکھے اور زندگی بھر کبھی روزہ نہ چھوڑا۔ پھر رمضان المبارک کا آخری عشرہ بڑی محبت سے اعتکاف میں گزارتے۔

سلسلہ رشد و ہدایت

آپ کو ملنے جلنے والوں کا تانتا بندھا رہتا آپ نے گرد و نواح اور چوبانہ کے لوگوں میں بہت تبلیغ کی جس سے اس گاؤں کے لوگوں میں جن میں بے شمار برائیاں تھیں۔ حتیٰ کہ آپ کی صحبت اور نصیحت سے وہ لوگ برائیوں سے تائب ہو گئے۔ بے شمار آپ کے انوار معرفت سے منور ہوئے آپ نے پند و نصائح اور عمل سے لوگوں کے دلوں کو برائیوں سے ہٹا کر اللہ کی طرف مائل کر دیا۔ آپ کی دعاؤں سے کئی بے اولاد حضرات کو اولاد ملی اور کئی بے روزگاروں کے رزق میں اضافہ ہوا۔ حتیٰ کہ جو بھی آپ کے پاس جس نیت سے آتا اللہ تعالیٰ سے اپنی مراد پاتا۔ آپ کے ذریعہ سلسلہ عالیہ کو بھی بڑی تقویت اور فروغ حاصل ہوا۔

اخلاق و کردار

آپ ریاضت اور عبادت میں بے نظیر تھے شہرت پسند نہ تھے قناعت توکل تقویٰ اور ذوق و شوق کا مجسمہ تھے آپ بڑے صاحب دل تھے۔ جود و سخا اور مہمان نوازی میں یگانہ تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ حصولِ روحانیت کے لیے شریعت اوّلین زینہ ہے۔

ذوق سماع

آپ کو سماع کا بہت شوق تھا اکثر اوقات آپ کی قیام گاہ پر سماع کا اہتمام ہوتا سماع میں جب آپ کو کوئی مصرع بہت پسند آتا تو قوالوں سے بار بار اس کا تکرار کرواتے جس سے آپ کے ذوق و شوق میں بہت اضافہ ہو جاتا۔ آپ کی محفل سماع میں سامعین بڑے مؤدب ہو کر بیٹھتے۔

بزرگان دین کے مقابر پر حاضری

آپ عموماً اولیاء کرام کے مزارات پر حاضری دیا کرتے تھے آپ کو حضرت خواجہ غریب نواز سے بہت عقیدت تھی لہٰذا نصیر آباد کے قیام دوران آپ عموماً حضرت خواجہ کی چوکھٹ پر گاہے بگاہے کاسہ گدائی لیے حاضر ہو جاتے۔ قیام لاہور کے دوران آپ عموماً حضرت داتا گنج بخش حضرت سید میراں حسین زنجانی حضرت

پیر مکی حضرت میاں میر حضرت شاہ جمال کے مزارات پر حاضری دیا کرتے تھے اور خاص کر پاکپتن میں حضرت بابا فرید کے عرس کے موقعہ پر ضرور جاتے۔

لباس

آپ کا لباس بالکل سادہ تھا عموماً کرتا اور تہبند استعمال کیا کرتے تھے سر پر ٹوپی پہنا کرتے تھے جو بعد میں ان کے سلسلہ میں رواج پا گئی۔

اولاد

آپ کے تین صاحبزادے اور پانچ صاحبزادیاں تھیں۔ آپ کے بڑے لڑکے کا نام حضرت علاؤالدین شاہ تھا جن کا مزار موضع گلی ننند شور کوٹ میں ہے دوسرے صاحبزادے عبدالستار بمبئی میں فوت ہوگئے اور وہیں دفن کیا گیا۔ آپ کے تیسرے صاحبزادے حضرت عبدالرؤف شاہ تھے جن کی قبر آپ کے مزار اقدس کے گنبد کے نیچے آپ کے پہلو میں ہے۔

خلفاء

آپ کے بے شمار خلفاء تھے۔

وصال

آپ کو آخری عمر میں فالج ہوگیا اور اس کی وجہ سے کمزوری دن بدن بڑھتی گئی آخر آپ ۱۰ ذلجہ بروز عید قربان ۱۳۷۴ھ بمطابق ۱۹۵۵ء کو اللہ کو پیارے ہوگئے۔ آپ کے ورثا اور مریدین کو آپ کی جدائی کا بے حد صدمہ ہوا آپ کو اس جگہ پر دفن کیا گیا جو آپ نے خریدی تھی۔ اور آپ کے مزار پر ایک خوبصورت گنبد بنا ہوا ہے گنبد کے اندر دو قبریں ہیں دوسری قبر آپ کے صاحبزادے شاہ عبدالرؤف نیری کی ہے۔ جن کا وصال ۱۳۸۸ھ میں ہوا آپ کی وفات پر قطعہ تاریخ وفات ذیبا ناروی صاحب نے کہا ہے۔ جو تختی پر لکھا ہے۔

ارشادات شکوریہ

آپ کے ارشادات عالیہ اور ملفوظات ذیبا ناروی صاحب نے ایک کتاب ارشادات شکوریہ کے نام سے لکھی ہے۔ جس میں آپ کے بیان کردہ ولایت کے بارے میں نظریات بیان کیے ہیں۔

حضرت صوفی محمد مشتاق چشتیؒ

حضرت صوفی محمد مشتاق بڑے کامل صوفی اور عاشق رسول تھے۔ پابند صوم والصلوٰۃ تھے۔

پیدائش آپ کے والد جالندھر کے رہنے والے تھے اور قصاب تھے محکمہ فوج کو گوشت سپلائی کر کے اپنی گزر اوقات کیا کرتے تھے آپ کے والد ماجد شریف النفس اور نیک انسان تھے آپ کی والدہ بھی بڑی نیک اور عابدہ تھیں۔ آپ کی پیدائش جالندھر میں ہوئی۔

تعلیم و تربیت آپ نے ظاہراً کسی مدرسہ یا مکتب میں تعلیم حاصل نہ کی لیکن جب باطنی حجاب اٹھ گیا تو دینی علم بذریعہ مشاہدہ حاصل ہوا۔ اس طرح قرآن اور دینی مسائل سے اچھی طرح واقفیت رکھتے تھے۔ آپ کو بچپن میں صالحین اور صوفیا کی محفل میں بیٹھنے کا شوق پیدا ہوا۔ جس سے آپ کے دل میں صوفی بننے کا جذبہ بیدار ہوا۔ اور یہی وہ جذبہ تھا جس نے بعد میں آپ کو صوفی باصفا بنا دیا۔

بیعت آپ نے بیعت کے لیے بے شمار پیروں اور فقیروں کو دیکھا مگر کہیں سکون میسر نہ آیا۔ آخر گورداسپور میں جا کر حضرت شاہ سراج الحق کے مرید ہو گئے اور انہی کی صحبت سے اور توجہ سے باطنی منازل طے کیں زندگی کا کچھ حصہ ان کی خدمت میں گزارا۔ ان کی زیر نگرانی کئی چلے کیے۔ رات دن ذکر و فکر کیا۔ آخر آپ کے پیر

نے آپ کو ہر طرح راہ سلوک میں کامل کر کے خرقہ خلافت عطا فرمایا۔

شجرہ طریقت

آپ کا شجرہ طریقت حسب ذیل ہے۔
حضرت صوفی محمد مشتاق۔ حضرت صوفی سراج الحق۔
حضرت صوفی سید محمد حسین۔ حضرت حافظ علی حسین۔ حضرت شاہ فقیر۔ حضرت شاہ حسین۔
حضرت عبدالرحمان۔ حضرت عبدالکریم۔ حضرت شاہ عنایت اللہ۔ حضرت سید میراں
شاہ بھیک۔ حضرت شاہ ابوالمعالی۔ حضرت شیخ داؤد۔ حضرت شیخ محمد صادق۔ حضرت ابوسعید
حضرت نظام الدین بلخی۔ حضرت جلال الدین تھانیسری۔ حضرت عبدالقدوس گنگوہی۔

بزرگان دین سے اویسی فیض

آپ نے پاک و ہند کے بے شمار اولیاء کرام کے مزاروں سے باطنی فیض حاصل کیا
وہ اولیاء کرام جن سے آپ نے باطنی فیض پایا ان میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی
حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء۔ حضرت علی احمد صابر۔ حضرت بابا فرید گنج شکر اور حضرت
داتا گنج بخش کا نام قابل ذکر ہیں۔ آپ کو داتا حضور کی ذات اقدس سے خصوصی عقیدت
تھی لہذا قیام لاہور کے دوران آپ روزانہ آپ کے مزار اقدس پر حاضری دیا کرتے
تھے۔

لاہور میں آمد اور قیام

تقسیم ہند کے بعد آپ جالندھر سے ہجرت کر کے پاکستان آ گئے شروع شروع میں کچھ عرصہ
آپ بہاولپور رہے پھر راولپنڈی چلے گئے وہاں کچھ عرصہ گزارنے کے بعد لاہور
آ گئے اور پھر لاہور میں مستقل قیام کر لیا آپ زیادہ عرصہ بھاٹی دروازہ کے اندر اونچی مسجد کے
پاس ایک مکان میں رہے شروع شروع میں چند لوگ آپ سے متاثر ہو کر بیعت
ہوئے مگر بعد ازاں مریدوں کی تعداد بہت زیادہ ہو گئی آپ کے بارے میں کہا جاتا ہے
کہ آپ بیعت بہت کم کیا کرتے تھے۔ جب کوئی عقیدت مند زیادہ پیچھے پڑ جاتا تو پھر

اسے مرید بنا لیتے۔ توبہ کے بعد مریدوں کو عموماً دو باتوں پر کاربند رہنے کی تلقین کرتے اول رزق حلال کا حصول اور دوسرے پابندی نماز۔ آپ کی تمنا ہوتی کہ مرید کا اتباعِ شریعت میں کلی طور پر داخل ہو جانا چاہیئے۔

سیر و سیاحت

آپ نے تبلیغ و اصلاح کی خاطر بے شمار سفر کیے کیونکہ پاکستان کے مختلف مقامات پر آپ کے مرید رہتے تھے وہ آپ کو اپنے ہاں دعوت دیتے تو آپ ان کے ہاں تبلیغ دین کے نظریہ سے تشریف لے جاتے اور انہیں وعظ و نصیحت کر کے واپس آجاتے۔ آپ نے عموماً فیصل آباد ماجرا ضلع گجرات پاکپتن ملتان گوجرانوالہ۔ وزیر آباد۔ راولپنڈی۔ ڈسکہ سیالکوٹ۔ پشاور۔ سرگودھا۔ خوشاب۔ بورا منڈی۔ وہاڑی۔ عارف۔ بہاولپور۔ بہاولنگر ہارون آباد۔ چشتیاں۔ پشاور۔ کراچی۔ حیدر آباد جیکب آباد روہڑی اور دیگر مقامات کے سفر کیے۔

محفل میلاد

آپ کو نعت سننے کا بڑا شوق تھا۔ عموماً نعت سننے پر چشم پُرنم ہو جاتے۔ کیونکہ آپ کے دل میں عشق مصطفےٰ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا اس لیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر آپ بے خود ہو جاتے۔ آپ کو رسول اکرم کی ذات اقدس سے والہانہ عقیدت تھی اس لیے آپ ہر مہینے اپنے مکان پر پانچ مرتبہ محفل میلاد منعقد کرواتے۔ اور عید میلاد النبی کے موقع پر خصوصی بہت بڑی محفل میلاد کا اہتمام کرتے۔ آپ حضرت احمد رضا خان کا کلام بڑے شوق سے سنا کرتے تھے اور خاص کر آپ کو ان کا یہ شعر بہت پسند تھا۔

میں یہاں ہوں میرا دل مدینے میں ہے
محب احمد دل ہی سے سینے میں ہے

اتباع قرآن و سنت

آپ کا ہر فعل قرآن و سنت کے مطابق تھا بڑے زاہد اور عابد تھے نوافل کثرت سے پڑھا کرتے

تھے قرآن پاک کی تلاوت عموماً کیا کرتے تھے۔ آپ کا معمول تھا کہ رات کے بیشتر حصے میں شب بیداری کرتے پھر پچھلے پہر بیدار ہوتے اور نماز تہجد ادا کرتے اس کے بعد یادِ الٰہی میں مشغول رہتے حتیٰ کہ فجر کی نماز کا وقت ہو جاتا تو نماز فجر ادا کرتے پھر ذکر اور مراقبہ کرتے اس کے بعد سارا دن دیگر دینی امور سرانجام دیتے۔ آپ روزانہ کم از کم ایک مرتبہ دلائل الخیرات ضرور پڑھا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ اللہ کا ذکر بھی کثرت سے کرتے۔
ہر روز نماز مغرب کے بعد مریدوں کے ساتھ کلمہ طیبہ کا ذکر کرتے۔ ایک دفعہ آپ چوبارے پر ذکر بالجہر میں مشغول تھے کہ نیچے بازار میں سے چند اہل تشیع گزر رہے تھے وہ آپ کے ذکر سے متاثر ہو کر آپ کے پاس حاضر ہوئے حتیٰ کہ اپنے راستے سے توبہ کر آپ کے مرید ہو گئے۔ آپ نے حج بھی کیا تھا اور حج کے سفر میں آپ کے ہمراہ صوفی لال دین تھا۔

محفل سماع

آپ کبھی کبھار قوالی بھی سنا کرتے تھے مگر قوالی میں صوفیانہ آداب کو مد نظر رکھتے آپ اردو، فارسی اور پنجابی یعنی سبھی قسم کا کلام پسند کیا کرتے تھے۔

لباس اور حلیہ مبارک

آپ کا لباس صاف ستھرا ہوتا زیادہ تر شلوار اور بڑی قمیض جو سلسلہ صابریہ میں پہنی جاتی ہے پہنا کرتے تھے اور بعض اوقات اوپر سے جبہ مبارک پہنتے سر پر پگڑی باندھا کرتے تھے۔ آپ بڑے خوبصورت تھے آپ کا قد دراز تھا جسم فربہ تھا چہرہ بہت نورانی تھا ہاتھ پاؤں اور بازو کشادہ تھے۔ رنگ گورا چٹا تھا۔

اولاد

آپ نے جوانی کے عالم میں جالندھر میں شادی کی اس بیوی سے آپ کے دو لڑکے ہوئے۔ بڑے کا نام صوفی محمد بشیر اور چھوٹے کا نام صوفی محمد نذیر ہے پہلی بیوی کے فوت ہونے پر دوسری شادی کی جس سے آپ کی چار صاحبزادیاں ہیں۔

خلفاء آپ کے چالیس سے زائد خلفاء ہیں ان میں صوفی محمد بشیر سجادہ نشین ۔صوفی محمد یعقوب صوفی لال دین صوفی محمد شفیع گجرات صوفی محمد شریف مغل پورہ لاہور صوفی کرم الٰہی فیصل آباد صوفی الملس خاں آزاد کشمیر کے اسماء گرامی قابل ذکر ہیں۔

وصال ۲۲ ذیقعد کو رات کے گیارہ بجے آپ بیٹھے ہوئے تھے اور قرآن کا کوئی مسئلہ بیان کر رہے تھے کہ بارگاہ رب العزت کی طرف سے بلاوا آ گیا۔ تو آپ نے تین مرتبہ سبحان اللہ پڑھا۔ اور آپ کی روح جسم سے پرواز کر گئی۔ اگلے روز آپ کو میلہ رام نزد دربار مارکیٹ میں دفن کیا گیا آپ کا مزار اقدس مرجع خلائق ہے۔ آپ کی تاریخ وفات ۲۲ ذیقعد ۱۳۸۴ھ بمطابق ۲۶ مارچ ۱۹۶۵ء ہے۔

حضرت میاں فیروز دین چشتیؒ

خاندان آپ کا نسبی تعلق جٹ دھاری وال خاندان سے تھا۔ دھاری وال امرتسر کے قریب ایک مشہور قصبہ ہے حضرت میاں صاحب کے پردادا جی میاں اللہ بخش وہاں سے نقل مکانی کر کے لاہور تشریف لائے۔ اور لوہاری دروازہ کے اندرون نزد مسجد پٹولیاں رہائش اختیار کر لی اس وقت سے آپ کا خاندان لاہور میں آباد ہو گیا۔

والدین آپ کے والد کا نام میاں حسن دین تھا جن کا شجرہ یوں ہے۔ میاں حسن دین بن میاں چراغ دین بن میاں اللہ بخش بن میاں محمد اعظم۔ میاں حسن دین اور میاں چراغ دین سلسلہ قادریہ میں بیعت تھے۔ حضرت میاں چراغ دین نے وہاں سے نقل مکانی کر کے کناری بازار میں رہائش اختیار کر لی حضرت میاں صاحب کے والد ماجد جوتے بنانے کا کام کیا کرتے تھے۔ آپ کی

والدہ کا نام مہتاب بی بی تھا۔ جو نیک اور صالح خاتون تھیں۔

ولادت اور پرورش آپ کناری بازار رنگ محل میں انیسویں صدی کے آخر میں پیدا ہوئے آپ کے والد چونکہ بڑی جانفشانی سے رزق حلال کما کر اپنا گزر اوقات کیا کرتے تھے اور گزارہ بمشکل ہوتا تھا اس لیے والد ماجد آپ کے بارے میں حصول تعلیم کے سلسلے میں خواطر خواہ توجہ نہ دے سکے اور بچپن میں تعلیم حاصل نہ کر سکے۔ ذرا بڑے ہونے پر آپ نے بھی جوتے بنانے کا پیشہ اختیار کر لیا۔

بیعت آپ نے پندرہ سال کی عمر میں حضرت خواجہ شیخ محمدؒ کے دست مبارک پر بیعت کی حضرت خواجہ شیخ محمد ڈیڑھ پنڈی لاہور ہی میں رہتے تھے جو برکی روڈ پر ہے بیعت کا واقعہ یوں ہوا کہ آپ میاں صاحب کو خواب میں ملے اور کہا کہ آپ کا ہمارے پاس حصہ ہے آ کر لے جائیں۔ اس اشارہ کے بعد آپ نے ظاہری طور پر ان کی بیعت کی۔ ان کا سلسلہ چشتیہ نظامیہ تھا۔

شجرہ شریف حضرت فیروز دین مرید حضرت خواجہ شیخ محمدؒ کے وہ مرید حضرت حامد کے وہ مرید فضل کریم کے وہ مرید حضرت خواجہ عنایت کے وہ مرید تاج محمود کے وہ مرید حضرت محمد شریف کے وہ مرید حضرت گل محمد کے وہ مرید حضرت سلطان محمود کے وہ مرید حضرت خواجہ محمد عاقل کے وہ مرید حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ کے۔

محبت مرشد آپ روزانہ رنگ محل سے ڈیڑھ پنڈی جایا کرتے تھے اور مرشد کی خدمت میں حاضری دیا کرتے تھے پھر واپس آجاتے اس طرح آپ نے کافی عرصہ گزارا بعد میں آپ کے مرشد نے فرمایا کہ اب آپ صرف جمعہ کے دن آیا کریں چنانچہ اس روز سے آپ نے ان کی خدمت میں جمعہ کے روز حاضر ہونا شروع کر دیا جو آپ نے آخری دم تک جاری رکھا۔ تکمیل

روحانیت پر جب آپ کے مرشد وصال کرنے والے تھے تو اُنھوں نے سنہ ۱۳۴۳ھ میں آپ کو خرقۂ خلافت سے نوازا اور اپنا جانشین بنایا۔

تربیت مریدین

خرقۂ خلافت پانے کے بعد آپ نے بیعت لینے کا سلسلہ جاری کیا۔ آہستہ آہستہ بہت سے لوگوں نے آپ کی مریدی اختیار کی۔ آپ مریدین کو زیادہ تر درود شریف پڑھنے پر زور دیا کرتے تھے اور سخاوت کی تلقین کیا کرتے تھے آپ بذاتِ خود بھی بہت زیادہ سخی تھے۔ آپ نفی اثبات کا ذکر کرنے کی تلقین کرتے لیکن خدمت مرشد پہ زیادہ زور دیا کرتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ مرشد کامل ہی پار لگاتا ہے۔ آپ اپنے پیر صاحب کا عرس مبارک کیا کرتے تھے جس میں آپ کے اکثر مرید شرکت کرتے آپ انھیں ذکر و فکر کرواتے اور وعظ و نصیحت کے ذریعے ان کی اصلاح کرتے۔

سلسلہ رشد و ہدایت

آپ کا ذریعہ معاش جوتوں کی دوکان تھا یہ دوکان رنگ محل بازار میں آپ کی رہائش گاہ کے قریب ہی تھی جہاں آپ بڑی محنت سے اپنے ہاتھوں سے دیسی جوتے بناتے اور پھر انھیں فروخت کر کے اپنی گزر اوقات کرتے آمدن قلیل تھی مگر اسی پر توکل کرتے ہوئے ساری زندگی بسر کی آپ کا معمول تھا کہ صبح سویرے تہجد کے وقت اٹھتے نماز تہجد ادا کرتے پھر ذکر و فکر میں نماز فجر تک مشغول رہتے نماز فجر کے بعد چمڑا جو اُنھوں نے گیلا کیا ہوتا اسے پانی سے نکال لیتے اور اسے درست کر کے دوکان پر لے جاتے۔ اسی دوران ناشتہ بھی کرتے دوکان پر جانے کے بعد سارا دن جوتے سینے میں مشغول رہتے لیکن کام کرتے ہوئے بھی ذکر الٰہی کرتے رہتے۔ اگر کوئی شخص ملاقات کے لیے آجاتا تو نہایت ہی مختصر گفتگو کر کے اس کی راہنمائی کر دیتے۔ اگر کوئی مرید آجاتا تو اسے رشد و ہدایت کی تلقین کرتے اور نیکی کا راہ بتلاتے۔ اگر کوئی سائل آجاتا تو حتی المقدور اس کی مدد کرتے اسی لیے آپ کا کہنا

ہے کہ سخاوت کرو کیونکہ اللہ کے بندے سخی ہوتے ہیں۔ اس طرح صبح سے شام تک دکانداری بھی کرتے اور ساتھ ہی ساتھ یادِ الٰہی میں بھی مشغول رہتے۔

جمعہ کے روز دوپہر تک آپ اپنی بیٹھک میں رہتے جہاں عقیدت مند اور زائرین کا تانتا بندھ جاتا۔ حاجت مند اپنی حاجت مندی کا سوال کرتے آپ ان کے حق میں دعا دے کر رخصت کر دیتے۔ بیمار حضرات اپنی صحت مندی کے لیے دعا اور پانی دم کروایا کرتے۔ دُنیا کے دُکھی انسانوں کو آپ کے پاس آنے سے تسکین ملتی۔ مرید آپ کے پند و نصائح اور صحبت سے فیض یاب ہوتے۔ حتیٰ کہ دور و نزدیک کے ہزارہا انسانوں نے آپ کی نگاہِ عنایت سے فیوض و برکات حاصل کیے۔ آپ اکثر کہا کرتے تھے کہ سالکانِ طریقت کو اپنا حال پوشیدہ رکھنا چاہیئے۔ پھر آپ اولاد کو بُری صحبت سے بچانے پر بھی زور دیا کرتے تھے۔

سیرت پاک آپ بڑے محنتی اور مستقل مزاج تھے علومِ باطن میں یگانہ روزگار تھے۔ اور زہد و تقویٰ میں بے مثال تھے صاحب کشف و کرامت تھے۔ سنت اور شریعت کے تابع تھے سادگی کو بڑا پسند کرتے تھے۔ گفتگو مختصر کرتے کھانا کم کھاتے مگر باہمت رہتے۔ آپ کو دعوتیں کھانے سے سخت نفرت تھی۔ تصنع اور بے رنگی کو بالکل پسند نہ کرتے تھے اپنی حیثیت سے بڑھ کبھی خرچ نہ کرتے غیر ذمہ دار اور سست لوگوں کو بالکل پسند نہ کرتے۔ اکثر لوگوں کو محنت کے ذریعے رزقِ حلال کمانے کی تلقین کرتے۔ آپ کو سماع کا بڑا شوق تھا۔ آپ اپنے مرشد کے مزار اقدس پر گاہے بگاہے محفلِ سماع بھی کروایا کرتے تھے۔

حلیہ اور لباس آپ کا رنگ گورا چٹا تھا اور ذکرِ الٰہی سے چہرہ پر جلالت کے آثار نمایاں رہتے قد دراز تھا جسم درمیانہ تھا اور قدرے پتلا تھا۔ سفید تہبند اور قمیض ان کا عموماً لباس تھا۔

ازدواجی زندگی | آپ نے ۱۹۲۹ء میں ایک نیک خاتون رشیدہ بیگم سے اپنے خاندان ہی میں امرتسر شادی کی اور ان سے آپ کی اولاد ہوئی۔ آپ کے ہاں ۱۰ بچے پیدا ہوئے اکثر بچے اللہ کو پیارے ہو گئے۔

وصال | آپ کا جگر کی بیماری میں مبتلا ہو کر آخر بروز جمعہ بوقت ۲ بج کر ۲۲ منٹ پر ۲۹ محرم ۱۴۰۲ھ بمطابق ۲۰ نومبر ۱۹۸۲ء میں انتقال ہوا اور آپ کو میانی صاحب کے قبرستان میں اسلم سٹریٹ نزد مہر محمد صوبہ کے قریب دفن کیا گیا۔

حضرت پیر سکندر شاہ سہروردیؒ

حضرت پیر سکندر شاہ ایک نیک بزرگ اور عالم دین تھے، آپ کا نسبی تعلق لاہور کے مشہور سہروردی بزرگ شیخ عبدالجلیل چوہڑ بندگی سے تھا۔ اسی خاندانی نسبت کی وجہ سے تقویٰ اور پرہیزگاری کی طرف مائل تھے۔

ولادت | آپ کے والد ماجد کا نام پیر کرم شاہ تھا جو لاہور میں گزرچوک مانک میں رہتے تھے یہ جگہ آجکل اندرون بھاٹی دروازہ بازار حکیماں اور چومالہ کے درمیان ہے۔ آپ یہاں پر پیدا ہوئے۔

شجرہ نسب | پیر قلندر شاہ کے چھوٹے بھائی تھے۔ سلسلہ نسب اس طرح ہے۔ شیخ سکندر بن شیخ کرم شاہ بن شیخ ابوالفتح بن شیخ ابوالحسن ثانی بن شیخ فخرالدین بن شیخ ابوالفتح بن برخوردار بن شیخ ابوالفتح بن شیخ عبدالجلیل چوہڑ بندگی قطب عالم لاہوری تاریخ جلیلہ صفحہ ۲۰۵ از غلام دستگیر نامی)

روحانی نسبت | آپ کی روحانی نسبت آپ کے والد ماجد حضرت پیر کرم شاہ سے وابستہ تھی۔ اور سلسلہ عالیہ سہروردیہ میں بھی

سے فیض پایا۔ انہیں جو کچھ ملا وہ تقویٰ اور پرہیزگاری کی بنا پر ملا۔ آپ پابند صوم صلوٰۃ تھے۔

خصائل تاریخ جلیلہ میں لکھا ہے کہ آپ ورع اور پرہیز میں عدیم المثال تھے اور فقر و غنا میں صاحب حال تھے۔ آپ عجیب احوال رکھتے تھے رقیق القلب تھے صاحب درد تھے۔ آپ کی طبع خوب موزوں تھی۔

شاعری آپ کی طبیعت درویشانہ اور فقیرانہ تھی اور ملنے جلنے والے حضرات کے ساتھ بہت اچھے اخلاق سے پیش آیا کرتے تھے آپ کی طبیعت شاعری کی طرف بہت زیادہ مائل تھی بہت عمدہ شعر کہا کرتے تھے اُردو اور فارسی دونوں زبانوں میں شعر کہا کرتے تھے۔ آپ کے شعروں میں غزلیہ رنگ بہت غالب نظر آتا ہے۔

وفات آپ کی وفات ۱۷۹۹ء میں لاہور میں ہوئی اور حضرت عبدالجلیل چوہڑ بندگی کے نواح میں مدفون ہوئے جو کہ میکلوڈ روڈ پر ریلوے پولیس لائنز کے ساتھ واقع ہے۔

حضرت سیّد قلندر علی سہروردیؒ

حضرت سید قلندر علی اپنے زمانے کے صوفیائے کبار سے تھے۔ آپ نسباً سید حسینی تھے۔ آپ کا خاندان موضع کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ میں مقیم تھا اور عرصہ سے مخلوق خدا کی خدمت پر مامور تھا آپ کے والد ماجد کا نام مولانا حافظ رسول بخش تھا۔ جو عالم باعمل تھے۔

پیدائش آپ موضع کوٹلی لوہاراں میں جنوری ۱۸۹۵ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والدین نے آپ کا نام قلندر علی رکھا یہ نام

رکھنے کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ آپ کے جد امجد حضرت مولانا سید جمال الدین کو ایک اللہ کے فقیر نے آپ کی پیدائش سے پہلے ہی کہہ دیا کہ اب کے جو بچہ اللہ تعالیٰ آپ کو عطا کرے گا۔ اس کا نام قلندر علی رکھنا اس لیے آپ کی پیدائش پر یہی نام رکھا گیا۔ آپ کی کنیت ابوالفیض تھی۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت سید عبدالقادر جیلانی سے ملتا ہے۔

زمانہ بچپن

اللہ کے نیک اور صالح بندوں کا بچپن فضل خدا سے محفوظ ہوتا ہے اس لحاظ سے کہ اللہ تعالیٰ ان کو شریفانہ ماحول دے کر بے شمار گناہوں سے بچا لیتا ہے۔ حضرت علی قلندر کو ابتدا سے نہایت ہی علمی اور روحانی ماحول میسر آیا۔ جب آپ ذرا بولنے کے قابل ہوئے تو آپ کے والد بزرگوار نے آپ کے لیے حصول علم کا سلسلہ شروع کیا اور سب سے پہلے آپ نے قرآن پاک کی تعلیم حاصل کی۔

والدین کی وفات کا صدمہ

آپ کو بچپن ہی سے ایک گہرا صدمہ لگا اور وہ صدمہ یہ تھا کہ چار سال کی عمر میں والدہ محترمہ کا انتقال ہو گیا اور اس کے چار سال بعد آپ کے والد ماجد اللہ کو پیارے ہو گئے، آپ کو علم ہونا چاہیے کہ جس بچے کے والدین بچپن ہی میں وفات پا جائیں اس کی تعلیم و تربیت میں کتنی کمی آ جاتی ہے لیکن آپ کی پرورش اور آپ کی تعلیم کا ذمہ قادر مطلق کے ہاتھ میں تھا آخر اللہ نے بے پناہ علم سے آپ کو نوازا۔

حصول علم

آپ نے پہلے نصابی تعلیم مڈل تک حاصل کی اس کے بعد آپ نے دنیاوی تعلیم کی طرف سے توجہ ہٹا کر دینی علوم کے حصول کی طرف کر دی۔ اور بالغ ہونے تک کچھ عرصہ سیالکوٹ میں دینی علم پڑھا، اور سیالکوٹ کے کئی علما سے فائدہ اٹھایا اور بعد ازاں لاہور میں انجمن نعمانیہ

کے مدرسے سے بھی اکتساب علم کیا، لیکن پھر بھی آپ کی علمی پیاس نہ بجھی اور آپ مزید تعلیم کے لیے بریلی شریف میں اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی کی خدمت میں سر خم تسلیم ہوئے لہٰذا ان کی خدمت میں رہ کر آپ نے تفسیر حدیث فقہ اور علم الکلام کی تکمیل کی۔ اور اڑھائی سال کے بعد دستار فضیلت حاصل کی۔

علاوہ ازیں آپ کچھ عرصہ پیر سید مہر علی شاہ گولڑہ شریف کے بھی شاگرد رہے اور آپ کی صحبت سے باطنی فیض بھی پایا۔ پھر آپ نے کچھ عرصہ میاں شیر محمد شرقپوری کی صحبت میں بھی رہ کر روحانی استفادہ کیا۔

روحانی نسبت ظاہری علوم سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد آپ نے راہ سلوک میں قدم رکھنا چاہا تو اس کے لیے مرشد کامل کی ضرورت تھی چنانچہ آپ مختلف صوفیا کرام کی خدمت میں حاضر ہوئے لیکن ان سے یہی جواب ملا کہ آپ کو کسی سہروردی بزرگ کی تلاش کرنی چاہیے، تلاش مرشد کا جذبہ روز بروز زیادہ ہوا اور آپ اللہ کے حضور دعا گو رہتے کہ کوئی رہنمائے کامل مل جائے آخر ایک روز آپ اپنے بزرگ حضرت فیروزدین کے ہمراہ گڑھی شریف گجرات میں ایک ولی کامل کی خدمت میں حاضر ہوئے ان کا اسم گرامی الحاج میاں غلام محمد تھا۔ آپ نے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کے دست مبارک پر بیعت کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ انھیں باطنی طور پر بذریعہ کشف اپنے مرشد سے پہلے ہی ہدایت مل چکی تھی کہ قلندر نامی شخص کو اپنا مرید بنا کر راہ سلوک کی تعلیم دو چنانچہ انھوں نے آپ کو اپنا مرید بنا لیا اور باطنی تعلیم دینا شروع کی۔ اور سلسلہ سہروردیہ کے مطابق آپ ذکر الٰہی نفی اثبات میں رات دن مشغول رہنے کی ہدایت کی۔

شجرہ طریقت حضرت سید قلندر علی گیلانی مرید تھے حضرت الحاج غلام محمد کے وہ مرید حضرت پیر جنگو شاہ کے وہ مرید حضرت شاہ دولا کے وہ مرید سید سرمست کے وہ مرید حضرت مونگ کے وہ مرید حضرت کبیر احمد کے وہ حضرت شہر اللہ کے وہ

حضرت یوسف ثانی کے وہ حضرت برہان الدین خانی کے وہ مرید حضرت خواجہ حسین کے وہ مرید حضرت بہلول کے وہ مرید حضرت شاہ حسام الدین کے وہ مرید حضرت رکن الدین نوری کے وہ مرید حضرت سید برہان الدین کے وہ مرید شیخ ناصر الدین کے وہ مرید حضرت شاہ جلال الدین کے وہ مرید حضرت شاہ رکن عالم ملتان کے وہ مرید حضرت شیخ صدرالدین عارف کے وہ تلامذ طریقت حضرت غوث بہاؤ الدین زکریا ملتانی کے وہ اور حضرت شیخ عمر شہاب الدین سہروردی کے مرید تھے۔

ریاضت وعبادت

آپ نے کچھ عرصہ حضرت میاں غلام محمد صاحب کی خدمت میں گزارا اور انہی کی زیر نگرانی میں منازل سلوک طے کیں، آپ نے ہر عمل شریعتِ مطہرہ کے مطابق کیا، نوافل اور نفلی روزوں میں کثرت کی اور اپنے نفس کو دنیاوی آلائشوں سے پاک کیا جب انسان دنیا کے طمع سے آزاد ہو جاتا ہے تو اللہ کی رحمت چھا جاتی ہے اور آپ کے مرشد نے آپ کو خرقہ خلافت سے نوازا اور اس کے ساتھ ہی کوٹلی سے لاہور میں سکونت اختیار کرنے کا ارشاد صادر فرمایا، چنانچہ آپ اپنے مرشد کی ہدایت کے مطابق بعد کوٹلی لوہاراں (سیالکوٹ) سے لاہور آگئے۔

لاہور میں سکونت

شروع شروع میں آپ نے لاہور میں اپنے ایک پیر بھائی عبدالعزیز محلہ اویاں (قلعہ گوجر سنگھ) کے پاس قیام کیا جو محکمہ دستکاری میں ملازم تھے اس کے بعد آپ نے اسی علاقے میں زمین خرید کر اپنا رہائشی مکان بنالیا اور بقایا زندگی اسی مکان میں بسر کی۔

چلہ کشی

حصول روحانیت کے لیے بعض صوفیاء نے چلہ کشی کو لازم قرار دیا ہے کیونکہ اس سے اسرار ربانی کا انکشاف ہوتا ہے اور اس میں بے حد روحانیت حاصل ہوتی ہے، چنانچہ آپ اپنے پیر و مرشد کے فرمان کے مطابق حضرت حسن شاہ المعروف حسو تیلی (واقع ایبٹ روڈ پر) چھ ماہ چلہ کش رہے۔

چلہ کشی سے فارغ ہونے کے بعد آپ اپنے مرشد کے فرمان کے مطابق لاہور میں سلسلہ سہروردیہ میں رشد و ہدایت کو جاری کیا۔

بزرگانِ دین کے مزارات پر حاضری آپ لاہور کے مختلف اولیائے کرام کے مزارات پر حاضری دیا کرتے تھے۔ اور وہاں مراقبہ اور ذکر اذکار میں مشغول رہتے اور صاحب مزار کی رُوح سے ملاقات کر کے کسب فیض کرتے، لاہور میں بالخصوص داتا گنج بخش شاہ ابوالمعالی شیخ حسو تیلی سیّد عبدالجلیل چوہڑ بندگی حضرت میاں میرؒ اور حضرت موسیٰ آہن گر کے مزارات پر آپ اکثر اوقات فیض حاصل کرتے۔

خطابت و درس و تدریس آپ نے وعظ و نصیحت کے ذریعے لوگوں کو راہ حق پر چلنے کی دعوت دی اور معاشرہ سے بُرائیوں کو ختم کرنے کے لیے عمر بھر برسرِ پیکار رہے، معاشرے کو برائیوں سے پاکیزہ کرنے کے لیے آپ نے عرصہ آٹھ سال تک جامع مسجد درگاہ حضرت شاہ ابوالمعالی لاہور میں خطابت اور تدریس کے فرائض سرانجام دیئے پھر کچھ عرصہ جامع مسجد چوہدریاں قلعہ گوجر سنگھ لاہور میں خطابت کے فرائض سرانجام دیئے، آپ کے خطبات سے خاص و عام فیض یاب ہوتے۔ لاہور کے اکثر علماء اور اہل علم حضرات آپ کے خطبات سے مستفید ہوتے۔ خطابت اور درس و تدریس کے ساتھ ساتھ آپ نے اپنی رہائش گاہ پر علم و عرفان کا سلسلہ شروع کیا، بے شمار لوگ آپ کے مرید ہوئے اور انھیں آپ سے دینی فیوض و برکات حاصل ہوئے۔ آپ کی دعا میں یہ اثر تھا کہ جو بھی معتقد حاضر ہوتے اور دعا کی درخواست کرتے اور آپ دعا فرماتے جو قبول ہوتی، آپ سے بے شمار لوگ مستفیض ہُوئے، جسمانی اور روحانی بیماریوں سے نجات ملی، کئی بیماروں کو آپ کی دعا سے شفا ملی۔

تصانیف آپ نے واعظ و امامت کے ساتھ ساتھ اسلامی موضاعات پر قلم اٹھایا اور انھیں صوفیانہ تعلیمات کے مطابق بیان کیا آپ کی گراں قدر تصانیف حسب ذیل ہیں

"جمال الٰہی" "جمال رسول"۔ "الفقر فخری"۔ "موعظۃ المتقین"۔ "سیاج لامکان" "دعوت الحنیفہ" پردہ نسواں "حلیۃ النبیؐ"۔ "لباس التقویٰ"۔ "رسالہ علم غیب" "قمیص یوسفی" "تذکرۂ سہروردیہ"۔ تعارف سہروردیہ"۔ "انوار سہروردیہ"۔ "صحیفہ غوثیہ"۔ "میلاد الرسول"۔ "شعبان المعظم"۔ "کتاب الصوم"۔ "صوت ہادی" "اسلامی عورت" زکوٰۃ کا اسلامی نظام۔ "شرح قصیدہ غوثیہ"۔ اس کے علاوہ "نور مستور"۔

شادی اور اولاد آپ نے اپنی حیاتی میں ایک صالحہ عورت سے شادی کی، آپ کے صاحبزادگان یہ ہیں۔

(۱) سید فیض احمد سہروردی (۲) سید فیاض احمد سہروردی مرحوم (۳) صاحبزادہ سید امتیاز احمد تاج سہروردی (۴) سید اعجاز احمد سہروردی (۵) سید سجاد احمد سہروردی۔

اس کے علاوہ آپ کی چار صاحبزادیاں تھیں۔

خلفائے نامدار آپ نے اپنے مشن کی مکمل رہنمائی کی۔ اور سلسلۂ سہروردیہ کی ترویج میں بڑا حصہ لیا، آپ کے بے شمار مرید اور خلفائے نامدار تھے۔ جن میں سے صوفی مولوی سعید احمد سہروردی مرحوم۔ صوفی فیروز الدین مرنگ۔ محمد اقبال حمید کراچی۔

چوہدری محمد شفیع فیصل آباد۔ بٹالہ کالونی۔ مرزا غلام محی الدین سہروردی مرحوم حاجی معراج الدین سمانی ہنجروالی۔ مولوی غلام نبی سہروردی خطیب جامع مسجد گوجرہ شامل ہیں جو ممتاز شخصیت کے مالک ہیں۔ ان کے علاوہ آپ کے مریدین

میں حاجی یوسف سہروردی گڑھی شاہو۔ اس سلسلہ کے مبلغ ہیں۔"

وصال آپ کے آخری وقت میں آپ کو بخار ہوا اور آپ نے اپنے قریبی حضرات کو مطلع کر دیا کہ اب میں نے اس دار فانی سے جانے کے لیے تیاری کر لی ہے، آخر آپ آخری چہار شنبہ یعنی بروز بدھ ۲۵ صفر المظفر ۱۳۷۸ھ بمطابق ۱۰ ر ستمبر ۱۹۵۸ء کو اس دار فانی سے رحلت فرما گئے۔ اس وقت آپ کی عمر ۶۳ سال تھی۔

حضرت شیر شاہ ولیؒ

شاہی قلعہ لاہور کے باہر قلعہ کی شمالی دیوار کے ساتھ حضرت شیر شاہ ولی کا مزار ہے۔ آپ کا اصل نام شیر محمد تھا لیکن شیر شاہ ولی کے نام سے مشہور ہوئے اس کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ مختلف حضرات نے آپ کو شیر پر سواری کرتے دیکھا پھر بسا اوقات یوں بھی ہوا کہ جہاں آپ رہتے تھے وہاں شیر آجاتا اور اپنی دم سے آپ کی جائے قیام کی جاروب کشی کرتا۔ لہٰذا اس نسبت سے آپ شیر شاہ ولی مشہور ہو گئے۔

آپ جوانی کے عالم میں محنت مزدوری کیا کرتے تھے اور فارغ وقت میں فقراء اور درویشوں کی صحبت اختیار کرتے آخر ایک روز فقیر کامل سے ملاقات ہوئی آپ اس سے بے حد متاثر ہوئے اور اس کی خدمت کرنا شروع کر دی۔ تھوڑے ہی عرصہ میں اُس ولی کامل نے آپ کو اپنے رنگ میں رنگ دیا۔ آپ بہت جلد دُنیا سے کنارہ کشی اختیار کر کے اس جگہ ذکر و فکر میں مشغول ہو گئے آجکل جہاں آپ کا مزار ہے۔ یہیں آپ نے ایک جھونپڑی بنا لی اور مرتے دم تک اسی میں گزارہ کیا۔

آپ کا مشرب فقیرانہ قلندرانہ تھا آپ رات دن یاد الٰہی میں محو رہتے جو مل جاتا اس پر صبر و قناعت کرتے آپ نے زندگی کا بیشتر حصہ اللہ کا ورد پڑھا۔ آپ داتا حضور

کے مزار اقدس پر اکثر اوقات حاضری دیا کرتے۔

آخری عمر میں آپ کی درویشی کا کافی چرچا ہوا آپ کی دعا سے لوگوں کی مشکلات رفع ہوئیں اس لیے اہل نظر لوگ آپ کا بے حد احترام کیا کرتے تھے۔ آپ طبعاً جلالی تھے۔ اور زائرین کے ساتھ جلال کے ساتھ پیش آتے آخر بڑھاپے میں وصال کے بعد آپ کو اسی جھونپڑی میں دفن کر دیا گیا جس میں آپ رہتے تھے۔ آپ کے وصال کے بعد یہ مقام تکیے کی صورت اختیار کر گیا۔ آپ کا مقبرہ خوبصورت ہے درمیانے سائز کے گنبد کے نیچے دو قبریں ہیں۔ دائیں ہاتھ سید چراغ شاہ ولی اور بائیں ہاتھ سید شیر شاہ ولی کی قبر ہے فرش سنگِ مرمر کا بنا ہوا ہے دہلیز بھی سنگِ مرمر کی جو نفاست میں اپنا جواب نہیں رکھتی چاروں اطراف میں غلام گردشیں ہیں۔ بڑ کا قدیم درخت بھی ہے سنگِ مرمر کی نفیس سلوں پر اچھے اچھے کتبات از قسم شانِ خدا نکات۔ عشق۔ آیاتِ قرآنی۔ وغیرہ تحریر ہیں۔ جانب شرق وسیع احاطہ قلعہ کی دیوار کے ساتھ واقع ہے۔ خانقاہ کے دو دروازے ہیں۔ ایک جانب شمال اور دوسرا مغرب کی طرف حجرے جانب مشرق ہیں۔

حضرت پیر تُرت مُرادؒ

حضرت پیر سخی ترت مراد ارائیں النسل تھے ۱۱۸۴ھ بمطابق ۱۷۷۰ء میں پیدا ہوئے آباؤ اجداد کا پیشہ زمینداری تھا آپ نے بچپن میں معمولی سی تعلیم حاصل کی۔ جوان ہونے پر آپ نے کاشت کاری شروع کر دی مگر تھوڑے عرصہ کے بعد آپ نے یہ کام چھوڑ دیا اور ایک صالح مرد کی صحبت میں رہ کر ذکر و فکر کرنے لگے۔ جوں جوں آپ ذکر و فکر کی طرف مائل ہوئے آپ کا دل دنیا سے اچاٹ

ہوگیا۔ پھر ایک وقت ایسا آیا کچھ عرصہ سیر و سیاحت کرتے رہے آخر کار آپ اس جگہ پر قیام پذیر ہوئے جہاں آپ کا مزار ہے ان دنوں یہاں اردگرد کھیت تھے حتیٰ کہ جگہ پر آپ نے ڈیرہ لگایا تھا زمین کے مالکوں نے آپ کو ٹلانے کی بہت کوشش کی مگر ایک رات انھیں خواب میں اشارہ ہوا کہ یہ اللہ کا فقیر ہے اسے اس کے حال پر چھوڑ دو آخر انھوں نے مخالفت ترک کر کے آپ کو رہنے دیا۔ حتیٰ کہ ۴۹ سال کا عرصہ آپ نے اپنی قیام گاہ پر گزارا آپ نے بے پناہ مجاہدہ کیا آخری دور میں آپ گرد نواح میں بہت مشہور ہو گئے آپ کے چرچا کا سبب یہ ہوا کہ جو شخص بھی آپ کے پاس آتا آپ کی دعا سے بارگاہ رب العزت سے اس کی مراد بہت جلد پوری ہوتی۔ اسی نسبت سے آپ پنجابی میں ترت مراد یعنی بہت جلد حاجت روائی کا وسیلہ بننے والے مشہور ہو گئے۔

آپ کا وصال ۱۲۴۵ھ مطابق ۱۸۲۹ء میں ہوا اور آپ کو آپ کی قیام گاہ پر دفن کر دیا گیا۔

آپ کا مزار شاہراہ قائد اعظم پر باغ جناح میں ہے۔ ایک ٹین کے چھپر کے نیچے آپ کی قبر مبارک کا تعویذ ہے جو سنگِ مرمر کا بنا ہوا ہے۔ مزار کے ساتھ ہی مسجد کا چبوترہ بنا ہوا ہے۔ جس کے اِردگرد لوہے کا جنگلہ ہے۔

حضرت پیر قطب شاہؒ

پیدائش آپ حضرت سید جلال الدین مخدوم جہانیاں جہاں گشت سہروردی اوچ شریف والوں کی اولاد امجاد سے ہیں۔

آپ اوچ شریف میں ۱۲۳۴ھ مطابق ۱۸۱۹ء میں پیدا ہوئے آپ کے والد ماجد کا نام سید عبداللہ تھا جو پیر طریقت تھے۔

تلاش مرشد آپ کی تعلیم و تربیت اپنے والد کے زیر سایہ ہوئی حتیٰ کہ آپ نے جوان ہونے تک ظاہری اور باطنی تعلیم کی تکمیل کر لی۔ اور پھر مرشد کی تلاش میں وطن سے نکلے اور چاچڑاں شریف میں حضرت خُدا بخش خلیفہ حضرت نور محمد چشتی مہار شریف کی خدمتِ اقدس میں پہنچے حضرت خواجہ خُدا بخش چشتی حضرت خواجہ سلیمان چشتی کے پیر بھائی تھے۔ پھر اجمیر شریف کی طرف روانہ ہوئے۔ ابھی راستے ہی میں تھے کہ اشارہ غیبی سے آپ کو حکم ہوا کہ لاہور میں قیام کرو۔ لہٰذا آپ انبالہ سے واپس لاہور آکر یہاں مقیم ہو گئے۔ آپ کو باطنی فیض اپنے والد ماجد سے سلسلہ سہروردیہ میں اور سلسلہ چشتیہ میں حضرت خواجہ خُدا بخش سے حاصل ہوا۔ سلسلہ قادریہ میں حضرت احمد یار سے بھی آپ نے بیعت کی اور سلسلہ قادریہ کا فیض حاصل کیا۔

لاہور میں قیام جب آپ لاہور میں آئے تو یہ مہاراجہ شیر سنگھ کا عہد حکومت تھا۔ ایک رات مسجد وزیر خاں میں شب باش ہو کر صبح ہوا حضرت شاہ میرؒ مشرف ہوئے۔ کچھ عرصہ بیرون بھاٹی دروازہ متصل مزار پُرانوار حضرت داتا گنج بخش بہ مکان سائیں جلے شاہ مجذوب سکونت پذیر ہوئے۔ جلے شاہ مجذوب نے بہت زور لگایا کہ آپ یہاں سے سکونت ترک کر دیں مگر ایسا نہ ہو سکا۔ پھر نواب شیخ امام الدین خاں نے ان کی رہائش کا بندوبست کر دیا لہٰذا ایک تکیہ معہ چاہ بنوا دیا چنانچہ آپ نے اس جگہ رہائش اختیار کر لی۔

خدمت خلق آپ نے جب رہائش اختیار کر لی تو آپ نے خدمت خلق کا طریقہ اختیار کیا آپ کے پاس جو بھی آتا آپ اس کی ہر طرح سے خدمت کرتے۔ آپ کی ذات گرامی سے بے شمار لوگوں نے دینی اور دنیاوی فیض حاصل کیا۔

مزار مبارک۔ آپ کا مزار تکیہ قطب شاہ میں قطب روڈ بالمقابل داتا ہسپتال برلب سڑک واقع ہے۔ مزار پیر قطب شاہ ایک معمولی سی چاردیواری میں ہے جہاں مسجد اور کنواں بھی ہے۔ جمعرات کو قوالی ہوتی ہے کسی زمانہ میں یہ ایک وسیع و عریض تکیہ تھا مگر اب چھوٹے چھوٹے مکانوں میں گھر گیا ہے۔

حضرت نظام شاہؒ مجذوب

حضرت نظام شاہ مجذوب نے لاہور میں زندگی کا بیشتر حصہ گزارہ لیکن آپ سیر و سیاحت سے ذوق رکھتے تھے اس لیے زیادہ پھرتے رہتے کبھی لاہور شہر میں پھرتے اور کبھی لاہور شہر کے باہر جہاں دل چاہتا چلے جاتے۔ نظام شاہ مجذوب پر زندگی کے درمیانی حصے میں جذب کا غلبہ بہت رہا لیکن زندگی کے آخری دور میں جذب کا غلبہ کم ہو گیا تھا اکثر اوقات آپ ہوش میں آکر خاص باتیں کیا کرتے تھے۔

آپ دنیا سے بالکل بے نیاز تھے جب آپ پر جذب کا غلبہ کم ہوا تو آپ نے خیاطی کا کام شروع کر دیا لیکن بعد میں اُسے ترک کر دیا آپ کی بزرگی کا زیادہ چرچا ان کی کرامات سے ہوا۔

ہیرا سنگھ کے قتل کی خبر راجہ ہیرا سنگھ کے یوم قتل کا ذکر ہے کہ اس روز علی الصباح آپ تکیہ سادھواں میں تشریف لائے۔ اُس روز عید الضحیٰ کا دن تھا۔ آپ وہاں آکر فرمانے لگے کہ میری صفیں لاؤ اگلی صف اُٹھ گئی ہے اسی وقت لوگوں نے جانا کہ آج سلطنت میں ضرور کچھ فرق آئے گا۔ چنانچہ دو گھنٹہ کے بعد راجہ ہیرا سنگھ (وزیر دلیپ سنگھ والی لاہور) جو اپنی حویلی میں محصور تھا چند

ہمراہیوں کے ساتھ زرکثیر لے کر ٹکسالی دروازہ سے بہ بہانۂ شکار بھاگ نکلا۔ سکھوں نے اس کا تعاقب کرکے اس کو مار ڈالا اور جواہر سنگھ کو وزیر بنایا۔

گورستان میانی میں رہائش

آپ نے عمر کے آخری حصّہ میں میانی صاحب میں رہائش اختیار کرلی۔ پہلے آپ ایک قدیمی مسجد میں رہے اور پھر ایک اپنی رہائش کے لیے عمارت بنوالی۔ اور اس میں رہنے لگے اکثر لوگ آپ کے پاس آیا کرتے تھے۔ اور آپ کی دعا اور توجہ سے اپنی مراد پاتے، آپ کا طریقہ تھا کہ جب کوئی نذرانہ آپ کے پاس لے کر آتا تو اُسے لوگوں میں تقسیم کردیتے اپنے پاس نہ رکھتے۔

واقعہ وصال

آپ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ آپ نے اپنی آخری عمر میں انگریزوں کے دور میں ایک "کاٹھ"، اپنے مکان پر بنوایا۔ کاٹھ ایک آلہ تھا جو بعہد شاہانِ سلف مجرموں کو بطور شکنجہ پابند کرنے کے لیے مستعمل ہوتا تھا اور جس پر خفا ہوتے تھے اُس کو کاٹھ میں بند کردیتے تھے، جب ایک دو ساعت گزر جاتی پھر چھوڑ دیتے، چنانچہ حسب العادت ایک روز ایک شخص مسلمان قوم جوگی کو اپنے کاٹھ میں بند کیا اور ایک گھڑی کے بعد خود ہی چھوڑ دیا۔ دوسرے روز اُس جوگی نے بحضور میکریگر صاحب حاکم ضلع لاہور استغاثہ کیا۔ وہاں سے حسب ضابطہ ثبوتِ مدعی لینے کے بعد خدا بخش کوتوال کی معرفت اُن کی طلبی عمل میں آئی۔ کوتوال حضرت کی خدمت میں حاضر ہُوا اور کہا کہ حضرت آپ کو حاکم نے طلب کیا ہے، تشریف لے چلو۔ آپ نے فرمایا کہ چلو بھائی فقراء تو حکموں میں گرفتار نہیں ہوتے، تجھ کو لازم ہے کہ اس بات میں ہم کو دق نہ کر۔ کوتوال نے اپنی مجبوری بیان کی تو آپ نے فرمایا کہ آج تو جا کل ہم خود سرکار کے محکمہ

میں چلے جائیں گے۔ جب وہ دن گزرا تو رات کو آپ رحمتِ حق سے پیوست ہو گئے اور بوقتِ مرگ حاضرین سے کہتے تھے کہ کوتوال ہم کو عدالت سرکارِ انگریزی میں لے جاتا تھا ہم اپنی سرکار کے محکمہ میں جاتے ہیں۔

جب آپ فوت ہوئے تو تمام شہر میں غل ہو گیا اور ہر ایک یہی کہتا تھا کہ اُنھوں نے فقیری کی عزت رکھ لی۔ ہزارہا زن و مرد ہندو مسلمان آپ کے جنازہ پر حاضر ہوئے اور بڑی دھوم دھام سے دفن ہوئے۔

تاریخ وفات آپ کا سال وفات ۱۲۶۹ھ بمطابق ۱۸۵۲ء ہے۔ قطعہ تاریخ وصال مفتی غلام سرور لاہوری کا یہ ہے۔

آں ولی نظام شاہ جہاں　　آخر الامر با خدا پیوست
سالِ تاریخ رحلتش سرور　　شد ندا عاشق ازل سرمست
　　　　　　　　　　　　　　　　۱۲۶۹ھ

مزار مبارک آپ کا مزارِ پر انوار میانی قبرستان میں دل افروز سٹریٹ میں تکیہ نظام شاہ میں ہے جو نواب شیخ امام الدین خاں نے بنوایا تھا۔

حضرت فقیر تاجے شاہ مجذوبؒ

تاجے شاہ ایک برگزیدہ فقیر اور لاہور کے مشہور مجاذیب سے تھا۔ ابتداء میں عالم ہوش میں تھا لیکن بعدازاں کسی اللہ والے کی نگاہ سے مست و مجذوب ہو گیا۔ تاجے شاہ لاہور میں عموماً پھرتے رہتے اور بہت کم کسی جگہ پر بیٹھا کرتے تھے۔ کبھی کبھی شہر کے باہر ویران اور بے آباد جگہوں پر چلے جاتے۔

شہرت لوگوں میں آپ کی شہرت یوں ہوئی کہ آپ کے سامنے جب کوئی شخص آتا تو آپ مستی میں جو بات منہ سے نکالتے وہ اس کے بارے

میں پوری ہو جاتی یا بعض اوقات اس کے دل کی بات آپ کی زبان پر آجاتی۔ اس طرح بے شمار لوگ آپ کی درویشی اور جذب کے قائل ہوئے۔ اور خاص کر مندرجہ ذیل پیشن گوئیوں نے آپ کی شہرت میں اضافہ کیا۔

سکھوں کی بربادی کی خبر

آپ نے سکھوں کی سلطنت کی بربادی کا حال پہلے ہی بتا دیا تھا۔ یعنی جس روز رنجیت سنگھ مرا تھا اسی دن کہہ دیا تھا کہ نو برس اور سلطنت رہے گی۔ پھر پنجاب کے مالک فرنگی ہو جائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا آپ کی اس پیشن گوئی کے بارے میں تاریخی شواہد یہ ہیں جس سال آپ کی رحلت ہوئی اسی راجہ سال ہیرا سنگھ کو جلا پنڈت کے ساتھ برلب دریائے راوی سکھ فوج نے قتل کر دیا اور راجہ سوچیت سنگھ بھی قتل ہوا۔ اس سے ایک سال پہلے سردار جیت سنگھ راجہ دھیان سنگھ۔ راجہ شیر سنگھ بن رنجیت سنگھ بھی قتل ہو چکے تھے آپ کی وفات کے دوسرے سال سردار جواہر سنگھ وزیر کو سکھوں کی فوج نے بلا کر ٹھکانے لگا دیا۔ الغرض اسی طرح سکھوں کے راجے اور سردار مارے گئے اور انگریز حکمران ہو گئے۔

بیٹا پیدا ہونے کی خبر

ایک دفعہ ایک شخص نور انجار جس کے اولاد نہ رہتی تھی دعا کے لیے حاضر ہوا۔ فرمایا اب تمہارے گھر بیٹا پیدا ہو گا اس کا نام بوڑا رکھنا۔ چنانچہ جب وہ پیدا ہوا تو اس کا نام بوڑا رکھا گیا اور اس نے لمبی عمر پائی۔

رنجیت سنگھ کے مرنے کی خبر

مہاراجہ رنجیت سنگھ نے مرض الموت میں آپ کو بلایا اور اپنی صحت کے لیے عرض کی۔ آپ نے جواب دیا کہ مرنا سب کو ہے۔ جس طرح تیرا اور میرا باپ مر گیا ہے تو بھی مرنے والا ہے۔ چندن کی لکڑی تیرے جلانے کے لیے لانی چاہیئے یہ سن کر وہ نا امید ہوا۔ جب تابے شاہ قلعہ سے نکلے تو رنجیت سنگھ نے ۱۲۵۶ھ

مطابق ۱۸۳۶ء جان دے دی۔

وفات بیان کیا جاتا ہے کہ تاجے شاہ نے طویل عمر پائی اور ایک سو دو سال کی عمر میں بروز پیر ۱۲۶۱ھ بمطابق ۱۸۴۵ء میں وفات پائی۔

مزار آپ کا مزار موچی دروازہ کے باہر والی آبادی جو کبھی میدان زین خان مشہور تھا میں ہے وہاں آپ کے نام سے تکیہ تاجے شاہ مشہور ہوا کسی زمانے میں کئی لوگ یہاں اٹھتے بیٹھتے تھے۔ اور یہ تکیہ چیمبرلین روڈ پرانی میوہ منڈی کے قریب تھا۔

حضرت معصوم شاہؒ

حضرت معصوم شاہ صاحب جذب و استغراق مجذوب تھے آپ لاہور کے رہنے والے تھے عالم شباب میں باہوش تھے اور یاد الٰہی میں محو رہتے لیکن کسی ولی کامل کی صحبت سے مستی اور بے خودی میں آ گئے۔ پھر ساری عمر اسی جذب و مستی میں گزر گئی۔ بسا اوقات آپ کبھی ہوش کی بات بھی کہہ دیا کرتے تھے آپ جامع خوارق و کرامت تھے اور آپ کی بزرگی کا چرچا بھی کرامات سے ہوا۔

لاہور میں آپ کی ایک یہ کرامت بہت مشہور ہوئی کہ آپ محلہ سید مٹھا میں ایک پرانی حویلی کے دروازے پر بیٹھے رہتے تھے اور اس دروازے پر ہر وقت آگ جلائے رکھتے حتیٰ کہ اس حویلی کی دہلیز پر بارہ برس تک آپ نے آگ جلائی مگر اس دہلیز کی لکڑی نہ جلی بلکہ اس چوبی دہلیز پر داغ تک نہ لگا۔ اس لیے وہ کوچہ حضرت معصوم شاہ کی تھڑیوں کے نام سے مشہور ہو گیا۔ شیخ وہاب الدین اپنی آنکھوں سے دیکھا ہوا حال بیان کرتا ہے کہ جب لاہور کے اس کوچہ میں رہتے تھے تو ایک روز کا ذکر ہے کہ ایک ہندو بڑھیا اس کوچہ میں سے گزر رہی تھی۔ اتفاقاً اُس کے ہاتھ میں ایک کپڑا تھا جو وہ اُجرت

پر کشیدہ نکالنے کے لیے لیے جاتی تھی، معصوم شاہ صاحب نے اُس کو بلایا اور اس کے ہاتھ میں سے وہ کپڑا لے کر آگ میں ڈال دیا۔ چونکہ یہ فقیر مجذوب تھے اس لیے وہ کچھ نہ کہہ سکی اور روتی ہوئی چلی گئی اور وہ کپڑا جل کر خاک ہو گیا۔

اس کے بعد نور محمد خوجہ مقدمِ محلّہ یہ حال سُن کر حضرت کے پاس آیا اور عرض کی کہ یا حضرت وہ عاجزہ بڑھیا بیوہ ہے، آپ نے کیا غضب کیا کہ اُس کا کپڑا جلا دیا۔ یہ بیچاری مزدوری کے لیے کپڑا لے چلی تھی۔ آپ نے اس کو فرمایا کہ آگے آؤ اور کپڑا نکال لو، اور پھر جذبہ میں آکر اسی وقت وہ کپڑا آگ کی خاکستر سے نکال کر دے دیا۔ قدرتِ الٰہی سے وہ کپڑا کہ سادہ تھا کشیدہ شدہ نکل آیا اور وہ بڑھیا لے کر چلی گئی۔

آخری عمر میں آپ کا معمول تھا کہ زیادہ تر بیٹھے رہتے لیکن کبھی شہر میں گھوم لیتے کبھی جسم پر کپڑے ہوتے اور کبھی نہ ہوتے اور ہر وقت تصورِ الٰہی میں کھوئے رہتے لوگ ان کو کھانا دے دیتے تو کھا لیتے ورنہ گداگروں کی طرح سوال نہ کرتے مگر کبھی ایسا بھی ہوتا کہ شدید بھوک کے وقت لوگوں سے صرف کھانے کی چیز مانگ لیتے۔

وفات آپ ۱۲۲۱ھ بمطابق ۱۸۰۶ء محمّد اکبر ثانی بادشاہ کے عہد میں فوت ہوئے قطعہ تاریخ وصال یہ ہے۔

آں شہ کون و مکاں معصوم شاہ   بود فنا آتش طالب و مطلوب عشق
سال وصل او چو جستم از خرد   گفت اے سرور بگو مجذوب عشق

مزار ان کا مزار لوہاری دروازہ کے باہر انارکلی بازار میں کئی مسجد کے اندر واقع ہے۔ مسجد میں دو قبور ہیں ان میں ایک معصوم شاہ مجذوب کی ہے۔

حضرت فضل شاہ مجذوبؒ

خاندان آپ کے آباؤ اجداد ایران کے مشہور شہر گردیز کے رہنے والے تھے اور خاندانی تعلق سادات سے تھا کسی زمانے میں وہ گردیز سے آکر موضع سید پور کنہیاں تحصیل ظفروال ضلع سیالکوٹ میں آباد ہو گئے اس لیے آپ موضع سید پور میں پیدا ہوئے۔

تعلیم و تربیت آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے گھر پر حاصل کی اور پھر سیالکوٹ میں مروجہ تعلیم حاصل کی۔ آپ کو دین اسلام سے والہانہ محبت تھی چنانچہ آپ تکمیل علم کے لیے لاہور تشریف لائے اور مسجد وزیر خان کے مدرسہ میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے داخل ہو گئے ان دنوں چونکہ مدرسہ وزیر خان کی بڑی شہرت تھی۔ اس لیے آپ نے اس مدرسہ میں اپنی تعلیم کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا

کسب معاش حصول علم کے بعد آپ نے روزی کمانے کے سلسلے میں عینک سازی کا کام شروع کر لیا آپ کے خاندان میں پیری مریدی قدیم سے چلی آرہی تھی لیکن آپ نے پیری مریدی کو بطور پیشہ اختیار کرنے سے گریز کیا چنانچہ آپ نے اکل حلال کمانے کے لیے عینک سازی کو ذریعہ معاش بنایا۔

بیعت آپ ظاہری علم حاصل کرنے کے بعد اس فکر میں تھے کہ اللہ کا

راہ ملے چنانچہ آپ کو تلاش حق کے لیے کسی اللہ والے کی تلاش تھی آخر آپ حضرت رحمان شاہ کے دست حق پرست پر مرید ہو گئے حضرت رحمان شاہ سلسلہ قادریہ نوشاہیہ کے ایک معروف بزرگ تھے۔ بعدازاں انہی کی صحبت فیض سے مست فقیر ہو گئے اور آپ پر ایسا جذب طاری ہوا آخری دم تک قائم رہا۔

شجرہ طریقت آپ کا شجرہ طریقت یوں بیان کیا جاتا ہے۔ حضرت فضل شاہ رحمان شاہ کے مرید تھے وہ حضرت محمد صدیق کے۔ اور وہ شاہ فرید لاہوری کے۔ اور وہ پیر محمد بچیار کے۔ اور وہ مرید تھے حاجی محمد نوشاہ گنج بخشؒ کے۔

راجہ دینا ناتھ کی عقیدت مندی فضل شاہ کا عروج سکھوں کی سلطنت کے آخری ایام میں ہوا۔ مہاراج اور امیر وزیر سب ان کے پاس آتے اور سینکڑوں روپیہ نذر کرتے جو ان کا بیٹا بلند شاہ اٹھا کر لے جاتا۔ یہ فقیر مستانہ حالت میں پھرتے ہوئے لوگوں کو گالیاں دیتے۔ راجہ دینا ناتھ فضل شاہ کا بڑا معتقد تھا۔ ان کے پاس ایک منشی مقرر کر رکھا تھا۔ جو ان کی باتیں لکھ کر راجہ کے سامنے پیش کرتا۔ ہزارہا روپیہ اور نقد و جنس راجہ موصوف ان کے بیٹے کو دیتا رہتا۔ ان کے لیے مکان بنوا دیا تھا۔ بعض اوقات آپ مجذوبانہ حالت میں راجہ کو گالیاں دیتے اور پتھر مارتے مگر وہ ناراض ہونے کی بجائے اسے فقیر کی توجہ سمجھتا۔

شادی اور اولاد آپ نے حالت جذب سے پہلے ایک عورت سے شادی کی تھی اور اس سے ایک لڑکا بھی ہوا جس کا نام سید بلند تھا۔

وفات آپ کی وفات ۱۲۷۱ھ بمطابق ۱۸۵۴ء میں بوجہ مرض استقا

ہوئی تجہیز و تکفین کا سارا خرچہ راجہ نے دیا آپ کی نماز جنازہ منٹو پارک میں ہوئی اس زمانے میں اسے پریڈ گراؤنڈ کہا جاتا تھا۔ آپ مستی دروازہ کے باہر اسی جگہ دفنائے گئے جو راجہ صاحب نے فقیر کی زندگی میں بنائی تھی آپ کی قبر چار دیواری کے اندر میونسپلٹی کے باغ میں ہے۔

حضرت مستان شاہؒ

مستان شاہ مجذوب ایک مرد کامل مجذوب تھے جذب کی بنا پر وہ اللہ کے قریب تھے۔ اور یقین جانیے کہ جب کوئی اللہ کا بندہ دنیا سے بے نیاز ہو کر صرف ذات الٰہی کے عشق و محبت میں محو ہو تو وہ فنافی اللہ ہو جاتا ہے یہی کیفیت اس مجذوب کی تھی انھوں نے جب دُنیا کو بالکل ترک کر دیا تھا اور دنیا سے کوئی تعلق نہ تھا۔

آپ کے بارے میں مشہور ہے کہ آپ اکثر اوقات برہنہ رہتے لیکن موسم سرما میں ایک موٹا سا کمبل اوڑھتے اس کے علاوہ آپ کو مزید لباس کی ضرورت پیش نہ آتی۔ آپ اکثر لاہور شہر کے گلی کوچوں میں پھرتے رہتے اور جہاں جی چاہتا بیٹھ جاتے۔

آپ میں ایک صفت یہ تھی کہ آپ نے کبھی بھی کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلایا۔ بلکہ لوگ آپ کے آگے پیچھے بے شمار اشیاء لیے پھرتے۔ لیکن اگر دل میں آتا تو کچھ لے لیتے ورنہ دُنیا کی کسی چیز کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھتے اکثر ایسا بھی ہوتا کہ جب بھوک بہت زیادہ غالب ہوتی اور کھانے کو کچھ نہ ملتا تو درختوں کے پتے کھا لیتے جب کبھی کوئی کمہار یا جولاہے کے پاس سے گزرتے تو آپ اکثر اس کے کام پر بیٹھ جاتے اور تھوڑی دیر کام میں مشغول رہ کر پھر آگے چل دیتے۔

رنجیت سنگھ والیٔ پنجاب کو ان کی نسبت کمال اعتقاد تھا، باوجودیکہ وہ ان کے پیچھے پھرتا اور ہزاروں روپیہ نذر کرتا مگر یہ مطلق توجہ نہ کرتے اور گالیاں دیتے تھے۔ ایک مرتبہ رنجیت سنگھ ان کو اپنے ہاتھی پر بٹھلا کر قلعہ کو لیے جاتا تھا تو یہ ہاتھی کے اُوپر سے کُود پڑے۔

شیخ وہاب الدین لاہوری بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں اپنے دو دوستوں کے ہمراہ شہر سے باہر ایک ٹیلے پر بیٹھا ہوا تھا ہم پر بھوک کا غلبہ ہوا تو کچھ کھانے کو جی چاہا اسی اثنا میں مستان شاہ تشریف لاتے ہیں میں نے کہا اب مستان شاہ آگیا ہے ہمیں ضرور کچھ کھلائے گا۔ یہ سُن کر اس نے اپنا ہاتھ پیچھے کی طرف کیا اور غیب سے ایک روٹی نکال کر ہمارے حوالے کر دی ہم نے کھائی تو معلوم ہوا کہ یہ روٹی روغنی ہے۔

آپ کی شہرت کی وجہ یہ تھی کہ جب کوئی آپ کے سامنے حاجت مند آتا تو آپ اس کے بیان کرنے سے پہلے ہی فرما دیتے، بہت سے لوگ آپ کی بزرگی کے معترف ہوئے۔ آپ کی وفات ۱۲۷۳ھ میں ہوئی اور میانی صاحب کے قبرستان میں دفن ہوئے۔ آپ کا مزار تکیہ نظام شاہ کے باہر میانی صاحب میں موجود ہے۔

حضرت بابا حضوری شاہؒ

حضرت بابا حضوری شاہ علاقہ چاہ میراں کا جانا پہچانا مزار ہے اور یہ مزار چاہ میراں کے قدیم چوک میں چاہ میراں روڈ پر ہی جنوب مشرقی کونے میں ہے۔

ابتدائی حالات آپ کا اصل نام حضور تھا آپ کے والدِ ماجد کا نام منظور علی تھا جو دہلی کے رہنے والے تھے نہایت متمول گھرانے

سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے والد کی شادی کے بعد عرصہ دراز تک اُن کے ہاں اولاد پیدا نہ ہوئی لہٰذا وہ اکثر فقراء اور درویشوں کی تلاش میں رہتے اس غرض سے جہاں انھیں کسی اللہ والے کا پتہ چلتا وہ حاضرِ خدمت ہو کر اللہ کے حضور دعا منگواتے عرصہ دراز تک ان کی تمنا پوری نہ ہوئی۔ آخر ایک دفعہ وہ اپنے رشتہ داروں کے ہاں لاہور آئے کہ انھیں معلوم ہوا کہ موضع میادیاں میں ایک اللہ کا فقیر رہتا ہے موضع میادیاں تحصیل فیروز والا نارنگ منڈی کے علاقہ میں تھا چنانچہ آپ کے والد ماجد اللہ کے فقیر کے پاس موضع میادیاں میں گئے اللہ کے فقیر نے کہا جاؤ تمھارے گھر لڑکا ہوگا۔ آپ کے والد دعا لے کر واپس دہلی چلے گئے۔ آخر کچھ عرصہ کے بعد آپ پیدا ہوئے اور آپ کا نام حضور رکھا۔

تعلیم و تربیت آپ کے والد چونکہ نہایت ہی امیر و کبیر تھے لہٰذا بڑے نازونعم میں آپ کی پرورش ہونے لگی آپ جب ذرا پڑھنے لکھنے کے قابل ہوئے تو آپ کے والدین نے آپ کو مروجہ تعلیم سے آراستہ کرنے کے لیے مکتب میں داخل کروا دیا۔ حتیٰ کہ سولہ سال کی عمر تک آپ پڑھتے رہے لیکن ایک روز یکایک آپکا دل دُنیا سے اچاٹ ہو گیا اور آپ دہلی سے لاہور اپنے رشتہ داروں کے پاس آگئے۔ یہاں سے آپ نے اس درویش کا پتہ حاصل کیا جس کی دعا سے آپ پیدا ہوئے تھے۔ اس کے بعد آپ موضع میادیاں گئے وہاں پہنچ کر جب آپ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو درویش کامل نے فرمایا بیٹا میں تمھارا انتظار کر رہا تھا۔ اُنھوں نے حضور کو سلسلہ قادریہ میں اپنا مرید بنا لیا اور اپنے پاس رکھ لیا۔

عطائے خلافت آپ اپنے مرشد کے پاس کئی سال رہے اور ان کی بے حد خدمت کی۔ اسی دوران آپ اسم اعظم کا

ذکر کرتے رہے اگرچہ آپ کا سلسلہ طریقت قادریہ تھا مگر اپنے سلسلہ میں پابند طریقت نہ رہے بلکہ آپ پر قلندرانہ مشرب کا غلبہ ہو گیا۔ آپ ہر وقت یاد الٰہی میں مصروف رہے آخر کئی سالوں کی ریاضت اور یاد الٰہی سے آپ کا باطن جب انوار الٰہی سے معمور ہو گیا تو آپ کے مرشد نے آپ کو خرقہ خلافت عنایت کیا اور فرمایا چاہ میراں لاہور میں جا کر قیام کرو کیونکہ چاہ میراں میں پہلے ہی آپ کے پیر بھائی حضرت سید احمد گیلانی رشد و ہدایت میں سرگرم عمل تھے۔ آخر آپ حکم مرشد کے مطابق چاہ میراں میں حضرت سید احمد گیلانی کے پاس تشریف لائے اور ان کے پاس رہنے لگے کچھ عرصہ کے بعد سید احمد گیلانی کا انتقال ہو گیا۔ ان کی قبر بھی مکان حضوری بابا میں ہے۔ سید احمد گیلانی کے وصال کے بعد آپ ان کی مسند فقر پر جلوہ گر ہوئے جس دور میں آپ نے چاہ میراں میں قیام فرمایا یہ سکھ حکومت کا آخری دور تھا اس کے کچھ عرصہ بعد لاہور پر انگریزوں کا قبضہ ہو گیا۔

فیوض و برکات آپ چونکہ درویش کامل تھے لہذا آپ کی دعاؤں سے بے شمار لوگوں کو دنیاوی فوائد حاصل ہوئے۔ آپ جس دور میں چاہ میراں میں رہائش پذیر ہوئے اس زمانے میں چاہ میراں کی آبادی بالکل محدود تھا جہاں آجکل آپ کا مرقد مبارک ہے یہاں آپ ایک مکان کے اندر رہتے اور اس کے باہر اردگرد درخت تھے۔ آپ سارا دن بیٹھے رہتے اور تصور الٰہی میں گمن رہتے۔ آہستہ آہستہ آپ کی فقیری اور درویشی کا چرچا دور و نزدیک پھیلا۔

کشف و کرامات ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک صوبے دار کو کسی وجہ سے اس کے عہدہ سے علیحدہ کر دیا گیا۔ بڑے تفکر کے عالم میں

پھرتا ہُوا آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور آپ کے سامنے اپنی مصیبت بیان کی اس کے سر پر پگڑی تھی۔ آپ نے اس کی پگڑی کا طرہ پکڑ کر تین مرتبہ کہا اونچا ہو جا۔ اس کے بعد وہ چلا گیا آخر کچھ عرصہ کے بعد وہ اپنے عہدہ پر بحال ہو گیا اور بحالی کے بعد وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کا بے حد مشکور ہوا۔

جہاں آپ بیٹھا کرتے تھے اس کے قریب ہی جنوب رویہ کمہار برتن بنایا کرتے تھے برتن پختہ کرنے کے لیے انھوں نے ایک چھوٹا سا آوہ بھی بنایا ہوا تھا ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ رات کو اٹھے اور پیشاب کرنے کی غرض سے اس طرف گئے راستے میں کچھ کچے برتن پڑے ہوئے تھے حتیٰ کہ آپ کے گزرنے سے چند برتن ٹوٹ گئے صبح ہوئی اور کمہار کو پتہ چلا کہ حضوری بابے نے ہمارے برتن توڑ دیئے تو اس نے آپ کو گالیاں دینا شروع کر دیں۔ اور چاہ میراں کے نمبردار کے پاس شکایت کی آپ کو اس کی یہ حرکت اچھی نہ لگی۔ آپ نے فرمایا کہ برتنوں کے پیسے لے لو لیکن اس نے آپ کی یہاں تک آپ کی مخالفت کی کہ آپ یہاں کہ سے کہیں اور چلے جائیں آخر آپ نے غصے میں آ کر ایک چھوٹا اینٹ کا ٹکڑا اٹھا کر اس کی طرف پھینکا اور وہ ایک درخت کو جا لگا آپ نے فرمایا کہ جاؤ پیٹ پھٹ کر مرو گے اور اب تمھارا آوہ بھی نہیں چلے گا آخر ایسا ہی ہوا چند روز کے بعد اس کمہار کا پیٹ پھول گیا اور بیمار ہو کر مر گیا۔ اور اس کے مرنے سے اسس کا آوہ بھی ختم ہو گیا۔

وصال اور مزار

آپ عرصہ دراز تک چاہ میراں میں رہے آخری عمر میں آپ چند روز بیمار ہوئے اور اللہ کو پیارے ہو گئے اہل چاہ میراں نے آپ کی نماز جنازہ پڑھی اور آپ کو آپ کے پیر بھائی سید احمد گیلانی کے ساتھ حجرہ میں دفن کر دیا گیا۔ آپ کے کمرہ میں تیسری قبر مائی میراں کی ہے جو آپ کی عقیدت مند تھی۔ آپ کا مزار چوک چاہ میراں

میں مرجع خلائق ہے۔

حضرت صوفی سلامت علی چھتری والا باباؒ

وطن آپ کا اصلی وطن مقبوضہ کشمیر تھا آپ کا خاندان سری نگر سے چند میل کے فاصلے پر اننت ناگ میں آباد تھا اننت ناگ کا نام بعد میں تبدیل کر کے اسلام آباد رکھا گیا یہ علاقہ بہت خوبصورت اور قدرتی مناظرہ سے بھرپور ہے۔

ولادت آپ کی ولادت کے بارے میں کوئی مقررہ سن بیان کیا جا سکتا لیکن کہا جاتا ہے کہ جب آپ کا وصال ہوا تو اس وقت آپ کی عمر نوے سال کے لگ بھگ تھی اس سے سال ولادت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ آپ کی پیدائش اننت ناگ میں ہوئی۔ آپ کے والدین کثیرالنسل تھے اور محنت مزدوری کر کے اپنی بسر اوقات کیا کرتے تھے۔

پرورش آپ کے بچپن اور لڑکپن کا زمانہ آپ کے آبائی شہر میں گزرا آپ مادر زاد مجذوب نہ تھے بلکہ عام انسانوں کی طرح اہل خرد میں سے تھے۔ اور اپنے والدین کے ساتھ دنیاداری کے امور سرانجام دیتے تھے۔ جوانی کے عالم میں آپ کے والدین نے آپکی شادی کر دی کچھ عرصہ آپ نے ازدواجی زندگی میں گزارا آپ اوائل عمر ہی سے نیکی اور دین حق کی طرف بے حد مائل تھے۔ آپ دنیاداری سدھارنے کی بجائے آخرت سدھارنے کے قائل تھے۔ چنانچہ آپ نے دنیاوی معاملات میں زیادہ دلچسپی نہ لی۔ کچھ عرصہ کے بعد آپ کی بیوی کا انتقال ہو گیا۔ اس کے ازدواجی بندھن سے آزاد ہو کر آپ تلاش حق میں

نکل پڑے۔

تلاشِ حق

آپ اپنے قصبہ اننت ناگ مقبوضہ کشمیر سے نکل کر مظفر آباد میں آئے۔ مظفر آباد میں حضرت سائیں سہیلی بادشاہ کی خانقاہ تھی۔ مظفر آباد میں آج بھی سائیں سہیلی بادشاہ کا روضہ ڈومیلی کے مقام پر جہاں دو دریا یعنی دریائے نیلم اور دریائے کنہار ملتے ہیں مرجع خلائق ہے بندہ ناچیز حضرت کے مزار پر حاضری دے چکا ہے حضرت صوفی سلامت علی حضرت سائیں سہیلی کی خانقاہ میں رہنے لگے وہاں سے آپ کے دل میں حصول معرفت کی سچی تڑپ پیدا ہوئی اور آپ دن رات یادِ الٰہی میں مصروف ہو گئے۔ کچھ عرصہ سائیں سہیلی کی خانقاہ میں گزارنے کے بعد ملک کے مختلف علاقوں میں سیر و سیاحت کی۔ اس سیر و سیاحت میں آپ اکابر اولیاء کے مزارات پر گئے اور وہاں سے باطنی طور پر اکتساب فیض کیا جن مزارات سے آپ نے اکتساب فیض کیا ان میں حضرت امام بری اسلام آباد حضرت لعل شہباز قلندر سندھ حضرت فرید الدین گنج شکر حضرت سلطان باہو شاہ شمس سبزوار ملتان کے نام قابل ذکر ہیں۔ ان اولیاء کے علاوہ آپ نے لاہور کے اولیاء اکرام حضرت داتا گنج بخش حضرت پیر مکی حضرت شاہ جمال اور حضرت مادھو لال حسین کے آستانوں سے بھی روحانی فیض حاصل کیا۔

لاہور میں آمد اور قیام

بزرگان دین کے مزارات پر زندگی کا کچھ حصہ گزارنے کے بعد آپ نے لاہور میں مستقل قیام کر لیا۔ قیام لاہور کے دوران آپ اکثر بلند آواز سے اللہ کا ورد کیا کرتے تھے اور شادباغ کے شمال رویہ بند کے قریب کھیتوں میں بیٹھے رہتے رات دن یادِ الٰہی میں ڈوبے رہتے اور دُنیا کی قطعاً پروا نہ کرتے اکثر اوقات کھیتوں سے گزرنے والے لوگ آپ کو کھانے پینے کی کوئی چیز دے دیتے تو آپ کھا لیتے

تھے ورنہ فاقہ مست رہتے۔ تقریباً دس سال کا عرصہ آپ نے اسی طرح یاد الٰہی میں گزارا۔

بظاہر یہ عرصہ آپ نے نہایت ہی معاشی تنگی اور عسرت سے بسر کیا اگرچہ ایسے دور میں اولیاء کرام کو اکثر مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اللہ کی طرف یہ وقت آزمائش کا تھا لوگ دیوانہ سمجھتے ہیں اور پاگل فقیر کہنے لگتے ہیں چونکہ یہ عرصہ اللہ کی طرف سے آتا ہے لہذا اس عرصہ کی مشکلات میں بسر اوقات کی توفیق بھی وہی عطا کرتا ہے۔ پھر اس آزمائش کے دور میں تکالیف کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا سردیوں کی شدت میں تن کو سردی سے بچانے کے لیے کوئی خاطر خواہ کپڑا نہیں ہوتا۔ گرمیوں کی تپش میں چھپنے کے لیے کوئی سایہ نہیں رہتا جہاں اللہ کا بندہ اپنا وقت گزار سکے۔ بارش سے بچنے کے لیے کوئی مکان نہیں ہوتا۔ جہاں اللہ کا بندہ آسانی سے شب و روز گزار سکے۔

اس عرصہ کے دوران آپ ہمہ تن یاد الٰہی میں مشغول رہے اور دُنیا کی ہر چیز کی خواہش کو ترک کر دیا دل میں حب الٰہی موجزن ہو گئی اور عشق رسول غالب ہو گیا۔ آپ نے نہ کھانے اور نہ سونے کی پرواہ کی کسی سے کوئی تعلق یا واسطہ نہ تھا بلکہ ایک ایک لمحہ میں اپنے قلب کو بارگاہِ رب العزت میں جھکا دیا اور وہ سجدہ کیا جو کسی مقدر والے کو نصیب ہوتا ہے اس عرصہ کے دوران آپ پر اسرار الٰہی منکشف ہوئے۔

ایسے ہی آپ مصری شاہ چوک ناخدا میں بھی رہے بلکہ مصری شاہ میں تو آپ نے ایک جگہ تھڑے پر برلب سڑک کافی سال بسر کیے اس کے بعد آپ نے کچھ عرصہ دریائے راوی کے کنارے پر بھی گزارا جوں جوں آپ یادِ الٰہی میں زیادہ کھوئے گئے ویسے ہی آپ پہ جذب زیادہ غالب ہوتا گیا۔ اس عرصہ کے دوران آپ

بات بہت کم کیا کرتے تھے۔

راوی روڈ پر ڈیرہ

جس جگہ پر آپ کا مزار مبارک ہے وہاں اپنے تقریباً بیس۲۰ سال قیام فرمایا آپ ظاہراً شرع کے پابند نہ تھے اور عام لوگوں کا یہ اعتراض تھا کہ آپ نماز نہیں پڑھتے لیکن سوچنا چاہیئے کہ مجذوب تو دُنیا ما فیہما سے بے نیاز ہو جاتا ہے تو اس حالت سکر میں ظاہری نماز کیا پڑھے۔

آپ کے بیٹھنے کا یہ انداز تھا کہ آپ چھتری کے نیچے زمین میں ایک کھڈا نکال کر بیٹھے ہوئے تھے آپ کا چہرہ مغربی طرف رہتا اور آپ اکثر سارا دن رات بیٹھے رہتے۔

آخری عمر میں جلالت اور کمالات نے غلبہ پا لیا جس سے آخری دم تک حالت جذب میں رہے لہذا رات دن آپ عشق الٰہی میں مستغرق رہتے۔

معمولات اور فیض

ابتداء میں جب آپ نے قیام فرمایا تو آپ زیادہ لوگوں کی توجہ کا مرکز نہ تھے کیونکہ اہل دُنیا کیا جانتے تھے کہ یہ عظیم ولی اللہ کی بڑی قریبی ہستی ہے لیکن جوں وقت گزرتا گیا اللہ کی رحمت کا اضافہ ہوا تو اس وقت آپ کے ڈیرہ پہ لوگ آنے جانے شروع ہو گئے حتیٰ کہ لوگوں کا آنا جانا زیادہ ہوتا گیا حتیٰ کہ وصال کے پانچ چھ سال قبل آپ کے ڈیرہ پر لوگوں کا تانتا بندھا رہتا اور اردگرد ہر وقت لوگ جمع رہتے۔

راوی روڈ پہ ڈیرہ لگانے کے بعد آپ کے معمولات یہ تھے کہ آپ سارا دن لیٹے رہتے اور تصور میں ہر وقت یاد الٰہی میں کھوئے رہتے تھے اور کبھی کبھار جائے مقام سے اٹھ کر اِدھر اُدھر بھی پھرنے جاتے تھے۔ وقت کے بعد اپنی جائے قیام پہ آجاتے۔

لباس آخری عمر میں آپ جسم پہ لباس نہیں پہنتے تھے بلکہ ننگے جسم کو کمبل سے ڈھانپتے تھے گرمیوں میں ایک کمبل اوڑھتے اور سردیوں میں دو تین کمبل اپنے اوپر ڈال لیتے تھے۔

لنگر آپ کا لنگر عام طور پر چائے اور نسوار تھی زائرین اور فقراء کو آپ کے ہاں سے چائے ملتی تھی اور جتنے لوگ اس وقت موجود ہوتے ان میں لنگر تقسیم کیا جاتا البتہ ایک بہت بڑے برتن میں نسوار پڑی رہتی تھی جو حضرت بابا صاحب خود بھی منہ میں رکھتے تھے اور نسوار کھانے والے لوگ نسوار لے لیتے تھے اور زیادہ تر پٹھان زائرین نسوار کا استعمال زیادہ کرتے تھے۔

حلیہ مبارک آپ دراز قد اور فربا جسم کے تھے ماتھا چوڑا رنگ سُرخ سفید تھا آنکھوں کی بھویں سفید تھیں مونچھیں مبارک ٹھوڑی کی طرف سے کافی لمبی تھی داڑھی رخساروں کی طرف سے نہایت ہی مناسب اور معقول تھی۔ چہرے پر زیادہ جھریاں نہ تھیں بلکہ رخساروں کی دونوں جھریاں بولنے پر نمایاں ہوتی تھیں۔ ہاتھ مبارک بھی درمیانہ تھے اور پیری کی وجہ سے ہاتھوں کے تمام بال سفید ہو چکے تھے۔ آپ ہمیشہ جسم پر کوئی قمیض یا شلوار وغیرہ نہ پہنتے بلکہ کمبلوں ہی سے جسم کو ڈھانپے رکھتے تھے حتیٰ کہ گرمیوں کے موسم میں بھی جسم پر کمبل رکھتے تھے۔

وصال آخری وقت میں آپ بیمار ہو گئے اور چند روز بیمار رہے اور پھر کمزوری بہت زیادہ ہو گئی آخر آپ بتاریخ ۱۹ نومبر ۱۹۷۶ء بمطابق ۲۵ ذیقعدہ ۱۳۹۶ھ بروز جمعرات ۴ بجے شام کو اس فانی دُنیا سے کوچ کر گئے۔ تھوڑی دیر میں آپ کے وصال کی خبر لاہور میں عقیدت مندوں میں پھیل گئی اور کثیر تعداد میں لوگ جمع ہو گئے کارپوریشن نے قبر کھودنے سے روکا لیکن آخر کار ان کو اجازت دینا پڑی تقریباً ۱۲ فٹ قبر کھودی گئی غسل دینے کے بعد نماز جنازہ کے بعد آپ کو دفن کیا گیا اور قبر کی سامنے پہ

لکڑی کے تختے ڈال کر مٹی ڈال دی گئی۔

روضہ مبارک چند روز آپ کی قبر کچی رہی لیکن فوراً ہی عقیدت مندوں نے آپ کی قبر مبارک کو پختہ کر دیا اور آپ کے سرہانے وفات کے پتھر کا کتبہ نصب کیا جس کے اوپر آپ کا نام اور تاریخ وفات درج ہے۔

پھر آہستہ آہستہ مزار مبارک کے اوپر چھتری کی طرز کا گنبد بنایا گیا اور گنبد کے ارد گرد برآمدہ بھی بنایا گیا اور برآمدہ میں چاروں طرف کھلے در ہیں۔

محکمہ اوقاف کا قبضہ آپ کی وفات کے بعد آپ کے عقیدت مندوں میں جانشینی کا جھگڑا پڑ گیا چنانچہ اس جھگڑے کو ختم کرنے کی غرض سے محکمہ نے روضہ مبارک اپنی تحویل میں لے لیا۔ اکثر فقرا آپ کے آستانہ پر ڈیرہ جمائے بیٹھے رہتے ہیں۔

حضرت سائیں حیدرؒ

مینار پاکستان اقبال پارک کے باہر لب سڑک ایک چھوٹا سا خوبصورت پختہ گنبد ہے جس کے نیچے سائیں حیدر کا مزار ہے سائیں حیدر متاخر مجاذیب سے تھے۔ آپ بڑے صاحب جذب و استغراق بزرگ تھے۔

پیدائش آپ کے والدین لاہور شہر کی قدیم آبادی یعنی اندرون کشمیری گیٹ چونامنڈی میں رہتے تھے چنانچہ آپ رڑا تیلیاں والا نلکیاں والی گلی اندرون چونامنڈی میں پیدا ہوئے۔

بچپن اور تعلیم و تربیت آپ بچپن سے مجذوب نہ تھے۔ آپ کے والد ماجد سیدھے سادے شریف النفس انسان تھے ذات کے کھوکھر تھے اور دھوبیوں کا کام کیا کرتے تھے۔ آپ بچپن ہی میں والد ماجد کی شفقت

سے محروم ہو گئے لہذا آپ کی پرورش کی تمام تر ذمہ داری آپ کی والدہ پر پڑ گئی۔ چنانچہ آپ کی والدہ بیوگی کی وجہ سے آپ کی تعلیم و تربیت کی طرف خاطر خواہ توجہ نہ دے سکیں۔ مگر آپ نے بچپن میں کچھ عرصہ بیگم شاہی مسجد کے امام سے قرآن پاک کی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد ان سے اردو اور پنجابی اس حد تک پڑھی کہ آپ اردو اور پنجابی بخوبی پڑھ لیا کرتے تھے۔

درزیوں کا کام

آپ نے بڑے ہو کر درزیوں کا کام سیکھا۔ اور پھر کپڑے سینے ہی کو اپنا ذریعہ معاش بنا لیا چنانچہ اپنے محلے ہی میں درزیوں کی ایک دوکان پر کام شروع کر دیا۔ آپ کو ذرا بڑے ہو کر ہیر پڑھنے کا یکدم شوق ہوا اکثر کپڑے سیتے ہوئے ہیر کے اشعار پڑھتے رہتے۔ اور اسی ہیر کے پڑھنے سے آپ کے اندر فقیرانہ جذبات پیدا ہو گئے۔ جس کے بعد آپ تارک الدنیا ہو کر فقیر ہو گئے۔

شادی اور ترک دینا

جوانی کے عالم میں آپ کی والدہ نے آپ کی شادی کر دی بیان کیا جاتا ہے شادی کے روز نکاح پڑھنے کے بعد جب دلہن آپ کے گھر آ گئی تو رات کو جب آپ اس کمرے کے اندر داخل ہوئے تو یک نظر دیکھ کر گھر سے باہر آ گئے اور اسی وقت اپنی نئی دلہن اور اپنے گھر والوں کو خیر باد کہہ کر جنگل اور ویرانے کی طرف چل دیئے چار سال تک صحرا نوردی کرتے رہے اور اولیاء کے مزاروں پر حاضری دیتے رہے۔ حتیٰ کہ ایک دن آپ حیدرآباد سندھ میں پھر رہے تھے کہ آپ کا ایک قریبی عزیز آپ کو وہاں سے پکڑ کر لاہور گھر لے آیا مگر آپ اللہ کی محبت میں دیوانے ہو چکے تھے۔ اور گھر بار سے آپ کا کوئی سروکار نہ تھا۔ اس لیے مستی دروازہ کی گھاٹی پر آپ نے ڈیرہ لگا لیا اور وہاں سر راہ رہنا شروع کر دیا۔

حالت جذب اور ملامت

مستی کی گھاٹی پر اکثر آپ بیٹھے رہتے اور تصور الہی میں ڈوبے رہتے اور کبھی گھومتے پھرتے

لیکن گھوم پھر کر آپ پھر اپنی جائے قیام پر آجاتے۔ اگر کوئی شخص بلاتا تو اکثر کہا کرتے تھے کہ جاؤ اللہ بھلا کرے اگر وہ نہ جاتا تو ملامت کرتے۔ روز بروز آپ کی فقیری کے چرچے میں اضافہ ہوا۔ آخر ۱۹۶۵ء میں مستی کی گھاٹی سے ہجرت کر کے ملکہ منڈی چلے گئے۔ اور ایک سال تک وہاں قیام کر کے اقبال پارک کے باہر لب سڑک تالاب کے نزدیک آکر ڈیرہ لگا لیا۔ زندگی کا ایک دور آپ کا ایسا بھی گزرا کہ آپ اپنی قیام گاہ سے لے کر شالامار باغ تک چکر لگایا کرتے تھے۔ اکثر لوگوں کا بیان ہے کہ ابھی اُنھوں نے آپ کو ایک جگہ دیکھا تو تھوڑی دیر کے بعد آپ کو دوسری جگہ پر دیکھا۔ پھر آپ کی خصوصیت یہ تھی کہ آپ سڑک کے درمیان میں چلا کرتے تھے ٹریفک کی بالکل پرواہ نہ کرتے۔

فیوض و برکات

آپ اللہ کے نہایت ہی برگزیدہ ولی اللہ تھے بے شمار لوگوں کو آپ سے دینی اور روحانی فیوض و برکات حاصل ہوئے آپ کا طریقہ تھا کہ اپنے پاس آنے والوں کی ملامت کرتے اور قریب بہت ہی کم آنے دیتے تھے لیکن جو شخص بھی آپ کی جلالی باتوں کو برداشت کر لیتا تو اس کی دلی مراد پوری ہو جاتی۔ کیوں کہ اللہ کے اولیاء کے پاس آنے والے کبھی خالی نہیں رہ سکتے۔ آپ کی نگاہ فیض سے بے شمار معتقد دنیاوی دولت سے مالا مال ہوئے۔ کئی بے اولادوں کو آپ کی توجہ سے اولاد حاصل ہوئی۔ کئی بیماروں کو صحت یابی ملی۔ گویا کہ آپ کے پاس آنے والا کبھی خالی نہ لوٹا۔

کشف و کرامات

آپ بڑے صاحب تصرف بزرگ تھے اور اکثر اوقات یوں ہوتا کہ آنے والے کی دل کی بات پہلے ہی کہہ دیتے۔ جس سے وہ حیران ہو جاتا کہ حضرت سائیں صاحب کو اس کے دل کی بات کیسے معلوم ہو گئی۔ کرامات آپ کی بے شمار ہیں۔

ملک سراجدین صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ راوی روڈ پر تھے کہ ایک آفیسر آیا جو ملازمت سے معطل ہو چکا تھا آپ نے اسے خوب زدوکوب کیا دوسرے روز ہی اس کی بحالی ہو گئی اور پھر وہ شیرینی لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔
ایسے ہی بابا عبدالغنی بیان کرتے ہیں کہ اکرام الحق ان کا لڑکا گم ہو گیا تلاش کر کے جب گھر والے تھک کر چور ہو گئے تو حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ کی دعا سے لالہ موسیٰ سے ایک آدمی پکڑ کر اُسے گھر چھوڑ گیا۔ یہ حضرت کا تصرف تھا۔

لباس

آپ کا لباس دھوتی اور قمیض تھا اور سر پر پگڑی پہنا کرتے تھے ۔ آپ کا قد لمبا تھا چہرہ خوبصورت تھا اور آنکھوں میں جلالت بہت زیادہ تھی۔ جسم نہ دبلا اور نہ موٹا بلکہ درمیانی تھا۔

معمولات

آپ کا اکثر معمول تھا کہ رات کو بیدار رہتے اگر سوتے تو بہت کم ہی سویا کرتے تھے۔ آخری عمر میں آپ نے گھومنے پھرنے کو قدرے ترک کر دیا اور زیادہ تر قبلہ رُخ ہو کر تصور الٰہی میں گم ہو کر بیٹھے رہتے آپ موسموں کے تغیر و تبدل کو بالکل خاطر میں نہ لاتے شدید گرمی شدید سردی بلکہ بارش کے موسم میں بھی اپنی جائے قیام پر بیٹھے رہتے آپ کی خوراک بہت سادہ اور کم تھی ۔ عقیدت مند جو پیش کرتے ضرورت کے مطابق کھا لیتے۔ باقی دُنیا کے لذائذ سے بالکل بے نیاز تھے ۔

وصال

وصال سے قبل آپ ملک سراجدین کے گھر تھے ۔ جسم بڑھاپے کی وجہ سے نہایت ہی کمزور ہو چکا تھا آخر آپ تھوڑی سی علالت کے بعد بروز جمعۃ المبارک صبح ۶ بجے ۲۰ مارچ ۱۹۶۳ء کو اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔
آپ کے وصال کی خبر عقیدت مندوں میں فوراً پھیل گئی آخر آپ کو اقبال پارک کے باہر لب سڑک آپ کی قیام گاہ پر دفن کیا گیا ۔ جہاں آجکل آپ کا مزار اقدس مرجع خلائق

ہے۔ آپ کے مزار پر ایک چھوٹا سا سبز رنگ کا گنبد بنا ہوا ہے جو آپ کے عقیدت مندوں نے تعمیر کیا تھا۔ بعد میں محکمہ اوقاف نے آپ کے مزار اقدس کو اپنی تحویل میں لے لیا۔

حضرت احمد بھیّا حضورؒ

آپ کا اصل نام صفدر احمد خاں تھا مگر احمد بھیا حضور کے نام سے مشہور ہوئے کیونکہ آپ کی روحانی نسبت ڈھاکہ کے حضرت بڑے بھیا حضور سے تھی۔ چنانچہ اسی نسبت کی بنا پر آپ کا نام بھیا حضور پڑ گیا

پیدائش:۔ آپ شاہجہاں پور کے رہنے والے تھے اور وہیں پیدا ہوئے بچپن میں ابتدائی تعلیم وہیں حاصل کی آپ کے والد اور والدہ نہایت ہی شریف النفس تھے۔

پاکستان میں آمد اور قیام:۔ قیام پاکستان کے وقت آپ شاہجہانپور سے ہجرت کر کے لاہور آئے اور یہاں اندرون دروازہ چکیوں والے بازار میں اونچی مسجد کے قریب رہائش اختیار کر لی۔ حصول معاش کے لیے آپ نے شروع شروع میں چند ایک ذرائع اختیار کیے مگر بعد ازاں چھوڑ کر نجوم کا سلسلہ اختیار کر لیا آپ داتا دربار کے باہر ایک مقام پر بیٹھے رہتے اور اپنے پاس آنے والوں کو نجوم کی باتیں بتا کر اپنی گزر اوقات کرتے مگر کچھ عرصے کے بعد آپ نے اسے ترک کر دیا اور دل میں راہ حق کی تلاش کا جذبہ بیدار ہو گیا۔ چنانچہ روحانیت کی تلاش کے خیال میں کھوئے ہوئے کچھ عرصہ لاہور کے مختلف مقامات پر پھرتے رہے۔ آخر کار مرشد کامل کے ملنے کے بعد حصول روحانیت کی خواہش شرمندہ تعبیر ہوئی۔

بیعت و حصولِ اجازت:۔ آپ نے طریقت میں حضرت مولانا سید عبد الغفور بڑے بھیا حضور مدفون ڈھاکہ کے دست حق پرست

پر بیعت کی واقعہ بیعت یوں بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کے مرشد ڈھاکہ سے لاہور آئے ہوئے تھے
اور کار میں سوار ہو کر شارع قائد اعظم سے گزر رہے تھے کہ اتفاق سے آپ بھی اس وقت سڑک
کے کنارے فٹ پاتھ پر کھڑے کسی سوچ میں مبتلا تھے۔ اتنے میں بڑے بھیا حضور نے آپ کو
دیکھ کر کار روک لی اور کہا کہ آؤ بیٹا کار میں بیٹھ جاؤ لہٰذا آپ ان کے کہنے پر کار میں بیٹھ گئے اس کے
بعد وہ آپ کو وہیں لے گئے جہاں وہ ٹھہرے ہوئے تھے۔ آپ نے ان کے ہاں رات بسر کی باہمی
تعارف ہوا راز و نیاز کی باتیں ہوئیں۔ اس کے بعد بڑے بھیا حضور نے آپ کو اپنی مریدی میں
لے لیا اور ذکر و فکر کی تلقین کی۔ حتیٰ کہ آپ رات دن مسلسل تین ماہ تک رہے ان کی خدمت میں
رہے۔ اس عرصہ کے دوران آپ کے مرشد نے راولپنڈی۔ پشاور۔ فیصل آباد۔ سرگودھا اور پاکستان
کے دیگر علاقوں میں سفر کیا اور آپ نے بھی ساتھ ہی سیر و سیاحت کی۔ دوران مسافت آپ کے
مرشد نے آپ پر خصوصی توجہ فرمائی جس سے باطنی حجابات اٹھ گئے اور آپ راہ حق پر گامزن ہو گئے
ڈھاکہ واپس جاتے ہوئے آپ کے مرشد برحق نے آپ کو لاہور میں اپنا جانشین مقرر فرمایا اور حکم دیا
کہ بیٹا داتا گنج بخش کے قدموں میں قیام کرو اور جو وہ حکم دیں اسے بجا لاؤ چنانچہ اسی روز سے
آپ نے داتا حضور کے قریب دربار مارکیٹ میں ڈیرہ لگا لیا۔

خدمتِ خلق :- آپ کا مشرب فقیرانہ اور درویشانہ تھا چنانچہ آپ ہر وقت ہمہ تن یادِ الٰہی
میں مصروف رہتے۔ اور شب و روز کا بیشتر حصہ داتا حضور کے مزار اقدس
پر گزارتے اور جو وقت اپنے ڈیرے پر گزارتے اس میں اپنے پاس آنے والوں کی حسب توفیق خدمت
کرتے آپ لوگوں کے ساتھ بڑے احسن انداز میں پیش آتے اور اپنے پاس آنے والوں کے حق میں
عموماً دعا کرتے حتیٰ کہ آپ کی زبان میں اتنی تاثیر ہو گئی کہ جو لفظ منہ سے نکالتے وہ اللہ کی رحمت سے
پورا ہو جاتا۔ اس طرح آہستہ آہستہ آپ کی شہرت میں اضافہ ہوا۔

بزرگانِ دین کے عرس منانا :- آپ کا معمول تھا کہ آپ اپنی قیام گاہ پر ہر سال
میں اپنے محبوب اولیاء کے عرس منعقد کرواتے

آپ کو ان بزرگان دین سے والہانہ محبت اور عقیدت تھی کیونکہ آپ کو ان کی روحوں سے باطنی فیض بھی حاصل تھا آپ جن اولیاء کا عرس کرواتے ان میں حضرت داتا گنج بخش حضرت سید عبدالقادر جیلانی حضرت خواجہ معین الدین چشتی حضرت بابا فرید گنج شکر و حضرت نظام الدین اولیاء کے اور حضرت صابر کلیری کے اسماء گرامی قابل ذکر ہیں۔ لیکن حضرت بابا فرید کے عرس کے موقعہ پر آپ ہر سال پاک پتن بھی تشریف لے جایا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ آپ کی قیام گاہ پر ہر چاند ماہ کی گیارھویں اور ستر ھویں تاریخ کو ختم شریف ہوتا تھا جس میں آپ کے عقیدت مند شمولیت کرتے۔

محفل سماع :- آپ کو سماع کا بہت شوق تھا لہٰذا دربار کے باہر ہر جمعرات کو جو محفل سماع ہوتی اس میں بڑی محبت سے شرکت کرتے اور قوالوں کے عارفانہ کلام سُن کر خوب لطف اندوز ہوتے لیکن خصوصاً ایسے کلام پر آپ تڑپ اٹھتے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں ڈوبا ہوتا۔ اور اسی تڑپ سے آپ پر جذب و مستی کا غلبہ طاری ہو جاتا جو دیر تک رہتا۔ کچھ عرصہ کے بعد یہاں آپ نے ڈیرہ لگایا ہوا تھا وہاں پر قوالی ہونے لگی اور آخر یہی محفل سماع آپ کے آخری وقت میں بہت عروج پکڑ گئی ہے اور یہی محفل سماع آپ کی شہرت کا سبب بنی۔

معمولات :- آپ کا معمول تھا کہ رات اکثر شب بیداری میں گزارتے لیکن جب کبھی نیند کا غلبہ زیادہ ہوتا تو سو بھی لیتے صبح کے وقت نماز فجر ادا کرتے اور پھر سارا دن یادِ الٰہی میں مشغول رہتے دن کے وقت آنے جانے والوں کا اکثر تانتا بندھا رہتا۔ جو حضرات بھی آپ سے دعا کرواتے عموماً ان کی مراد اللہ تعالیٰ کی جانب سے پوری ہو جاتی۔ آخری عمر میں آپ کی شہرت بہت زیادہ ہو گئی۔ اور بے شمار لوگوں نے آپ سے روحانی اور دنیوی فیوض و برکات حاصل کیے۔

حلیہ و لباس :- آپ عموماً پاجامہ اور کرتا پہنا کرتے تھے سر پر ٹوپی بھی اکثر پہنتے۔ آپ کا حلیہ یہ تھا کہ آپ کا قد درمیانہ اور رنگ گورا چٹا تھا۔ ہاتھ پاؤں درمیانے تھے۔

تجرید :۔ آپ نے ساری عمر شادی نہ کی بلکہ تجرید میں گزاری۔

وصال :۔ ۲۶ رجب کو پونے بارہ بجے آپ داتا حضور کے مزار اقدس پر گئے وہاں تقریباً گھنٹہ آدھ باطنی طور پر داتا حضور سے محوِ گفتگو رہے اس کے بعد واپس اپنے ڈیرے پر آگئے اور نفل پڑھنے شروع کر دیئے چند نوافل ادا کرنے کے بعد قبلہ رو ہو کر آپ نے تین مرتبہ سجدہ کیا پھر بیٹھ کر ایک گھونٹ پانی پیا اس کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے لگے بس دعا مانگ ہی رہے تھے کہ آپ کی روح نفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ آپ کی تاریخ وصال ۲۶ رجب المرجب ۱۳۹۴ھ بمطابق ۲۶ جولائی ۱۹۷۴ء ہے۔ وصال کے بعد آپ کے عقیدت مندوں نے بصد احترام آپ کو دفن کیا۔ بعد ازاں آپ کی قبر پر ایک پختہ کمرہ بنا دیا گیا۔ آپ کا مزار اقدس گنج بخش روڈ پر دربار مارکیٹ میں ہے۔
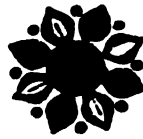
عارفہ صالحہ حضرت نواب بی بیؒ

حضرت نواب بی بی صالحہ دور کی عارفات میں سے تھیں۔ آپ کا آبائی وطن گجرات تھا آپ محلہ نان بائیاں تمبل بازار میں ۱۸۹۵ء کے لگ بھگ پیدا ہوئیں۔ آپ کے والد ماجد کا نام حضرت میراں بخش تھا جو سلسلہ قادریہ میں حضرت امام شاہ جمن چنڈ الہ کے مرید تھے اور انہی کی صحبت فیض سے

فیض یاب ہوئے۔ آپ اپنے دور کے ولی اللہ تھے لوگ آپ کی بے پناہ عزت کیا کرتے تھے۔ حضرت نواب بی بی کی والدہ کا نام حاکم بی بی تھا۔

حضرت نواب بی بی نے ابتدائی دینی تعلیم گجرات میں ایک حافظ صاحب سے حاصل کی۔ قرآن پاک کی تعلیم کے ساتھ ہی آپ نے ان سے اُردو کی تعلیم بھی حاصل کی۔ اس طرح آپ اُردو بخوبی پڑھ لیا کرتی تھیں۔

جوانی کے عالم میں آپ کی شادی سیالکوٹ کے راجپوت گھرانے میں ہوئی جن کا نام اللہ رکھا تھا۔ جو نہایت ہی نیک اور عابد تھے اور لوگوں میں قاضی جی کے نام سے مشہور تھے ان کا انتقال کوئٹہ کے مشہور زلزلہ ۱۹۳۵ء میں ہوا۔

حضرت نواب بی بیؒ نے زندگی کا کچھ حصّہ کوئٹہ میں گزارا اس کے علاوہ پاکستان کے چند ایک دیگر مقامات پر بھی کچھ عرصہ رہیں لیکن شوہر نامدار کے وصال کے بعد آپ واپس گجرات آگئیں اور پھر زندگی کا بیشتر حصّہ گجرات میں گزارا اس کے بعد جب آپ کی اولاد لاہور میں آباد ہوگئی تو آپ بھی ان کے ہمراہ لاہور آگئیں اور آخری دم تک لاہور ہی میں رہیں۔

آپ کے والدِ ماجد چونکہ سلسلۂ قادریہ کے ولی کامل تھے لہٰذا انھوں نے اپنی اکلوتی بیٹی کی طرف خصوصی توجہ دی اور انہیں سلوک کی منازل پر گامزن کیا شروع شروع میں آپ نے اللہ کے ذاتی اسم کا عرصہ دراز تک ورد کیا حتیٰ کہ آپ پر باطنی اسرار ظاہر ہونے لگے اور خاص کر جب آپ کے والد ماجد کا انتقال ہوا تو ان کے پاس جو اللہ کی روحانی عنایات تھیں انھوں نے آپ کے حوالہ کر دیں۔

آپ نے زندگی بھر بے حد ریاضت وعبادت کی رات کا بیشتر حصّہ شب بیداری میں بسر کیا کرتی تھیں۔ آپ دعا گنج العرش کا کثرت سے ورد کیا کرتی تھیں آپ پردہ کی سختی سے پابند تھیں آپ کے پردہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ایک دفعہ

آپ ایک سال رحیم یار خاں میں اپنے شوہر نامدار کے ساتھ رہیں تو وہاں
جس مکان میں آپ داخل ہوئیں تو ایک سال سے زائد مدت کے بعد اس مکان
سے اس وقت نکلیں جب کہ رحیم یار خاں کو آپ چھوڑ کر کوئٹہ گئیں اس سے ثابت
ہوتا ہے کہ آپ کا عام عورتوں کی طرح باہر جانا آنا بہت ہی کم تھا۔
آپ سیف الزبان تھیں اکثر دیکھا گیا کہ آپ کی زبان سے جو لفظ نکلتا وہ
پورا ہو جاتا اس کے بارے میں بے شمار واقعات مشہور ہیں ایک دفعہ آپ
کا واسطہ ایک زبان دراز عورت سے پڑا جو بڑی بڑھ چڑھ کر باتیں کیا کرتی تھیں
حتیٰ کہ ایک روز آپ کی زبان سے نکلا کہ تمہاری زبان بند ہو چنانچہ اسی روز ایسا
ہی ہو گیا اور اس عورت کی زبان بند ہو گئی۔
آپ نے زندگی کا بیشتر حصہ تنگی اور عسرت میں گزارا لیکن جب آپ کی
اولاد جوان ہو گئی تو خوشحالی کا دور دورہ ہو گیا۔
آپ کی اولاد میں چھ لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں۔ آپ کے لڑکوں کے نام بالترتیب
محمد شریف (مرحوم) محمد رفیق (مرحوم) محمد اسلم۔ محمد اکرم۔ محمد انور اختر۔
محمد نواز ہیں۔ لڑکیوں کے اسماء گرامی ممتاز بیگم اور ثریا بیگم ہیں آپ کی اولاد
نہایت نیک اور فرمانبردار ہے آپ کا وصال یکم مئی ۱۹۸۱ء میں ہوا اور آپ کو
گھوڑے شاہ کے قبرستان میں دفن کیا گیا اور وہاں آپ کی قبر مبارک مرجع خلائق ہے۔

ختم شد

قبر کی پہلی رات
صوفی محمد اسمٰعیل صاحب

ہماری مطبوعات ایک نظر میں

فہرست کتب

نقش سلیمانی (اردو)
تعبیر نامہ خواب
اعمال قرآنی
میری نماز
مسنون دعائیں
چھ باتیں
عورتوں کی نماز
اقوال زریں -/7
عملیات آسیب
فاطمہ کا لال
عملیات محبت
جنگ نامہ حضرت علی
جنت کا راستہ
سلام نعت و رسول
اسم اعظم
گنجینۂ عملیات
مخصوص مسائل
میاں بیوی کے حقوق
روحانی علاج
شہد سے علاج
احتلام اور نامردی کا
قرطبیہ علاج
نقش معظم
حل المشکلات

اندرجال (اردو)
چینو بنگال کا جادو
ہمدرد عاشقاں
اصلاح الرسوم
موت کی یاد
سنی بہشتی زیور
شمع شبستان رضا
طب روحانی
قیامت کب آئے گی
رسول اللہ کی دعائیں
والدین کے حقوق
اسلام کیا ہے
طب نبوی
شمائل ترمذی شریف
جاء الحق -/55
حصن حصین
قانون شریعت
جنتی زیور
تحفہ خواتین

ہماری ہندی کتب

مخصوص مسائل (ہندی)
سیدہ کا لال
آمنہ کا لال
اعمال قرآنی
موت کی یاد (ہندی)
بہشتی زیور
قصص الانبیاء
مرنے کے بعد کیا ہوگا
سو سورہ کلاں
میلاد اکبر
میری نماز
آئینہ نماز
نعت و سلام
تاریخ اسلام
میاں بیوی کے حقوق
آسان نماز
فضائل اعمال
بخاری شریف
مسلمان بیوی
مسلمان خاوند
مسنون دعائیں
چھ باتیں
سورہ یسین
گنج العرش
ترکیب نماز
پارہ عم
قیامت کب آئے گی
رسول اللہ کی دعائیں

اگر اب بھی نہ جاگے تو...
نتیجۂ فکر: شمس نوید عثمانی
ترجمانی: ایس عبداللہ طارق